کیمیائے سعادت

المعروف بہ

اکسیرِ ہدایت

اُردو

مُصنّفہ:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی

مُترجم:

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی

ادبی دُنیا ۵۱۰ مٹیا محل دہلی

Sub Keemi-yat-i-Saeadat

Translation in Urdu: Akseeri Hidayat

by Imami Gazali

Publisher

Adbi-Duniya 510 matya mahal Delhi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!

آپ کا یہ ادارہ جو مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کے نام سے آپ حضرات کے تعاون سے بفضلہ تعالیٰ مذہبی اور اخلاقی کتب کی اشاعت میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، ۲۵، ۲۶ سال سے گراں قدر خدمات سرانجام دینے میں مشغول ہے اور بفضلہ تعالیٰ اِس ادارے نے اس مدت میں صالح اور پاکیزہ ادب پیش کرنے میں جو گرانقدر مساعی انجام دی ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ کی توجہ اور معاونت سے اسلامیات کے متعدد شعبوں مثلاً تاریخ اسلام، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ تصوّف، تذکار صوفیائے کرام، ملفوظات و مکتوبات گرامی پر جو بیش قیمت اور گراں مایہ کتابیں، ہم نے پیش کی ہیں وہ آپ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں اور الحمد للہ کہ قارئین کی پسند و طلب کے باعث ہم ان کتب کے متعدد ایڈیشن شائع کر چکے ہیں، ان مطبوعات میں اصل متن بھی شامل ہیں اور مشہور زمانہ کتب کے تراجم بھی!

مدارج النبوت، مکتوبات مجدد الف ثانیؒ، غنیتہ الطالبین، عوارف المعارف، نفحات الانس جامیؒ کے تراجم آپ سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مجموعہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) مجموعہ وظائف، تاریخ اسلام کے اصل متون، آپ سے پسندیدگی کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

تصوّف و اخلاق کی کتابوں میں احیاء العلوم کے بعد کیمیائے سعادت بہت ہی بلند پایہ اور مشہور کتاب ہے، قارئین کرام کی فرمائش تھی کہ تصوّف کی دوسری مشہور زمانہ کتب کے تراجم کی طرح کیمیائے سعادت کا ترجمہ بھی ہم شائع کریں۔ ہم نے والا مرتبت واقف رموز معرفت و طریقت عالیجناب مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی (خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور) سے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کے مکتوبات گرامی کے ایک کامیاب

مترجم ہیں استدعا کی تھی کہ آپ کیمیائے سعادت کے ترجمہ پر توجہ فرمائیں آپ نے ہماری گزارش کو قبول فرمالیا تھا اور ترجمہ کا کام شروع بھی کر دیا تھا لیکن بوجوہ اس کے تکملہ میں تعویق وتاخیر واقع ہوگئی بہر حال ہم مسرور ہیں کہ تاخیر سہی لیکن صاحب موصوف کے قلم سے اس ترجمہ کا تکملہ ہوا اور نابغۂ دوران امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات اور آپ کی تصانیف پر تبصرہ بھی آپ نے سپردقلم فرمایا جس کے لئے ہم آپ کے ممنون ہیں!

امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کوشش کو بھی پسند فرمائیں گے اور اپنی پسندیدگی اور حسب سابق تعاون سے ہمارا حوصلہ بڑھائیں گے۔ والسلام

آپ کے تعاون کے
خواستگار
فریدالدین و محمد مبین
کارپردازان مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

فہرست مضامین کتاب مستطاب کیمیائے سعادت اُردو

اُصلِ نہم

اصل دہم

ختم شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مصنّف کتاب حُجّۃُ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

نام :

اسم گرامی محمد، ابو حامد کنیت، غزالی عرف اور زین العابدین وحجۃ الاسلام لقب ہے ابو علی فضل بن محمد بن علی الشیخ الزاہد الفارمدی المتوفی ۴۷۷ھ کے مرید ہیں۔

ولادت :

آپ ۴۵۰ھ میں خراسان کے ضلع طوس کے شہر طاہران میں پیدا ہوئے۔

غزالی عرف کی وجہ :

آپ کے والد ماجد قدس سرہ دھاگے کی تجارت کرتے تھے۔ اس مناسبت سے آپ کا خاندان غزالی کہلاتا تھا عربی میں غزل کے معنی سوت کاتنے کے ہیں۔ خوارزم اور جرجان وغیرہ میں نسبت کا یہی طریقہ مروج ہے۔ جیسے عطار کو عطاری اور قصار کو قصاری کہتے ہیں۔

تحصیل علم :

وفات کے وقت آپ کے والد ماجد نے آپ کو اور آپ کے چھوٹے بھائی احمد غزالی کو تعلیم کی غرض سے اپنے ایک دوست کے سپرد کیا۔ چنانچہ آپ نے فقہ کی ابتدائی کتابیں اپنے شہر کے ایک عالم احمد بن محمد رازکانی سے ہی پڑھیں اس کے بعد آپ جرجان چلے گئے اور وہاں امام ابو نصر اسماعیلی کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم شروع کی۔ یہاں آپ کی استعداد علمی اس حد تک پہنچ گئی کہ معمولی علماء آپ کی تسلی وتشفی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے امام صاحب جرجان سے

علم و فن کے عظیم مرکز نیشا پور تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے اسلامی مدارس کے سرتاج مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں داخلہ لیا۔ اور ضیاء الدین عبدالملک معروف بہ امام الحرمین رح کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ جو اس وقت اس مدرسہ کے مدرسِ اعظم تھے۔ امام صاحب نے امام الحرمین کے زیر عاطفت نہایت جد و جہد سے علم کی تحصیل شروع کی۔ اور تھوڑی ہی مدت میں فارغ التحصیل ہو کر تمام اقران اور ہم عصر لوگوں سے سبقت لے گئے اور بالآخر آپ کو وہ رُتبہ حاصل ہوا جو امام الحرمین کو بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ اور اپنے عظیم علمی مقام کی بناء پر امام الحرمین کے زمانے ہی میں نظامیہ نیشاپور کے نائب مدرس مقرر ہوئے۔ امام الحرمین رحمۃ اللہ نے ۴۷۸ھ میں وفات پائی۔ پھر ذیقعدہ ۴۹۹ھ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں مدرس اعظم کی حیثیت سے مسندِ درس کو زینت عطا کی۔

اس زمانے میں نظامیہ نیشاپور کے علاوہ دوسرا عظیم علمی مرکز نظامیہ بغداد تھا۔ نظامیہ بغداد تمام دنیا میں مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرکز تسلیم کیا جاتا تھا۔ دور دراز ممالک سے لوگ تکمیل علم کی خاطر وہاں جاتے تھے۔ اس بناء پر ارکان سلطنت ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ اس کی علمی حیثیت میں فرق نہ آئے۔ جو حضرات نظامیہ بغداد میں تعلیم و تدریس کے لیے مقرر تھے۔ ان کا معیارِ تعلیم وہ نہیں تھا جو اس مدرسے کے لیے ہونا چاہیئے تھا۔ خلیفہ بغداد کو خود بھی اس کا بہت خیال تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے امام صاحب کو بغداد میں درس و تدریس کے لیے طلب کیا گیا۔ لیکن امام صاحب نے متعدد وجوہات پیش کر کے معذرت کی اور آنے سے انکار کر دیا۔

باطنی علم کی تحصیل :

امام صاحب کی ایک تصنیف کے مطابق آپ کی طبیعت ہمیشہ تحقیقات کی طرف مائل رہتی تھی۔ عظیم تبحر علمی اور عرصہ دراز سے مشغلہ درس و تدریس کے باوجود دل سکون و اطمینان سے خالی تھا۔ سکونِ قلب کی تلاش میں مختلف مذہبی فرقوں کے عقائد کا مطالعہ کیا۔ علم کلام اور فلسفہ کی کتابوں کو کھنگالا لیکن مشکل حل نہ ہوئی۔

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب

روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

آخر تصوف و سلوک کی طرف توجہ کی۔

اے پناہ من حریم کوئے تو — من بامیدے رمیدم سوئے تو

آہ زاں دردے کہ در جان و تن است — گوشہ چشم تو دارو‌ئے من است

تیشہ ام را تیز تر گرداں کہ من !

محنتے دارم فزوں از کوہکن !

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ شبلی۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہم

کے ارشادات دیکھے۔ ابوطالب مکی، حارث محاسبی وغیرہم کی تصنیفات پڑھیں۔ تو معلوم ہوا کہ سلوک و تصوف دراصل عملی چیز ہے۔ محض علم سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور عمل کے لیے زہد و ریاضت، مجاہدہ اور تزکیہ نفس درکار ہے۔ آپ کو یہ خیال رجب ۴۸۸ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن چھ ماہ لیت و لعل میں گزر گئے نفس کسی طرح گوارا نہیں کرتا تھا کہ ایسی بڑی عظمت و جاہ سے دست بردار ہو جائے۔ تاہم طلب صادق میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ طبیعت دنیا کے مشاغل سے اچاٹ ہو گئی۔ زبان رک گئی۔ درس و تدریس کا سلسلہ بند ہو گیا۔ رفتہ رفتہ صحت بھی متاثر ہونا شروع ہو گئی۔ بالآخر آپ سفر کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ عجیب ذوق و وارفتگی کا عالم تھا۔ پرتکلف اور قیمتی لباس کی بجائے بدن پر صرف کمبل تھا۔ اور لذیذ غذاؤں کی جگہ اب ساگ پات پر گزران تھی۔ اسی ذوق و وارفتگی کے عالم میں آپ نے شام کا رُخ کیا۔ دمشق پہنچے اور پورے انہماک سے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ آخر کار تائید ایزدی نے نصرت و رہنمائی فرمائی اور آپ وقت کے کامل مکمل بزرگ جناب ابو علی فضل بن محمد فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

امام صاحب کے پیر و مرشد:

ابو علی فضل بن محمد بن علی الشیخ الزاہد الفارمدی۔ فارمد علاقہ طوس میں ایک بستی کا نام ہے۔ اسی کی طرف نسبت سے آپ فارمدی کہلاتے ہیں۔ آپ ۴۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ شافعی مذہب کے زبردست عالم مذاہب سلف سے واقف اور بعد میں آنے والوں کے طریقہ سے باخبر تھے۔ تصوف آپ کا فن تھا۔ اسی میں نشو و نما پائی اور عمر بھر اسی سے مانوس و مالوف رہے۔

شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ نے غزالی کبیر، ابو عثمان صابونی متوفی ۴۴۹ھ وغیرہما سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابو منصور التمیمی، ابو حامد الغزالی الکبیر، ابو عبدالرحمن الجہنی اور ابو عثمان الصابونی وغیرہم سے حدیث سنی ان سے عبدالغافر فارسی۔ عبداللہ بن الخرگوشی۔ عبداللہ بن محمد الکوفی وغیرہم نے حدیث سُنی۔ آپ بے حد مرتاض تھے سالہا سال ذکر و فکر میں گزار دیئے۔ مجاہدہ کرتے کرتے لوامع الانوار آپ پر منکشف ہو گئے۔

آپ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی ۴۶۵ھ، ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی المتوفی ۴۲۵ھ اور شیخ ابوالقاسم علی گرگانی قدس سرہم سے فیض اور تربیت یافتہ ہیں۔ نیز آپ کو شیخ ابوسعید ابوالخیر مہینی کی زیارت اور نظر عنایت بھی نصیب ہوئی ہے۔

نور فراست:

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس کے صفحہ ۴۲۵ پر شیخ ابو علی فارمدی کی شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ سے ملاقات کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں ابتدائے جوانی میں نیشا پور میں تحصیل علم میں مشغول تھا۔ مجھے پتہ چلا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ نیشا پور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور (وعظ وارشاد اور سماع کی) مجلس منعقد کرتے ہیں۔ میں نے زیارت کی نیت سے آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ حاضر خدمت ہوا تو آپ کے چہرۂ پر جمال پر نگاہ پڑتے ہی میں آپ کا عاشق ہو گیا۔ اور میرے دل میں اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ ایک دن میں مدرسہ میں اپنے کمرے کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں شیخ ابوسعید کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ وہ وقت شیخ کے گھر سے باہر آنے کا نہیں تھا۔ میں نے چاہا کہ صبر کروں۔ لیکن صبر نہ کر سکا۔ اور اپنے کمرے سے نکل کر آپ کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت چار سو مریدین ومتعلقین کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ حضرت شیخ بے خودی کی حالت میں ایک جگہ پہنچے۔ مریدین بھی آپ کے ساتھ۔ میں بھی ایک کونے میں اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نگاہ مجھ پر نہیں پڑھ سکتی تھی۔ مجلس سماع گرم ہوئی۔ شیخ پر سرور وکیف اور وجد ومستی کی کیفیت طاری ہو گئی اور شیخ نے اپنی قمیص پھاڑ دی۔ مجلس کے اختتام پر شیخ نے اپنا پھٹا ہوا کرتہ اتارا۔ اس کے مزید ٹکڑے کیے گئے اور شیخ نے اپنے دست اقدس سے اس کی آستین کے ٹکڑوں سے جدا کر کے رکھی اور آواز دی۔ اے ابو علی طوسی تو کہاں ہے۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خیال کیا کہ شیخ نے نہ مجھے دیکھا ہے اور نہ مجھے جانتے ہیں۔ آپ کے مریدوں میں سے کوئی اور ابو علی طوسی ہوگا۔ جسے آپ نے آواز دی ہے۔ اتنے میں شیخ نے پھر آواز دی۔ میں نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری بار حضرت شیخ نے آواز دی تو حاضرین نے کہا کہ شیخ تجھے جانتے ہیں اور تجھے طلب کر رہے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور شیخ کے سامنے جا بیٹھا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے تریدا اور آستین مجھے عطا کی اور فرمایا۔ یہ تجھے دیتا ہوں۔ میں نے آپ کے اس تبرک کو بڑے ادب واحترام سے اپنے پاس رکھا۔ نفحات الانس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

شیخ آں تریز وآستین بمن داد وگفت این ترا باشد۔ تریذ آن جامہ رابستدم وخدمت کردم وجائے عزیزے نہادم۔	شیخ نے وہ تریذ وآستین مجھے عطا کی اور فرمایا یہ تجھے دیتا ہوں۔ میں نے لے کر بڑے ادب واحترام سے اپنے پاس رکھا۔

شیخ ابوسعید الفضل ابن احمد بن محمد المعروف بہ ابی الخیر میہنی خابران کے ضلع میں سرخس کے قریب بستی میہنہ میں

---

۵۱ بزرگان دین کے تبرکات کی تضحیک کرنے والے حضرات غور فرمائیں۔

محرم ۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبان ۴۴۰ھ میں یہیں رحلت فرمائی۔

ابوالحسن خرقانی :

یہ بھی وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جن سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد ابو علی فارمدی علیہ الرحمۃ نے فیض حاصل کیا۔ آپ کا پورا نام ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی ہے۔ آپ یگانۂ روزگار اور غوث وقت تھے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کے مرید ہیں۔ حالانکہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ان سے کافی مدت پہلے وصال کر گئے تھے۔

خرقان استرآباد کے راستہ پر بسطام کی نواحی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ آپ یہیں پیدا ہوئے اور تہتر ۷۳ سال کی عمر میں ۴۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔

قطب العارفین حضرت داتا گنج بخش غزنوی ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ان کی شان میں فرماتے ہیں:

شرف اہل زمانہ واندر زمانۂ خود یگانہ ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رضی اللہ عنہ از اجلہ مشائخ بود وقدماء الیشاں واندر وقتِ خود ممدوح ہمہ اولیاء بود۔ شیخ ابوسعید قصد زیارت وے کرد۔ .... واز استاد ابوالقاسم قشیری شنیدم رحمۃ اللہ کہ گفت چوں من بولایت خرقان اندر آمدم فصاحتم پرشد۔ وعبارتم نماند از حشمت آں پیر۔ وپنداشتم کہ از ولایت خود معزول شدم۔

کشف المحجوب مطبوعہ سمرقند ص ۲۰۵

اہل زمانہ کے شرف وعزت اور اپنے وقت میں یگانہ ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور قدیم مشائخ میں سے تھے اور اپنے وقت کے تمام اولیاء کے ممدوح۔ شیخ ابوسعید نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ .... اور میں (داتا گنج بخش) نے استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جب میں علاقہ خرقان میں گیا تو میری فصاحت وبلاغت کافور ہوگئی۔ اور اس صاحب رعب پیر کی ہیبت سے بولنے کی قوت سلب ہوگئی۔ اور مجھے یوں گمان ہونے لگا کہ میں ولایت سے معزول کر دیا گیا ہوں۔

امام ابوالقاسم گرگانی :

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ثم لاہوری رضی اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قطب زمانہ واندر زمانۂ خود یگانہ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الکرگانی رضی اللہ عنہ وارضاہ ومتعنا والمسلمین ببقائہٖ اندر وقت خود بے نظیر

قطب زمانہ اور اپنے وقت کے یگانہ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الکرگانی اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور مسلمانوں

بود و اندر زمانہ بے بدیل ۔ وی را ابتداء سخت نیکو و قوی بودہ است ۔ و اسفارے سخت بشرط ۔ و اندران وقت روی دل ہمہ اہل درگاہ بدو بود و اعتماد جملۂ طالبان بدو ۔ و اندر کشف واقعہ مریدان آیتے بودہ است ظاہر و بفنون علم ، عالم ۔ و از مریدانِ وی ہر یکے عالمے را زینتی اند ۔ و از پس او مرا و را خلفی[1] نیکو ماند ۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ مقتدائے قوم باشد ۔ و آن لسان الوقت بود ۔

ابو علی الفضل بن محمد الفارمدی ابقاہ اللہ ۔

کو ان کی زندگی اور ابقاء سے متمتع فرمائے ۔ اپنے وقت میں بے نظیر اور اپنے زمانہ میں بے بدل شخصیت تھے ان کی ابتداء نہایت اچھی اور مضبوط ہے ۔ آپ نے شرائط آداب صوفیہ کے مطابق بڑے کٹھن سفر کیے ۔ آپ کے وقت میں تمام اہل اللہ کے دل آپ کی طرف اور تمام طالبانِ حق کا اعتماد آپ پہ تھا ۔ آپ مریدین کے واقعات کشف سے معلوم کر لینے میں خدا تعالیٰ کا ظاہر نشان اور ہر قسم کے علوم کے عالم تھے ۔ اور آپ کے بعد آپ کا اچھا جانشین انشاء اللہ موجود رہے گا ۔ جو قوم کا پیشوا ہوگا ۔ اور وہ لسان الوقت (آپ کے داماد) ابو علی الفضل بن محمد الفارمدی کی ذات گرامی ہے ۔ اللہ اسے تادیر باقی رکھے ۔

حضرت مولانا جامی نفحات الانس میں فرماتے ہیں ؛

میں یعنی ابو علی فارمدی ایک مدت تک استاذ امام (قشیری) کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہا ۔ ایک دن مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ میں اس میں گم ہو گیا ۔ میں نے یہ واقعہ استاد امام (قشیری) سے بیان کیا ۔ انہوں نے سن کر فرمایا میری روحانی پرواز یہیں تک ہے ۔ میں اس سے آگے نہیں جانتا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے کسی اور شیخ کامل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ جو اس سے آگے میری رہنمائی کرے ۔ میں نے شیخ ابو القاسم گرگانی کا نام سنا ہوا تھا ۔ اکتساب فیض کے لیے میں طوس چلا گیا اور سلوک و طریقت کے باقی مقامات آپ کے پاس رہ کر طے کیے ۔

(ملخص)

---

[1] جناب عبد الرحمٰن طارق بی ۔ اے ۔ نے اپنے ترجمہ کشف المحجوب میں جو مدنی کتب خانہ لاہور نے شائع کیا ہے ۔ خلف کے معنی لڑکا کیے ہیں ۔ چنانچہ طارق صاحب لکھتے ہیں ۔ وہ آپ کی وفات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا لڑکا بہت قابل ، راستباز اور صاحب باطن ہوگا ۔ اور اپنے وقت میں پیشوائے قوم ہوگا یعنی ابو علی الفضل بن محمد فارمدی ۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ابو علی فارمدی آپ کے داماد ہیں لڑکے نہیں ۔ جیسا کہ بعض تذکرہ نگاروں نے اس کی تصریح کی ہے ۔ مترجم غفرلہ ۔

امام ابو القاسم قشیری:

الامام الاستاذ زین الاسلام عبد الکریم بن ہوازن الاستوائی النیشاپوری الشافعی المحدث الصوفی ۔ آپ ماہ ربیع الاول شریف ۳۷۶ھ میں بمقام استواء پیدا ہوئے ۔ اور ۱۶ ربیع الآخر بروز اتوار طلوع آفتاب سے قبل ۴۶۵ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر بانوے سال تھی۔ اپنے پیر و مرشد شیخ ابو علی دقاق المتوفی ۴۰۶ھ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ناقلین کا بیان ہے کہ سخت علالت کے باوجود تمام نماز یں کھڑے ہو کر پڑھتے رہے۔ قشیری نسبت اقشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی طرف ہے۔

امام قشیری کی کرامت:

سلطان طغرل بک کے عہد حکومت میں سلطان کا وزیر ابو نصر منصور بن محمد الکندری المتوفی ۴۵۶ھ معتزلی رافضی اور نہایت بدعقیدہ شخص تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ صحابہ کرام کو بالعموم اور سیدنا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دینا اس کا شعار تھا۔ اس شخص نے علماء و مشائخ اہل سنت پر مختلف بے بنیاد الزامات لگا کر ذلیل و خوار کرنا شروع کیا۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قول کے مطابق اس فتنے کی ابتداء ۴۴۵ھ میں ہوئی اور دس سال متواتر جاری رہا۔ یہ فتنہ اس قدر شدید تھا کہ صرف چار سو حنفی اور شافعی قاضی تنگ آکر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ امام قشیری حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو سب لوگوں نے اصرار کیا کہ استاد ابو القاسم قشیری ممبر پہ رونق افروز ہو کر کچھ فرمائیں۔ لوگوں کے اصرار پر آپ ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اور کچھ دیر تک آسمان کی طرف نگاہ کر کے دیکھتے رہے پھر دیر تک سر جھکائے رہے اس کے بعد اپنی داڑھی پکڑ کر فرمانے لگے:

خراسان کے رہنے والو! اپنے اپنے ملکوں کو چلے جاؤ۔ تمہارے دشمن کندری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے میں اس کے ٹکڑے ہونے کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

عمید الملک ساعدک اللیالی	علی ما شئت من درک المعالی
فلم یک منک شیء غیر امر	بلعن المسلمین علی التوالی
فقابلک البلاء بما تلاقی	فذق ما تستحق من الوبال

لے اے عمید الملک بلند مراتب حاصل کرنے میں زمانہ نے تیری مدد کی مگر تیری طرف سے یہی ظاہر ہوا کہ تو برابر مسلمانوں کو لعنت کرنے کا حکم دیتا رہے۔ انجام کار تجھ پر وہ مصیبت نازل ہو گئی جس کا تو مستحق تھا تو اب اپنے انجام بد کا مزا چکھو۔

لوگوں نے اس تاریخ اور دن کو ذہن میں رکھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی دن اور وہی گھڑی تھی جس میں سلطان نے کندری کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور مختلف شہروں میں اسکے اعضاء منتشر کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور آپ کی یہ غیبی خبر بالکل صحیح اور درست نکلی۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ نے امام قشیری کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

استاد امام و زین الاسلام ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری رضی اللہ عنہ اندر زمانہ خود بدیع بود و قدرش رفیع بود و منزلتش بزرگ بود۔

استاد امام زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رضی اللہ نے اپنے زمانہ میں نہایت عمدہ شخصیت تھے۔ آپ کی شان بڑی بلند اور آپ عظیم المرتبت بزرگ تھے۔

غرض حضرت ابوعلی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ ان جلیل القدر ائمہ اور مشائخ کے تربیت یافتہ تھے۔ ظاہری باطنی علوم میں ان مشائخ کی رفعت شان سے بخوبی یہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ کہ ان سے اکتساب فیض کرنے والے بزرگ ابوعلی فارمدی کس پایہ کی شخصیت تھے۔ اور باطنی علوم کے کس ارفع مقام پر فائز تھے۔

بیعت :

حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ کو اسی بلند پایہ شخصیت سے طریقت میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اور انہی کی نظر کیمیا اثر سے تصوف و سلوک کے ارفع ترین مقامات و منازل طے کیے۔ اور اطمینان قلب کی وہ دولت جو حکمت فلسفہ اور کلام کی کتابوں کے انبار میں تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ مرشد کی چند روزہ صحبت میں حاصل ہو گئی۔ اور آپ کے باطن سے غیر حق کے تمام نقوش مٹا کر آپ کی لوح قلب کو صاف و مجلیٰ کر دیا۔

لوح دل از نقش غیر اللہ شست
از کفِ خاکش دو صد ہنگامہ رُست

بارگاہِ رسالت میں قبولیت :

مرشد حقانی کی تلقین و تربیت سے جب امام غزالی علیہ الرحمتہ۔ درستی کردار، خداترسی اور خداشناسی دیانت و امانت۔ زہد و تقویٰ، تسلیم و رضا جیسی بندگان خدا کی صفات سے آراستہ اور گرانمایہ فضائل اخلاق سے بہرہ ور ہو گئے۔ تو اس کے صلے میں آپ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصی قرب و قبولیت کا مقام حاصل ہوا۔ چنانچہ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

ایک خدارسیدہ بزرگ بیت اللہ شریف کے ایک گوشے میں مراقبے کی حالت میں تشریف فرما تھے آنکھ بند تھیں دل یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ جب اس کیف و سرور سے عالم سلوک میں آئے

اور آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ قریب سے ایک شخص گزرا اور صحن حرم میں ایک طرف کو بغل سے مصلیٰ نکال کر بچھایا جیب سے ایک تختی نکالی اور اس کو سجدہ گاہ بنایا۔ دیر تک نماز پڑھی فارغ ہونے کے بعد تختی کو ہاتھ میں لیا اور بڑے احترام سے تختی کی دونوں جانب کو اپنے بدن سے ملا اور تضرع و زاری میں محو ہو گیا۔ اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھایا اور اس تختی کو چوما اور بدستور جیب میں رکھ لی۔

خدا رسیدہ بزرگ غور سے نماز کے حرکات و سکنات دیکھتے رہے۔ اور ایک خاص کیفیت ان پر طاری ہو گئی۔ اس عالم میں بزرگ موصوف کے قلب پر کچھ اس طرح کے خطرات کا عکس پڑا "کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم میں رونق افروز ہوتے تو ان اہل بدعات کو اس قسم کے افعال شنیعہ سے منع فرماتے۔" بزرگ موصوف انہی خیالات میں تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہو گئی نیم خوابی اور نیم بیداری کی حالت میں مقدر کا ستارہ چمکا نصیب جاگا۔ خود کو ایک وسیع میدان میں جہاں مخلوق کا بے اندازہ ہجوم تھا، پایا یہ سارا میدان تجلیات الٰہیہ سے بیت المعمور کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ آسمان سے زمین تک رحمت و انوار نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ نسیم جنت کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے آ رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ عطر پاشی میں مصروف ہیں۔ دماغ بہشت بریں کی خوشبو سے معطر ہوا جاتا تھا۔ اس ہجوم کے متعلق ایسا گمان ہوتا تھا کہ تمام دنیا کے اہل علم و کمال کا اجتماع ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں رومال اور کتابیں ہیں۔ جوق در جوق کتابیں ہاتھ میں لیے ایک جانب کو چلے جا رہے ہیں۔ حدنگاہ پر ایک عالیشان نورانی خیمہ نصب ہے۔ جس کے اندر مقدس و متبرک اصحاب بڑے ادب و احترام سے کھڑے ہیں۔

یہ بزرگ خواب یا بیداری کی حالت میں اس طرف روانہ ہوئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ تخت نبوت پر حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ عام دربار لگا ہوا ہے۔ مجتہدین اور علماء کرام کو باریابی کے شرف سے مشرف کیا جا رہا ہے۔ اہل علم حضرات نورانی قبائیں زیب تن کیے۔ سروں پر پُر نور عمامے باندھے نگاہیں جھکائے بڑے ادب و تعظیم سے حاضری کی تمنا دل میں لیے قطار در قطار منتظر کھڑے ہیں۔ خیمہ اقدس کے دربان آگے بڑھے نہایت خاموشی کے ساتھ ایک ایک بزرگ کو جن کی مقدس و نورانی صورت سے علمی وقار نمایاں تھا۔ جن کے صاف و شفاف عمامہ کی سج دھج سے معلوم ہوتا ہے کہ علم و فضل، فقہ و حدیث، تفسیر و حکمت غرض تمام ظاہری و باطنی علوم سمٹ کر ان کی

دستار کے آنچل میں جذب ہو گئے ہیں) لے کر خیمہ میں داخل ہوئے۔ حاضر ہونے والے بزرگ ادب و احترام سے السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہیں۔ حضور کی طرف سے جواب ارشاد ہوتا ہے۔ وعلیکم السلام یا ابا حنیفہ انت الامام الاعظم۔ اُس کے علاوہ حضور پر نور نے مرحبا کے لفظ کے ساتھ کچھ دعائیہ کلمات بھی فرمائے۔ اس کے فوراً بعد دربان نے ایک دوسرے بزرگ کو پیش کیا حضور نے دیکھ کر فرمایا مرحبا یا امام مالک۔ پھر تیسرے بزرگ پیش کیے گئے حضور نے فرمایا مرحبا یا امام شافعی۔ اسی طرح چوتھے بزرگ پیش ہوئے فرمایا مرحبا یا امام حنبل عرض اسی طرح ارباب علم وفضل باریاب ہوتے رہے۔ اسی دوران میں ایک شخص جس کے ہاتھ میں کچھ غیر مجلد اوراق کتاب تھے لے کر آگے بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خیمہ اطہر میں داخل ہو۔ کہ ایک بزرگ مجمع سے اٹھ کر تشریف لائے اور فوراً اس شخص کو روک دیا اور بے ادبی پہ ملامت و سرزنش کی۔ اور اس کے ہاتھ سے اوراق لے کر پھینک دیئے۔ اور مجمع سے اس شخص کو باہر نکال دیا۔ یہ اس جسارت اور بے ادبی کی سزا تھی جو دربار رسالت کے ادب و احترام کے خلاف کی گئی تھی۔

پھر یہی بزرگ جنہوں نے اُس گستاخ دربار رسالت کو باہر نکالا تھا اس خدا رسیدہ بزرگ کی طرف (جو اس مشاہدہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے) بڑھے اور فرمایا: "اے درویش یہ اوراق انہیں اعتقادات پر مشتمل تھے اور یہ شخص انہی عقاید کا بانی تھا جس کے منقلد کو تم نے خانہ کعبہ میں دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ یہ خدا رسیدہ بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے جب اپنے حال پر یہ کرم وشفقت دیکھی تو میں بھی کمال تعظیم و تکریم سے اس بزرگ کے اشارے کے مطابق دربار رسالت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا اور میرے پاس جو میرے عقائد کی کتاب تھی بارگاہِ اقدس میں پیش کی۔ ارشاد ہوا یہ کونسی کتاب ہے اس سے کچھ پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی حضور والا۔ اس کتاب کا نام قواعد العقائد ہے۔ محمد بن محمد غزالی کی تصنیف ہے۔ اولاً میں نے کتاب مذکور سے توحید باری تعالیٰ کے متعلق چند جملے سنائے اس کے بعد چند فقرے حضور اقدس کے فضائل و مناقب کے سنائے۔ سُن کر حضور کے چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے۔ لب مبارک پہ تبسم کی جھلک ظاہر ہوئی۔ ارشاد ہوا غزالی کہاں ہے؟ باب رحمت کے دربان نے فوراً محمد غزالی کو پیش کیا۔ امام غزالی نے مؤدبانہ سلام عرض کیا حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال رحمت و شفقت سے اپنا دست مبارک امام غزالی کی طرف

بڑھایا۔غزالی نے حضور اقدس کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔آنکھوں سے لگایا۔اپنے چہرہ کو حضور اقدس کے دستِ انور سے ملا۔

اس کے بعد وہ خدا رسیدہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بیدار ہو گیا۔اور وہ تمام خصوصی انوار و برکات اپنے اندر موجود پائے جو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشاہدہ میں آ سکتے ہیں۔اور میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب جلیلہ کا گرویدہ ہو گیا۔

(نفحات الانس۔بتغیر یسیر)

سادگی اور یادِ آخرت:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔آپ چونکہ ظاہری شان و شوکت سے بے نیاز تھے۔اس لیے آپ نہایت سادہ اور معمولی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے۔عبدالرحمٰن طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا "آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔آپ امامِ وقت اور پیشوائے قوم ہیں۔ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہیں" آپ نے جواب دیا ایسے شخص کا لباس کیا دیکھتے ہو جو اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح مقیم ہو۔اور جو اس کائنات کی رنگینیوں کو فانی اور وقتی تصور کرتا ہے۔جب والی دو جہاں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں مسافر کی طرح رہے۔اور کچھ مال و زر اکٹھا نہ کیا۔تو میری کیا حیثیت اور حقیقت ہے۔

تصانیف:

تصنیفات کے لحاظ سے امام صاحب کی حالت نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔آپ نے کل ۵۴، ۵۵ برس کی عمر پائی۔قریباً بیس سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔دس گیارہ برس صحرا نوردی میں گزرے درس و تدریس کا شغل ہمیشہ قائم رہا۔مدت العمر کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ جب ڈیڑھ سو سے آپ کے شاگردوں کی تعداد کم ہوئی ہو۔فقر و تصوف کے مشغلے الگ۔دور دور سے جو فتاوے آتے تھے ان کا جواب لکھنا اس کے علاوہ ہے۔اس کے باوجود سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں۔جن میں سے بعض کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں اور گوناگون اور نہایت عمدہ عمدہ مضامین سے پُر ہیں۔پھر ہر تصنیف اپنے باب میں بے نظیر ہے۔یہ امام صاحب کی واضح کرامت ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصانیف کی اجمالی فہرست:

احیاء العلوم۔املاء علی مشکل الاحیاء۔اربعین۔اسماء الحسنیٰ۔الاقتصاد فی الاعتقاد۔الجام العوام۔

اسرار معاملات الدین۔ اسرار الانوار الالٰہیۃ بالآیات المتلوۃ۔ اخلاق الابرار والنجاۃ من الاشرار۔ اسرار اتباع السنۃ۔ اسرار الحروف والکلمات۔ ایہا الولد۔

بدایہ الہدایہ۔ بسیط۔ بیان القولین للشافعی۔ بیان فضائح الاباحیۃ۔ بدائع الصنع۔ تنبیہ الغافلین۔ تلبیس ابلیس۔ تہافتہ الفلاسفہ۔ تعلیقہ فی فروع المذہب۔ تحصین المآخذ۔ تحصین الادلۃ۔ تفرقہ بین الاسلام والزندقۃ۔

جواہر القرآن۔ حجۃ الحق۔ حقیقۃ الروح۔ خلاصہ الرسائل الی علم المسائل۔ اختصار المختصر المزنی۔ الرسالۃ القدسیۃ اسرار مصون۔ شرح دائرہ علی بن ابی طالب۔ شفاء العلیل فی مسئلہ التعلیل۔ عقیدۃ المصباح۔ عجائب صنع اللہ عنقود المختصر۔ نمایتہ الغور فی مسائل الدور۔ غور الدور۔ فتاویٰ۔ الفکرۃ والعبرۃ۔ فواتح السور۔ الفرق بین الصالح وغیر الصالح۔ القانون الکلی۔ قانون الرسول۔ القربۃ الی اللہ۔ القسطاس المستقیم۔ قوائد العقائد۔ القول الجمیل فی رد علی من غیر الانجیل۔ کیمیائے سعادت۔ کیمیائے سعادت مختصر۔ کشف العلوم الآخرۃ۔ کنز العدۃ۔ اللباب المتحل فی علم الجدل۔ المستصفیٰ فی اصول الفقہ۔ منخول۔ ماخذ فی الخلافیات بین الحنفیۃ والشافعیہ۔ المبادی والغایات۔ المجالس الغزالیۃ۔ المنقذ من الضلال۔ معیار النظر۔ معیار العلم فی المنطق۔ محک النظر۔ مشکوٰۃ الانوار۔ مستظہری فی الرد علی الباطنیہ۔ میزان العمل۔ مواہیم الباطنیۃ۔ المنہج الاعلیٰ۔ معراج السالکین۔ المکنون فی الاصول۔ مسلم السلاطین۔ مفصل الخلاف فی اصول القیاس۔ منہاج العابدین۔ المعارف العقلیۃ۔ نصیحۃ الملوک۔ وجیز۔ وسیط۔ یاقوت التاویل فی التفسیر ۴۰ جلدوں میں۔

کیمیائے سعادت:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

چونکہ انسان اپنی پیدائش واصل کے لحاظ سے ناقص و ناچیز شے ہے۔ اس لیے اُسے نقصان سے درجہ کمال تک پہنچانا مشقت و مجاہدہ کے بغیر ناممکن ہے۔ جس طرح وہ کیمیا جو انسان کی اصل کو بہیمیت کی کثافت سے ملائکہ کی صفائی ونفاست تک پہنچاتی ہے۔ جس کی بدولت سعادت میسر آتی ہے۔ اس کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ ہر شخص اسے نہیں جانتا۔ اس کتاب کی تصنیف سے اسی کیمیا کے اجزاء کا بیان کرنا مقصود ہے۔ جو درحقیقت کیمیائے سعادت ابدی ہے اسی لیے ہم نے اس کا نام کیمیائے سعادت رکھا ہے۔ کیمیا کا نام اس کے لیے نہایت موزوں و مناسب ہے۔ کیونکہ تانبے اور سونے میں زردی اور بھاری پن کے سوا کچھ فرق نہیں۔ اور ظاہری کیمیا سے دنیا میں مالدار ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اور دولت دنیا خود معمولی شے ہے۔ لیکن چارپائیوں کی عادات اور ملائکہ کی صفات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اس

کتاب میں بیان کردہ کیمیائے کا ثمرہ سعادت ابدی ہے۔ اس کی مدت کی انتہا نہیں۔ اس کی نعمتوں کے اقسام وانواع کے لیے فنا نہیں۔ اور نہ کسی قسم کے میل کو ان نعمتوں کی صفائی میں کچھ عمل دخل ہے۔ لہٰذا حقیقت میں یہی کتاب کیمیا ہے۔ اس کے سوا کسی اور چیز کو کیمیا کہنا محض مجازی اور عرفی ہے۔

(کیمیائے سعادت مطبوعہ نول کشور ص ۳)

صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں،

کیمیائے سعادت کے ارکان واصول کی فہرست یہی ہے۔ ہم اس کتاب میں مذکورہ چار عنوانات اور چالیس اصولوں کی صاف واضح طریقہ سے شرح کریں گے۔ اور قلم کو مشکل عبارت اور دقیق و باریک مضامین سے روک کر رکھیں گے۔ تاکہ عام فہم ہو۔ جو شخص تحقیقات و تدقیقات کا خواہشمند ہو وہ دوسری عربی کتب کا مطالعہ کرے۔ جیسے احیاء العلوم۔ جواہر القرآن اور دوسری کتابیں۔ یہ کتاب عوام کے فہم ودانش کے مطابق تصنیف کی گئی ہے۔ اسی بناء پر بعض لوگوں نے فرمائش کی تھی کہ اسے فارسی زبان میں لکھا جائے۔ تاکہ آسانی سے مطلب و معنی سمجھ میں آسکے۔

وصال :

علم دین کا یہ ستون اور ولی کامل جس کے فیض کا دریا ہر خاص وعام کے لیے جاری رہا۔ علماء۔ عرفاء اور فقہاء اپنی علمی اور مذہبی معلومات کی پیاس اس چشمہ سے آکر بجھاتے رہے۔ اور جیسے دنیائے علم وعرفان میں شہرت دوام حاصل ہوئی، ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ میں بمقام طاہران اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت کر گیا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بھائی احمد غزالی کی زبانی آپ کی وفات کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے۔

"پیر کے دن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صبح سویرے بستر خواب سے اٹھے۔ وضو کر کے نماز فجر ادا کی پھر کفن منگوایا اور اُسے آنکھوں سے لگا کر کہا آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ لوگوں نے دیکھا تو روح قفص عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بیان کے مطابق اہل اللہ کی موت عام لوگوں کی موت کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی بندگان خدا کی موت دراصل ایک پل ہے۔

جو دوست کو دوست سے ملادیتا ہے۔ اس لیے حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ۔ روحانی و برزخی زندگی نیز اپنی تعلیمات اور انوار و برکات کے ذریعے ہمیشہ زندہ اور حیات ہیں۔

فرحم اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ وافاض علینا من برکاتہ وحشرنا فی زمرۃ احیاءہ واولیاءہ انہ علی کل شیء قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

خاکپائے اہل اللہ

محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہٗ۔

خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور۔ پاکستان

۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ ——— ۲۵ اگست ۱۹۷۳ء

یوم شنبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ؕ

دیباچہ

شکر و حمد بے اندازہ آسمان کے تاروں، مینہہ کے قطروں، درختوں کے پتوں، میدان کی ریت، زمین و آسمان کے ذروں کے برابر اسی خدا کے لیے ہے۔ یگانگی جس کی صفت ہے۔ بزرگی۔ بڑائی۔ برتری۔ اچھائی جس کی خاصیت ہے اس کے جلال کے کمال سے کوئی انسان واقف نہیں۔ اس کی معرفت کی حقیقت میں اس کے سوا کسی کو راہ نہیں۔ بلکہ اس کی حقیقتِ معرفت میں اپنی عاجزی کا اقرار کرنا صدیقوں[1] کی معرفت کا منتہا اور اس کی حمد و ثنا میں اپنی تقصیر کا معترف ہونا فرشتوں اور پیغمبروں کی ثنا کی انتہا ہے۔ اس کے جلال کی پہلی چمک میں حیران رہ جانا عقلمندوں کی عقل کی غایت اور اس کے جمال کی نزدیکی ڈھونڈھنے میں متحیر رہ جانا سالکوں اور مریدوں کی نہایت ہے۔ اس کی اصل معرفت کی امید توڑ دینا گویا جی چھوڑ دینا ہے۔ اس کی معرفت میں دعوٰی کمال کرنا تشبیہہ و تمثیل کا خیال کرنا ہے۔ اس کی ذات کے جمال کے ملاحظہ سے چکا چوند سب آنکھوں کا حصہ اور اس کی عجیب عجیب صنعتیں دیکھنے سے معرفت ضروری سب عقلوں کا ثمرہ ہے۔ کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ اس کی ذات کی عظمت میں سوچ کرے کہ کیونکر اور کیا ہے۔ کوئی دل ایسا نہ ہو جو اس کی عجیب عجیب صنعتوں سے ایک لحظہ غافل رہے کہ ان کی ہستی کیا ہے اور کس کی قدرت سے برپا ہے۔ تاکہ ضرور پہچانے کہ سب اسی کی قدرت کے آثار۔ اور اس کی عظمت کے انوار ہیں۔ اور سب عجائب و غرائب اسی کی حکمت کے ہیں۔ اور سب پر تو جمال اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور جو کچھ ہے اسی سے ہے اور سب اس کے سبب سے ہے۔ بلکہ خود سب وہی ہے کہ کسی چیز کو اس کی ہستی کے سوا حقیقت میں ہستی نہیں۔ بلکہ سب کی ہستی اسی کے نور ہستی کی پرچھائیں ہے اور درود نا محدود محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام پیغمبروں کے سردار و رہنما اور ہر ایمان دار کے رہبر ہیں اور اسرار ربوبیت کے امانتدار اور برگزیدہ حضرت پروردگار ہیں۔ اور ان کے یاروں اور اہل بیت پر کہ ان میں سے ہر ایک امت

---

[1] یہ اشارہ ہے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی طرف کہ: العجز من درک الادراک ادراک (خدا کے پہچاننے سے اپنے آپ کو عاجز جاننا خدا کی پہچان ہے)۔

کا پیشوا اور شریعت کی راہ دکھانے والا ہے۔

امّا بعد اے عزیز! اس بات کو جان کہ خدا نے آدمیوں کو کھیل اور لچر پن کے لیے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس کا کام بھی بڑا اور اسے خطرہ بھی عظیم ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ ازلی نہیں تو ابدی بے شک ہے۔ یعنی اگر ہمیشہ سے نہیں تو ہمیشہ تک ہے۔ اور اگرچہ اس کا بدن مٹی کا ناچیز ڈھانچہ ہے۔ مگر اس کی روح حقیقت ربانی اور عزیز ہے۔ اور اس کی اصل اگرچہ ابتدائے حال کے لحاظ سے چرند درند اور شیاطین کی صفات سے ملی ہوئی ہے اور اس میل کچیل میں بھری ہوئی ہے۔ مگر جب مشقت کی گھڑیاں رکھی جاتی ہے تو اس آلائش سے پاک ہو کر درگاہ الٰہی کی قربت کے قابل ہو جاتی ہے اسفل السافلین[۲] سے اعلیٰ علیین تک سب نیچ اونچ[۳] اسی کا کام ہے۔ اس کا اسفل السافلین یہ ہے کہ چرند درند اور شیاطین کے مقام میں گر کر خواہش اور غصہ کے پھندے میں پھنسے اور اعلیٰ علیین یہ ہے کہ ملائکہ کے درجے تک پہنچے مثلاً خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے نجات پائے یہ دونوں اس کے قیدی بن جائیں۔ وہ ان کا بادشاہ بن جائے۔ جب اسے یہ مرتبہ بادشاہی حاصل ہوتا ہے تو وہ جناب الٰہی کی بندگی کے قابل ہوتا ہے۔ اور یہ بندگی ملائکہ کی صفت ہے۔ اور آدمی کا کمالِ مرتبہ ہے۔ جب اسے حضرت الٰہی کے جمال کی محبت کا مزہ حاصل ہوتا ہے تو اس کی دید سے ایک دم صبر نہیں کر سکتا۔ اس جمال لازوال کی دید اس کی بہشت بن جاتی ہے۔ اور آنکھ پیٹ فرج کی شہوت کے حصہ میں جو بہشت ہے وہ اس کے نزدیک ہیچ اور بُری ہو جاتی ہے۔ چونکہ ابتدائے پیدائش میں آدمی کی اصل ناقص اور ناچیز ہے اس لیے اسے نقصان سے درجہ کمال کو پہچانا ممکن نہ ہو گا۔ مگر مشقت اور علاج سے جس طرح وہ کیمیا جو آدمی کی اصل کو بہیمت کی کثافت سے ملائکہ کی صفائی اور نفاست تک پہنچاتی ہے۔ کہ اس صفائی کی بدولت سعادت میسر آتی ہے۔ مشکل ہے۔ ہر شخص نہیں جانتا۔ اس کتاب کی تصنیف سے اسی کیمیا کے اجزا کا بیان مقصود ہے۔ جو حقیقت میں کیمیائے سعادت ابدی ہے۔ اسی لیے ہم نے اس کتاب کا نام کیمیائے سعادت رکھا۔ کیمیا کا نام اس کتاب کے لیے بہت مناسب ہے۔ اس لیے کہ تانبے اور سونے میں زردی اور بھاری پن کے سوا اور کچھ فرق نہیں۔ اور اس کیمیا سے دنیا میں مالدار ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ اور دولتِ دنیا خود کیا چیز ہے۔ اور چار پایوں کی عادات اور ملائکہ کی صفات میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کیمیا کا ثمرہ سعادتِ ابدی ہے کہ اس کی مدت کی نہایت نہیں اور اس کی نعمتوں کے اقسام کی بھی نہایت نہیں اور کسی قسم کے میل کو اس کی نعمتوں کی صفائی میں دخل نہیں۔ یہ کتاب ہی حقیقت میں کیمیا ہے۔ اس کے سوا اور کسی چیز کو کیمیا کہنا مجازی طور پر ہی ہو سکتا ہے۔

---

[۱] کام یہ ہے کہ ملائکہ کے مرتبہ پر پہنچے اور خطرہ یہ ہے کہ بہائم کے مقام میں گر پڑے۔ ۱۲

[۲] نیچے سے نیچا درجہ ۱۲   [۳] اونچے سے اونچا درجہ۔ ۱۲

فصل :

اے عزیز جان کہ جس طرح کیمیائے زر ہر بڑھیا کے گھر ہیں لوگ نہیں پاسکتے بلکہ بڑے آدمیوں اور بادشاہوں کے خزانے میں پاتے ہیں۔ اسی طرح کیمیائے سعادت ابدی بھی ہر جگہ دستیاب نہیں بلکہ خزانہ ربوبیت میں ملتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ خزانہ آسمان میں فرشتوں کی ذات اور زمین میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ دل میں۔ تو جو شخص بھی یہ کیمیا درگاہ نبوت کے سوا کہیں اور تلاش کرے گا وہ راستہ ہی بھولے گا اور فریب کھائے گا اسے خیال خام کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ قیامت میں اس شخص کی تنگدستی ظاہر ہو جائے گی اور تمام مخلوق اس کے کھوٹے پیسے سے واقف ہو جائے گی۔ اس کی الٹی سمجھ سیدھی ہو جائے گی۔ اور اسے :

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ — تو ہم نے تیرا پردہ تجھ سے اٹھا دیا۔ تو تیری نظر آج خوب تیز ہے۔

کی ندا آئے گی۔

ارحم الراحمین ذات کی بڑی بڑی رحمتوں میں ایک یہ ہے کہ اس نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات دنیا میں مبعوث فرمائے۔ تاکہ اس کیمیائے ابدی کا نسخہ مخلوق خدا کو سکھائیں۔ نقد دل کو مشقت اور ریاضت کی کھریا میں رکھنا بتائیں۔ نیز یہ کہ بُرے اخلاق جن سے دل سخت اور میلا ہوتا ہے۔ دل سے کس طرح دور کریں۔ اور اس کے مقابلے میں خانہ دل کو اچھے اوصاف سے کس طرح معمور و مزین کریں۔ سب لوگوں کو سکھائیں اور تعلیم دیں۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے جس طرح پاکی اور بادشاہی کے ساتھ اپنی صفت و ثنا کی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث کرنے کے ساتھ بھی اپنی مدح فرمائی اور مخلوق پر اپنا احسان جتلایا اور یوں فرمایا :

يسبح لله ما فى السموٰت وما فى الارض الملك القدوس العزيز الحكيم هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم اٰياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين۔

اللہ ہی کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے۔ اس اللہ کی جو بادشاہ پاک غالب اور حکمت والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے رسول مبعوث فرمایا وہ ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا اور انہیں پاک کرتا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بے شک یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

يزكيهم کے یہ معنی ہیں کہ بُرے اخلاق جو جانوروں کی صفت ہیں یہ رسول ان سے چھڑاتا ہے اور يعلمهم

الکتاب والحکمۃ کے معنی ہیں کہ انہیں صفاتِ ملائکہ کا لباس پہناتا ہے۔ اور اس کیمیا سے یہی غرض و غایت ہے کہ نقصان دہ باتوں سے جو بندے میں نہیں چاہئیں ان سے پاک اور مبّرا ہو اور صفات کمال سے آراستہ ہو۔ تمام کیمیاوں سے اعلیٰ عمدہ اور بڑی کیمیا یہ ہے۔ کہ بندہ دنیا سے منہ پھیرے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ جیسا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ السلام کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ — اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کر اور سب سے الگ ہو کر مکمل طور پر [illegible] طرف ہو جا۔

یعنی سب سے پہلے اپنا رشتۂ تعلق توڑے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے معبودِ برحق کے اختیار میں دیدے یہ اس کیمیا کا اجمالی بیان ہے۔ اس کی تفصیل بڑی دراز اور بے نہایت ہے۔

مضامین کے لحاظ سے تقسیم کتاب

چار چیزوں کی پہچان اس کا عنوان اور چار باتوں کا جان لینا اس کے ارکان ہیں اور ہر رکن میں دس فصلیں ہیں عنوان اول یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے عنوان دوم یہ کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے (اس کی معرفت) عنوان سوم دنیا کی حقیقت پہچاننا۔ عنوان چہارم آخرت کی حقیقت پہچاننا۔ ان چار چیزوں کا جان لینا درحقیقت مسلمانی کی پہچان کا عنوان ہے اور معاملات اسلام کے ارکان چار ہیں۔ دو ظاہر سے متعلق ہیں اور دو باطن سے ظاہر سے تعلق رکھنے والے ارکان یہ ہیں۔ رکن اول خدا تعالیٰ کے احکام بجالانا۔ یہ رکن عبادات کے نام سے موسوم ہے۔ رکن دوم اپنی حرکات و سکنات اور معیشت اور اپنے روزمرہ کے حالات اور تمام شعبہائے زندگی میں انہیں اپنی نگاہ کے سامنے رکھنا اس رکن دوم کو معاملات سے تعبیر کرتے ہیں۔

باطن سے تعلق رکھنے والے دو رکن یہ ہیں۔ رکن اوّل بُرے اخلاق غصہ بخل غرور خود بینی وغیرہ سے دل کو پاک رکھنا۔ ان اخلاق رذیلہ کو مہلکات اور راہ دین کے عقبات (مشکل گھاٹیاں) کہتے ہیں۔ رکن دوم: اچھے اخلاق جیسے صبر، شکر، محبت، رجا، توکل وغیرہ سے دل کو آراستہ کرنا۔ ان اچھے اخلاق کو منجیات (نجات دینے والے) کہتے ہیں۔

پہلے رکن میں عبادات کا بیان ہے۔ اس میں دس اصلیں ہیں۔ پہلی اصل اہل سنت کے اعتقاد پر مشتمل ہے۔ دوسری طلب علم۔ تیسری اصل میں طہارت کا بیان۔ چوتھی میں نماز کا ذکر ہے۔ پانچویں میں زکوٰۃ۔ چھٹی اصل میں روزے کا بیان۔ ساتویں میں حج کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ آٹھویں میں تلاوت قرآن مجید کے آداب ہیں۔ نویں اصل۔ ذکر

دعاؤں اور وظائف پر مشتمل ہے۔ دسویں اصل میں ترتیب اوراد وظائف ہے۔

دوسرا رکن معاملات کے آداب میں ہے یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے۔ اصل اول کھانے کے آداب ہیں۔ دوسری میں آدابِ نکاح ہیں۔ تیسری میں تجارت اور پیشہ کے آداب بیان ہوئے ہیں۔ چوتھی اصل طلب حلال کے بیان میں ہے۔ پانچویں میں صحبت کے آداب کا بیان۔ چھٹی اصل گوشہ نشینی کے آداب میں ہے۔ ساتویں اصل آدابِ سفر کے بیان میں۔ آٹھویں راگ اور حال کے بیان میں۔ نویں اصل امر معروف اور نہی منکر کے آداب کے بیان میں دسویں اصل رعیت پروری اور بادشاہی کے بیان پر مشتمل ہے

تیسرا رکن مہلکات کے بیان میں ہے۔ یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے۔ اصل اول ریاضت نفس کے بیان میں۔ دوسری پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کے علاج میں۔ تیسری اصل گفتگو کی حرص اور آفاتِ زبان کے بیان میں ہے۔ چوتھی اصل غصہ، اگال، گلوچ وغیرہ کے علاج میں۔ پانچویں اصل محبت دنیا کے علاج میں۔ چھٹی محبت مال کے علاج کے بیان میں۔ ساتویں اصل طلب رتبہ وحشمت کے علاج میں۔ آٹھویں اصل عبادات میں ریا و نفاق کے علاج میں۔ نویں اصل تکبیر اور خودستائی کے علاج کے بیان میں۔ دسویں اصل غرور و غفلت کے علاج پر.... مشتمل ہے۔

چوتھا رکن منجیات کے بیان میں ہے۔ یہ بھی دس اصولوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پہلی اصل توبہ کے بیان اور دوسری صبر و شکر کے بیان میں۔ تیسری خوف و رجا کے بیان میں چوتھی درویشی اور زہد کے بیان میں۔ پانچویں اصل نیت، اخلاص اور صدق کے بیان میں۔ چھٹی اصل مراقبہ و محاسبہ کے بیان میں ساتویں اصل تفکر کے بیان میں۔ آٹھویں اصل توحید اور توکل کے بیان میں نویں محبت اور عشق الٰہی میں دسویں موت کو یاد کرنے اور موت کے حال میں۔

کیمیائے سعادت کے ارکان و اصول کی فہرست یہی ہے ہم اس کتاب میں مذکورہ چار عنوانات اور چالیس اصول کی صاف اور واضح انداز میں شرح کریں گے اور قلم کو مشکل عبارت اور باریک مضامین سے روک کر رکھیں گے تاکہ یہ کتاب عام فہم ہو۔ اس لیے کہ اگر کسی شخص کو تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہو تو وہ دوسری عربی کتب کا مطالعہ کرے۔ جیسے احیاء العلوم، جواہر القرآن اور دوسری تصانیف۔ اس کتاب سے عوام الناس کو سمجھانا مقصود ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے فرمائش کی تھی کہ یہ علم فارسی زبان میں لکھا جائے تاکہ آسانی سے مطلب ہماری سمجھ میں آجائے۔

خداوند کریم ان کی اور میری نیت ریا سے پاک و صاف و تکلف و بناوٹ کے میلان سے شفاف رکھے خلوص سے اپنی رحمت کا امیدوار بنائے۔ صواب اور دوستی کا دروازہ کھولے اور ہر حال میں خدا تعالیٰ کی توفیق

مددگار رہے۔ جو زبان پر آئے اس پر توفیق عمل نصیب ہو کیونکہ جس بات پر عمل نہ ہو رائیگاں ہے۔ کہنا اور عمل پیرانہ ہونا قیامت میں وبال و نقصان کا موجب ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

آغاز کتاب مسلمانی کے عنوان میں

مسلمان ہونے کے چار عنوان ہیں۔ پہلا عنوان اپنے آپ کو پہچاننے کے بیان میں ہے۔

اے عزیز یہ جان لے اور یقین کر کہ اپنے آپ کو پہچاننا خدا تعالیٰ کی پہچان کی کنجی اور چابی ہے اس لیے وارد ہوا ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ — جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اسی بناء پر خدا تعالیٰ بھی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝ — عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں جہان میں اور خود ان کی اپنی ذات میں دکھائیں گے تاکہ انہیں واضح ہو جائے کہ وہی حق ذات ہے۔

اے عزیز ساری کائنات میں تجھ سے زیادہ نزدیک کوئی چیز نہیں اور جب تو اس قدر قرب کے باوجود اپنے آپ کو نہیں پہچان سکے گا۔ تو اور کیا چیز پہچانے گا غالباً تو یہ کہے گا کہ اپنے آپ کو پہچان لینے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ کہ ایسی پہچان خدا تعالیٰ کی معرفت کی چابی قرار نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اپنے آپ کو جانور بھی پہچانتے ہیں۔ جیسے تو اپنے جسم کے ظاہری حصے کا سر، منہ، ہاتھ، پاؤں اور گوشت وغیرہ پہچانتا ہے اور اپنے باطن کا حال بھی اتنا جانتا ہے کہ جب بھوک محسوس کرتا ہے۔ کھانا کھاتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے تو لڑتا ہے۔ جب تجھ پر شہوت غالب آتی ہے۔ تو نکاح کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اپنی پہچان سے یہ پہچان مراد نہیں اس میں تو سب جانور تیرے ساتھ برابر ہیں۔ تجھے اپنی حقیقت ڈھونڈنا چاہیئے کہ تو کہاں ہے کہاں سے آیا ہے۔ اور کدھر جائے گا۔ یہاں کیوں آیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے تجھے کس کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ تیری نیک بختی کاہے میں ہے۔ اور بدبختی کس کام میں۔ اور جو اوصاف تجھ میں ہیں ان میں سے بعض چرندوں درندوں اور بعض شیاطین اور بعض فرشتوں کی ہیں۔ ان میں سے کون کون ہے تیری اصل حقیقت کیا ہے اور کیا کیا چیز تجھ میں عاریتہً ہے۔ جب تک تو یہ جان نہ سکے گا اپنی سعادت نہیں تلاش کر سکے گا۔ پھر ان میں ہر ایک کی غذا الگ الگ ہے۔ اور سعادت جدا جدا۔ مثلاً کھانا۔ پینا۔ سونا موٹا ہونا اور قوی و زور آور ہونا چارپایوں کی غذا اور سعادت ہے تو اگر تو چارپایہ ہے تو پھر دن رات یہی کوشش

کر کہ تیرے پیٹ اور شرمگاہ کا مقصد پورا ہو۔ اور مارنا اور مار ڈالنا اور کھکھیانہ درندوں کی غذا اور سعادت ہے۔ اور شر پیدا کرنا حیلہ سازی اور مکہ کرنا شیطان کی غذا ہے۔ اگر تو بھی انہی میں سے ہے تو ان کاموں میں مصروف رہ تاکہ آرام پائے۔ اور اپنی نیک بختی تجھے میسر آئے اور خدا تعالیٰ کے جمال کا دیدار کرنا فرشتوں کی غذا ہے اور سعادت ہے غصہ وغیرہ اور چار پایوں اور درندوں کی صفات کو ان میں دخل نہیں۔ تو اگر تو فرشتوں کی اصل رکھتا ہے۔ تو اپنی اصل میں کوشش کر کہ جناب الٰہی کو پہچانے اور اس جمال کے مشاہدے کی طرف راہ پائے اور اپنے آپ کو شہوت اور غصہ کے ہاتھ سے نجات دلائے اور اس معاملے میں یہاں تک کوشش کر کہ تجھے پتہ چل جائے کہ خدا تعالیٰ نے چرندوں و درندوں کی صفات تجھ میں کیوں پیدا کی ہیں۔ آیا اس لیے کہ وہ تجھے اپنا قیدی بنائیں اور تجھے اپنی خدمت میں لائیں اور دن رات بیگار میں پکڑے رکھیں۔ یا اس لیے کہ تو انھیں اپنا قیدی بنائے اور جو سفر تجھے درپیش ہے اس میں اپنا تابع بنائے۔ ایک کو سواری کے کام میں لائے۔ دوسرے کو اپنا ہتھیار بنائے۔ اور چند دن کے لیے جو تو اس منزل میں ہے ان کو اپنے کام میں رکھے تاکہ ان کی مدد سے سعادت کا بیج تجھے میسر آجائے۔ تب تو انہیں اپنے قبضے میں کرے۔ اور اپنی سعادت کے مقام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ خاص لوگ اس مقام کو جناب الٰہیت کہتے ہیں۔ اور عوام جنت کہتے ہیں اور یہ سب باتیں تجھے جاننا ہیں۔ تاکہ تجھے کچھ اپنی معرفت حاصل ہو اور جس نے یہی نہ جانا تو دین میں خجالت ہی اس کا حصہ ہے۔ اور دین کی حقیقت سے وہ پردے میں رہا۔

فصل:

اے عزیز اگر تجھے اپنا آپ جاننا منظور ہے تو پھر یہ بات جاننا لازمی ہے کہ خدا نے تجھ کو دو چیزوں سے پیدا کیا ہے۔ ایک ظاہری ڈھانچہ ہے جسے بدن کہتے ہیں۔ اور جسے ظاہر آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ دوسرے باطنی معنی ہیں کہ اس کو نفس دل اور جان کہتے ہیں۔ اور اسے فقط باطن کی آنکھ سے پہچان سکتے ہیں۔ ظاہر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اور یہی باطنی معنی تیری حقیقت ہے اور اس معنی کے سوا اور جو بھی چیزیں ہیں وہ اس کی تابع اور اس کے لشکر اور خدمت گار ہیں اور ہم اس حقیقت کو دل کہتے ہیں۔ ہم جب دل کی بات کریں گے تو اے عزیز جان کہ دل سے یہی حقیقتِ انسان مراد لیں گے اور اس حقیقت کو کبھی روح کہتے ہیں کبھی نفس اور دل سے وہ گوشت کا لوتھڑا مقصود نہیں جو سینے میں بائیں طرف موجود ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کہ یہ تو جانوروں اور مردوں کے بھی ہوتا ہے۔ اس دل کو جو حقیقت انسان ہے ظاہر آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ جو چیز ظاہری آنکھ سے دکھائی دے وہ اس عالم سے ہے جسے عالمِ شہادت کہتے ہیں۔ اور اس دل کی حقیقت اس عالم سے نہیں ہے ہاں اس عالم میں مسافر کی طرح آیا ہے گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب عضو اس کا لشکر ہیں۔ وہ تمام بدن کا بادشاہ اور افسر ہے۔ خدا کی معرفت اور اس کے جمال بے مثال کا مشاہدہ اسی دل کی صفت ہے۔ اور

اسی پر تکلیف عبادت عائد ہوتی ہے۔ اسی سے خطاب ہے۔ اسی پر ثواب و عذاب ہے۔ اصلی سعادت اور شقاوت اسی کے لیے ہے۔ ان سب باتوں میں بدن اس کا تابع ہے۔ اس کی حقیقت اور صفتوں کا پہچاننا خدا تعالیٰ کی کنجی ہے اے عزیز ایسی کوشش کر کہ تو اسے پہچانے کہ وہ ایک عمدہ گوہر ہے۔ اور گوہر ملائکہ کی جنس سے ہے۔ درگاہ الوہیت اس کا اصلی معدن ہے۔ وہیں سے وہ آیا ہے۔ وہیں پھر جائے گا۔ یہاں مسافر کی طرح آیا ہے۔ تجارت و زراعت کے لیے تشریف لایا ہے۔ تجارت و زراعت کے معنی آگے بیان ہوں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ[1]

فصل :

اے عزیز یہ سمجھ کہ جب تک تو دل کی ہستی کو نہیں جانے گا۔ اس کی حقیقت کو کیا پہچانے گا۔ پہلے ہستی پہچان پھر حقیقت جان، لعدہ دل کا لشکر معلوم کر کہ کیا ہے۔ پھر یہ سمجھ کہ دل کو اس لشکر سے کیا تعلق ہے۔ پھر اس کی صفت پہچان کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اسے کس طرح حاصل ہوتی ہے اور معرفت سے اپنی سعادت کو کس طرح پہنچتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا بیان آگے آئے گا۔ لیکن دل کی ہستی تو ظاہر ہے کہ اپنی ہستی میں آدمی کو کچھ شک نہیں اور اس کی ہستی اُس کے ظاہری ڈھانچے سے نہیں اس لیے کہ یہ بدن مردہ ہے۔ اور جان بھی نہیں۔ اور دل سے ہمارا مقصود روح کی حقیقت ہے۔ روح جب نہ رہی بدن مردار ہے۔ اگر کوئی اپنی آنکھ بند کرے اور اپنے خاکے اور دنیا و مافیہا کو جسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں بھلائے تو اپنی ہستی کو ضرور پہچان لے گا۔ اور گو کہ اپنے انجام اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو۔ لیکن اپنے آپ سے بے خبر نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی اس امر میں اچھی طرح غور کرے تو آخرت کی بھی کچھ حقیقت پہچان لے اور یہ بھی جان لے کہ جب اس کا یہ بدن چھین لیں گے تو اس کا قائم رہنا اور فنا نہ ہونا روا ہے۔

فصل :

دل کیا ہے اور اس کی کیا خاص صفت ہے۔ یہ بیان کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرح نہیں فرمائی اور خدا تعالیٰ کی جناب سے یہ آیت آئی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ	تجھ سے پوچھتے ہیں روح کے متعلق کہہ تو
مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۔	کہ وہ میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔

روح اللہ کے کاموں اور عالم امر سے ہے۔ اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہ ہوئی:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط	آگاہ ہو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔

---

[1] اگر خدائے برتر نے چاہا۔ ۱۲۔

عالم خلق جدا ہے اور عالم امر الگ جس چیز میں ناپ، مقدار اور کمیت کا دخل ہو۔ اسے عالم خلق کہتے ہیں۔ اس لیے کہ لغت میں خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ اور آدمی کے دل کے لیے اندازہ نہیں۔ اسی لیے تقسیم قبول نہیں کرتا۔ اگر تقسیم کے قابل ہوتا تو اس میں ایک طرف کسی چیز کا جہل اور دوسری جانب اسی چیز کا علم ہونا درست ہوتا۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک ہی وقت میں عالم بھی ہوتا۔ اور جاہل بھی اور یہ محال ہے اور روح باوجودیکہ قابل قسمت نہیں اور نہ اس میں مقدار و اندازہ کو دخل۔ مگر مخلوق ہے۔ یعنی پیدا کی گئی ہے اور جیسا کہ خلق اندازہ کرنے کو کہتے ہیں ویسا ہی پیدا کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ تو اس معنی میں روح عالم خلق سے ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں۔ اس لیے کہ عالم امر ان چیزوں سے ہے جن میں ناپ اور اندازہ کو دخل نہ ہو جو لوگ روح کو قدیم سمجھے غلط سمجھے اور جنہوں نے روح کو عرض کہا غلط کہا کیونکہ عرض خود قائم نہیں دوسرے کا تابع ہوتا ہے۔ اور جان آدمی کی اصل اور بدن اس کا تابع ہے۔ تو روح عرض کیونکہ ہو سکتی ہے۔ اور جنہوں نے روح کو جسم کہا۔ ان کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ کیونکہ جسم ٹکڑے ہو سکتا ہے۔ روح ٹکڑے نہیں ہو سکتی۔ ایک اور چیز ہے اس کو بھی روح کہتے ہیں وہ ٹکڑے بھی ہو سکتی ہے اور جانوروں کے بھی ہوتی ہے۔ لیکن جس روح کو ہم دل کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے۔ جانوروں کے لیے وہ روح نہیں ہے وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے۔ اس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اور اس کی تفصیل کی اجازت نہیں اور دین کا راستہ چلنے میں پہلے اس کے پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ پہلے دین کی راہ میں محنت اور ریاضت چاہیئے جب کوئی شخص کما حقہ، ریاضت کرے گا یہ پہچان اسے خود بخود حاصل ہو جائے گی اور یہ معرفت منجملہ اس ہدایت کے ہے جو اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔	اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔

اور جس نے پوری ریاضت نہیں کی اس سے روح کی حقیقت بیان کرنا درست نہیں لیکن مجاہدہ و ریاضت سے پہلے دل کے لشکر کو جاننا چاہیئے۔ جو لشکر نہ جانے گا وہ جہاد کیا کرے گا۔

فصل

اے عزیز یہ بات جان کہ بدن دل کی مملکت ہے اور اس مملکت میں دل کے مختلف لشکر ہیں؛ وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ اسی سے عبارت ہے۔ اور دل کو آخرت کے لیے پیدا کیا ہے۔ سعادت ڈھونڈنا اس کا کام اور اس کی سعادت خدا تعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے۔ اور صانع کی معرفت مصنوعات سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ سب علم حسیتہ سے ہے۔ اور عجائبات عالم کی معرفت ظاہر و باطن کے حواس سے حاصل ہوتی ہے۔ اور

حواسس کا قیام بدن سے ہے۔ معرفت دل کا شکار اور حواس اس کا پھندا ہیں۔ بدن سواری اور دام کو اٹھانے والا اس لیے دل کو بدن کی ضرورت ہے۔ اور بدن پانی۔ مٹی۔ گرمی اور تری سے مل کر بنا۔ اس بنا پر کم طاقت ہے۔ اور باطن میں بھوک، ظاہر میں آگ پانی، دشمن درندوں کے سبب سے اسے خطرہ ہلاکت ہے اسی وجہ سے کھانے پینے کی اُسے حاجت ہوئی اور دو لشکروں کی ضرورت پڑی۔ ایک ظاہری لشکر۔ جیسے ہاتھ۔ پاؤں منہ دانت معدہ اور دوسرا باطنی لشکر۔ جیسے بھوک پیاس اور ظاہری دشمن سے بچنے میں بھی اس کے دو لشکروں کی ضرورت ہوئی۔ ہاتھ پاؤں تو ظاہری لشکر ہیں۔ اور غصہ خواہش، باطنی لشکر اور بے دیکھے چیز مانگنا اور بے دیکھے دشمن ہانکنا ممکن نہ تھا۔ تو حواس ظاہری اور باطنی کی ضرورت ہوئی۔ دیکھنے۔ سننے۔ سونگھنے۔ چکھنے۔ چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال تفکر، حفظ توہم اور تذکر کی قوتیں دماغ میں باطنی پانچ حواس ہیں۔ ہر ایک قوت کے لیے خاص کام ہے۔ ایک میں خلل پڑنے سے آدمی کے دین دنیا کے کام میں خلل آتا ہے۔ یہ سب ظاہری باطنی لشکر دل کے اختیار میں ہیں اور دل سب کا بادشاہ ہے۔ زبان ہاتھ پاؤں آنکھ قوت فکر سب دل کے حکم سے کام کرتے ہیں۔ اور سب کو خدا نے خوشی سے دل کا تابع بنایا ہے تاکہ بدن کی حفاظت کریں کہ دل اپنا سامان فراہم کرے اور اپنا شکار پکڑے اور آخرت کی سوداگری پوری کر لے۔ اور اپنی سعادت کا بیج بکھیرے۔ اور یہ لشکر دل کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے فرشتے خدا تعالیٰ کی خوشی سے اطاعت کرتے ہیں۔ اور حکم الٰہی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔

فصل:

دل کے لشکر کی تفصیل دراز ہے۔ اے عزیز تجھے اس کا مطلب ایک مثال سے معلوم ہوگا۔ اور وہ یہ کہ بدن گویا ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں کام کاج کرنے والے لوگ اس شہر میں کام کرنے والے۔ غصہ کوتوال۔ دل بادشاہ اور عقل وزیر ہے۔ بادشاہ کو مملکت کے انتظام کے لیے ان سب کی ضرورت ہے۔ لیکن خواہش جو گویا عامل ہے جھوٹی اور زیادتی کرنے والی ہے۔ وزیر عقل کہتا ہے اس کے خلاف کرتی ہے۔ اور ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ سلطنت میں جتنا مال ہے۔ سب خراج کے بہانے لے لے۔ اور غصہ جو گویا کوتوال ہے۔ سخت کیوں پسند تند خو اور تیز ہے مار ڈالنا۔ زخمی کرنا اسے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح شہر کا بادشاہ سب باتوں میں اپنے وزیر سے مشورہ کرتا ہے۔ اور چھوٹے طمع اور عامل کا کان مروڑے رکھتا ہے۔ وزیر کے خلاف اس کا کہا نہیں مانتا۔ کوتوال اس کو تنبیہ کرتا ہے کہ اس کو زیادتی سے باز رکھے اور کوتوال کو بھی دباؤ میں رکھتا ہے کہ قدم حد سے زیادہ نہ بڑھائے اور ان باتوں سے اس بادشاہ کی سلطنت میں انتظام قائم اور درست رہتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ دل بھی اگر وزیر عقل کے مشورے سے کام کرے۔ خواہش اور غصہ کو تابع کر کے عقل کا محکوم کر دے اور عقل کو ان کا محکوم نہ بنائے تو بدن کی سلطنت کا انتظام درست اور سعادت کی راہ چل کر حضرت الٰہیت میں بے روک ٹوک پہنچ جائے۔ اور عقل کو غصہ اور خواہش

بیری بنادے تو تن کا ملک ویران اور بادشاہ دل بدبخت و ہلاک ہو گیا۔

فصل

اے عزیز جو کچھ بیان ہوا اس سے تو نے یہ جان لیا کہ خواہش اور غصہ کو کھانے پینے اور بدن کی حفاظت ہی کے لیے خدا نے پیدا کیا ہے۔ تو یہ دونوں بدن کے خدمت گار۔ اور کھانا پینا بدن کا چارہ ہے۔ اور بدن کو حواس کا بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو بدن حواس کا خادم ہے اور حواس کو عقل کی جاسوسی کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو بدن حواس کا خادم ہے اور حواس کو عقل کی جاسوسی کے لیے پیدا کیا ہے۔ کہ دل کی شمع و چراغ بنے اور اس کی روشنی میں درگاہ الٰہی دل کو نظر آئے کہ یہی دید دل کی بہشت ہے تو عقل دل کی خادمہ ہے اور دل جمالِ الٰہی کے نظارے کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب دل اس نظارہ میں مشغول ہوا تو بندہ خدا کی درگاہ کا خادم بنا۔ حق تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ — میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی بندگی کے لیے

اس کے یہی معنی ہیں پس دل کو پیدا کر کے اسے ملک لشکر اور سواری بدن کی اسی لیے دی ہے کہ عالم خاک سے اعلیٰ علیین کی سیر کرے۔ اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرنا اور بندگی کی شرط بجالانا چاہے تو چاہیئے کہ بادشاہ کی طرح مسند پر بیٹھے اور خدا کی درگاہ کو اپنا مقصود و قبلہ بنائے۔ اور آخرت کو اپنا وطن اور ٹھہرنے کی جگہ قرار دے اور دنیا کو منزل بدن کو سواری ہاتھ پاؤں کو خدمت گار۔ عقل کو وزیر۔ خواہش کو مال کا نگہبان غصہ کو کوتوال۔ اور حواس کو جاسوس بنا کر ہر ایک کو ایک ایک کام پر لگادے کہ وہاں کی خبر لائیں۔ اور قوت خیال جو دماغ میں اگلی طرف ہے اسے اخبار کے ہرکاروں کا افسر بنائے۔ تاکہ جاسوس تمام خبریں اس کے پاس لائیں۔ اور قوت حافظہ جو دماغ میں پچھلی طرف ہے۔ اسے خبروں کا محافظ دفتر قرار دے کہ اخبار کے پرچے اس افسر سے لے کر حفاظت سے رکھے اور وقت پر وزیر عقل سے عرض کرے اور وزیران سب چیزوں کے موافق جو ملک سے اسے پہنچی ہیں ملک کا انتظام اور بادشاہ کے سفر کی تدابیر کرتا رہے۔ وزیر عقل بھی اگر دیکھے کہ لشکر میں سے مثلاً خواہش غصہ وغیرہ بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور اطاعت فرمانبرداری سے باہر ہو گیا اور راہزنی کرنا چاہتا ہے تو جہاد کی طرف متوجہ ہو کر پھر راہ پر لے آئے اور اسے مار ڈالنے کا ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ سلطنت ان کے بغیر درست نہ رہے گی۔ بلکہ ایسی تدبیر کرے کہ ان کو اپنے قابو میں لائے۔ کہ جو سفر درپیش ہے اس میں وہ یار و مددگار رہیں دشمن نہ ہو جائیں۔ رفاقت کریں۔ چوری۔ ڈکیتی عمل میں نہ لائیں جب ایسا کیا تو سعید و نیک بخت ہو گیا۔ اور نعمت کا حق ادا کر دیا۔ اور اس خدمت کے عوض سرفرازی کا خلعت وقت پر پائے گا۔ اور اگر اس کے خلاف عمل میں لایا دوسرے ڈکیتی کرنے والے باغیوں اور دشمنوں سے مل گیا تو نمک حرام اور بدبخت

ہو گیا۔ اور اپنی اس بداعمالی کی سخت سزا پائے گا۔

فصل :

اے عزیز جان کہ آدمی کو ہر ایک لشکر سے جو اس کے باطن میں ہے ایک تعلق ہے اور ہر لشکر کے سبب آدمی میں ایک صفت اور خلق پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض اخلاق برے ہیں جو آدمی کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔ اور بعض اچھے ہیں کہ آدمی کو درجہ سعادت پہ پہنچا کر عالی مرتبت کرتے ہیں۔ وہ سب اخلاق اگرچہ بہت ہیں۔ لیکن چار قسم کے ہیں چار پایوں کے اخلاق۔ درندوں کے اخلاق، شیطانوں کے اخلاق اور ملائکہ کے اخلاق چونکہ آدمی میں لالچ اور خواہش ہے اس لحاظ سے چار پایوں کے سے کام کرتا ہے۔ کہ مارنے مار ڈالنے لوگوں سے گالی گلوچ ہاتھا پائی کرنے پر شیر ہوتا ہے۔ اور جبکہ حیلہ و مکر کرنا۔ لوگوں میں فساد ڈالنا چونکہ آدمی میں موجود ہے اس وجہ سے شیاطین کے سے کام کرتا ہے اور چونکہ اس میں عقل ہے اس کے باعث فرشتوں کے سے کام کرتا ہے۔ مثلاً علم کو دوست رکھنا برے کاموں سے پرہیز کرنا۔ لوگوں کی اچھائی چاہنا۔ ذلیل کاموں سے بچ کر عزت دار رہنا۔ ہر کام میں حق کی پہچان کر کے خوش ہونا جہل اور نادانی کو عیب جاننا اور فی الحقیقت آدمی کی سرشت میں یہ چار چیزیں ہی ہیں۔ کتا پن۔ سور پن شیطان پن، فرشتہ پن۔ کیونکہ کتا اپنی صورت ہاتھ پاؤں کھال کی وجہ سے برا نہیں بلکہ اپنی عادات کے سبب برا ہے کہ آدمیوں سے بھڑ جاتا ہے۔ سور بھی اپنی صورت کے اعتبار سے کچھ برا نہیں بلکہ اس وجہ سے برا ہے۔ کہ ناپاک اور بری چیزوں کا طمع رکھتا ہے کتے اور سور کی روح کی بھی یہی حقیقت ہے۔ اور آدمی میں بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ اسی طرح شیطان پن اور فرشتہ پن کے بھی یہی معنی ہیں۔ اور آدمی سے فرمایا گیا کہ عقل کا نور جو فرشتوں کے انوار و آثار سے ہے۔ اس کی بدولت شیطان کے مکر اور حیلے معلوم کر لے تاکہ رسوا نہ ہو۔ اور شیطان اس سے فریب نہ کر سکے جیسا کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ ہر آدمی کے لیے ایک شیطان ہے اور میرے لیے بھی ہے۔ لیکن خدا نے مجھے اس پر فتح عطا کر دی ہے تو وہ میرے ماتحت ہو گیا ہے اور وہ مجھے برائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ اور آدمی کو یہ بھی حکم ہے کہ لالچ و خواہش کے سور اور غصہ کے کتے کو ادب اور کنٹرول میں رکھے اور عقل کو زبردست کرے کہ اس کے حکم سے اٹھیں بیٹھیں جو آدمی ایسا کرے گا اس کو اچھے اخلاق جو اس کی سعادت کے تخم ہیں حاصل ہوں گے اور اگر اس کے خلاف کرے گا اور خود ان کا خدمتگار بن جائے گا تو برے اخلاق جو اس کی بدبختی کے بیج ہیں اس سے ظاہر ہوں گے اور اگر خواب یا بیداری میں اس کے حال کی تمثیل اس کو دکھائیں تو وہ اپنے آپ کو یوں دیکھے گا کہ ایک سور یا کتے یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اگر کوئی کسی مسلمان کو کسی کافر کے قبضہ قدرت میں دے دے تو کافر اس مسلمان کا جو حال کرے گا وہ ظاہر ہے۔ اور اگر فرشتے کو کتے اور سور اور شیطان کے قبضے میں دے دے تو اس فرشتے کا حال اس مسلمان سے بھی بدتر ہو گا۔ لوگ اگر انصاف کریں اور سوچیں تو دن رات

اپنے نفس کی خواہش کے تابع نہ رہیں اور حقیقت میں ان کا حال یہ ہے کہ ظاہر میں گو آدمی کے مشابہ ہیں۔ لیکن قیامت کو یہ بھید کھلے گا۔ اور ان کا ظاہر بھی باطن کی صورت پر ہوگا جن پر خواہش اور لالچ غالب ہے۔ لوگ ان کی سور کی صورت دیکھیں گے اور جن پر غصہ غالب ہے ان کی بھیڑیئے یا کتے کی سی صورت ہو گی۔ اسی لیے ہے کہ اگر کسی نے بھیڑیئے کو خواب میں دیکھا تو ظالم مرد اس کی تعبیر ہے۔ اور اگر کسی نے سور کو خواب میں دیکھا تو نجس آدمی اس کی تعبیر ہے کیونکہ نیند موت کا نمونہ ہے۔ نیند کے سبب اس عالم سے جو اتنا دور رہا تو صورت سیرت کے تابع ہو گئی۔ ہر شخص کو ویسا ہی دیکھا جیسا اس کا باطن ہے۔ یہ بڑے بھید کی بات ہے یہ کتاب اس کی تفصیل کی متحمل نہیں۔

فصل :

اے عزیز جب معلوم ہو گیا کہ باطن میں یہ چاروں حکم دینے والے ہیں۔ تو اپنے حرکات و سکنات کو دیکھ کہ چاروں میں تو کس کی اطاعت میں ہے۔ اور یقین جان کہ تو جو حرکت کرے گا اس سے دل میں ایک صفت پیدا ہو کر رہے گی۔ اور اس جہان میں تیری ساتھی ہو گی۔ ان صفات کو اخلاق کہتے ہیں۔ اور سب اخلاق ان چاروں کو حکم کرنے والوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں یعنی اگر خواہش کے سور کا تو مطیع ہے تو پلیدی، بے حیائی، لالچ، خوشامد، خست اور دوسرے کی برائی پر خوش ہونا وغیرہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اس سور کو تو دبائے رکھے گا۔ تو قناعت، حیا، شرم، دانائی، پارسائی، بیطمعی، غریبی کی صفت ہو گی۔ اگر تو غضب کے کتے کی اطاعت کرے گا تو نڈر ہونا، ناپاکی، بڑا بول بولنا، غرور، تکبر اپنی بڑائی چاہنا، افسوس کرنا۔ دوسرے کو کم جاننا اور ذلیل سمجھنا لوگوں سے بھڑنا وغیرہ باتیں پیدا ہوں گی اگر اس کتے کو ادب میں رکھے گا تو صبر بردباری درگزر کرنا۔ استقلال، بہادری، سکونت، عزت، بزرگی وغیرہ کے اوصاف پیدا ہوں گے۔ اگر تو اس شیطان کی اطاعت کرے گا جس کا کام اس سور اور کتے کو در غلا کر دلیر کرنا مکرو فریب سکھلانا۔ دھوکا دینا۔ خیانت کرنا۔ جعل سازی۔ جھوٹ بولنا۔ ریجھنا۔ اور مکر و فریب وغیرہ امور پیدا ہوں گے اور اگر تو اس کو زیر کرے اس کے فریب میں نہ آئے گا۔ اور عقل کے لشکر کی مدد کرے گا تو دانائی، معرفت، علم، حکمت، صالحیت، احسن، اخلاق، بزرگی اور ریاست کی صفتیں پیدا ہوں گی اور یہ اوصاف جو تیرے ساتھ رہیں گے تیری نیک یادگار ہوں گے۔ اور تیری سعادت کا تخم بن جائیں گے اور جن کاموں سے بُرے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں گناہ کہتے ہیں۔ اور جن کاموں سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں عبادت کہتے ہیں۔ آدمی کے حرکات و سکنات ان دو حال سے جن کا ذکر ہوا خالی نہیں۔ دل گویا ایک روشن آئینہ ہے اور بُرے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں جب دل تک پہنچتے ہیں تو اسے اندھا کر دیتے ہیں کہ قیامت کے دن جناب الٰہی کی دید سے محروم رہے گا۔ اور نیک اخلاق گویا نور ہیں۔ کہ دل میں پہنچ کر اسے سیاہی اور گناہوں سے صاف کر دیتے ہیں اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِتْبَعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا یعنی ہر برائی کے بعد بھلائی کر کہ بھلائی برائی کو مٹا دیتی ہے یا قیامت میں آدمی کا دل روشن ہوگا یا تاریک۔

"فَلَا یَنْجُوْا اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ کوئی نجات نہ پائے گا۔ مگر وہ شخص جو خدا کے سامنے ایسا دل لایا ہو جو گناہوں سے سلامت ہے۔

اور آدمی کا دل ابتدائے خلقت میں لوہے کا سا ہے جس سے روشن آئینہ بنتا ہے کہ تمام اس میں دکھائی دیتا ہے۔ بشرطیکہ اسے خوب حفاظت سے رکھیں۔ نہیں تو ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں میں وہ جو کچھ کماتے تھے۔

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ آدمی میں چونکہ درندوں چارپایوں اور شیطانوں کی صفتیں ہیں تو ہم کیونکر جانیں کہ فرشتہ پن اس کی اصل ہے۔ اور یہ صفات عارضی اور عاریتہً ہیں۔ اور کس طرح معلوم ہو کہ آدمی فرشتوں کے اخلاق حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اور صفات کے لیے نہیں۔ تو سُن تاکہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ آدمی چارپایوں اور درندوں سے اشرف و کامل تر ہے اور خدا نے ہر چیز کو جو کمال دیا ہے۔ وہی اس کا نہایت درجہ ہے اور اسی لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ گھوڑا گدھے سے عزت دار ہے کیونکہ اسے بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا کیا اور اسے لڑائی اور جہاد میں دوڑانے کے لیے تاکہ سوار کی ران کے نیچے جیسا چاہے دوڑے۔ حالانکہ اس کو گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کی قوت بھی ہے۔ لیکن کمال گدھے سے زیادہ ملا ہے۔ اگر وہ اپنے کمال سے عاجز ہو تو اس پر بوجھ لاد دیں گے اور اس کو گدھے کا مرتبہ ملے گا۔ اس میں اس کی خرابی اور نقصان ہے۔ اس طرح بعض لوگ یہ سمجھ کہ کہ آدمی کو کھانے پینے سونے جماع کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اپنی تمام عمر اسی میں گنواتے اور بعض جانتے ہیں کہ آدمی کو اور چیزوں کے زیر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے جیسے عرب ترک کو۔ یہ دونوں خیال غلط ہیں۔ اس لیے کہ کھانا پینا جماع کرنا خواہش سے ہوتا ہے اور خواہش جانوروں کو بھی ہوتی ہے۔ بلکہ اونٹ کا کھانا اور گرگ یا کا جماع آدمی کے کھانے اور جماع سے زیادہ ہے تو آدمی ان سے کس طرح افضل ہے اور دوسرے کو مغلوب کرنا غصہ کے سبب سے ہوتا ہے۔ اور غصہ درندوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جو کچھ درندوں و چرندوں وغیرہ کو ملا ہے وہ آدمی کو بھی ملا ہے۔ بلکہ اس کے سوا آدمی کو اور کمال بھی عنایت ہوا ہے۔ اور وہ کمال عقل ہے۔ کہ اس کے سبب سے آدمی خدا کو پہچانتا اور اس کی عجیب و غریب صنعتیں جانتا

ہے۔ اور اسی کے سبب سے آدمی درندوں چرندوں سب پر غالب ہے وہ سب کچھ جو زمین پر ہے آدمی کے مطیع ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ ۔ — اور مطیع کیے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب۔

آدمی کی حقیقت وہی ہے جس سے اس کا کمال ہے۔ اور صنعتیں عارضی اور عاریتیہ ہیں اور آدمی کے کمال کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی لیے جب آدمی مر جاتا ہے۔ نہ خواہش رہتی ہے، نہ غصہ، یا ایک جوہر رہتا ہے جو فرشتوں کی طرح خدا کی معرفت سے آراستہ ہے۔ اور نخواہ وہی آدمی کا رفیق ہوتا ہے۔ اور یہی جوہر فرشتوں کا بھی رفیق ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ خدا کی درگاہ میں رہتے ہیں۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ — بیٹھے ہیں بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

یا آدمی کے ساتھ ایک اوندھی اور تاریک چیز رہتی ہے۔ تاریک اس وجہ سے ہوتی ہے کہ گناہ کے سبب اس میں زنگ لگ جاتا ہے اور اوندھی اس وجہ سے کہ غصہ و غضب کے باعث اُسے آرام ملتا تھا غصہ و غضب تو یہاں رہ گیا تو اس کے دل کا منہ بھی اسی طرف رہے گا۔ کہ اس کی خواہش اور مقصد تو یہاں ہے۔ اور یہ جہان اُس جہان کے نیچے ہے۔ اب وہ جہان ہے تو اس کا سر نیچے ہو گا۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط — اگر کبھی تو دیکھے جس وقت مجرم سر نیچے کیے ہوں گے اپنے رب کے پاس۔

کے یہ معنی ہیں۔ اور جو شخص ایسا ہو گا شیطان کے ساتھ سجین میں جائے گا۔ اور سجین کے معنی ہر ایک کو معلوم نہیں ہیں اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ ۔ — اور تمہیں کیسے معلوم ہو کہ سجین کیا ہے۔

فصل :

عالم قلب کے عجائبات کی انتہا نہیں۔ اور دل کی فضیلت اسی سے ہے کہ سب سے نرالا ہے۔ بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ دل کی فضیلت دو وجہ سے ہے۔ ایک تو علم کی وجہ سے دوسرے قدرت کے سبب علم کی وجہ سے فضیلت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کو تمام مخلوق جان سکتی ہے۔ مگر دوسری نہایت پوشیدہ اور عمدہ ہے۔ اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ وہ بزرگی جو ظاہر ہے وہ تمام علموں۔ صنعتوں اور معرفتوں کی قوت ہے۔ اسی قوت کی وجہ سے دل تمام صنعتیں پہچانتا ہے۔ اور جو کچھ کتابوں میں ہے اسے پڑھتا اور جانتا ہے۔ جیسے ہندسہ، حساب، طب، نجوم، علم

شریعت اور باوجودیکہ دل ایسی چیز ہے کہ ٹکڑے نہیں ہو سکتا۔ مگر سب علم اس میں سما جاتے ہیں۔ بلکہ اس کے سامنے تمام عالم ایسا ہے کہ گویا صحرا میں ذرہ اور لحظہ بھر میں زمین میں سے آسمان تک مشرق سے مغرب تک دل اپنی فکر و حرکت سے پہنچ جاتا ہے۔ باوجودیکہ زمین پر ہے مگر تمام آسمان کو ناپتا ہے۔ اور سب ستاروں کو ناپ کر جانتا ہے کہ اتنے گز فاصلے پر ہیں اور مچھلی کو دریا کی تہہ سے تدبیر و حیلہ سے باہر نکالتا ہے۔ اور پرندے کو ہوا سے زمین پر ڈال لیتا ہے۔ اور زور آور جانور جیسے اونٹ، ہاتھی۔ گھوڑا ان کو اپنا تابع کر لیتا ہے۔ اور عالم میں جو عجیب عجیب علوم ہیں وہ اس کا پیشہ ہے۔ اور یہ سب اسی پانچ حواس سے حاصل ہوتے ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام حواس کا ... کی طرف ملائمتہ ہے۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جیسے عالم محسوسات یعنی عالم جسمانی کی طرف پانچ حواس دل کے پانچ دروازے ہیں۔ اسی طرح عالم ملکوت یعنی عالم روحانی کی طرف بھی دل میں ایک کھڑکی کھلی ہے اور بہت لوگ عالم جسمانی ہی کو محسوس جانتے اور حواس ظاہری کو ہی علم کا راستہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بے حقیقت اور بے اصل ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے۔ اور دل کی بہت سی کھڑکیاں جو علوم کی طرف کھلتی ہیں اس دعویٰ پر دو دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں؛

۱۔ نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ اور عالم ارواح و لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے۔ با صاف معلوم ہوتا ہے۔ یا مثال میں نظر آتا ہے۔ اسے تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو جاگتا رہتا ہے۔ لوگ اسے معرفت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں۔ حالانکہ دیکھتے ہیں کہ جاگتے میں غیب کی چیزیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اور خواب کی حقیقت کی تفصیل اس کتاب میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن مجمل طور پر اس قدر جان لینا چاہیئے کہ دل آئینہ کی طرح ہے اور لوحِ محفوظ اس آئینہ کی طرح ہے۔ جس میں سب موجودات کی تصویریں موجود ہیں۔ اور صاف شفاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے رکھتے ہیں تو اس میں سب تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح دل جب آئینہ کی طرح ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کرے تو لوح محفوظ سے مناسبت و مقابلہ پیدا کر سکتا ہے تو لوحِ محفوظ میں تمام موجودات کی جو تصویریں موجود ہیں دل میں صاف نظر آتی ہیں اور دل جب تک محسوسات سے مشغول رہتا ہے۔ عالم غیب کے ساتھ مناسب نہیں ہوتا۔ نیند میں چونکہ محسوسات سے بالکل فلوج ہوتا ہے تو لازماً عالمِ روحانی کو دیکھتا ہے۔ لیکن نیند میں حواس تو علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر خیال باقی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے مثال میں خیال نظر آتا ہے۔ اور صاف حال سامنے نہیں آتا۔ اور جب آدمی مر جاتا ہے تو نہ خیال باقی رہتا ہے نہ حواس اس وقت کچھ آڑ نہیں رہتی۔ معاملہ صاف ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے کہتے ہیں؛

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝	تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔ ۱۲

اور وہ جواب دیتا ہے:

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○

اے رب ہم نے دیکھ لیا سن لیا۔ اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں بھلائی ہم کو یقین آیا۔

اور عالم ملکوت کی طرف دل کی کھڑکی ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں فراست کی باتیں اور نیک خیالات الہام کے طور سے نہ آتے ہوں۔ اور وہ حواس کے راستے نہیں آتے بلکہ دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ خطرے کہاں سے آئے ہیں اتنی بات سے یہ معلوم ہوا کہ ہر طرح کا علم محسوسات کے ذریعے سے نہیں اور دل اس عالم سے نہیں بلکہ عالم روحانی سے ہے اور حواس جن کو اس عالم کے لیے پیدا کیا ہے خواہ مخواہ اُس عالم کو دیکھنے میں آڑ بنے ہوئے ہیں۔ اور جب تک اس عالم سے فارغ نہ ہوگا اس عالم کی طرف راہ نہ پائے گا۔

فصل:

اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی سوئے اور مرے بغیر نہیں کھلتی۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے میں ریاضت و محنت کرے دل کو خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے چھڑائے۔ بُرے اخلاق سے پاک کرے خالی جگہ میں بیٹھے آنکھ کو بند اور حواس کو بیکار کرے۔ اور دل کی عالمِ روحانی سے یہاں تک مناسبت قائم کردے کہ ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کہے زبان سے نہیں حتیٰ کہ اپنے آپ اور عالمِ تمام سے بے خبر ہو جائے اور خدا کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے۔ جب ایسا ہو جائے تو اگرچہ جاگتا ہو تو بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی۔ اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھیں گے وہ جاگتے میں دیکھے گا۔ فرشتوں کی ارواح اچھی صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی۔ پیغمبروں کو دیکھنے لگے گا۔ اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا۔ زمین آسمان کے ملکوت اسے نظر آئیں گے۔ اور جس کسی پر یہ راہ کھلی وہ عجیب عجیب چیزیں اور بڑے بڑے وہ کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے دیکھے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ فَاُرِيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

دکھائی گئی مجھ کو زمین پھر دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو[۱]

اور خدا تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے:

---

[۱] یہ حدیث طرابی میں ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے حضور علیہ السلام کے علم ماکان مایکون کے ثبوت میں بہت سی آیات اور بے شمار احادیث صحیحہ اور اقوال علمائے اہلسنت موجود ہیں مزید اطمینان کے لیے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں (مترجم)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ — اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

سب اسی سلسلے میں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے تمام علوم اسی طرح سے تھے حواس اور سیکھنے سے نہ تھے سب کا آغاز ریاضت و مجاہدہ سے تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے،

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ — سب سے رشتہ تعلق توڑ کر اپنے تئیں آپ کو بالکل خدا کے قبضۂ اختیار میں دے۔ دنیا کی تدبیر میں مشغول نہ ہو۔ کہ خدا خود سب کام درست کر دیتا ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ — مالک مشرق اور مغرب کا اس کے بغیر کسی کی بندگی نہیں۔ سو پکڑ اسی کو وکیل و کارساز۔

جب تو نے اپنا وکیل خدا کو بنایا تو اب فارغ اور لوگوں سے نہ مل۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ — اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح چھوڑنا۔

یہ سب ریاضت و مشقت تعلیم کے طور پر ہے کہ خلق کی تمنا۔ دنیا کی خواہش اور محسوسات کے ساتھ شغل سے دل صاف ہو اور پڑھ کر اس امر کو حاصل کرنا علماء کا طریقہ ہے یہ بھی بڑا کام ہے۔ لیکن نبوت کی راہ اور انبیاء و اولیاء کے علم کی نسبت جو آدمیوں کے سکھائے بغیر رب العزت کی درگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چھوٹا ہے اکثر لوگوں کو اس راہ کا سیدھا اور درست ہونا۔ تجربہ و عقلی دلیل سے معلوم ہوا ہے۔ اے عزیز اگرچہ تجھے ذوق سے یہ حال حاصل نہ ہو۔ سیکھنے سے بھی نہ معلوم ہو۔ اور عقلی دلیل سے بھی نہ حاصل ہو لیکن اتنا تو ہونا چاہیئے اس پر ایمان و تصدیق کرتا کہ تینوں درجوں سے محروم نہ رہے اور منکر نہ ہو جا اور یہ امور عالم دل کے عجائبات سے ہیں اور اسی سے آدمی کے دل کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

فصل :

اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ یہ امور پیغمبروں کے لیے خاص ہیں اس لیے سب آدمیوں کی ذات اصل خلقت میں اس کے لائق ہے جیسے کوئی لوہا ایسا نہیں کہ خلقت میں اس کی لیاقت نہ رکھتا ہو کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے کہ اس آئینہ میں عالم کی صورت نظر آئے۔ مگر یہ کہ اس میں زنگ لگے اور اس کی اصل میں پیوست ہو جائے اور اسے خراب کر دے یہی حال دل کا ہے کہ اگر دنیا کی حرص و خواہش اور گناہ اس پر چھا جائیں اور اس میں جگہ کر لیں۔ تو دل زنگ آلود میلا ہو جاتا ہے اس میں لیاقت نہیں رہتی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے!

وَکُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ۔

اور ہر بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت پر پھر ماں باپ اس کے یہودی بناتے ہیں اسے اور نصرانی بناتے ہیں اسے اور مجوسی کر دیتے ہیں اس کو۔

اور سب میں یہ لیاقت موجود ہونے کی خبر خدا نے بھی دی ہے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ؕ

کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب کہا انہوں نے البتہ ہے۔

جیسا کہ کوئی کہے کہ جس کسی عقلمند سے پوچھیں کہ کیا دو ایک سے زیادہ نہیں ہیں۔ جواب دے گا ہاں ضرور زیادہ ہیں۔ اگرچہ تمام عقلمندوں نے کان سے نہ سُنا ہو نہ زبان سے کہا ہو لیکن اس جواب کا سچ ہونا سب کے دل میں ہے۔ جیسا سب آدمیوں کی یہ خلقت ہے خدا کی معرفت بھی سب کی فطرت میں ہے۔ جیسا کہ حق تعالٰے نے فرمایا ہے؛

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ۔

اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے انہیں پیدا کیا تو بے شک کہیں گے کہ اللہ نے۔ ۱۲

اور فرمایا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ط

اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا

اور عقلی دلیل اور تجربہ سے بھی معلوم ہے کہ یہ امور پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں۔ اس لیے کہ پیغمبر بھی آدمی ہیں؛

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔

کہہ دے اے محمدؐ سوائے اس کے نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔

یہ راہ جس شخص پر کھلی ہے اور اسے لوگوں کی صلاحیت کی ساری باتیں بتائی ہیں۔ اور وہ ان باتوں کی ہدایت کرتا ہے تو اس بتائے ہوئے طریقہ کا نام شریعت ہے۔ اور خود اس شخص کو پیغمبر اور اس کے خرق عادت حالات کو معجزات کہتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص مخلوق کو ہدایت دینے میں مصروف نہ ہو تو۔ اسے ولی کہتے ہیں۔ اور اس کے حالات کو کرامات اور یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کا یہ حال لازماً خلق کو دعوت بھی دے اور ہدایت دینے میں بھی مشغول ہو۔ بلکہ خدا کی قدرت میں ہے کہ اس کے ذریعہ ہدایت دینے میں اس وجہ سے مشغول نہ کرے کہ اس وقت شریعت ہو۔ اور لوگوں کو تبلیغ کی ضرورت نہ ہو یا لوگوں کو ہدایت دینے کی شرائط میں نہ ہوں۔ اے عزیز تجھے چاہیئے کہ اولیا کی ولایت و کرامت پر اعتقاد رکھے۔ یہ جان لینے پر کفایت نہ کر کہ پہلے تو یہ کام محنت سے تعلق

رکھتا ہے اور اس میں محنت کو دخل ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں کہ جو کھیتی بوئے وہ غلّہ بھی کاٹے اور جو چلے وہ منزل کو بھی پہنچے اور جو ڈھونڈے وہ پائے جو کام ذی شان ہوتا ہے۔ اس کی شرطیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اور اس کا حصول بھی مشکل ہوتا ہے۔ اور مقام معرفت میں آدمی کے جو درجات ہیں۔ یہ کام تو اس میں سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور بے کوشش اور مرشد کامل اس کام کو ڈھونڈھنا بھی نہیں آتا۔ اور اگر یہ دونوں بھی ہوں تو جب تک خدا کی مدد نہ ہو اور ازل میں اس شخص کے لیے اس سعادت کا حکم نہ ہو چکا ہو۔ اس مراد کو نہ پا سکے گا۔ اور علم ظاہری میں امامت کا درجہ پانا اور دوسرے کام ایسے ہی ہیں۔

فصل :

اے عزیز اصل آدمی جسے دل کہتے ہیں وقت اور حال کے اعتبار سے اس کی جو فضیلت ہے اس بیان سے وہ بزرگی و فضیلت کچھ پرچھائیں سی تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان کہ قادر ہونے کے لحاظ سے بھی اس کو عظمت اور فرشتوں کی خاصیت حاصل ہے۔ حیوانوں کو وہ بزرگی حاصل نہیں اور دل کی قدرت یہ ہے کہ جیسے عالم اجسام فرشتوں کے تابع ہے۔ جب وہ مناسب دیکھنے اور خلق کو محتاج پاتے ہیں۔ خدا کے حکم سے پانی برساتے اور موسم بہار میں ہوا چلاتے ہیں۔ بچہ دان میں حیوان کی صورت اور زمین میں روئیدگی کی شکل بناتے اور سنوارتے ہیں ہر ہر کام پر فرشتوں کا ایک ایک گروہ مقرر ہے۔ اسی طرح آدمی کا دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے۔ اور اس کو بھی خدا نے قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے بھی تابع ہیں۔ اور ہر ایک کا بدن خاص عالم ہے اور دل کے تابع ہے۔ اس لیے کہ یہ معلوم ہے کہ دل انگلی میں نہیں۔ اور علم و ارادہ بھی انگلی میں نہیں مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی ہلتی ہے۔ اور جب دل میں غصہ آتا ہے تو تمام بدن سے پسینہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہ مینھ ہے اور جب دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے تو ہوا چلتی ہے اور وہ شہوت آلہ تناسل کی طرف چلی جاتی ہے۔ اور جب دل میں کھانے کا خیال آتا ہے تو زبان کے نیچے جو قوت ہے وہ خدمت کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور پانی نکلتا ہے۔ کہ کھانے کو ایسا تر کرے کہ کھایا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ دل کا تصرف بدن میں جاری ہے اور بدن دل کے تابع ہے لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ یہ امر ممکن ہے کہ بعض دل جو زیادہ بزرگ اور قوی اور فرشتوں کی اصل سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ بدن کے علاوہ اور

لہ معلوم ہوا کہ بہت سے مافوق العادۃ کام اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول بندوں یعنی فرشتوں کے اختیار میں دے رکھے ہیں۔ تو اگر اولیاء کرام کو بھی ایسا اختیار دے دے تو شرک و کفر کیسے ہوگا۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ رحمۃ نے چند سطر بعد خود اولیاء اللہ کے تفرقات کو بیان کیا ہے۔ اس عقیدے کو شرک و بدعت کہنے والے غور فرمائیں۔ (مترجم)

اجسام بھی ان کے مطیع ہوں۔ مثلاً اس دل کی ہیبت اگر شیر پر پڑے تو وہ عاجز اور مطیع ہو جائے۔ اگر کسی بیمار کی طرف وہ دل ہمت و توجہ کرے تو وہ اچھا ہو جائے۔ اگر تندرست کی طرف ہمت کرے تو بیمار پڑ جائے اگر کسی شخص کو چاہے کہ ہمارے پاس آئے تو اس شخص کا دل اس کے پاس جانے کو چاہے اگر ہمت مینہ دل کرے کہ مینہ برسے تو برسنے لگے یہ سب عقلی دلیل سے بھی ممکن ہے اور تجربہ سے بھی معلوم ہے اور نظر لگنا اور جیسے جادو کہتے ہیں وہ اسی قسم سے ہے۔ سب چیزوں میں آدمی کے نفس کو دخل ہے۔ مثلاً جو نفس حسد کرتا ہے۔ اگر کسی چارپایہ کو دیکھ کر اپنے حسد کی وجہ سے اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو وہ چارپایہ فوراً ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلْعَیْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ۔ — نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں ڈال دیتی ہے۔

دل میں جو قدرتیں ہیں ان میں سے یہ ایک عجیب قدرت ہے ایسی خاصیت اگر پیغمبروں سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے اگر ولی سے ظاہر ہو کرامت۔ اگر اس خاصیت والا نیک کاموں میں رہتا ہے تو اسے بھی ولی کہتے ہیں۔ اور اگر بُرے کاموں میں رہتا ہے تو جادوگر ہے اور سحر کرامات سب آدمی کے دل کی قدرت کی خاصیت ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے اس کتاب میں اس فرق کے بیان کی گنجائش نہیں۔

فصل:

یہ سب کچھ جو بیان ہوا جو کوئی اسے جانے گا نبوت کی حقیقت اچھی طرح نہ پہچان سکے گا صرف گفت وشنید سے کچھ جانے گا۔ اس لیے کہ نبوت ولایت آدمی کے دل کے بڑے درجات میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو حال عوام پر خواب میں کھلتا ہے۔ اس درجہ والے پر جاگتے میں کھل جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ عوام کے نفس فقط ان کے بدن ہی میں اثر کرتے ہیں اور اس درجہ والے کا نفس ان چیزوں میں جو اس کے بدن کے باہر ہیں اس طرح اثر کرتا ہے کہ اس میں خلق کا بناؤ ہو بگاڑ نہ ہو۔ تیسری یہ کہ عوام الناس کو جو علوم سیکھنے سے آتے ہیں۔ اس درجہ والے کو بے سیکھے اپنے دل سے آجاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص کچھ تیز عقل اور صاف دل ہوتا ہے۔ بے سیکھے بعض علوم اس کے دل میں آجاتے ہیں۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ کہ جو شخص بہت تیز عقل اور بہت صاف دل ہے۔ وہ بہت یا سب علوم خود بخود جان جائے۔ اور ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ — اور سکھایا ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم۔

جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ پیغمبران بزرگ یا اولیائے کرام سے ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک خاصیت ہے اس کو بھی یہ درجہ حاصل ہے۔ اور ہر ایک میں بھی بڑا فرق ہے۔ اس لیے کہ کسی کو ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے۔ اور کسی کو بہت اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے کمال حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں خاصیتیں تمام و کمال حاصل تھیں۔ جب خدا نے چاہا کہ مخلوق کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا حال بتائے تاکہ سب آنحضرت کی اتباع و پیروی کریں اور اپنی سعادت کی راہ سیکھیں تو ان تینوں خاصیتوں میں سے ہر ایک کا شائبہ ان کو عنایت کیا ایک سے خواب دکھایا دوسری سے خلق کی سمجھ سیدھی کر دی۔ تیسری سے ان کے دلوں کو درست کر دیا اور یہ ممکن نہیں کہ آدمی ایسی چیز پر ایمان لائے جس کی جنس اس کے دل میں موجود نہ ہو اس لیے کہ جس چیز کا شائبہ آدمی میں نہ ہوگا اس چیز کی صورت اس کی سمجھ میں نہ آئے گی اسی لیے حقیقت الٰہیہ کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا۔ صرف خدا ہی جانتا ہے اور اس تحقیق کی تفصیل دراز ہے "معانی اسماء اللہ" کتاب میں ہم نے کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ یہ تفصیل بیان کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہم اس امر کو روا رکھتے ہیں کہ اولیاء انبیاء کے لیے ان تینوں خاصیتوں کے سوا اور خاصیتیں بھی ہوں کہ ہم میں ان کا شائبہ نہ ہو۔ اس وجہ سے ہم انہیں نہ جانتے ہوں اور جیسا ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا خدا کو کوئی پوری طرح نہیں پہچانتا۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو بھی کوئی پوری طرح نہیں پہچانتا۔ مگر وہی رسول یا جو اس سے مرتبہ میں زیادہ ہو تو آدمیوں میں پیغمبر کی شان پیغمبر ہی جانتا ہے۔ اور ہمیں اس سے زیادہ معلوم نہیں اس لیے کہ لوگ اگر ہم سے یہ ذکر کرتے کہ کوئی شخص گر پڑتا اور بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے نہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔ اور جب دیکھنے سننے والا ہوتا ہے۔ تو اپنا یہ حال بھی نہیں جان سکتا اگر ہمیں خود نیند کی کیفیت معلوم نہ ہوتی تو ہم لوگوں کا یہ کہنا کبھی باور نہ کرتے اس لیے کہ آدمی نے جو نہ دیکھا ہو اس پر یقین نہیں کرتا۔ اور اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ط	بلکہ جھٹلانے لگے ہیں جس کے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی تک اس کی حقیقت نہیں پائی۔ ۱۲

اور فرمایا ہے:

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ	اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے بتانے سے

لہ امام والا مقام نے اسماء الحسنیٰ کی شرح لکھی ہے اس کتاب کا نام معانی اسماء اللہ ہے۔ ۱۲

ع۵۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب احدیت کے سوا کوئی رسول بھی کما حقہ نہیں جانتا۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی رسول مرتبہ میں زیادہ نہیں ۱۲۔

هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ ٥ — اب کہیں گے یہ جھوٹ ہے مدت کا۔

اے عزیز اس بات پر تعجب نہ کر کہ اولیاء انبیاء میں ایسی کوئی صفت ہو کہ جس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اور انہیں اس صفت کے سبب سے عمدہ لذتیں اور حالتیں حاصل ہوں۔ اس لیے کہ تو دیکھتا ہے کہ جس کو شعر کا ذوق نہیں گانے سے بھی اسے لطف نہیں آتا اگر کوئی چاہے کہ اس بے ذوق کو شعر کے معنی سمجھا دے تو کوشش کے باوجود نہیں سمجھا سکتا کہ اسے شعر کی کچھ خبر نہیں۔ اسی طرح اندھا انسان رنگت اور دیدار کی لذت کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ خدا کی قدرت سے تو کچھ تعجب نہ کر کہ درجہ نبوت کے بعد بعض ادراک پیدا کرے اور اس سے پہلے اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔

فصل :

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا ہے اس سے تجھے اصل آدمی کی بندگی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صوفیوں کی راہ کیا ہے۔ اور یہ جو تو نے سُنا ہو گا کہ صوفی کہتے ہیں کہ علم اس راہ میں رکاوٹ ہے اور ممکن ہے تو نے اس سے انکار کیا ہو تو یہ انکار درست نہیں۔ صوفیوں کا کہنا ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ اگر محسوسات کے علم کے ساتھ مشغول رہے گا تو یہ شغل اس حال سے پردہ اور حجاب بنا رہے گا۔ اور دل حوض کی طرح ہے اور حواس گویا پانچ نہریں ہیں کہ ان سے حوض میں پانی جاتا ہے۔ اگر تجھے منظور ہو کہ حوض کی تہہ سے صاف پانی نکلے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ باہر سے آیا ہوا پانی جو حوض میں ہے اور اس پانی کے سبب جو کیچڑ ہو گئی ہے۔ اسے حوض سے نکال دے اور سب نہروں کا راستہ بند کر کہ حوض میں باہر کا پانی نہ آنے پائے۔ اور حوض کی تہہ کو کھود کہ صاف پانی اس کے اندر سے نکلے اور حوض جب تک باہر کے پانی سے بھرا رہے گا ممکن نہیں کہ اس کی تہہ سے پانی نکل سکے۔ اسی طرح باہر والے علم سے جب تک دل خالی نہ ہو جائے تب تک وہ علم جو دل کے اندر سے پیدا ہوتا ہے نہ پیدا ہو گا ہاں عالم اپنے آپ کو اگر سیکھے ہوئے علم سے خالی کر ڈالے اور اس کے ساتھ مشغول نہ رہے تو وہ علم جس سے اپنے آپ کو خالی کیا ہے۔ حجاب نہ ہو گا۔ اور ممکن ہے کہ اس عالم کو کشف بھی حاصل ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص محسوسات کے خیال سے اپنا دل خالی کر دے تو وہ خیالات جن سے دل خالی کیا ہے اسے حجاب نہ ہوں گے۔ اور حجاب کا باعث یہ ہے کہ مثلاً جب کسی شخص نے اہل سنت کے اعتقاد سیکھے اور گفتگو اور مباحثہ کے لیے جیسا چاہا ان کی دلائل سیکھیں۔ اور اپنے آپ کو بالکل اسی کا کر دیا۔ اور یہ اعتقاد کر لیا کہ اس علم کے سوا اور کوئی علم ہی نہیں تو جب اس کے دل میں کچھ آئے گا یہی کہے گا کہ جو میں نے سیکھا ہے یہ اس کے خلاف ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ ایسے شخص کو کاموں کی حقیقت کا معلوم ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ جو اعتقاد عوام لوگوں کو سکھاتے ہیں وہ حقیقت کا ڈھانچہ ہے اصل حقیقت اور پوری معرفت یہ ہے کہ حقیقتیں ڈھانچے سے ایسی ممتاز ہو جائیں جیسے ہڈی سے گودا۔

اے عزیز تو جان کہ جو عالم اعتقاد کی تائید کے لیے مناظرے کا طریقہ سیکھتا ہے اسے کچھ حقیقت منکشف نہیں۔

ہوتی۔ جب وہ یہ سمجھا کہ سب علم میں ہی جانتا ہوں تو یہ سمجھ اس کا حجاب بن جاتی ہے اور چونکہ یہ سمجھ اُس پر غالب ہوتی ہے جس نے کچھ تھوڑا سا علم سیکھا ہوتا ہے تو غالباً ایسے لوگ اس درجے سے محروم و محجوب رہتے ہیں اور جو عالم اس سمجھ کو دور کر دے اس کا علم حجاب نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کشف اسے جب حاصل ہوگا تو اس کا درجہ کامل ہوگا۔ اور اس کی راہ اس شخص سے بہت بے خطر اور سیدھی ہوگی۔ جس کا قدم علم میں پہلے سے مضبوط نہ ہوا۔ اور شاید مدت تک خیال باطل میں پھنسا رہا ہو۔ اور تھوڑا سا شائبہ بھی اس کے لیے رکاوٹ بن جائے۔ اور عالم ایسے خطرے سے بے خوف ہوتا ہے۔ اے عزیز اگر کسی صاحبِ کشف سے تو سُنے کہ علم رکاوٹ ہے تو چاہیئے کہ اس بات کے معنی سمجھے اس کا انکار نہ کرے لیکن غیر مباح کو مباح ٹھہراتے والے نفس پرور، بے بہرہ لوگ جو اس زمانے میں پیدا ہوئے انہیں ہرگز یہ حال حاصل نہیں۔ جاہل صوفیوں کی گڑھی ہوئی کچھ واہیات باتیں سیکھ لی ہیں۔ اور ان لوگوں کا یہ شغل ہے کہ تمام دن اپنے آپ کو دھوتے ہیں۔ لنگی۔ گدڑی۔ جانماز سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے علم اور علماء کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ لوگ مار ڈالنے کے قابل ہیں[1]۔ اس لیے کہ یہ لوگ آدمیوں کے شیطان اور خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں۔ کہ خدا رسولؐ نے تو علم اور علماء کی تعریف کی ہے اور تمام عالم کو علم سیکھنے کی دعوت دی ہے۔ یہ بدبخت جب صاحب علم نہیں۔ اور علم بھی حاصل نہیں کیا ہو تو ایسی بات یعنی علم، علماء کو بُرا کہنا اسے کب درست ہے اور اس بدبخت کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے سُنا ہو کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے اس لیے کہ اس سے بے انتہا سونا ہاتھ آتا ہے۔ اور جب سونے کا خزانہ اس کے سامنے رکھیں تو اس پر ہاتھ نہ ڈالے اور کہے کہ سونا کس کام آتا اور کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کیمیا چاہیئے جو سونے کی اصل ہے اور سونا نہ لے۔ اور کیمیا نہ تو اس نے دیکھی ہے اور نہ کیمیا کو جانتا ہو۔ ایسا شخص بدبخت مفلس اور بھوکا رہتا ہے اور اتنی بات کی خوشی ہیں کہ میں نے آپ یہ کہا کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے۔ خوش ہوتا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء کا کشف تو کیمیا کی مانند ہے اور عالموں[2] کا علم سونے کی مثل ہے۔ اور کیمیا کے مالک کو سونے کے مالک پر ہر طرح سے فوقیت حاصل ہے۔ لیکن یہاں پر ایک اور نکتہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنی ہی کیمیا ہو۔ کہ اس سے سونے کے سو دینار سے زیادہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ تو ایسے شخص کو اس شخص پر کچھ فضیلت نہیں۔ جس کے پاس سونے کے ہزار دینار موجود ہوں اور جیسا کہ کیمیا کی کتابیں اور باتیں اور تلاش کرنے والے بہت ہیں۔ اس زمانے میں اس کی حقیقت کمیاب ہے اکثر ڈھونڈنے والے دغا کھاتے ہیں۔ صوفیوں کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ اصل صوفی پن ان لوگوں میں نہیں۔

---

[1] جھوٹے صوفی جو علماء کی مذمت کرتے ہیں وہ قابل قتل ہیں۔ ۱۲

[2] انبیاء و اولیاء کا کشف کیمیا ہے۔ اور عالموں کا سونا ہے۔ ۱۲

اگر ہے تو تھوڑا ہے۔ اور یہ بات نادر ہے کہ کمال کو پہنچے تو جاننا چاہیئے کہ جس شخص کو صوفیائے کرام کا تھوڑا سا حال معلوم ہوا ہے۔ ہر عالم پر فضیلت نہیں کیونکہ ان میں سے بہت سے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کے شروع میں کچھ خلل ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت اس درجہ سے گر پڑتے ہیں۔ اور کامل نہیں ہوتے۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ سودا اور خیالِ خام ان پر غالب ہوتا ہے۔ اور اس کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور وہ اسے حق اور مستحکم کام سمجھتے ہیں اور وہ ایسا نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ خواب میں اصل اور خیالات واہیات دونوں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حال میں بھی ہوتے ہیں بلکہ عالموں[۱] پر اس صوفی کو فضیلت ہے۔ جو اس میں ایسا کامل ہو چکا ہو کہ جو علم دین سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اوروں کو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے صوفی بے سیکھے اس علم کو جان لے۔ اور یہ امر نہایت نادر ہے تو اے عزیز چاہیئے کہ تو تصوف کی اصل راہ اور صوفیائے کرام کی بزرگی پر ایمان لائے اور اس زمانے کے صوفیوں کے سبب سے ان اصلی صوفیائے کرام سے بداعتقاد نہ ہو اور ان میں سے جو علم اور علماء پر طعن کرتا ہے۔ اسے سمجھ لے کہ نادانی سے ایسا کرتا ہے۔

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ کیسے معلوم ہو کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت ہی میں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی معرفت میں آدمی کی سعادت کا ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی سعادت اسی کام میں ہوتی ہے جس کے لیے وہ چیز پیدا ہوتی ہے جیسا کہ شہوت کا مزہ اسی میں ہے کہ آدمی کی آرزو پوری ہو اور غصہ کا مزہ اسی میں ہے کہ دشمن سے بدلہ لے آنکھ کا مزہ اچھی صورتیں دیکھنے میں کان کا مزہ اچھی آوازیں سننے میں ہے اور دل کا مزہ اسی بات میں ہے جو دل کی خاصیت ہے۔ اور جس کے لیے خدا نے دل کو پیدا کیا ہے وہ امر کاموں کی حقیقت کا پہچاننا ہے کہ یہی دل کا خاصہ ہے۔ لیکن خواہش اور غصہ اور پانچوں حواس سے محسوسات کی پہچان چارپایوں کو بھی حاصل ہے اور چونکہ کاموں کی اصل حقیقت کی معرفت دل کی خاصیت ہے اسی لیے انسان جو چیزیں نہیں جانتا انہیں دریافت کرنے کو جی چاہتا ہے اور جو شے جانتا ہے۔ اس پر خوش ہو کر فخر کرتا ہے اگر وہ بری چیز مثلاً شطرنج سیکھنے کی فکر میں ہے اور جو اسے جانتا ہے اس سے اگر کہیں کہ تو نہ سکھانا تو اسے صبر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اس خوشی سے کہ عجیب قسم کا کھیل جانتا ہے یہ چاہتا ہے کہ فخر ظاہر کرے اے عزیز تجھے جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ دل کی لذت کاموں کی معرفت میں ہے۔ تو یہ بھی جان لے کہ جتنی اچھی اور عمدہ چیز کی معرفت ہو گی دل کو اس سے اتنی ہی زیادہ لذت ہو گی اس لیے کہ جو شخص وزیر کے اسرار و رموز سے

---

[۱] صوفی کو ہر عالم پر فضیلت نہیں ہاں صوفی کامل کو عالم پر فضیلت ہے۔ ۱۲

واقف ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ کا محرم راز ہو جائے اور اس کے امورِ مملکت پر واقفیت پائے تو بہت ہی خوش ہوگا۔ اور جو شخص علم ہندسہ کے ذریعہ سے آسمانوں کی شکل اور مقدار جانتا ہے۔ وہ اس شخص کی نسبت بہت خوش رہتا ہے۔ جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے۔ اور شطرنج بچھانا جاننے سے شطرنج کھیلنا جاننے میں آدمی کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح معلوم یعنی جانی ہوئی چیز جتنی زیادہ اچھی ہوگی اس کا علم یعنی جاننا اتنا ہی عمدہ ہوگا۔ اور اس میں اسی تناسب سے زیادہ مزہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سب چیزوں سے اشرف و افضل ہے اس لیے کہ سب چیزوں کو اسی کے سبب سے شرف و عزت ہے وہی تمام عالم کا بادشاہ ہے۔ تمام عالم کے عجائبات اسی کی صفات کی نشانیاں ہیں تو کوئی معرفت بھی اس کی معرفت سے زیادہ عمدہ اور مزہ دار نہیں اور حضرت ربوبیت کے دیدار سے بہتر کوئی دیدار نہیں اور دل کی طبیعت اس دیدار کو چاہتی ہے اس لیے کہ ہر چیز کی طبیعت اسی خاصیت کو چاہتی ہے۔ جس کے لیے اسے خدا نے پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی دل ایسا ہو جس سے اس معرفت کی خواہش زائل ہو چکی ہو تو وہ دل اس بیمار کی مانند ہے۔ جسے کھانے کی خواہش نہ رہی ہو اور روٹی کی نسبت مٹی اسے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ اگر اس بیمار کا علاج نہ کریں۔ اور اسے کھانے کی خواہش پھر نہ پیدا ہو جائے اور مٹی کا شوق ختم نہ ہو تو وہ بیمار بڑا کم نصیب ہے۔ اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ شخص جس کے دل میں خدا کی معرفت سے زیادہ اور چیزوں کا شوق ہے۔ وہ بیمار ہے۔ وہ اس جہان میں بدبخت اور تباہ ہوگا اور سب خواہشات اور محسوسات کی لذتیں آدمی کے بدن سے تعلق رکھتی ہے۔ پھر مر جانے کے ساتھ ہی وہ زائل ہو جائیں گی۔ اور ان خواہشات کے باعث جو محنت اس نے اٹھائی تھی وہ بھی جاتی رہے گی۔ اور خدا کی معرفت کی لذت جو دل سے تعلق رکھتی ہے مرنے سے دونی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ دل نہ مرے گا اور معرفت برقرار رہے گی۔ بلکہ دل زیادہ روشن ہو جائے گا اور چیزوں کی خواہش سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس میں اس سے دونی لذت اٹھائے گا اور اس کی زیادہ تفصیل اصلِ محبت میں جو آخر کتاب میں بیان کی جائے گی۔

فصل:

اصل انسانی کا جو کمال بیان کیا گیا ہے اس کتاب میں اتنا ہی کافی ہے زیادہ تفصیل درکار ہو تو وہ کتاب "عجائب القلوب"[2] میں ہم نے لکھدی ہے دیکھ لے اور ان دونوں کتابوں سے بھی آدمی کو پوری خود شناسی یعنی اپنے نفس کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ دل آدمی کا ایک رکن ہے اور دل کی تمام صفات میں سے

---

[1] خدا کو پہچاننے سے زیادہ کوئی چیز مزہ دار نہیں اور اس کے دیدار سے بڑھ کر کوئی دیدار نہیں۔۱۲۔

[2] یہ کتاب امام والا مقام کی تصنیف ہے۔۱۲۔

یہ بعض کا بیان ہے اور آدمی کا دوسرا رکن بدن ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے میں بھی بہت سے عجائبات ہیں۔ آدمی کے ہر ظاہری[۱] اور باطنی عضو میں عجیب باتیں اور عمدہ حکمتیں ہیں۔ اور آدمی کے بدن میں کئی ہزار رگیں، ریشے اور ہڈیاں ہیں۔ ہر ایک کی صورت اور صفت علیحدہ ہے۔ اور ہر ایک سے غرض جدا ہے۔

اے عزیز تو ان سب سے بے خبر ہے فقط اس قدر جانتا ہے کہ ہاتھ پکڑنے کے لیے پاؤں چلنے کے لیے زبان بات کرنے کے لیے ہے لیکن یہ بات جان کہ خدا نے دس پردوں سے آنکھ کو بنایا ہے اور وہ دس پردے باہم مختلف ہیں ان میں سے اگر ایک بھی کم ہو تو آدمی کے دیکھنے میں خلل پڑ جائے اور تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ہر پردہ کس لیے ہے اور دیکھنے میں آدمی ان کا کیوں محتاج ہے اور آنکھ کی مقدار جتنی ہے۔ اتنی ظاہر ہے اور اس کی تفصیل بہت کتابوں میں لوگوں نے لکھی ہے اگر تجھے آنکھ کے پردوں کی کیفیت معلوم نہیں تو کیا تعجب ہے اس لیے کہ تو یہ بھی تو نہیں جانتا کہ اندرونی اعضاء مثلاً جگر، تلی، پتا گردہ وغیرہ کیوں بنے ہیں۔ جگر تو اس لیے بنا ہے کہ معدے سے طرح طرح کی غذائیں جو اس میں پہنچیں ان سب کو ایک اندازے پر خون کے رنگ کی طرح کر دے تاکہ وہ سات اعضاء کی غذا ہونے کے قابل ہو جائے جب خون جگر میں پک جاتا ہے تو اس کے نیچے تلچھٹ رہ جاتا ہے وہ تلچھٹ سودا کہلاتا ہے۔ تلی اس لیے ہے کہ جگر سے خون کو لے اور اس کے اوپر کچھ زرد زرد چیز پیدا ہوتی ہے۔ پتا اس لیے ہے کہ اس کو خون سے کھینچ لے اور خون جب جگر سے باہر نکلتا ہے پتلا اور بے قوام ہوتا ہے۔ گردہ اس لیے ہے کہ پانی کو لہو سے کھینچ لے تاکہ بغیر سودا اور صفرا کے قوام ہو کر خون رگوں میں جائے اگر پتے میں کچھ عارضہ لاحق ہو جائے۔ تو صفرا خون میں رہ جائے گا۔ اس سبب سے کافور اور صفراوی بیماریاں پیدا ہوں گی اگر گردے کو کوئی عارضہ لاحق ہوگا تو خون میں پانی رہ جائے گا۔ اس سے استسقا کی بیماری پیدا ہو گی۔ اسی طرح آدمی کے ظاہری اور باطنی اعضاء میں سے ہر عضو کو خدا نے ایک کام کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کے بغیر بدن میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ آدمی کا بدن اگرچہ چھوٹا ہے۔ مگر تمام عالم کی مثال ہے۔ اس لیے کہ جو کچھ تمام عالم میں خدا نے پیدا کیا ہے۔ آدمی کا بدن اس سب کا نمونہ ہے ہڈی۔ پہاڑ۔ پسینہ مینہ، بال درخت۔ دماغ آسمان اور حواس گویا تارے ہیں اس کی تفصیل دراز ہے بلکہ جہاں میں جس جس قسم کی مخلوق ہے۔ مثلاً سور۔ کتا۔ بھیڑیا، چارپایہ دیو، پری، فرشتہ ان سب کی مثال آدمی کے بدن میں موجود ہے۔ چنانچہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ بلکہ جو جو پیشہ ور جہاں میں ہیں ان سب کے نمونے جسم انسان میں ہیں۔ جو قوت کہ معدہ میں کھانا ہضم کرتی ہے۔ گویا باورچی ہے۔ اور جو قوت خالص کھانے جگر اور پھوک کو آنتوں میں پہنچاتی ہے۔ وہ گویا فلٹر ہے۔ اور جو قوت کھانے

---

[۱] سر سینہ پیٹھ دونوں ہاتھ دونوں پاؤں یہ ہفت اندام ظاہری ہیں اور یہاں پر ظاہری مراد ہیں۔ ۱۲۔

کو جگر میں خون کا رنگ دیتی ہے۔ گویا رنگریز ہے۔ اور جو قوت خون کو عورت کی چھاتیوں میں پہنچا کر سفید دودھ اور مرد کے خصیوں میں سفید منی بناتی ہے۔ گویا دھوبی ہے۔ اور جو قوت غذا کو ہر ہر عضو میں کھینچ کر پہنچاتی ہے گویا دلدل ہے۔ اور جو قوت پانی کو جگر سے کھینچ کر گردے و مثانہ میں بہا دیتی ہے۔ گویا سقا ہے۔ اور جو قوت بھوک کو پیٹ سے باہر گرا دیتی ہے حلال خور ہے اور جو قوت سودا اور صفرا کو اس لیے اندر پیدا کرتی ہے تاکہ بدن تباہ اور خراب ہو وہ گویا مفسد جعلساز ہے۔ اے عزیز! اصل مطلب یہ ہے کہ تجھے یہ بات معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر کئی طرح کی قوتیں تیرے کام میں مصروف ہیں اور تو خوابِ خرگوش میں غافل پڑا ہے۔ لیکن ان قوتوں میں سے کوئی قوت تیرے کام سے غافل اور فارغ نہیں ہوتی۔ اور نہ تو ان کو جانتا ہے۔ اور جس نے انہیں تیرے کام کے لیے پیدا کیا ہے نہ اس کا احسان مانتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو ایک دن کے لیے تیری خدمت کے لیے بھیجے تو تمام عمر تو اس کا شکر یہ ادا کیا کرتا ہے۔ مگر جس ذات نے تیرے اندر کئی ہزار پیشہ ور تیری خدمت کے لیے ایک دم بھی فارغ نہیں ہوتے اسے یاد بھی نہیں کرتے۔ اور بدن کی ترکیب اور اعضاء کی منفعت جاننے کا نام علم تشریح ہے اور وہ بھی عظیم الشان علم ہے۔ لوگ اس سے غافل ہیں اسے نہیں پڑھتے۔ جس کسی نے پڑھا بھی تو اس لیے پڑھا کہ علم طب میں ماہر ہو جائے۔ اور علمِ طب خود مختصر اور بے حقیقت ہے گو اس کی طرف حاجت ہے مگر دین کی راہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا کی عجیب صنعتیں دیکھنے کی نیت سے اس علم کا مطالعہ کرے تو اسے خدا کی صفتوں میں سے تین صفتیں ضرور معلوم ہو جائیں گی۔ ایک یہ کہ اس قالب کا بنانے والا اور جسم کا پیدا کرنے والا اتنا بڑا قادر ہے کہ اس کی قدرتِ کاملہ میں نقصان اور عاجزی کو ہرگز دخل نہیں جو چاہے کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی کام اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے ایسا جسم پیدا کرے اور جو یہ عجیب کام کر سکتا ہے اسے مرنے کے بعد پھر زندہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ دوسری یہ صفت کہ وہ خالق ایسا عالم ہے کہ اس کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ یہ عجائبات اِن عمدہ عمدہ حکمتوں کے ساتھ بغیر کمالِ علم کے غیر ممکن ہیں۔ تیسری یہ صفت کہ خالق کی عنایت اور لطف و رحمت بندوں پر بے نہایت ہے کہ بندہ کو جیسے چاہیئے تھا پیدا کیا کہ جس چیز کی ضرورت تھی جگر، دل، دماغ کہ حیوان کی اصل ہے وہ بھی اسے دی۔ اور جس چیز کی ضرورت نہ تھی فقط حاجت تھی۔ مثلاً ہاتھ، پاؤں زبان، آنکھ وغیرہ بھی عطا کی۔ اور جن چیزوں کی حاجت نہ تھی نہ ضرورت تھی مگر ان سے مزید زینت تھی۔ مثلاً بالوں کی سیاہی۔ لبوں کی سُرخی بھوؤں کا خم، آنکھوں اور پلکوں کی ہمواری وہ بھی مرحمت فرمائیں تاکہ انسان بہت اچھا معلوم ہو۔ اس لیے یہ چیزیں بنائیں اور یہ لطف و مہربانی فقط آدمی ہی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ سب مخلوقات کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ بھینگا اور مماکھی اور مکھی کو بھی جو چیز چاہیئے تھی۔ اور با ایں ہمہ ان کی ظاہری صورت بھی اچھے نقشوں سے

آراستہ اور عمدہ رنگوں سے پیراستہ کی، تو آدمی کی خلقت کا ہر حصہ غور سے دیکھنا خدا کی صفات پہچاننے کی کنجی ہے۔ اسی وجہ اس علم یعنی علمِ تشریح کی اس قدر وضاحت کی ہے تو اس لحاظ سے اس کی عظمت ہے کہ طبیب کی حاجت ہے۔ اور جیساکہ شعر و تصنیف اور صنعت کے عجائبات کو تو جس قدر زیادہ جانتا ہے شاعر اور مصنف اور صانع کی عظمت بھی اتنی زیادہ تیرے دل میں آتی ہے۔ اسی طرح خدا کی عجیب عجیب صنعتیں اس صانع باکمال کی عظمت دریافت کرنے کی کنجی ہے۔ اور یہ علم بھی معرفت نفس کا راستہ ہے لیکن علم دل کی نسبت تنگ اور چھوٹا ہے اس لیے کہ یہ بدن کا علم ہے۔ اور بدن سواری اور دل سوار کے مانند اور پیدا کرنے سے سواری مقصود نہیں۔ سوار مقصود ہے سوار کے لیے سواری ہوتی ہے۔ سواری کیلئے سوار نہیں ہوتا۔ لیکن اتنا بھی جو بیان کیا تو اس لیے کہ تو جان لے کہ باوجودیکہ کوئی چیز تیری ذات سے زیادہ تجھ سے نزدیک نہیں مگر اس کے باوجود اپنے آپ کو اچھی طرح نہیں پہچان سکتا اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانے اور دوسروں کے پہچاننے کا دعویٰ کرے وہ اس مفلس کی مانند ہے۔ جو اپنے آپ کو تو کھانا نہیں دے سکتا۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمام شہر کے محتاج اس کے گھر روٹی کھاتے ہیں۔ اس کا یہ کہنا اور دعویٰ کرنا محض واہیات اور تعجب کی بات ہے۔

فصل :

اے عزیز یہ سب کچھ جو بیان ہوا اس سے آدمی کے گوہر دل کی بزرگی و فضیلت تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان کہ خدا نے تجھے یہ بہت عمدہ گوہر دیا ہے۔ اور تجھ سے پوشیدہ کیا۔ اگر تو اسے نہ ڈھونڈھے گا اور اس کو ضائع کرے گا اور اس سے غافل رہے گا۔ تو بڑا نقصان اور خسارہ اٹھائے گا۔ کوشش کر کے دل کو ڈھونڈھ اور دنیا کے مشغلہ سے نکال کر کمالِ بزرگی کے درجہ پر پہنچا کہ اس جہان میں بزرگی اور عزت ظاہر ہو۔ یعنی مسرت بے ملال، لقائے بے زوال، قدرت بے عجز، معرفت بے شبہہ اور جمال بے کدورت دیکھے لیکن اس جہان میں دل کی بزرگی اس بات سے ہے کہ اس جہان میں عزت اور شرف حقیقی پانے کی لیاقت رکھتا ہے۔ نہیں تو آج اس سے زیادہ عاجز اور ناقص کوئی نہیں کہ گرمی، سردی، بھوک، پیاس، بیماری، دکھ، درد، وغیرہ غموں میں پھنسا ہے۔ اور جس چیز میں اسے لذت اور راحت ہے وہی اس کے لیے موجب نقصان و مضرت ہے اور جو چیز اس کو نفع پہنچانے والی ہے۔ وہ رنج اور تلخی سے خالی نہیں۔ اور جو شخص بزرگ و عزت دار ہوتا ہے۔ وہ علم یا قدرت و قوت یا ارادہ و ہمت یا اچھی صورت کی بدولت صاحبِ وقار ہوتا ہے۔ آدمی کے علم کی طرف اگر دیکھا جائے تو اس سے زیادہ کوئی جاہل نہیں۔ کہ اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو ہلاکت اور جنون کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا سبب و علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس کی دوا اس کے سامنے ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے اور نہیں پہچانتا کہ یہ میری دوا ہے اگر آدمی کی قوت اور قدرت کا خیال

کیا جائے۔ تو اس سے زیادہ کوئی عاجز نہیں کہ یہ میری سے نہیں جیت سکتا کہ اگر ایک بھینگے کو خدا اس پر مسلط کر دے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر ایک مکھی ڈنگ مار دے تو بے خواب اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی کی ہمت کی طرف دیکھا جائے تو ایک دانگ چاندی کا اگر اس سے نقصان ہوتا ہے تو اداس و ملول اور پریشان ہو جاتا ہے۔ اگر بھوک کے وقت ایک نوالہ اسے نہ ملے تو بدحواس ہو جاتا ہے اس سے زیادہ کنجوس اور کون ہوگا اگر آدمی کے جمال اور صورت کا خیال کیجئے تو نجاست کے ڈھیر پر ایک چمڑا تان دیا گیا۔ آدمی اگر دو دن اپنا بدن نہ دھوئے تو ایسی خرابیاں ظاہر ہوں گی کہ اپنے آپ سے اکتا جائے۔ بدن سے بدبو آنے لگے۔ نہایت رسوا ہو آدمی سے زیادہ کوئی چیز گندی نہیں اس لیے کہ اس کے اندر ہمیشہ نجاست رہتی ہے۔ اور وہ نجاست بردار ہے اور ہر روز دو بار نجاست خود دھوتا ہے۔ یعنی آبدست لیتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن شیخ ابوسعید قدس سرہ صوفیاء کے ساتھ کہیں تشریف لیے جاتے تھے۔ ایک مقام پر پہنچے وہاں لوگ سنڈاس صاف کر رہے تھے راستہ پر نجاست پڑی تھی۔ سب ساتھی وہاں ٹھٹھک کر ناک بند کر کے ایک طرف بھاگے۔ شیخ ممدوح وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو سمجھو تو یہ نجاست مجھ سے کیا کہتی ہے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ کیا کہتی ہے۔ فرمایا یہ کہتی ہے کہ میں بازار میں تھی یعنی۔ میوہ، مٹھائی جنس وغیرہ تھی۔ سب لوگ مجھے مول لینے کو روپیہ کی تھیلیاں مجھ پر لٹاتے تھے۔ ایک شب میں تمہارے پیٹ میں رہی متعفن اور نجس ہو گئی اب مجھ کو تم سے بھاگنا چاہیئے یا تم کو مجھ سے حقیقت میں یہی بات ہے۔ کہ آدمی اس عالم میں نہایت ناقص و عاجز اور بیکس ہے۔ قیامت کو اس کی گرم بازاری ہو گی۔ اگر کیمیائے سعادت کو گوہر دل پر ڈالے گا۔ چارپایوں کے مرتبے سے نکل کر فرشتوں کے درجے پر پہنچے گا۔ دنیادار اگر خواہش دنیا کی طرف متوجہ ہو گا۔ تو کل قیامت کو کتے اور سور اس سے بہتر ہوں گے کہ خاک ہو جائیں گے۔ اور رنج سے نجات پائیں گے اور آدمی عذاب میں رہے گا۔ تو آدمی نے جہاں اپنی بزرگی جانی ہے۔ چاہیئے کہ اپنا نقصان اور بے چارگی اور بے کسی بھی پہچان رکھے۔ اس لیے کہ اپنے نفس کو اس طرح پہچاننا بھی معرفت الٰہی کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے۔ اس قدر بیان اپنے آپ کو پہچاننے کو کفایت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس کتاب میں اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

دوسرا عنوان

یہ مسلمانی کا دوسرا عنوان ہے اس میں خدا تعالیٰ کی معرفت کا بیان ہے۔
اے عزیز از جان یہ بات جان کہ اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان سے خدا تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

اَعْرِفْ نَفْسَكَ تَعْرِفْ رَبَّكَ۔ تو پہچان اپنے نفس کو تو پہچانے گا اپنے رب کو۔۱۲

اور آثار[۱] و اخبار[۲] میں مشہور ہے کہ:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا بے شک اس نے اپنے رب کو پہچانا۔۱۲

اور ان باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا دل آئینہ کی طرح ہے۔ جو کوئی اس میں غور کرے گا خدا کو دیکھے گا۔ اور بہت سے لوگ اپنے میں غور کرتے ہیں مگر خدا کو نہیں پہچانتے تو جس اعتبار سے دل کی معرفت کا آئینہ ہے۔ اس لحاظ سے دل کو جاننا ضروری ہے۔ اور اس جاننے کی دو صورتیں ہیں ایک نہایت مشکل ہے کہ اکثر عوام اسے نہیں جان سکتے اور ان کی سمجھ میں وہ صورت نہیں آسکتی اور جسے عوام نہ سمجھ سکیں۔ اس کا بیان مناسب نہیں۔ لہٰذا وہ صورت بیان کرنا چاہیئے جسے سب سمجھ سکیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی سے خدا کی ہستی کو پہچانے اور اپنی صفات سے خدا کی صفات جانے اور اپنی سلطنت یعنی اپنے بدن و اعضاء میں جو آدمی کا تصرف و اختیار ہے اس سے خدا کا تصرف جو تمام عالم میں ہے پہچانے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی نے جب پہلے اپنے آپ کو ہست جانا اور یہ جانا کہ کئی برس پہلے نیست تھا۔ اور اس کا نام و نشان کچھ نہ تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ بے شک آدمی پر ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے کہ

---

[۱] آثار صحابہ کے اقوال۔۱۲
[۲] اخبار احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔۱۲

الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝

وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ہم نے بنایا آدمی کو ایک بوند پانی کے لچھے سے پلٹتے رہے اس کو پھر کر دیا اس کو دیکھتا سنتا۔۱۲۔

اور جس چیز سے آدمی اپنی اصل خلقت پہچانے کہ اپنی ہستی سے پہلے میں کیا تھا۔ وہ چیز نطفہ ہے جو ناپاک پانی کا ایک قطرہ ہے۔ جس میں عقل۔ سماعت، بصارت، سر، ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، رگ، پٹھا، ہڈی۔ گوشت، چمڑا کچھ نہ تھا۔ بلکہ ایک ہی طرح کا سفید پانی تھا۔ پھر اس میں یہ سب عجائبات یعنی عقل، سر، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ظاہر ہوئے اس نے اپنے آپ کو آپ پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اور کسی نے اُسے پیدا کیا ہے۔ اس لیے کہ آپ باوجود یکہ درجۂ کمال کو پہنچا ہے۔ اور یقینی جانتا ہے کہ ایک بال پیدا کرنے سے عاجز ہے تو یہ بھی جانے گا کہ جب پانی کا ایک قطرہ تھا تو اور بھی زیادہ ناقص اور عاجز تھا۔ اپنے آپ کو کیا پیدا کرتا۔ پس اس طرح ضرور آدمی کو اپنے پیدا ہونے سے خالق کی ہستی معلوم ہو گی۔ اور جب اپنے بدن کے عجائبات جو ظاہر اور باطن میں ہیں، دیکھے گا اور بعض عجائبات بدن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ تو اپنے خالق کی قدرت عیاں دیکھے اور جانے گا کہ میرا خالق بڑا قادر ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جیسا کہ چاہتا ہے کرتا ہے اور سمجھے گا کہ اس سے بڑی قدرت اور کیا ہو گی کہ ایسے ذلیل ناچیز پانی کے قطرے سے کمال و جمال کے ساتھ کیا صورت بناتا ہے۔ اور اس صورت میں کیا کیا عجائب و غرائب دکھاتا ہے۔ اور آدمی جب اپنی عجیب و غریب صفتوں اور اپنے اعضا کی منفعتوں کو دیکھتا ہے کہ ہر ظاہری عضو مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان، دانت اور اعضائے باطنی جیسے تلی، پتا وغیرہ کو خدا نے کسی حکمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو اپنے خالق کے علم کو پہچانتا ہے کہ کیا مکمل علم ہے اور کیسا اشیائے عالم کو محیط ہے۔ اور آدمی یہ بھی جان جائے گا کہ ایسے عالم سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی۔ اگر سب عقلمندوں کی عقل کو کام میں لائیں اور ان کو عمر دراز دیں اور غور و فکر کریں کہ ان اعضاء میں سے ایک عضو کی بھی کوئی ایسی صورت نکالیں جو اس موجودہ صورت سے بہتر ہو۔ تو نہیں نکال سکتے۔ مثلاً دانتوں کی صورت جو بالفعل موجود ہے یعنی کھانے کی چیز کاٹنے کے لیے سامنے کے دانت تیز ہیں اور کھانے کی چیز کو مہین کرنے کے لیے اور دانت چوڑے ہیں۔ دانتوں کے قریب زبان پسنہاری کے آبخورے کے مثل ہے۔ کہ اناج چکی کے اندر ڈالتی ہے۔ اور قوت جو زبان کے نیچے ہے خمیر بنانے والے اور پانی چھڑکنے والے کے مانند ہے کہ جس وقت جتنا چاہے اتنا پانی بہاتی ہے کہ کھانا تر ہو اور حلق سے اتر جائے اور گلے میں نہ پھنسے۔ اس صورت کے خلاف اور کوئی شکل جو اس سے بہتر ہو تمام عالم کے عقلمند مل کر نہیں نکال سکتے۔ اسی طرح ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں۔ چار انگلیاں ایک طرح کی اور ایک انگوٹھا۔ ان انگلیوں کی نسبت بہت دور اور لمبائی میں چھوٹا ہر انگلی کے ساتھ کام کرتا اور سب انگلیوں پر پھرتا ہے اور تمام انگلیوں میں تین تین گرہیں مگر انگوٹھا میں دو گرہیں۔ ایسی بنائی ہیں کہ آدمی اگر

چاہے تو آبخورا بنالے چاہے چلّو چاہے مٹھی بند کرکے گھونسا بنالے۔ اور گھونسے کو اپنا ہتھیار کرلے یعنی دشمن کو مارے خواہ مٹھی کھول کر پنجہ کو طباق بنائے۔ اور کئی طرح سے کام میں لائے اگر تمام جہان کے عقلمند انگلیوں کی اور کوئی وضع تجویز کریں۔ مثلاً یہ کہ سب انگلیاں ایک ہی انداز کی ہوں یا تین ایک طرف اور دو ایک طرف اور ایک جانب ہوں یا پانچ کی چھ یا چار ہوں یا تین گرہوں کے بدلے دو یا چار گرہیں ہوں۔ ان میں سے جو جو باتیں سوچیں اور کہیں گے سب ناقص ہوں گی اور جس انداز پہ خداوند کریم نے پیدا کیا ہے وہی انداز بہت اچھا ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوگا کہ خالق کا علم اس شخص کو محیط اور سب چیزوں سے خالق مطلع ہے۔ اور آدمی کے ہر ہر عضو میں ایسی حکمتیں ہیں کہ جو شخص ان حکمتوں کو جتنا زیادہ جانے گا اتنا ہی علم خدا کی عظمت و وسعت سے اُسے تعجب بھی زیادہ ہوگا۔

اور آدمی جب اپنی حاجتوں کو دیکھنے لگے تو پہلے دیکھے گا کہ اسے اعضاء کی ضرورت ہے۔ پھر جانے گا کہ کھانے کپڑے گھر کا بھی محتاج اور اس کے کھانے کی چیزوں کو بھی مثلاً ہوا۔ گرمی، سردی کی حاجت ہے۔ اور جو ان کھانے کی چیزوں کو کھانے کے قابل کرتی ہیں۔ ان صنعتوں کی بھی ضرورت ہے۔ اور ان صنعتوں کے لیے بھی اوزار مثلاً لوہے۔ تانبے۔ پیتل، سیسے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بات بتانے اور معلوم ہونے کا کہ اوزار کیسے بنتے ہیں اوزار بھی محتاج ہیں۔ آدمی ان ان چیزوں کی طرف اپنی حاجتیں دیکھ کہ جانے گا کہ سب مخلوقات بہت اچھے انداز پر ایجاد ہوئی ہے اور سب مصنوعات کی بہت اچھی وضع پہ بنیاد رکھی گئی ہے اور ہر ہر چیز جس جس قسم کی خدا نے بنائی ہے اگر نہ بناتا تو بنا سکنا کیسا اس کا انداز بھی کسی کے خیال میں نہ آتا اور سمجھے گا کہ سب مخلوق اور مصنوع بے مانگی مراد اور فقط خدا کی مہربانی۔ اور عنایت سے ان سب کی بنیاد ہے۔ اور اس سمجھ کی بدولت آدمی کو یہ صفت معلوم ہوگی کہ تمام عالم پہ خدا کی عنایت اور مہربانی ہے اور اسی صفت کے باعث اولیاء کی زندگی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ — سبقت لے گئی ہے میری رحمت میرے غضب پر۔

اور جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ پیتے بچوں پہ مادرِ مشفقہ کی جتنی شفقت ہے اس سے زیادہ بندوں پر ارحم الراحمین کی رحمت ہے۔ غرضیکہ جب آدمی نے اپنے پیدا ہونے سے خدا کی ہستی کو جانا اور اپنے اعضا کی کثرت سے حق تعالیٰ کے کمال قدرت کو پہچانا اور عجیب حکمتوں اور اپنے اعضاء کی منفعتوں سے خدا کے کمال کو دیکھا اور جن چیزوں کی حاجت یا ضرورت ہے یا جن سے فقط زیب و زینت ہے انہیں اپنے ساتھ مجتمع اور موجود دیکھنے سے لطف اور رحمتِ ذوالجلال کو دیکھا تو نفس کی پہچان جو ایسی ہے۔ وہ معرفت حق کی کنجی ہے۔

فصل :

آدمی نے جس طرح خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات سے پہچانا اور اس کی ذات کو اپنی ذات سے جانا اسی طرح حق تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس بھی اپنی تنزیہہ و تقدیس سے جانتا ہے اور خدا تعالیٰ کی تنزیہہ اور تقدیس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہم و خیال میں آئے وہ اس سے پاک و مقدس ہے اور اگرچہ کوئی جگہ خدا تعالیٰ کے تصرف سے خالی نہیں مگر کسی جگہ کے ساتھ منسوب ہو سکتے ہیں وہ بری اور منزہ ہے اور انسان اس تنزیہہ اور تقدیس کا نمونہ اپنے میں دیکھتا ہے اس لیے کہ جان کی حقیقت جسے ہم دل کہتے ہیں وہ بھی ان چیزوں سے منزہ اور پاک ہے جو وہم و خیال میں آئیں۔ کیونکہ اس کے لیے نہ مقدار و کمیت ہے نہ وہ قابل تقسیم ہے۔ اور جب وہ کمیت، کیفیت، قسمت دل سے دور ہے تو دل کا بے رنگ ہونا بھی لازمی ہے۔ اور جس چیز کا نہ کچھ رنگ ہو، نہ مقدار وہ کبھی خیال میں نہیں آسکتی کیونکہ خیال میں وہی چیز آتی ہے جسے یا جس چیز کا نہ کچھ رنگ ہو، نہ مقدار وہ کبھی خیال میں نہیں آسکتی کیونکہ خیال میں وہی چیز آتی ہے جسے یا جس کی جنس کو آنکھ دیکھ پاتی ہے۔ رنگ اور شکلوں کے سوا خیال اور نظر میں کچھ نہیں آتا۔ اور طبیعت جو یہ چاہتی ہے کہ معلوم ہو فلاں چیز کیسی ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ اس چیز کی شکل کیسی ہے چھوٹی ہے یا بڑی۔ اور جو چیز ان صفتوں یعنی صورت رنگت چھوٹائی بڑائی سے مبرا ہے اسے پوچھنا کہ کیسی چیز ہے، بے جا ہے۔

اے عزیز جس چیز میں چگونی کو دخل نہیں۔ اگر تو اسے دریافت کرنا چاہے تو اپنی حقیقت میں غور کر کے دیکھ کہ تیری حقیقت جو خدا کی معرفت کی جگہ ہے۔ ناقابل قسمت ہے اور اس کی نہ کچھ مقدار ہے نہ کمیت و کیفیت۔ اگر کوئی پوچھے کہ روح کیا چیز ہے اس کا جواب یہی ہوگا کہ چگونی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ جب تو نے اپنے آپ کو جانا کہ چگونی سے پاک اور مبرا ہے تو یہ بھی جان کہ حق تعالیٰ چونگی سے منزہ اور مقدس ہے اور پاک ہونے میں بہت اولیٰ ہے۔ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بے چوں اور بے چگوں کوئی چیز کیونکر موجود ہوگی۔ اور اپنی حقیقت کو نہیں پہچانتے کہ خود بے چوں اور بے چگوں موجود ہیں بلکہ آدمی اگر اپنے میں ڈھونڈھے تو ہزار چیزیں بے چون اور بے چگوں دیکھے یعنی اپنے میں درد، غصہ، عشق، مزہ وغیرہ دیکھ لے اور اگر چاہے کہ ان چیزوں کی چونی اور چگونی دریافت کرے تو نہیں دریافت کر سکتا۔ اس لیے کہ ان چیزوں کی نہ رنگت ہے نہ صورت تو اس سوال کو کہ کیونکر اور کیسا ہے غصہ درد، وغیرہ میں کچھ دخل نہیں تو معلوم ہوا کہ بے چون و بے چگوں چیزیں بھی موجود ہیں بلکہ اگر کوئی آواز یا مزہ یا بو کی حقیقت دریافت کرنا چاہے کہ یہ چیزیں کیسی ہیں تو نہیں ہو سکتا۔ آدمی ان کے دریافت کرنے میں عاجز ہے اور عاجزی کا سبب یہ ہے کہ چون اور چگون مقتضائے خیال ہے کہ جس بصر سے حاصل ہوتا ہے تو خیال ہر چیز میں آنکھ کا حصہ تلاش کرتا ہے اور جو چیز کان کی مملکت ہے۔ جیسے آواز اس میں آنکھ کا کچھ حصہ نہیں بلکہ آواز کی چونی اور

چگونی دریافت کرنا محال ہے اس لیے کہ جس طرح رنگت اور صورت سمع کی حس سے بے تعلق و مبّرا ہے اسی طرح آواز حسِ بصر سے پاک و منزہ ہے اسی طرح جو چیز حاسۂ دل میں آتی اور عقل سے پہچانی جاتی ہے۔ وہ اور سب حواس سے پاک ہے اس میں کسی حواس کا حصہ نہیں اور چونی و چگونی محسوسات میں ہوتی ہے یہ تحقیق و غور کرنے کی بات ہے اور اس کی تفصیل کتب معقولات میں بیان ہو چکی ہے اس کتاب میں جس قدر بیان ہوا یہی کافی ہے اور اس بیان سے غرض یہ ہے کہ اپنی بے چونی اور بے چگونی سے حق تعالیٰ کی بے چونی و بے چگونی کو آدمی پہچان سکتا ہے۔

اے عزیز اس بات کو جان کہ جان موجود ہے اور بدن کی بادشاہی اور بدن میں جن جن چیزوں کے لیے چونی اور چونگی حاصل ہے وہ اس بادشاہ یعنی جان کی مملکت ہے اور جان خود بے چون و چگون ہے اسی طرح بادشاہ عالم یعنی حق تعالیٰ بے چون اور بے چگون ہے۔ اور محسوسات جو چونی اور چگونی رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی مملکت ہے۔ حق تعالیٰ کی تنزیہ کا دوسرے طور پر بیان یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو کسی جگہ کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے کہ خدا اس جگہ ہے اور جان کو کسی عضو کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے کہ جان ہاتھ میں ہے یا پاؤں میں ہے یا سر میں ہے یا اور کسی عضو میں ہے بلکہ بدن کے سب اعضاء قسمت پذیر ہیں۔ یعنی ٹکڑے ہو سکتے ہیں اور جان قسمت پذیر نہیں یعنی ٹکڑے نہیں ہو سکتی اور جو چیز قسمت پذیر نہ ہو تقسیم ہونے والی چیز میں اس کا سمانا محال ہے اس لیے اگر وہ اس میں سما جائے تو قسمت پذیر ہو جائے گی اور باوصف اس کے کہ جان کسی عضو کے ساتھ منسوب نہیں ہو سکتی۔ مگر کوئی عضو جان کے تصرف سے خالی نہیں ہے بلکہ سب اعضاء جان کے تصرف و حکم کے تحت ہیں اور جان سب اعضاء کا بادشاہ ہے اسی طرح تمام عالم بادشاہ عالم یعنی حق تعالیٰ کے تصرف میں ہے۔ اور حق تعالیٰ اس امر سے منزہ اور پاک ہے کہ کسی خاص جگہ کے ساتھ اسے منسوب کریں درحقیقت تقدس اور تنزیہ کا تمام حال جب عیاں ہوتا ہے۔ جبکہ روح کی خاصیت در راز صاف صاف بیان ہو۔ اور اسے بیان کرنے کی اجازت نہیں اور:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ — بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس کی صورت پہ پیدا فرمایا۔

کا پورا حال اسی سے ظاہر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اے عزیز تو نے خدا تعالیٰ کی ذات کو تو جان لیا اور اس کی صفات اور چونی و چگونی سے اس کے پاک ہونے کو بھی پہچان لیا۔ اور کسی جگہ کے ساتھ منسوب ہونے سے خدا تعالیٰ پاک ہے یہ بھی تجھ کو معلوم اور یقین ہے اور آدمی کا نفس معرفت کی کنجی ہے یہ امر بھی مقرر بیان ہو چکا ہے۔

اب ابواب معرفت میں سے ایک یہ بات باقی ہے کہ اپنی مملکت میں حق تعالیٰ کا بادشاہی کرنا اور حکمرانی

فرمانا کس طرح پر ہے۔ اور فرشتوں کو حکم فرمانا، فرشتوں کا حکم بجالانا اور ملائکہ کے ہاتھ سے کام لینا، آسمان سے زمین پر بھیج دینا، آسمانوں اور تاروں کو حرکت میں لانا۔ زمین کے باشندوں کے کام وابستہ آسمان بنانا، رزق کی کنجی آسمان کے سپرد کرنا۔ یہ سب امور کس طرح ہیں معرفت حق تعالیٰ میں یہ بڑا باب ہے جس طرح پہلی معرفتوں کو معرفت ذات وصفات کہتے ہیں۔ اس معرفت کو معرفت افعال کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ نفس کی معرفت اس معرفت کی بھی کنجی ہے اور جب تو یہ جانے گا کہ اپنی مملکت بدن میں کس طرح بادشاہی کرتا اور کس طرح احکام جاری کرتا ہے تو یہ بھی جانے گا کہ بادشاہ عالم کس طرح حکمرانی فرماتا ہے۔ تو چاہیئے کہ پہلے تو اپنے آپ کو پہچان اور اپنے ایک ایک کام کو جان مثلاً جب کاغذ پر تو بسم اللہ لکھنا چاہتا ہے۔ تو تجھ میں پہلے لکھنے کی خواہش وارادہ پیدا ہوتا ہے پھر دل میں حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ وہ دل جو گوشت ہے اور بائیں طرف لٹکتا ہے۔ اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ دل سے ایک جسم لطیف جنبش کر کے دماغ میں ہو جاتا ہے۔ اور جسم لطیف کو طبیب لوگ روح کہتے ہیں جو حس وحرکت کی قوتوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور یہ روح اور ہے۔ اس سے جو چار پایوں میں ہوتی ہے اور موت کو اس میں دخل ہے اور وہ روح اور ہے جسے ہم دل کہتے ہیں وہ چار پایوں میں نہیں ہوتی اور وہ روح ہرگز نہیں مرتی کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے یہی روح جنبش کرتی ہے اور جب دماغ میں پہنچتی ہے تو دماغ کے پہلے خزانہ میں جو قوت خیال کی جگہ ہے بسم اللہ کی صورت پیدا ہوتی ہے اور دماغ سے پٹھوں پر کچھ اثر پہنچتا ہے۔ پٹھے دماغ سے نکل کر بدن میں سب طرف پہنچتے ہیں اور انگلیوں میں تاگے کی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ جو شخص دبلا ہو اس کے بازو میں ان پٹھوں کو لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ غرض کہ اس اثر سے یہ پٹھے جنبش کرتے اور سرانگشت کو جنبش دیتے ہیں اور انگلی کا سر قلم کو جنبش دیتا ہے۔ تو بسم اللہ کی صورت اس صورت کے موافق جو خیال کے خزانہ میں ہے جو اس کی معاونت خصوصاً آنکھ کی اعانت سے پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ تو جس طرح اس کام یعنی لکھنے کی ابتداء رغبت ہے۔ جو پہلے تجھ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے سب کاموں کا آغاز اس کی صفات میں سے ایک صفت میں سے ہوتا ہے۔ اور ارادہ اسی صفت سے عبارت ہوتا ہے۔ اور جس طرح لکھنے کے ارادہ کا اثر پہلے عرش پر پیدا ہوتا ہے پھر اوروں تک پہنچتا ہے۔ اور جیسے بخارات کی طرح جسم لطیف دل کی رگوں کی راہ سے اس اثر کو تیر سے دماغ میں پہنچاتا ہے اور اس جسم لطیف کو روح کہتے ہیں۔ ویسے ہی خدا تعالیٰ کے لیے بھی ایک جوہر ہے کہ اس کے ارادہ کو عرش سے کرسی تک پہنچاتا ہے اور اس جوہر کو فرشتہ اور روح القدس کہتے ہیں اور جس طرح دل سے دماغ کو اثر پہنچتا ہے اور دماغ دل کی حکومت اور تصرف میں دل کے نیچے ہے اسی طرح حق تعالیٰ کے ارادہ کا اثر عرش سے کرسی کو پہلے پہنچتا ہے اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔ اور جس طرح بسم اللہ جو تیرا مقصود ہے اور تیرا

فعل ہوگا۔ اس کی صورت دماغ کے خزانہ اول میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کے موافق فعل ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جس طرح کی صورت عالم میں ظاہر ہوگی اس کا نقش پہلے لوح محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور تیرے دماغ میں جس طرح قوت لطیف ہے کہ پٹھوں کو جنبش دیتی ہے تاکہ پٹھے ہاتھ اور انگلی کو جنبش دیں اور انگلی قلم کو حرکت دے اسی طرح جواہر لطیف یعنی فرشتوں عرش اور کرسی پر مقرر ہیں۔ آسمانوں اور تاروں کو جنبش دیتے ہیں اور جس طرح دماغ کی قوت رگوں اور پٹھوں کی اعانت سے انگلیوں کو جنبش دیتی ہے اسی طرح وہ جواہر لطیف جن کو ملائکہ کہتے ہیں تاروں اور تاروں کے تار شعاعی کے واسطہ سے عالم سفلی یعنی[1] امہات عالم سفلی کی طبیعتوں کو جنبش دیتے ہیں۔ ان کو چار طبع یعنی گرمی سردی، تری، خشکی بھی کہتے ہیں۔ اور جس طرح قلم سیاہی کو جنبش دیتا ہے اور پراگندہ اور جمع کرتا ہے تاکہ بسم اللہ کی صورت پیدا ہو اسی طرح یہ گرمی، سردی بھی پانی اور مٹی اور ان مرکبات کی اصلوں کو جنبش دیتی ہے اور جس طرح کاغذ پر سیاہی کو قلم جب بکھیرتا اور جمع کرتا ہے تو کاغذ اسے قبول کرلیتا ہے اسی طرح تری ان مرکبات کو شکل کے قابل بناتی اور خشکی انہیں شکل کا نگہبان کر دیتی ہے۔ تاکہ مرکبات اس شکل کی حفاظت کریں اور اس شکل کو چھوڑ نہ دیں۔ اس لیے کہ اگر تری ہی ہو تو مرکبات خود شکل قبول نہ کریں اور اگر خشکی نہ ہو تو شکل کی حفاظت نہ کرسکیں اور جس طرح قلم جب اپنا تمام کام کرتا اور اپنی حرکت کو اختتام کرتا ہے تو بسم اللہ کی صورت آنکھ کی مدد سے اس نقش کے موافق جو خزانہ خیال میں تھا پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب سردی گرمی ان مرکبات کی اصلوں کو حرکت دیتی ہے تو فرشتوں کی مدد سے حیوان نباتات کی صورت اس عالم میں اس صورت کے موافق جو لوحِ محفوظ میں تھی پیدا ہوتی ہے اور جس طرح تیرے سب کاموں کا اثر تیرے دل سے پیدا ہو کر سب اعضا میں پھیلتا ہے۔ اسی طرح عالم اجسام کا آغاز کار عرش میں ہوتا ہے اور جس طرح اس خاصیت کو پہلے دل قبول کرتا ہے اور اعضا اس کے بعد اور لوگ دل کو تیرے ساتھ نسبت دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ تو دل میں رہنے والا ہے۔ اسی طرح جب سب چیزوں پر تصرف عرش کے واسطے سے ہے۔ لوگ جانتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ ساکن عرش اعلیٰ ہے۔ اور جس طرح جب دل پر تو غالب ہوا اور دل کا کام درست ہوگیا تو مملکت کی تدبیر تو کرسکتا ہے۔ اسی طرح جب حق سبحانہ تعالیٰ عرش پیدا کرنے سے عرش پر غالب ہوا۔ اور عرش سیدھا کھڑا اور مغلوب ہوگیا تو تمام مملکت عالم کی تدبیر بن گئی۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ — پھر عرش پر استویٰ فرمایا (جیسا اسکی شان کے لائق ہے) وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

---

[1] چار عناصر سے بنی ہوئی چیزیں۔

اسی سے عبارت ہے اے عزیز جان کہ یہ سب حق ہے اور جو لوگ صاحب بصیرت ہیں۔ ان کو مکاشفہ سے صاف معلوم ہو چکا ہے ۔ اور فی الحقیقت وہ جانتے ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ — البتہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آدم کو اپنی صورت پر۔

اور اس بات کو حق جان کہ بادشاہوں کو بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر تجھے تیری مملکت پر بادشاہ نہ بنایا ہوتا۔ اور خداوند تعالیٰ نے اپنی مملکت کا مختصر سا نسخہ تجھے خود نہ دیا ہوتا تو خداوند عالم کو ہرگز نہ پہچان سکتا تو اس بادشاہ کا شکر کر جس نے تجھے پیدا کیا اور بادشاہی کا رتبہ دیا اور اپنی مملکت کے نمونہ پر تجھے مملکت دی دل سے تیرا عرش روح حیوانی، جس کا منبع دل ہے۔ اس سے تیرا اسرافیل بنایا اور دماغ سے تیری کرسی خزانہ خیال سے تیری لوح محفوظ بنائی۔ آنکھ، کان، اور سب حواس سے تیرے فرشتے، دماغ کا گنبد چوپٹوں کا منبع ہے۔ اس سے تیرے آسمان اور تارے بنائے اور انگلی قلم سیاہی سے طبائع تیرے مسخر فرمائے۔ تیرے دل کو بے چون و چگون پیدا کر کے سب اعضاء پر بادشاہ کر دیا تو تجھ سے فرمایا کہ اپنی بادشاہی سے ہرگز غافل نہ رہنا ورنہ اپنے خالق سے غافل رہے گا۔

فَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ فَاعْرِفْ نَفْسَکَ یَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّکَ۔

پس بے شک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر پس اگر پہچان لے تو اپنے نفس کو اے انسان پہچان لے گا تو اپنے رب کو۔ ۱۲۔

فصل:

یہ سب کچھ جو بیان ہوا کہ آدمی کی بادشاہی حضرت مالک کائنات کی سلطنت کا نمونہ ہے۔ اس سے دو بڑے بڑے علوم کی طرف اشارہ ہے ایک آدمی کے نفس کا علم اور قوتوں اور صنعتوں کے ساتھ اس کے اعضاء کا تعلق اور دل کے ساتھ صفات اور قوتوں کے تعلق کا حال معلوم ہوا یہ ایسا طویل علم ہے کہ اس کتاب مختصر میں اس کی تحقیق بیان نہیں ہو سکتی۔ اور دوسری یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ بادشاہ عالم کی مملکت کو فرشتوں سے اور ابلیس میں اور آسمان، عرش، کرسی کو ملائکہ سے تعلق و ربط ہے یہ بھی بڑا علم ہے اور اس اشارہ سے یہ مطلب ہے کہ جو شخص زیرک و ہوشیار ہوگا ان سب باتوں کا اعتقاد کرے گا اور ان سب باتوں سے خدا تعالیٰ کی عظمت جانے گا اور جو سفید واحمق ہوگا۔ وہ یہ بھی نہیں جانے گا کہ خود کیونکر غافل و نادان اور کیوں مبتلائے نقصان رہا کہ ایسے بادشاہ ذوالجلال صاحب حسن و جمال کے دیدار سے محروم و محجوب ہے اور

مخلوقات کو حضرت الہیت کے جمال سے کیا خبر ہوگی۔ مگر اس قدر جو بیان کیا گیا فقط یہ بھی اس لیے ہے کہ لوگ کچھ پہچان سکیں کہ خدا کیا ہے۔

فصل :

جو لوگ علم طبیعی کے عالم اور علم نجوم سے واقف ہیں وہ بے چارے محروم ہیں۔ کیونکہ وہ کاموں کو عناصر و ستاروں کے سپرد کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چیونٹی کاغذ پر چلے اور کاغذ کو دیکھے کہ سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس پر نقش بنتا ہے پھر غور کرکے قلم کی نوک کو دیکھے اور خوش ہو کہ میں نے اس کام کی حقیقت پہچان لی اور فراغت پائی کاغذ پر یہ نقش قلم ہی بناتا ہے۔ بس یہی حال علم طبیعی کے عالم کا ہے۔ کہ اخیر درجہ کے محرک کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس چیونٹی کے دوسری چیونٹی جس کی آنکھ بڑی اور نگاہ تیز ہو آئے اور پہلی چیونٹی سے کہے تو نے غلطی کی میں تو اس قلم کو تابع دیکھتی ہوں۔ اور قلم کے علاوہ ایک اور چیز بھی دیکھتی ہوں وہ نقاشی کرتی ہے۔ قلم نقاشی نہیں کرتا۔ قلم انگلیوں کا تابع ہے یہی نجومی کی مثال ہے کہ عالم طبیعی سے اس کی نگاہ دور پہنچی اس نے دیکھا کہ طبائع ستاروں کے مسخر اور مطیع ہیں۔ لیکن نہ سمجھا کہ ستارے فرشتوں کے اختیار میں ہیں۔ اور ان درجوں پر جو کہ اس کی سمجھ اور علم سے اعلیٰ تھے پہنچ نہ سکا۔ اور جس طرح منجم اور طبیعی کے درمیان عالم اجسام میں یہ فرق ہے اور اسی وجہ سے اختلاف واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان جو عالم ارواح میں ترقی کرتے ہیں۔ اختلاف واقع ہوتا ہے۔ کہ اکثر نے عالم اجسام سے ترقی نہ کی اور عالم اجسام سے باہر انہوں نے کوئی چیز نہ پائی وہ لوگ پہلے ہی درجہ پر رہ گئے۔ اور عالم ارواح کی طرف جو معراج کی راہ ہے ان پر بند ہو گئی اور عالم ارواح یعنی عالم انوار میں بھی اسی طرح سب دشوار گزار راہیں اور رکاوٹیں ہیں۔ ان میں سے بعض کے ستاروں بعض کے ماہتاب اور بعض کے درجات آفتاب کی طرح ہیں۔ اور یہ ان لوگوں کی معراج کے مراتب ہیں جنہیں حق تعالیٰ ملکوت و آسمان دکھاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

اور اسی طرح ہم نے دکھائی ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔

تحقیق کہ میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اس کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو۔

اور اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابًا مِّنْ

بے شک اللہ کے لیے ستر ہزار نور کے پردے

نُورِہٖ کو کشفہا لاحترقت سبحات وجہہ کل من ادرکہ بصرہ۔

ہیں۔ اگر اٹھائے ان کو تو بے شک جلادیں تجلیاں اس کے رُخ کی ان سب کو جن پر اُس کی نظر پڑے۔

کتاب مشکوٰۃ الانوار اور مصباح الاسرار میں ہم نے اس مطلب کی تفصیل و شرح لکھی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے اے عزیز مقصود یہ ہے تو اس بات کو جاننے کہ بے چارے علم طبیعی کے عالم نے کسی چیز کو سردی، گرمی کے حوالہ کیا ہے درست کیا ہے۔ اگر گرمی سردی اسباب الہٰی کے درمیان نہ ہوتی تو علم طب باطل ہو جاتا۔ لیکن اس اعتبار سے خطا کی کہ اس کی نگاہ کم اور کوتاہ تھی مدد نہ کر سکی پہلی منزل میں رہ گیا۔ اور گرمی سردی کو اصل ٹھہرایا۔ مسخر نہ سمجھا اور ان ہی کو مالک جانا۔ نوکر نہ سمجھا حالانکہ گرمی سردی ان بے قدر نوکروں میں سے ہے۔ جو جوتوں کے پاس والی صف میں کھڑے رہتے ہیں اور نجومی نے جو ستاروں کو اسباب الہٰی میں داخل کیا تو سچ کہا۔ اس لیے کہ گرمی میں گرمی اس وجہ سے ہوتی ہے۔ کہ آفتاب وسطِ آسمان کے نزدیک اور جاڑے میں دور ہوتا ہے۔ اور جس خدا کی قدرت میں یہ ہے کہ آفتاب کو گرم و روشن بنایا۔ کیا تعجب کہ زحل کو سرد خشک اور زہرہ کو گرم تر پیدا کرے۔ یہ سمجھ ایمان میں کچھ خلل نہیں ڈالتی۔ لیکن نجومی نے یہ غلطی کی کہ ستاروں کو اصل سمجھا اور کاموں کو ان ہی کے سپرد جانا اور ستاروں کا مسخر ہونا نہ دیکھا۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ — اور سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ۔ — سورج چاند اور ستارے اس کے حکم کے مطیع ہیں۔

نہ سمجھا کہ مسخر وہ ہے جسے کام میں لائیں تو ستارے کار گزار ہیں اپنی طرف سے کام نہیں کرتے۔ بلکہ جس طرح پٹھے اعضاء کو حرکت دینے میں اس کی طرف سے کام میں آتے ہیں۔ جو دماغ میں ہے اسی طرح ستارے بھی ان فرشتوں کے واسطے سے کام میں رہتے ہیں کام میں لگے ہوئے ہیں اور ستارے بھی اگرچہ نقیبوں کے درجے سے کم رتبہ نوکر ہیں۔ لیکن چار طبائع جو کاتب کے قلم کی طرح سب سے اخیر درجہ کے فرماں بردار ہیں ان کی طرح ستارہ اخیر درجہ کے نوکروں میں نہیں جو جوتوں کی صف میں رہتے ہیں۔

فصل:

لوگوں میں ایسے بہت سے اختلافات ہیں کہ ایک ایک لحاظ سے ہر ایک کی باتیں سچ و درست ہیں۔ لیکن لوگ ایک چیز کا کچھ حصہ دیکھتے ہیں۔ اور کچھ نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پورا دیکھ لیا۔ ان لوگوں کی یہ مثال ہے۔ جیسے اندھوں کا حال کہ اندھے جب سنتے ہیں کہ ان کے شہر میں ہاتھی آیا ہے۔ تو اس کو

پہچانتے جاتے اور سمجھتے ہیں کہ اس کو ہاتھ سے پہچان سکیں گے۔ اور ہاتھ سے ٹٹولتے ہیں۔ کسی کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑتا ہے۔ کسی کا پاؤں پر کسی کا دانت پر۔ یہ اندھے جب اور اندھوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان سے ہاتھی کی صورت دریافت کرتے ہیں تو ان میں سے جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے پاؤں پر پڑا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے درخت کا تنا اور جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون اور جس کا ہاتھ کان پر پڑا تھا وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کمبل۔ تو سب ایک ایک اعتبار سے سچ کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے دھوکا بھی کھاتے ہیں کہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے تمام ہاتھی کو پہچان لیا اور حقیقت میں پورے ہاتھی کو نہیں پہچانا تھا۔ اسی طرح نجومی، اور طبیعی کی آنکھ نے خدا تعالےٰ کے ایک نوکر اور فرماں بردار کو دیکھا۔ اس کی سلطنت قاہرہ اور قدرت کاملہ سے دنگ ہو کہ نوکر کو کہا کہ یہی بادشاہ ہے۔

هٰذَا رَبِّیْ — یہ میرا پروردگار ہے۔

جب کسی نے راہ راست بتائی اور جن کو اپنا رب سمجھا ہوا تھا۔ ان سب کا نقص بھی اس نے دیکھا اور ان کے علاوہ دوسرے کو دیکھا تو کہا کہ جسے میں رب سمجھتا تھا۔ وہ تو اور کے حکم کے تابع ہے اور جو دوسرے کے حکم کے تابع ہو وہ خدائی کے لائق نہیں۔

لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ — میں غروب ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فصل:

کواکب وطبائع اور بروج وفلک الکواکب جو بارہ برجوں پر تقسیم ہیں اور ان کے علاوہ عرش عظیم ہے ایک اعتبار سے ان سب کی مثال اس بادشاہ کی سی ہے۔ جس کا ایک خاص کمرہ ہو۔ اور اس کا وزیر اس کمرہ میں بیٹھا ہو۔ اور اس کمرہ کے اردگرد بارہ دروازوں کا پردہ ہو اور ہر ہر دروازہ میں اس وزیر کا ایک ایک سنتری بیٹھا ہو۔ اور سات نقیب جو سوار ہوں باہر سے ان دروازوں کے گرد گھومتے ہوں۔ اور پیش دستوں کو وزیر کے جو احکام آتے ہیں۔ سناتے ہوں۔ اور چار پیادے ان سات سے دور کھڑے ہوں اور ان سواروں کو دیکھ رہے ہوں کہ در دولت سے انہیں کیا حکم ملتا ہے اور ان چاروں پیادوں کے ہاتھ میں چار کمندیں ہوں کہ انہیں ڈال کر کسی گروہ کو حکم کے موافق درگاہ میں کریں۔ کسی گروہ کو خلعت اور کسی کو سزا اور اذیت دیں۔ عرش کمرہ خاص کے مانند۔ اور وزیر مملکت کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور وہ وزیر ایک بڑا مقرب فرشتہ اور تاروں والا آسمان پردہ ہے۔ بارہ برج بارہ دروازے اور اس وزیر کے نائب و فرشتے ہیں۔ ان فرشتوں

کا درجہ اس مقرب فرشتہ کے درجے سے کم ہے۔ اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک کا سپرد ہے اور سات ستارے سات سوار ہیں۔ کہ نقیبوں کی طرح ان دروازوں کے گرد ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں۔ اور ہر ہر دروازے سے انہیں ایک ایک قسم کا حکم پہنچتا رہتا ہے۔ اور جن کو عناصر اربعہ کہتے ہیں۔ یعنی آگ، پانی خاک، ہوا چاروں پیادوں کی مانند ہیں۔ کہ اپنے وطن سے باہر نہیں جاتے اور چار طبیعتیں یعنی گرمی، سردی تری، خشکی چار کمندیں ان پیادوں کے ہاتھ میں ہیں مثلاً جب کسی کا حال خراب ہو جائے یعنی دنیا سے اپنا منہ پھیرے اور رنج و درد اس پر غالب ہو جائے، دنیا کی نعمتیں اسے دل سے بری معلوم ہونے لگیں اور انجام کار رنج و فکر اسے گھیرے تو طبیب کہے گا کہ یہ بیمار ہے اور اس بیماری کو مالیخولیا کہتے ہیں۔ اس کا علاج افتیمون کا جوشاندہ ہے۔ طبیعی کہے گا کہ خشکی جب دماغ میں غالب ہو جاتی ہے۔ اس وقت یہ بیماری پیدا ہوتی اور جاڑوں کی ہوا اس خشکی کا سبب ہے۔ جب تک فصل بہار نہ آئے اور ہوا میں رطوبت نہ آ جائے۔ یہ بیمار اچھا نہ ہو گا۔ اور نجومی کہے گا کہ اس شخص کو وہم ہے۔ عطارد کو مریخ سے جب منحوس مشاکلت ہوتی ہے تو وہم پیدا ہوتا ہے۔ جب تک عطارد سعدین کے مقابلے یا تثلیث پر نہ آئے گا اس شخص کا حال درست نہ ہو گا۔ طبیب طبیعی اور نجومی سب سچ کہتے ہیں۔

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ۔ ان کا مبلغ علم اتنا ہی ہے۔

لیکن یہ بات کہ حضرت ربوبیت سے اس شخص کی سعادت کا حکم ہوا اور دو نقیب آزمودہ کار یعنی عطارد و مریخ کو اس لیے بھیجا کہ درگاہ الٰہی کے پیادوں میں سے ایک پیادہ یعنی ہوا خشکی کی کمند ڈالے اور اس شخص کے دماغ میں خشکی ڈال دے اور دنیا کی لذتوں کی طرف سے اس شخص کا منہ پھیر دے۔ ڈر گیا اور تکلیف کے کوڑے مار کر اور قصد و طلب کی مہار پھیر کر اسے درگاہ الٰہی میں بلائے نہ علم طب میں ہے نہ علم طبعی و نجوم میں بلکہ یہ گوہر آبدار علم نبوت کے بحر ناپیدا کنار سے نکلتا ہے۔ یعنی یہ بات علوم نبوت کے عالم سے معلوم ہوتی ہے جو مملکت کے سب کناروں اور جناب احدیت کے سب عالموں نقیبوں اور نوکروں کو محیط ہے اور پہچانتا ہے کہ ہر ایک عامل وغیرہ کس کام کے لیے ہیں اور کس کے حکم سے حرکت کرتے ہیں۔ اور خلق کو کہاں بلاتے کہاں سے باز رکھتے ہیں تو ہر ایک نے جو کہا سچ کہا لیکن بادشاہ مملکت اور تمام سپہ سالاروں کے راز سے خبر نہ ہوئی۔ خدا تعالیٰ اسی طرح بلا بیماری اور خیال تکلیف سے لوگوں کو اپنے حضور بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ بیماری نہیں ہماری مہربانی کی کمند ہے ہم اپنے دوستوں کو اس کمند کے ذریعے اپنے حضور میں بلاتے ہیں:

ان البلاء موکل بالانبیاء ثم — بے شک بلا مقرر کی گئی ہے انبیاء پر پھر اولیاء

الاولیاء ثم الامثل فالامثل۔ پر درجہ بدرجہ۔

بیمار جان نہ دیکھو کہ یہ میرے خاص بندے ہیں۔

مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ میں بیمار ہوا تو نے میری عبادت نہ کی۔

انہیں کی شان میں آیا ہے۔ آدمی کی بادشاہی جو اس کے بدن کے اندر ہے اس کا حال پہلی مثال سے معلوم ہوا۔ اور آدمی کی بادشاہی جو اس کے بدن سے باہر ہے اس کا حال دوسری مثال سے واضح ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بدن سے باہر کی بادشاہی کی پہچان بھی اپنے آپ کو پہچاننے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے معرفت نفس کو پہلا عنوان قرار دیا یعنی اسے پہلے بیان کیا۔

فصل :

اے عزیز اب تو :

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر

پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

کے معنی سمجھ کہ یہ چھوٹے سے چار کلمے معرفت الٰہی کے جامع ہیں اور جب تو نے اپنی پاکی اور تنزیہ سے خدا تعالیٰ کی پاکی و تنزیہ پہچان لی تو سبحان اللہ کے معنی پہچان لیے اور جب تو نے اپنی بادشاہی سے خدا تعالیٰ کی بادشاہی مفصل طور پر جان لی کہ تمام اسباب اور درمیانی واسطے اسی کے تابع ہیں۔ جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں تو الحمد للہ کے معنی جان لیے کہ جب اس کے سوا کوئی نعمت دینے والا نہیں ہے تو حمد و شکر اس کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہو سکتا۔ اور جب تو نے یہ امر معلوم کر لیا کہ احکم الحاکمین کے سوا کوئی خود مختار حاکم نہیں تو لا الہ الا اللہ کے معنی بھی تجھ کو معلوم ہو گئے۔ اب اللہ اکبر کے معنی پہچاننے چاہئیں اور یہ بات جاننی چاہیئے کہ یہ سب کچھ جو تو نے پہچانا ہے خدا تعالیٰ کی کنہ اور حقیقت کو نہیں جانا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بہت بزرگ اور بڑا ہے۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس بات سے بزرگ تر اور بڑا ہے۔ کہ خلق اسے قیاس سے پہچان سکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اوروں سے بڑا اور بزرگ ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ اور کوئی چیز خود موجود نہیں کہ وہ اس چیز سے بزرگ اور بڑا ہو۔ اس لیے کہ سب موجودات اسی کے وجود کا نور ہے۔ اور آفتاب کا نور آفتاب سے علاوہ اور کوئی چیز نہیں کہ یہ بات کہہ سکیں کہ آفتاب اپنے نور سے بڑا اور بزرگ ہے بلکہ اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس امر سے بزرگ ہے کہ عقل و قیاس سے آدمی اسے پہچان سکے۔ معاذ اللہ حق تعالیٰ کی پاکی اور تنزیہ آدمی کی پاکی اور تنزیہ سی کیا ہو گی۔ آدمی تو کیا وہ تمام مخلوقات کی مشابہت سے پاک ہے اور معاذ اللہ

خدا تعالیٰ کی بادشاہی آدمی کی بادشاہی کے کیا مشابہ ہوگی۔ جو اسے اپنے بدن پر ہے اور نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے علم و قدرت صفات وغیرہ آدمی کی صفتوں کی مانند کیسے ہو سکتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ایک شائبہ سا ہے کہ تجھے عجز و بشریت کی حالت میں حضرت الٰہیت کا کچھ جمال حاصل ہو جائے۔ اور اس شائبہ کی مثل ایسی ہے جیسے ہم سے کوئی لڑکا پوچھے کہ ریاست و سلطنت اور حکمرانی میں کیا مزہ ہوتا۔ اس سے ہم یہی کہیں گے جیسے گیند ڈنڈا کھیلنے میں مزہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اس مزہ کے سوا کوئی مزہ جانتا ہی نہیں اور جو مزہ اسے حاصل ہی نہ ہوگا۔ اس کو وہ قیاس سے پہچان بھی نہیں سکے گا۔ ہاں اس مزہ کو البتہ پہچانے گا جس کا شائبہ اسے حاصل ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ سلطنت کی لذت کو گلی ڈنڈا کھیلنے کی لذت سے کچھ نسبت نہیں لیکن بہر حال لذت اور خوشی کا نام دونوں پر صادق آتا ہے تو نام میں ایک وجہ سے کچھ برابر ہیں۔ اسی ذریعہ سے لڑکوں کو اس معرفت کا شائبہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اے عزیز معرفت الٰہی کا جو شائبہ اور مثالیں بیان ہوئی انہیں ایسا ہی جان تو خدا تعالےٰ کے سوا خدا تعالیٰ کی حقیقت کو تمام و کمال کوئی نہیں جان سکتا۔

فصل :

حق تعالیٰ سبحانہ کی معرفت کی تفصیل دراز ہے ایسی مختصر کتاب میں پورے طور پر بیان نہیں ہو سکتی جس قدر بیان ہوا۔ اتنا ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ لوگ آگاہ ہو جائیں۔ اور آدمی کو اپنی قدرت کے مطابق پوری معرفت ڈھونڈھنے کا شوق پیدا ہو جائے اس لیے کہ آدمی کا کمالِ سعادت اسی کی بدولت ہے۔ بلکہ آدمی کی سعادت کا ذریعہ خدا کی معرفت اور بندگی اور عبادت ہے اور یہ بات کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت میں ہے اس کی وجہ پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ لیکن یہ کہ بندگی اور عبادت بھی آدمی کے لیے موجب سعادت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب مرے گا تو خدا ہی سے سروکار ہوگا۔ الیہ المراجع و المصیر اور جس شخص کو کسی کے پاس رہنا ہو۔ اس شخص کا موجب سعادت یہی ہے کہ جس کے پاس رہتا ہے اُسے دوست رکھے۔ اور اسے جتنا زیادہ دوست رکھے گا اتنی ہی اس کی سعادت بڑھے گی اس لیے کہ محبوب کے دیدار میں بہت زیادہ لذت و راحت ہوتی ہے اور آدمی کے دل پر خدا تعالیٰ کی دوستی معرفت اور ذکر کی کثرت ہی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اور جب اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ تو اس کے دوستوں میں ہو جاتا ہے اسی لیے حق سبحانہٗ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا:

اَنَا بُدُّکَ اللَّازِمُ فَالْزِمْ بُدَّکَ

تو نے میرے ساتھ رہنا ہے۔ لہٰذا میری دوستی کا سامان فراہم کر۔

یعنی میں تیرا سہارا ہوں اور تیرا سروکار مجھی سے ہے۔ ایک دم میرے ذکر سے غافل نہ رہ اور دل پر ذکر جب ہی غالب ہوتا ہے کہ آدمی ہمیشہ عبادتوں میں مشغول رہے اور فراغت کے ساتھ عبادت اسی وقت ہوتی ہے کہ آدمی سے خواہشوں کا رشتہ متعلق ٹوٹ جائے اور خواہشوں کا تمام جب ہی ٹوٹتا ہے کہ آدمی گناہوں سے ہاتھ اٹھائے تو گناہوں سے ہاتھ اٹھانا فراغت دل کا سبب ہے اور عبادت کرنا غلبۂ ذکر کا ذریعہ اور یہ دونوں کے اسباب ہیں۔ اور محبت تخم سعادت ہے۔ اور سعادت نجات اور فلاح سے عبارت ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (الآیہ) بے شک مومنوں نے فلاح پائی۔

اور فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۵ بے شک اس نے نجات پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور یاد کیا اپنے پروردگار کا نام پھر نماز پڑھی۔

اور چونکہ سب کام عبادت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بعض ہو سکتے ہیں اور تمام خواہشوں سے دستبردار ہونا ناممکن ہے نہ درست ہے۔ اس لیے اگر آدمی کھانا نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا۔ اگر بیوی سے جماع نہ کرے گا نسل منقطع ہو جائے گی۔ یعنی بعض خواہشیں لائق ترک، بعض قابل عمل ہیں تو اندازہ و حد چاہیئے کہ قابل ترک کو لائق عمل سے جدا کر دے۔ اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا آدمی اپنی عقل، خواہش اور تجویز سے حد مقرر کرے۔ اور اپنی فکر و غور سے اختیار کرے یا دوسرے سے حد بندی اور اندازہ کرائے۔ اور یہ محال ہے کہ آدمی کو اپنی تجویز اور اپنے اختیار پر چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ خواہش خود اس پر غالب ہوتی ہے۔ اس پر ہمیشہ راہ حق پوشیدہ رکھتی ہے اور جس چیز سے آدمی کی مراد برائی ہے خواہش کے سبب وہ چیز اسے اچھی نظر آتی ہے۔ تو چاہیئے کہ خود مختار نہ کیا جائے۔ بلکہ کسی دوسرے کا فرماں بردار بنایا جائے۔ اور ہر ایک اس قابل نہیں۔ کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ بلکہ اس کے لیے بڑا دور اندیش ہونا چاہیئے اور وہ انبیاء ہیں۔ تو یہ شریعت کی اتباع اور اس کی حدود و احکام کو لازم پکڑنا ضرور سعادت کا راستہ متصور ہوگا۔ اور بندگی کے یہی معنی ہیں۔ اور جو شخص شریعت کی حدود سے گذر جائے گا۔ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کے خوف میں پڑے گا۔ اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط جو اللہ کی حدود سے بڑھ گیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

فصل :

غیر مباح کو مباح جانتے والے خدا تعالیٰ کی حدود سے اور اس کے احکام سے دستبردار ہو گئے اس غلطی اور نادانی کی سات وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ اس فرقہ کی نادانی کی یہ ہے کہ یہ خدائے تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا کیونکہ اس بے چون کو وہم و خیال کے تہ خانہ میں چگونی کے ساتھ ڈھونڈھا۔ جب نہ پایا تو اس کی خدائی سے انکار کیا۔ اور کاموں کو طبیعت اور تاروں کے حوالے کیا۔ اور یہ سمجھے کہ آدمی، حیوانات اور یہ عجیب جہاں اس حکمت و ترتیب کے ساتھ خود بخود پیدا ہوئے ہیں۔ یا آپ سے آپ ہمیشہ سے ہیں۔ یا یہ سب طبیعت کا کام ہے۔ جب علم طبیعی کا عالم خود اپنی ذات سے بے خبر ہے تو اور چیز کو کیا پہچانے گا۔ اور ان کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اچھا سا خط دیکھے اور سمجھے یہ آپ سے آپ پیدا ہوا ہے۔ اس میں کاتب کے علم و قدرت اور ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہے یا یہ خط ہمیشہ یوں ہی لکھا ہوا تھا اور جس کا اندھا پن اس قدر ہو وہ بدبختی اور گمراہی کی راہ سے کبھی نہ پھر سکے گا۔ اور نجومی اور طبیعی کی غلطی پہلے ہی بیان ہو چکی ہے دوسری وجہ اس گروہ کے جہل اور نادانی کی ہے۔ کہ آخرت کا معتقد نہ ہوا کیونکہ وہ لوگ یہ سمجھے کہ آدمی گھاس پات کی مثل یا اور حیوانوں کے مانند ہے۔ جب مر جائے گا۔ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس پر عتاب ہے نہ اس کا حساب نہ اس پہ عذاب ہے نہ اس کو ثواب۔ اور اپنے نفس کو نہ جاننا اس جہل کا سبب ہے۔ کہ خود اپنی فطرت کو گدھا، بیل یا گھاس تصور کرتا ہے۔ اور وہ روح جو آدمی کی حقیقت ہے اسے نہیں پہچانتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی۔ ہرگز کبھی نہ مرے گی۔ لیکن اس کا ڈھانچہ اس سے پھیر لیں گے اور اسی کو موت کہتے ہیں۔ موت کی حقیقت چوتھے عنوان میں بیان کی جائے گی۔ تیسری وجہ ان لوگوں کے جہل و نادانی کی یہ ہے کہ جناب احدیت اور قیامت پہ ایمان تو رکھتے ہیں۔ مگر ضعیف اور شریعت کے معنی نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کیا حاجت ہے اور ہمارے گناہ سے کیا رنج و تکلیف ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور ہماری عبادت سے بے پرواہ ہے اس کے نزدیک عبادت اور گناہ سب برابر ہے یہ جاہل قرآن شریف میں نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط	اور جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اس نے اپنے آپ کو پاک نہیں کیا مگر اپنی ذات کے لیے۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط	جس نے کوشش کی اس نے کوشش نہیں

کی مگر اپنی ذات کے لیے۔

پھر فرماتا ہے:

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ — اور جس نے نیک کام کیے اپنی ذات کے واسطے کیے۔

یہ بدبخت شریعت سے جاہل یہ جانتا ہے کہ شریعت یہ ہے کہ خدا کے لیے کام کیا جائے اپنے لیے نہیں اور یہ ایسا امر ہے کہ کوئی بیمار پرہیز نہ کرے اور کہے طبیب کو اس سے کیا کہ میں اس کا حکم مانوں یا نہ مانوں اس کا یہ کہنا تو سچ ہے لیکن وہ ہلاک ہو جائے گا طبیب کی حاجت کی وجہ سے نہ ہلاک ہو گا۔ بلکہ اس وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ کہ پرہیز نہ کرنے میں اس کی ہلاکت ہے۔ طبیب نے تو اسے صحت کی راہ بتائی کہ پرہیز کرے۔ اس نے نہ کیا تو راہ بتانے والے کا کیا نقصان۔ لیکن وہ خود ہلاک ہو جائے گا۔ جس طرح بدن کی بیماری اس جہان میں ہلاکت کا باعث ہے دل کی بیماری اس جہان میں شقاوت کا سبب ہے جس طرح دوا اور پرہیز بدن کی صحت اور سلامتی کا سبب ہے۔ عبادت اور معرفت اور گناہوں سے پرہیز دل کی سلامتی کا باعث ہے۔

وَلَا یَنْجُوْا اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ — اور کوئی نجات نہ پائے گا۔ مگر وہ شخص جو خدا کے پاس گناہوں سے دل سلامت لائے گا۔

چوتھی وجہ ان لوگوں کے جہل اور نادانی کی یہ ہے کہ شریعت سے بے خبر ہو کر کہتے ہیں کہ شرع حکم فرماتی ہے کہ خواہش، غصہ، ریا سے دل کو پاک کرو اور یہ امر ممکن نہیں۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ نے آدمی کو ان ہی چیزوں سے پیدا کیا ہے اور کہتے ہیں۔ کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص چاہے کہ سیاہ کو سفید کرے تو اس حکم کی تعمیل کرنا محال ہے اور احمق یہ نہیں سمجھتے کہ شرع نے یہ حکم نہیں دیا۔ کہ غصہ وغیرہ کو بالکل ہی ختم کر دو۔ بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ انہیں ادب سکھاؤ اور اس طرح دبائے رکھو کہ شرع اور عقل پر غالب نہ ہو جائیں اور سرکش نہ ہوتے پائیں۔ شرع کی حدود پر نگاہ رکھیں۔ اور گناہ کبیرہ سے دور رہیں۔ تاکہ غفور رحیم ان کے صغیرہ گناہ بخش دے۔ اور یہ بات ممکن ہے۔ کیونکہ بہت لوگ اس درجہ پر پہنچتے ہیں اور کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ کہ غصہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور عیش و عشرت نہ چاہیئے۔ حالانکہ آپ کی نو بیویاں تھیں اور فرمایا میں تمہاری طرح آدمی ہوں۔

اَغْضِبُ کَمَا یَغْضِبُ الْبَشَرُ۔ یعنی آدمی کی طرح مجھے غصہ آتا ہے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی اس شخص کی تعریف کی ہے - جو غصہ پی جائے - اس کی تعریف نہیں کی جس کو غصہ آئے ہی نہیں پانچویں وجہ ان لوگوں کے جہل اور نادانی کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفتوں سے بے خبر ہو کر کہتے ہیں کہ خدا کریم اور رحیم ہے جس حال پہ ہوں گے ہم پہ رحم ہی فرمائے گا اور یہ نہیں جانتے کہ جس طرح وہ کریم ہے شدید العقاب بھی ہے - اور یہ نہیں کہتے کہ باوجودیکہ رحیم و کریم ہے - مگر اس جہان میں اکثر خلق کو بلا بیماری اھوک میں بھی رکھتا ہے - اور یہ نہیں دیکھتے کہ جب تک لوگ کھیتی باڑی اور تجارت وغیرہ نہیں کرتے مال ہاتھ نہیں آتا - اور جب تک محنت نہیں کرتے علم نہیں سیکھتے اور لوگ دنیا کی تلاش میں ہرگز کچھ کوتاہی نہیں کرتے - اور یہ نہیں کہتے کہ خدا کریم و رحیم ہے بے کھیتی باڑی اور تجارت وغیرہ کے آپ روزی دیتا ہے - حالانکہ خدا تعالیٰ رزق کا ضامن و کفیل ہے اور اس نے فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا — اور یہ نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پہ مگر خدا ہی کے ذمہ اس کا رزق ہے -

اور آخرت کا کام خدا تعالیٰ نے عمل کے سپرد کیا ہے - اور فرمایا:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیO — اور نہیں ہے آدمی کے لیے مگر جو اس نے محنت کی -

چونکہ لوگ اس کے کرم پر ایمان نہیں رکھتے اور رزق ڈھونڈھنے سے ہاتھ نہیں اٹھاتے لہٰذا آخرت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں فقط زبانی ہے اور اغوائے شیطانی کچھ اصل نہیں رکھتا - چھٹی وجہ ان لوگوں کی جہالت اور نادانی یہ ہے کہ اپنے متعلق غرور میں مبتلا ہو کر کہتے ہیں کہ ہم ایسے درجے پہ پہنچ چلے ہیں کہ گناہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتا - اور کہتے ہیں کہ ہمارا دین قلتین[1] ہے - کہ نجاستِ گناہ سے ناپاک ہی نہیں ہوتا اور یہ احمق اکثر ایسے کم ظرف ہوتے ہیں - کہ اگر کوئی شخص بے ادبی کی ایک بات ان سے کرے اور ان کا غرور اور ریا توڑے تو ساری عمر اس کی دشمنی میں رہتے ہیں - اور ایک نوالہ جس کا لالچ کرتے ہوں اگر انہیں نہ ملے تو جہان ان کی آنکھوں میں تنگ و تاریک ہو جاتا ہے - یہ احمق ابھی تک مردمی اور انسانیت میں قلتین یعنی عالی ظرف نہیں ہوئے - کہ ایسی چیزوں سے پاک رکھیں - یہ دعویٰ باطل کہ ہم عالی درجہ ہیں - گناہ ہمیں کچھ مضر نہیں ان احمقوں کو کب لائق - اگر کوئی شخص ایسا ہو بھی کہ دشمنی، غصہ، خواہش، ریا - اس کے پاس بھی نہ آئے تو بھی

---

[1] دو مٹکے پانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتنے مقدار پانی میں نجاست پڑنے سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن احناف کا یہ مسلک نہیں - (مترجم)

اس کا یہ دعویٰ کرنا محض تکبر ہے۔ اس لیے کہ اس کا درجہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبے سے بلند نہیں۔ انبیاء تو اپنی چوک و لغزش سے روتے اور توبہ کرتے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے پرہیز کرتے تھے۔ بلکہ شبہ کے خوف سے حلال چیزوں سے بھی بھاگتے تھے۔ اس احمق نے کس طرح جانا کہ یہ شیطان کے مکر میں نہیں پھنسا ہے اور کس طرح پہچانا کہ اس کا درجہ انبیاء اور صحابہ کے مرتبے سے اونچا ہے۔ اگر یہ احمق کہے کہ پیغمبر بھی ایسے ہی تھے کہ گناہ ان کو کچھ ضرر نہ دیتا تھا۔ لیکن نالہ وزاری اور توبہ فقط لوگوں کی تعلیم اور فائدے کے لیے کرتے تھے تو پھر یہ بھی لوگوں کے لیے کیوں نہیں کر دیکھتا کہ جو شخص اس کا قول و فعل دیکھتا ہے وہ بھی تباہ اور خراب ہوتا ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ لوگوں کے تباہ ہونے سے میرا کیا نقصان تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کیا نقصان تھا۔ اگر نقصان نہ تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی محنت میں کیوں رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے کا ایک خرما منہ سے نکال کر پھینک دیا اگر کھا لیتے تو اس سے لوگوں کا کیا نقصان تھا۔ اس کا کھانا سب کے لیے جائز ہوتا۔ اگر اُس ایک خرمے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نقصان تھا تو ان احمقوں کو شراب کے پیالوں سے کیوں نقصان نہیں پہنچتا۔ کیا اس احمق کا درجہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اور بڑھ کر ہے اور شراب کے سو پیالوں کا درجہ ایک خرمے سے زیادہ ہے۔ تو یہ احمق اپنے آپ کو گویا دریا جانتے ہیں کہ سو پیالے شراب کے ان کا کچھ نہ بگاڑیں گے۔ معاذ اللہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا پانی کا چھوٹا سا برتن سمجھتا ہے کہ ایک خرما ان کو بگاڑ دیتا۔ یہ اس کی ایسی حالت ہے۔ کہ شیطان اس احمق کی موچھیں مروڑے۔ جہان کے بے وقوف لوگ اس کا مذاق اڑائیں۔ اسی لیے کہ عقلمند تو ایسی بات نہیں کر سکتے۔ اور ایسے شخص کی باتوں پہ ہنستے ہیں۔ لیکن بزرگانِ دین یہ بات جانتے ہیں کہ جس نے خواہش کو اپنا اسیر ماتحت نہ کیا وہ آدمی نہیں بلکہ جانور ہے تو جاننا چاہیئے کہ آدمی کا نفس مکار اور دغا باز ہے اور سب جھوٹے دعوے کرتا ہے۔ اور لاف زنی کرتا ہے۔ کہ میں زبردست ہوں تو چاہیئے کہ ایسے آدمی سے اس کے دعوے پر دلیل اور حجت طلب کرے اور اس کے سچے ہونے پر اس کا اپنا فیصلہ نہیں بلکہ شرع کا فیصلہ دلیل ہے۔ اگر شرع کی اطاعت میں ہمیشہ خوشی سے مستعد ہے تو سچا ہے اور اگر حکم شرع میں رخصت تاویل اور حیلہ تلاش کرے تو شیطان ہے مگر دعویٰ ولایت کرتا ہے۔ ایسے شخص سے آخر دم تک دلیل طلب کرتے رہنا چاہیئے ورنہ مغرور اور دنیا پر فریفتہ ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ اور آدمی یہ نہیں جانتا کہ متابعت شرع میں نفس کا ہمہ تن مصروف ہونا مسلمانی کا پہلا درجہ ہے۔ ساتویں وجہ غفلت اور خواہش کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ جہالت اور نادانی سے نہیں پیدا ہوتی۔ اور یہ غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والا فرقہ ہے جس نے ان سب وجوہات میں سے جن کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ کچھ نہ سنا ہو۔ لیکن کسی گروہ کو دیکھا کہ اباحت کا راستہ اختیار

کیے ہوئے اور فساد ڈالتے ہیں۔ چکنی چکنی باتیں بناتے اور صوفیوں کا لباس پہن کر تصوف و ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس گروہ کو بھی یہ طریقہ اچھا لگتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی طبیعت میں لغویت و خواہش غالب ہوتی ہے وہ خواہش اسے فساد کی اجازت دیتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ فساد کی وجہ سے مجھ پر عذاب ہوگا۔ تاکہ فساد اس پر تلخ اور شاق ہو جائے۔ بلکہ کہتا ہے کہ یہ بات فساد نہیں اس کو فساد کہنا تہمت اور گھڑی ہوئی بات ہے اور وہ تہمت اور بنائی ہوئی بات کا معنی تک نہیں جانتا۔ ایسا آدمی غافل اور شہوت پرست ہوتا ہے اس پر شیطان مسلط ہے۔ ایسا آدمی سمجھانے سے درست نہیں ہوتا کہ اس کو کسی بات سے شبہ نہیں پڑا۔ اور یہ گروہ اکثر ان لوگوں میں سے ہے جن کی شان میں حق تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط

بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔

اور

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۔

اور اگر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو انہیں ہدایت کی طرف بلائے تو وہ ہدایت نہ پائیں گے کبھی۔

ان لوگوں کے ساتھ زبان شمشیر سے بات کرنا چاہیئے نہ حجت و تقریر سے۔

اس عنوان میں نصیحت کی تفصیل اور جبر کے مباح ٹھہرانے والوں کی غلطی کے بیان میں اسی قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔ جس قدر بیان کیا گیا کہ اس غلطی و گمراہی کا سبب یا تو یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا یہ کہ خدا کو نہیں پہچانا یا یہ کہ شریعت کو دریافت نہیں کیا۔ اور جب آدمی کی نادانی ایسے کام میں ہو جو اس کی طبیعت کے موافق ہے۔ تو اس گمراہی کا زائل ہونا دشوار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ بے دھڑک اور بے تکلف راہِ اباحت میں قدم رکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم متحیر ہیں اگر ان سے پوچھے کہ کس چیز میں متحیر ہو تو جواب نہیں دے سکتے اس لیے کہ ان کو طلب ہے نہ شبہہ ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص طبیب سے کہے کہ مجھ کو بیماری کا خلل ہے اور بیماری نہ بتائے۔ تو جب تک طبیب اس کی بیماری نہ جانے گا۔ اس کا علاج نہ کر سکے گا۔ ایسے آدمی کا یہی جواب ہے کہ جس چیز میں تیرا جی کرتا ہے متحیر رہ لیکن اس بات میں شک نہ کر کہ تو بندہ ہے اور تیرا خالق قادر و عالم ہے۔ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اور یہ بات اس کو دلیل سے سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

مسلمانی کا تیسرا عنوان

معرفتِ دنیا کا بیان

اے عزیز! اس بات جان کہ دنیا راہ دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور اللہ کی درگاہ کے مسافروں کا راستہ ہے۔ یہ مسافروں کے زادِ راہ لینے کے لیے صحرائے معرفت کے کنارے ایک آراستہ بازار ہے۔ دنیا و آخرت دو حالتوں سے عبارت ہے۔ جو حالت موت سے پہلے اور آدمی سے بہت نزدیک ہے اسے دنیا کہتے ہیں۔ اور جو حالت موت کے بعد ہے۔ اس کو آخرت کہتے ہیں اور دنیا سے مقصود توشۂ آخرت ہے اس لیے کہ خالق نے آدمی کو ابتدائے خلقت میں سادہ اور ناقص پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ اس قابل ہے کہ ایسا کمال حاصل کرے اور ملکوت کی صورت کو اپنا ایسا نقش دل بنائے کہ درگاہ الٰہی کے قابل ہو جائے یعنی وہ باریاب ہو اور رب تعالیٰ کے نظارے میں مشغول ہو اور یہی امر اس کی بہشت اور اس کی سعادت کا منتہا ہے۔ اور خالق نے اسے اسی لیے پیدا کیا ہے۔ اور جب تک اس کی آنکھ نہ کھلے گی۔ اور اس لازوال جمال کو پہچان نہ لے گا دیدار کیا کر سکے گا اور یہ پہچان معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور خدا کی عجیب عجیب صنعتوں کی پہچان حضرت الٰہی کے جمال کی معرفت کی کنجی ہے اور آدمی کے حواس ان صنعتوں کی کنجی ہیں اور بغیر اس ڈھانچے کے جو پانی سے اور مٹی سے بنا ہے حواس ممکن نہ تھے اسی وجہ سے آدمی اس خاک پانی کے عالم میں آ پڑا کہ اس سے توشہ لے لے۔ اور اپنے نفس کی معرفت اور تمام جہان جو اس سے معلوم ہوتا ہے اس کی معرفت حاصل کرے جب تک یہ حواس آدمی کے ساتھ رہتے اور مخبری کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ آدمی دنیا میں ہے اور جب یہ حواس رخصت ہوتے اور فقط وہ آپ اور اس کی ذاتی صنعتیں رہ جاتی ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ آخرت کی طرف سفر کر گیا ہے تو دنیا میں آدمی کے رہنے کا مقصد یہی ہے جو بیان ہوا۔

فصل

آدمی کو دنیا میں دو چیزوں کی حاجت ہے ایک یہ کہ دل کو ہلاکت کے اسباب سے بچائے اور دل کی غذا حاصل کرے دوسرے یہ کہ بدن کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور اس کی غذا حاصل کرے اور دل کی غذا تو خدا کی معرفت و محبت ہے۔ اس لیے کہ چیزوں کی غذا وہی ہے جو اس کی طبیعت کی خواہش کے موافق اور اس کی خاصیت ہے اور آدمی کی خاصیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور خدا تعالےٰ

کے سوا اور کسی چیز کی محبت میں ڈوبا رہنا آدمی کے دل کی ہلاکت کا سبب ہے اور بدن کی کفالت اور خبر گیری دل ہی کے لیے چاہیئے کیونکہ بدن فنا ہو جائے گا۔ دل باقی رہے گا۔ اور دل کے لیے بدن اس طرح ہے جیسے کعبہ کی راہ میں حاجی کے لیے اونٹ، اور اونٹ حاجی کے لیے ہوتا ہے۔ حاجی اونٹ کے لیے نہیں ہوتا جب تک کعبہ میں نہ پہنچے اور اونٹ سے بے فکر اور بے پرواہ نہ ہو جائے۔ اس وقت تک حاجی کو اونٹ کے چارے اور پوشش کی کفالت و خبر گیری ضروری ہے۔ لیکن کفالت بقدر ضرورت چاہیئے۔ اگر حاجی دن رات اونٹ کو چارہ دینے اور آراستہ کرنے کے لیے ٹھہرا رہے ی کی خبر گیری کرتا رہے گا۔ تو قافلے سے پیچھے رہ جائے گا۔ اور ہلاک ہو جائے گا اسی طرح آدمی اگر بدن کی دن رات خبر گیری کرتا رہے یعنی اس کی غذا مہیا کرے اور اسے ہلاکت کے اسباب سے بچایا کرے۔ تو اپنی سعادت سے محروم رہے گا۔ اور بدن کو دنیا میں فقط ان تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ کھانے کی، پہننے کی اور گھر کی۔ کھانا غذا ہے۔ پہننا لباس ہے۔ گھر وہ ہے کہ گرمی سردی اور ہلاکت کے اسباب سے اُس کو محفوظ رکھے تو آدمی کو دنیا میں بدن کے لیے ان کے سوا کچھ ضرورت نہیں۔ بلکہ یہی تین چیزیں خود دنیا کی اصل ہیں۔ دل کی غذا معرفت ہے جتنی زیادہ ہو بہتر ہے۔ اور بدن کی غذا کھانا ہے اگر حد سے زیادہ ہو تو ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے خواہش کو آدمی پہ متعین کر دیا ہے کہ کھانے کپڑے اور گھر کا تقاضا کرے۔ تاکہ بدن جو اس کی سواری ہے۔ ہلاک نہ ہو جائے۔ اور اس کی خواہش کو اپنی حد پہ رکھے اور پیغمبروں کی زبانی شریعت اس لیے مقرر فرما دی تاکہ خواہش کی حد ظاہر کر دیں۔ لیکن چونکہ خواہش کی حاجت تھی تو خدا نے اُس کو لڑکپن ہی میں پیدا کیا اور اس کے بعد عقل کو پیدا کیا۔ تو خواہش ہے کہ آدمی کو ہمہ تن خورد و نوش اور مسکن کی تلاش میں مشغول کرے اس سبب سے آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ یہ خورد و پوشش اور مسکن کے لیے چاہیئے۔ اور وہ خود دنیا میں کیوں آیا ہے اور دل کی غذا جو زادِ آخرت ہے اسے بھول جاتا ہے۔ اے عزیز ان سب باتوں سے دنیا کی حقیقت آفت اور حاجت تو نے جان لی۔ اب چاہیئے کہ دنیا کی شاخوں کو پہچانے اور دنیا میں جو شغل چاہیئے اسے جانے۔

فصل:

اے عزیز یہ بات جان کہ اگر تو دنیا کی تفصیل میں غور کرے گا تو تجھ کو معلوم ہو گا کہ دنیا تین چیزوں سے عبارت ہے۔ ایک ان چیزوں کی ذاتیں جو زمین پر پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی نباتات معدنیات حیوانات۔ کیوں کہ اصل زمین مسکن منفعت اور زراعت کے لیے چاہیئے۔ اور معدنیات مثلاً تانبا۔ پیتل۔ لوہا اوزار کے لیے اور حیوانات سواری اور کھانے کے واسطے۔ آدمی اپنے دل اور بدن کو ان چیزوں کی خواہش اور محبت میں اور ہاتھ پاؤں کو

ان کی دوستی اور کارسازی میں لگائے رکھتا ہے۔ اور دل کو ان چیزوں کے ساتھ اٹکانے سے دل میں ایسی صفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو ہلاکت کا باعث بنتی ہیں۔ جیسے حرص بخل۔ عداوت وغیرہ اور ہاتھ پاؤں کو ان چیزوں میں لگانے سے دل بھی ان چیزوں کے ساتھ اٹک جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بھول کر دنیا کے کاموں میں بہت مصروف رکھتا ہے۔ اور جس طرح اصل دنیا میں تین چیزیں ہیں۔ سنار کی صنعت۔ جولاہے کی صنعت۔ حدادی کی صنعت۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کی شاخیں ہیں۔ کوئی تو اسباب مہیا کرتا ہے۔ جیسے دھنیا اور سوت کاتنے والا جولاہے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور کوئی ان کے کام کو تمام کرتا ہے۔ جیسے درزی کہ جولاہے کے کام کو پورا کرتا ہے۔ اور ان سب کو لکڑی۔ لوہے۔ چمڑے وغیرہ کے اوزاروں کی ضرورت پڑی۔ تو لوہار۔ بڑھئی پیدا ہوا۔ اور ہر ایک کو دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑی۔ اس لیے کہ ہر ایک اپنا تمام کام آپ نہیں کر سکتا تو سب دنیا میں جمع ہو گئے۔ کہ درزی جولاہے اور لوہار کا کام کرتا ہے اور لوہار دونوں کا کام سرانجام دیتا ہے۔ اس طرح ہر ایک دوسرے کا کام کرتا ہے۔ تو ان سب میں معاملہ ہوا۔ اس کے سبب سے عداوتیں پیدا ہوئیں۔ اور ہر ایک اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی نہ ہوا۔ اور دوسرے کے درپے ہوا تو تین اور چیزوں کی حاجت ہوئی۔ ایک سیاست و سلطنت دوسرے قضا اور حکومت تیسرے علم فقہ کہ اس کے ذریعے لوگوں میں سلطنت اور سیاست کرنے کے قواعد و ضوابط معلوم ہوں اور یہ ہر ایک اگرچہ پیشہ وروں کی طرح ہاتھ سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن ہے پیشہ۔ اس وجہ سے دنیا کی مصروفیات بہت ہو گئیں اور آپس میں الجھ گئے۔ اور خلق نے اپنے آپ کو ان میں گم کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ ان سب کی اصل فقط تین ہی چیزیں یعنی خورد پوشش اور مسکن۔ یہ تمام دنیا کے شغل ان ہی تینوں چیزوں کے لیے ہیں۔ اور یہ تینوں چیزیں بدن کے لیے ہیں۔ اور بدن دل کے لیے تاکہ دل کی سواری بنے۔ اور دل حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ پس لوگ اپنے آپ اور خدا کو بھول گئے۔ جیسے حاجی اپنے آپ اور کعبہ اور سفر کو بھول کر اونٹ کی خبر گیری میں اپنے تمام اوقات ضائع کر دیے۔

اے عزیز دنیا اور دنیا کی حقیقت یہی ہے۔ جو بیان ہوئی۔ جو کوئی اس دنیا میں جسم کی خواہشات پر غالب نہ ہوا اور آخرت کی طرف توجہ نہ رکھتا ہو اور دنیا کی مصروفیات میں ضرورت سے زیادہ مصروف ہو اس نے دنیا کو نہ جانا اور غفلت و جہالت کا سبب وہی ہے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہاروت ماروت کے جادو سے دنیا کا جادو زیادہ بڑھ کر ہے۔ اے عزیز جب دنیا دین کے لیے جادو کی حیثیت رکھتی ہے تو ضروری ہے کہ اس کا مکر و فریب لوگوں پر مثالوں سے واضح کیا جائے۔ لہٰذا اس سلسلے کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

فصل :

پہلی مثال اے عزیز یہ بات جان اور اس نکتہ کو پہچان کہ دنیا کا پہلا جادو یہ ہے۔ کہ وہ اپنا آپ تجھ کو ایسا دکھاتی ہے۔ کہ تو سمجھے کہ وہ تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ تو ہمیشہ تجھ سے گریزان ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اور ذرا ذرا ہٹتی ہے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ اس کا حال سایہ کا سا ہے۔ سایہ دیکھنے میں تو ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ہمیشہ کھسکتا رہتا ہے۔ اور تجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیری عمر ہمیشہ رواں ہے آہستہ آہستہ ہر سانس کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہی دنیا ہے جو تجھ سے گزرتی اور تجھے رخصت کرتی ہے۔ اور تجھے کچھ خبر نہیں ہے۔

دوسری مثال۔ دنیا کا دوسرا جادو یہ ہے کہ اپنا آپ یہاں تک تیرا دوست دکھاتی ہے۔ کہ تجھ کو اپنا عاشق بناتی ہے۔ اور تجھ پر ظاہر کرتی ہے۔ کہ تیرے ساتھ وفا کرے گی۔ اور کسی کے پاس نہ جائے گی۔ اور دفعۃً تجھے چھوڑ کر تیرے دشمن کے پاس چلی جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ گویا آوارہ اور مفسد رنڈی ہے مردوں کو لبھاتی ہے۔ کہ اپنا عاشق بناتی ہے۔ اور اپنے گھر لے جاتی ہے اور موت کا مزہ چکھاتی ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مکاشفہ میں دنیا کو بڑھیا عورت کی صورت میں دیکھا پوچھا کہ تو نے کتنے خاوند کیے۔ کہا اس کثرت سے کہ گنتی میں نہیں آ سکتے۔ پوچھا مر گئے یا طلاق دی۔ کہا نہیں میں نے سب کو مار ڈالا۔ حضرت عیسٰی نے فرمایا:

> ان احمقوں پر تعجب ہے۔ جو دیکھتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ اس کے باوجود تیری رغبت کرتے ہیں۔ عبرت نہیں پکڑتے۔

دنیا کے سحر کی تیسری مثال یہ ہے۔ کہ اپنی ظاہری صورت آراستہ رکھتی ہے اور اس میں جو بلا و مصیبت ہے۔ اسے پوشیدہ رکھتی ہے۔ کہ نادان اس کا ظاہر دیکھ کر فریفتہ ہو جائے۔ اس کی مثال اس بڑھیا عورت کی سی ہے۔ جو اپنا منہ چھپائے اور لباس فاخرہ سے آراستہ ہو اور زیور بیش بہا سے پیراستہ ہو۔ کہ جو کوئی اسے دور سے دیکھتا ہے۔ عاشق زار ہو جاتا ہے۔ اور جب منہ سے نقاب ہٹاتا ہے ذلیل ہو کر اس کی صورت سے بیزار ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہ قیامت کے دن دنیا کو زشت دانت منہ کے باہر نظر آئیں گے۔ لوگ جب اسے دیکھیں گے کہیں گے نعوذ باللہ۔ یہ بُری اور بد حال رسوا کون ہے۔ فرشتے کہیں گے۔ یہ وہی دنیا ہے۔ جس کے پیچھے تم آپس میں حسد و دشمنی کر کے ایک دوسرے سے لڑتے مرتے تھے۔ رشتہ داریاں چھوڑ دیں۔ اس پہ فریفتہ ہو گئے۔ پھر دنیا کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ وہ کہے گی۔ بار خدایا جو میرے دوست تھے۔ وہ کہاں ہیں۔ حق تعالٰی فرمائیں گے کہ ان لوگوں کو

بھی اس کے ساتھ دوزخ میں پہنچا دو۔ نعوذ باللہ۔

چوتھی مثال اگر کوئی حساب کرے۔ کہ ازل سے کس قدر زمانہ گزرا جس میں دنیا نہ تھی۔ اور ابد تک کتنا زمانہ ہے۔ جس میں یہ دنیا نہ ہوگی۔ تو معلوم جائے کہ دنیا کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مسافر کی راہ کہ اس کی ابتدا گھوارہ ہے اور انتہا قبر اور درمیان میں گنتی کی چند منزلیں ہیں۔ ہر برس گویا منزل ہے۔ ہر مہینہ فرسنگ اور ہر دن گویا میل ہے۔ ہر سانس قدم اور وہ ہمیشہ رواں ہے۔ کسی کا ایک فرسنگ راہ ہے۔ کسی کا زیادہ کسی کا کم اور وہ ایسا سکون سے بیٹھا ہے کہ گویا ہمیشہ وہیں رہے گا۔ دنیا کے کاموں کی ایسی تدبیریں کرتا ہے۔ کہ دس برس تک ان کاموں کا محتاج نہ ہو۔ اور دس دن میں زیر خاک چلا جاتا ہے۔

پانچویں مثال اے عزیز یہ بات جان اور یقین رکھ کہ دنیا کے لوگ جو لذت دنیا اٹھاتے ہیں۔ اور اس کے عوض ذلت و مصیبت جو قیامت میں اٹھائیں گے اس لذت اور اس مصیبت کے اٹھانے میں ان لوگوں کی ایسی مثال ہے۔ جیسے کوئی عمدہ اور خوب چکنا اور میٹھا کھانا یہاں تک کھائے کہ اس کا معدہ خراب ہو جائے تو اس وقت قے کرتا ہے اور دوستوں کے سامنے رسوا ہوتا اور شرم کھاتا اور پشیمان ہو جاتا ہے۔ کہ لذت تو ختم ہوگئی مگر ذلت باقی رہ گئی۔ اور جیسے کھانا جتنا بھاری اور عمدہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کا ثقل بدبودار و غلیظ ہوتا ہے۔ اسی طرح جتنی زیادہ دنیا کی لذت ہوتی ہے عاقبت میں اتنی اس کی رسوائی اور ذلت بھی ہے اور یہ حقیقت جان کنی کے وقت خود ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ جس کی نعمت اور دولت یعنی باغات۔ لونڈیاں غلام۔ سونا۔ چاندی۔ جس قدر زیادہ ہوتا ہے۔ جان کنی کے وقت اس کی جدائی کا رنج بھی مفلس کی نسبت اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ رنج و عذاب موت سے زائل نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ دوستی دنیا دل کی صفت ہے۔ اور دل موت کے بعد زندہ رہتا ہے۔

چھٹی مثال دنیا کے کام جو سامنے دکھائی دیتے ہیں۔ تھوڑے محسوس ہوتے ہیں۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس کام کی مصروفیت تو زیادہ نہ ہوگی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ اس کام سے سو کام اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی تمام عمر اسی میں گزر جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ طالب دنیا ایسا ہے۔ جیسے سمندر کا پانی پینے والا جتنا زیادہ پیتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ پیاسا ہوتا ہے اور یہاں تک پیتا ہے کہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کی پیاس پھر بھی نہیں بجھتی۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص پانی میں جائے اور تر نہ ہو۔ اس طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی شخص دنیا کے کام میں لگے اور آلودہ نہ ہو۔

ساتویں مثال جو شخص دنیا میں آتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی میزبان کے پاس کوئی مہمان ہو۔ اور اس میزبان کی یہ عادت ہو۔ کہ ہمیشہ مہمانوں کے لیے مکان آراستہ رکھتا ہو۔ اور مہمانوں کو گروہ گروہ بلا

کر سونے کے طباق اور عود اور خوشبو سلگتی ہوئی چاندی کی انگیٹھی ان کے سامنے رکھے کہ معطر ہو جائیں۔ اور خوشبو میں بس جائیں۔ اور طباق اور انگیٹھی چھوڑ جائیں۔ کہ اور لوگ آئیں گے۔ تو جو مہمان اس میزبان کی رسم سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور عقلمند ہوتا ہے۔ انگیٹھی میں خوشبو ڈال کر معطر ہو جاتا ہے اور طباق انگیٹھی خوشی سے چھوڑ آتا ہے۔ اور شکر بجالاتا اور چلا جاتا ہے۔ اور جو مہمان احمق ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ طباق، انگیٹھی، عود اور خوشبو وغیرہ میزبان سب کچھ مجھے دے دے گا کہ میں لے جاؤں جب چلتے وقت لوگ اس سے لے لیتے ہیں تو رنجیدہ اور ملول ہوتا اور چلاتا ہے دنیا بھی گویا مہمانسرا ہے کہ مسافروں پر وقف ہے کہ اپنا توشہ لے لیں اور جو کچھ سرائے میں ہے اور اس کا لالچ نہ کریں۔

آٹھویں مثال دنیا کے کاموں میں مصروف اور آخرت کو بھول جانے والے کی مثال ایسی ہے جیسے آدمیوں کی جماعت ایک کشتی میں ہو اور کشتی کسی جزیرہ میں پھنس جائے وہ جماعت حاجت انسانی اور طہارت جسمانی کے لیے کشتی سے باہر آئے اور ملاح منادی کر دے کہ کوئی بھی زیادہ دیر نہ لگائے۔ طہارت کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے۔ کہ کشتی جلدی روانہ ہو جائے گی۔ اور یہ لوگ اس جزیرہ میں جا کر بکھر گئے ایک گروہ بڑا عقلمند تھا اس نے جلدی سے طہارت کی اور واپس آگیا۔ کشتی خالی تھی جو جگہ اپنے لیے موافق تھی لے لی۔ اور ایک گروہ اس جزیرہ کے عجائبات دیکھنے کی غرض سے ٹھہر گیا۔ وہاں خوش رنگ پھول اور خوش آواز جانور اور سنگریزے اور رنگ برنگ چیزیں دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب لوٹ کر آیا تو کشتی میں حسب منشا جگہ نہ پائی تنگ و تاریک جگہ میں بیٹھنا پڑا اور تکلیف اٹھائی اور ایک گروہ نے عجائبات دیکھنے پر بھی کفایت نہ کی وہاں سے عمدہ سنگریزے چن لیے اور کشتی میں اُن کے رکھنے کی جگہ نہ پائی۔ تنگ جگہ میں تو آپ بیٹھا اور سنگریزوں کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔ جب دو دن گزرے اور سنگریزوں کا عمدہ رنگ بدل کر سیاہ ہو گیا اور بدبو آنے لگی تو ان بدبو بدرنگ سنگریزوں کو پھینکنے کی جگہ بھی نہ ملی وہ گروہ پشیمان ہوا۔ اور اس بوجھ اور تکلیف کو اپنی گردن پر لادنا پڑا۔ اور ایک گروہ اس جزیرے کے عجائبات دیکھ کر ایسا متحیر ہوا۔ کہ انہیں دیکھتا ہی رہا اور کشتی چل نکلی۔ وہ دور جزیرے میں ہی پڑا رہا۔ ملاح کا کہنا نہ سنا۔ اسی جزیرہ میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس گروہ کے بعض آدمی بھوک سے مر گئے بعض کو درندوں نے ہلاک کر ڈالا۔ پہلا عقلمند گروہ پرہیزگار مسلمانوں کے مثل ہے اور پچھلا گروہ جو ہلاک ہوا کافروں کے مانند ہے۔ کہ اپنے آپ اور خدا اور آخرت کو بھول کر اپنے آپ کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۚ
انہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا۔

اور ہیچ والے دونوں گروہ گنہگاروں کی طرح ہیں۔ کہ اصل ایمان محفوظ رہا۔ لیکن دنیا سے ہاتھ نہ کھینچا۔ ایک گروہ نے درویشی کے ساتھ صبر کی خط اٹھایا۔ ایک نے سیاہ کاری کی اور سنگریزے لاکر اپنے آپ کو تکلیف اور مشقت میں ڈالا۔

فصل:

اے عزیز دنیا کی برائی جو کہی گئی اس سے یہ گمان نہ کرنا۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہے سب بُرا ہے۔ بلکہ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ کہ وہ دنیا میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے کہ علم و عمل دنیا ہے اور دنیا میں سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ آخرت میں آدمی کے ساتھ جائے گا۔ علم تو بعینہٖ آدمی کے ساتھ رہتا ہے اور عمل اگرچہ بعینہٖ نہیں رہتا لیکن اس کا اثر رہتا ہے۔ اور اس کے اثر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جوہر دل کی پاکی اور صفائی جو گناہ ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور ایک حق تعالیٰ کے ذکر کی محبت جو ہمیشہ عبادت کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔ تو یہ سب باقیات الصالحات ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ — اور نیک کمائی جو باقی ہے وہ بہتر ہے تیرے پروردگار کے نزدیک۔

علم و مناجات کی لذت نیز خدا تعالیٰ کے ذکر کی الفت تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے اور دنیا میں ہے لیکن دنیا میں ہے لیکن دنیا میں سے نہیں ہے۔ تو دنیا کو سب لذتیں بُری نہیں۔ اور جو لذتیں فنا ہو جاتی ہیں۔ باقی نہیں رہتیں۔ وہ بھی سب بُری نہیں۔ بلکہ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لذت جو دنیا میں سے ہے۔ اور مرنے کے بعد فنا ہو جاتی ہے۔ لیکن آخرت کے کاموں اور علم و عمل اور مسلمانوں کے اضافہ میں مددگار ہے۔ جیسا کہ وہ نکاح اور خورد و پوشش اور جائے رہائش جو ضرورت کے مطابق اور راہ آخرت کے لیے ضروری ہو۔ جو شخص دنیا میں اس قدر پر قناعت کرے۔ اور فراغت سے دین کا کام کرنے کی نیت سے کرے وہ شخص دنیا دار نہیں۔ مذموم اور وہ دنیا ہے۔ جس سے دین کا کام مقصود نہ ہو۔ بلکہ وہ اس عالم میں غفلت اور دل لگنے کا باعث ہو۔ اور اس عالم سے نفرت پیدا ہونے کا موجب ہو۔ اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالَاهُ یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب بھی ملعون ہے۔ مگر اللہ کا ذکر اور جو اس میں مدد کرے حقیقت دنیا کی تفصیل اور دنیا سے جو کچھ مقصود ہے اس کا بیان اسی قدر کافی ہے۔ باقی ارکان معاملہ کی تیسری قسم میں جیسے راہ دین میں خطرے کی جگہ کہتے ہیں۔ بیان ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہاں پوری وضاحت ہوگی۔

— — — — — — — — — —

چوتھا عنوان

یہ مسلمانی کا چوتھا عنوان ہے اور اس میں معرفت آخرت کا بیان ہے

اے برادر اس بات کا یقین رکھ کہ کوئی شخص حقیقت آخرت نہیں پہچان سکتا۔ جب تک حقیقت موت نہ پہچانے۔ اور حقیقت موت معلوم نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ حقیقت زندگی نہ جان لے۔ اور حقیقت زندگی سمجھ میں نہ آئے گی۔ جب تک حقیقتِ روح نہ جان لی جائے۔ اور حقیقتِ روح جاننا ہی اپنے نفس کی حقیقت کا پہچاننا ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان اوپر گزرا ہے۔ اے عزیز یہ بات جان کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ آدمی دو چیز سے بنا ہے ایک روح دوسرے ڈھانچہ روح سوار ہے اور ڈھانچہ گویا سواری ہے اور روح کی بدن کی وجہ سے آخرت میں ایک حالت ہوگی اور وہ دوزخ یا جنت ہوگی۔ اور بے شرکت مداخلت قالب فقط اپنی ذات سے بھی روح کے لیے ایک حالت ہوگی اور وہ دوزخ یا جنت یا سعادت و شقاوت ہوگی اور دل کی ان لذتوں اور نعمتوں کو جو قالب کے واسطے اور ذریعے سے نہ ہوں ہم بہشت روحانی کہتے ہیں۔ اور دل کے ان رنج والم کو جو بے واسطہ قالب ہوں۔ آتش روحانی کہتے ہیں۔ لیکن وہ بہشت اور دوزخ جس میں قالب واسطہ ہے۔ بالکل ظاہر ہے باغ، نہر، حوریں بڑے بڑے محل کھانا، پینا وغیرہ اس جنت میں حاصل ہے۔ اور آگ سانپ، بچھو، خار دار درخت وغیرہ دوزخ سے عبارت ہے اور اس دوزخ و جنت کا ذکر قرآن اور حدیث میں مشہور و معروف ہے اور سب کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور اس کی تفصیل احیاء العلوم کی کتاب ذکر الموت میں بیان کر دی ہے۔ یہاں اس پر کفایت کرتے ہیں کہ بہشت و دوزخ روحانی[۱] کا ذکر اشارۃً اور حقیقت موت کا بیان تفصیل سے کرتے ہیں۔ کیونکہ اسے ہر ایک نہیں جانتا۔ ہر کس و ناکس نہیں پہچانتا۔ اور یہ جو حدیثِ قدسی میں آیا ہے یعنی خدا تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا ہے۔

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ	مہیا کی ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل پر خطرہ گزرا۔

---

[۱] بہشت روحانی۔

یہ بہشت روحانی میں ہوگا۔ اور دل میں عالم ملکوت کی طرف ایک سوراخ ہے۔ اسی سے یہ اسرار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان میں کچھ شک وشبہ نہیں رہتا۔ جس کے دل کا روزن عالم ملکوت کی طرف کھلتا ہے۔ اسے آخرت کی سعادت وشقاوت کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ فقط سُن کر مان لینے سے نہیں بلکہ مشاہدہ اور معاینہ کرنے سے یقین آتا ہے جس طرح طبیب یہ بات پہچانتا ہے کہ اس جہان میں بدن کے لیے سعادت وشقاوت ہے جس کا نام صحت وعلالت ہے۔ اور اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ مثلاً دوا پینا۔ پرہیز کرنا۔ سعادتِ بدن کا سبب۔ اور زیادہ کھانا اور پرہیز نہ کرنا شقاوتِ تن کا باعث ہے اسی طرح اس شخص کو بھی مشاہدے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ دل کے لیے یعنی آدمی کی روح کے لیے سعادت وشقاوت ہے۔ اس سعادت کی دوا جس سے وہ حاصل ہو۔ معرفت اور عبادت ہے۔ اور اس کا زہر جس سے وہ زائل ہو جہل ومعصیت ہے۔ اور یہ جاننا بہت بڑا اور معزز علم ہے بہت لوگ جو علماء کہلاتے ہیں اس علم سے غافل بلکہ منکر ہیں۔ فقط بدن ہی کی جنت ودوزخ مانتے ہیں۔ اور آخرت کو فقط سماعت اور تقلید ہی سے جانتے ہیں۔ اور ہم نے (یعنی امام دالامقام نے) اس امر کی تحقیق اور تشریح میں دلائل سے لبریز عربی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کتاب میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ جو شخص زیرک اور سمجھ دار ہے اور جس کا باطن تعصب اور تقلید کی آلائش سے پاک ہے وہ یہ راہ پائے گا اور آخرت کا حال اس کے دل میں ثابت ومضبوط ہو جائے گا۔ کہ آخرت کے بارے میں اکثر لوگوں کا ایمان ضعیف ومتزلزل ہے۔

فصل:

اے عزیز اگر تو موت کی کچھ حقیقت جاننا چاہتا اور اس کے معنی پہچاننا چاہتا ہے تو یہ امر جان اور یہ بات مان کہ ایک آدمی کی دو روحیں ہیں۔ ایک روح حیوان کی جنس سے۔ اس کا نام روح حیوانی ہے۔ اور ایک روح ارواح ملائکہ کی جنس سے ہے۔ اس کا نام روح انسانی۔ اور اس روح حیوانی کا سرچشمہ دل ہے یعنی وہ گوشت کا لوتھڑا جو سینہ میں بائیں طرف لٹکتا ہے۔ اور یہ روح حیوان کے اخلاط باطن کا بخار لطیف ہے اس کا مزاج معتدل ہے دل سے دھکتی رگوں کے ذریعے نکل کر دماغ اور سب اعضا میں جاتی ہے۔ اور یہ روح حس وحرکت کی طاقت کو اٹھائے ہوئے ہے۔ جب دماغ میں پہنچتی ہے تو اس کی گرمی کم ہو جاتی ہے اور وہ نہایت اعتدال پاتی ہے۔ آنکھ کو اس سے دیکھنے کی قوت ہوتی ہے۔ کان کو اس سے سننے کی قدرت اسی طرح سب حواس حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس روح کی مثال چراغ کی سی ہے کہ جب گھر میں آتا ہے۔ جہاں پہنچتا ہے۔ وہاں گھر کی دیواریں روشن ہو جاتی ہیں۔ جس طرح چراغ سے دیواروں پر روشنی پیدا ہوتی ہے اسی طرح خدا کی قدرت سے روح کی بدولت آنکھوں میں نور کانوں میں سننے کا مقدور اور سب حواس پیدا

ہوتے ہیں۔ اگر کسی رگ میں سدہ اور گرہ پڑ جاتی ہے تو جو عضو اس گرہ کے بعد ہے بیکار اور فالج کا مارا ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ حس و حرکت اور قوت نہیں رہتی۔ طبیب یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ وہ سدہ اور گرہ کھل جائے۔ روح گویا چراغ کی لو اور دل بتی ہے اور غذا تیل ہے۔ اگر تیل نہ ڈالا جائے تو چراغ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی طرح اگر غذا نہ دی جائے تو روح کا معتدل مزاج جاتا رہتا ہے۔ اور آخر کار آدمی مر جاتا ہے۔ اسی طرح بہت زمانہ کے بعد دل بھی ایسا ہو جاتا ہے کہ غذا نہیں قبول کرتا۔ اور جس طرح چراغ پر کوئی چیز ماری جائے تو تیل بتی برقرار ہونے پر بھی چراغ بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی حیوان کو زخم شدید پہنچے تو مر جاتا ہے۔ اور اس روح کا مزاج جیسا چاہیئے ویسا معتدل جب تک رہتا ہے تو خدا کے حکم سے ملائکہ آسمان کے انوار معانی لطیف مثلاً حس و حرکت کی قوت کو قبول کرتی ہے۔ جب وہ مزاج حرارت و برودت کے غلبہ یا اور کسی سبب سے جاتا رہتا ہے۔ تو روح ان اثرات کو قبول کرنے کے لائق نہیں رہتی جس طرح آئینہ کہ جب تک اس کا ظاہر صاف اور درست رہتا ہے۔ صورت والی چیزوں کی شکلیں قبول کرتا ہے۔ یعنی صورتیں اس میں نظر آتی ہیں۔ جب خراب اور زنگ آلود ہو جاتا ہے تو صورت قبول نہیں کرتا۔ یعنی اس میں عکس نظر نہیں آتا۔ یہ امر اس سبب سے نہیں ہوتا کہ صورتیں ہلاک یا غائب ہوگئیں بلکہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ آئینہ صورتیں قبول کرنے کے لائق نہ رہا اسی طرح اس بخار لطیف معتدل یعنی روح حیوانی میں حس و حرکت وغیرہ قبول کرنے کی قابلیت (۱۲) کے اعتدال مزاج کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب اعتدال نا اہل ہو جاتا ہے تو یہ بھی حس و حرکت وغیرہ کی قوتوں کو قبول نہیں کرتی جب قبول نہ کیا تو اعضا اس کے انوار سے محروم اور بے حس و حرکت رہ جاتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ حیوان مرگیا اور مرگ حیوانی کے یہی معنی ہیں اور جو شخص روح حیوانی کا اعتدال دور کرنے کے اسباب جمع کرنے والا ہے وہ بندگان خدا میں سے ایک بندہ ہے جسے ملک الموت کہتے ہیں۔ لوگ اس کا صرف نام جانتے ہیں۔ حقیقت نہیں پہچانتے کہ اس کا پہچاننا مشکل ہے۔ مرگ حیوانات کے یہی معنی ہیں۔ لیکن آدمی کی موت اور طرح ہے کیونکہ اس میں روح حیوانی جو حیوانات میں ہوتی ہے۔ وہ بھی اور اس کے علاوہ اور روح بھی ہے۔ اس کا نام روح انسانی اور دل ہے اوپر بعض فصلوں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے وہ روح اس روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے کہ ہوائے لطیف اور بخار پختہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ روح اس روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے جو ہوائے لطیف اور بخار پختہ اور صاف کے مانند ایک جسم ہے۔ یہ روح انسانی جسم نہیں ہے۔ اس لیے کہ قسمت پذیر نہیں اور حق تعالیٰ کی معرفت اس میں سماتی ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ ایک ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی معرفت بھی ایک ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے۔ تو معرفت کسی قسمت پذیر جسم میں نہیں سماتی۔ بلکہ اُس چیز میں سماتی ہے۔ جو یگانہ اور قسمت پذیر

نہیں ہے۔

اے عزیز انسان میں بھی بتی نور و روشنی تینوں چیزیں فرض کرے۔ بتی گویا قالب ہے۔ اور چراغ کی لو روح حیوانی اور روشنی اور روح انسانی اور جس طرح چراغ کی روشنی چراغ سے بہت لطیف ہوتی ہے اور روشنی کی طرف گویا اشارہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح روح انسانی بھی روح حیوانی کی نسبت گویا لطیف ہے اور اس کی طرف بھی گویا اشارہ نہیں ہو سکتا۔ اگر لطافت کی نظر سے خیال کیا جائے تو یہ مثال ٹھیک ہے لیکن اور وجہ سے ٹھیک نہیں ہے کہ چراغ کی روشنی جو چراغ کی طبع اور فرع ہے جب چراغ گل ہو تو بالکل زائل ہو جاتی ہے اور روح انسانی روح حیوانی کے تابع نہیں ہے بلکہ روح انسانی اصل[ا] ہے اور حیوانی کے باطل ہونے سے یہ باطل نہیں ہوتی اور اس کی مثال چاہیئے تو ایک نور فرض کرے جو چراغ سے بہت لطیف ہو۔ کہ چراغ کا قیام اس کے ذریعے سے ہو۔ اس کا قیام چراغ کے ذریعے نہ ہو۔ کہ یہ مثال ٹھیک ہو جائے۔ اور روح حیوانی کا مزاج زائل ہو جاتا۔ قالب مردہ ہو جاتا ہے۔ اور روح انسانی برقرار رہتی ہے لیکن بے سوار اور بے ہتھیار ہو جاتی ہے۔ سواری تباہ ہونے سے سوار نیست و نابود نہیں ہوتا۔ بے ہتھیار یعنی نہتہ ہو جاتا ہے اور یہ ہتھیار اس سوار کو اس لیے مرحمت ہوا کہ ہماری محبت اور عنقائے معرفت الٰہی کو شکار کرے اگر شکار کر چکا ہے تو ہتھیار ضائع ہو جانا اس کے حق میں بہتر ہے کہ بوجھ سے سبکدوش ہو۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ موت مومن کا تحفہ اور ہدیہ ہے وہ یہی بات ہے۔ کہ شکار کھیلنے کی غرض سے اٹھائے ہوئے ہے۔ اور اپنے اوپر بوجھ گوارا کیے ہوئے ہے۔ جب شکار اس کے ہاتھ میں آئے تو دام کا ضائع ہو جانا اس کے لیے غنیمت ہوتا ہے اور معاذ اللہ اگر شکار ہاتھ آنے سے پہلے ہی دام ضائع ہو جائے۔ تو شکاری انتہائی حسرت و افسوس کرتا ہے۔ اور بے انتہا مصیبت اٹھاتا ہے۔ اور یہی حسرت و الم عذاب قبر ہے۔

فصل:

تو جاننا چاہیئے کہ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں شل ہو جائیں تو وہ خود سلامت رہتا ہے کیوں کہ نہ وہ ہاتھ ہے نہ پاؤں بلکہ ہاتھ پاؤں اس کے آلات ہیں۔ اور وہ ان کو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے۔

اے عزیز جس طرح ہاتھ پاؤں تیری اصل حقیقت نہیں ہیں اسی طرح پیٹ، پیٹھ سر بلکہ تمام بدن بھی تیری اصل و ماہیت نہیں ہے۔ اگر یہ سب شل ہو جائیں۔ تب بھی تیرا برقرار رہنا ممکن ہے۔ اور موت کے یہی معنی ہیں کہ تمام بدن شل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ہاتھ شل ہو جانا اسی کا نام ہے کہ ہاتھ تیرا فرمانبردار نہ رہے۔ یعنی تجھ کو

[ا] روح حیوانی زائل ہونے سے روح انسانی باطل نہیں ہوتی۔

اس پر اختیار نہ رہے اور ہاتھ میں ایک صفت بھی جسے قدرت کہتے ہیں ۔ اس کی وجہ سے ہاتھ خدمت کرتا تھا۔ وہ صفت روح حیوانی کے چراغ کی روشنی تھی کہ ہاتھ کو پہنچتی تھی ۔ جن رگوں کے واسطے سے وہ روح ہاتھ میں جاتی تھی ۔ جب ان میں گرہ پڑ گئی قدرت جاتی رہی ہاتھ خدمت سے معذور ہوا ۔ اسی طرح تمام بدن جو تیری خدمت و اطاعت کرتا ہے ۔ روح حیوانی کے باعث کرتا ہے ۔ جب روح حیوانی کا مزاج زائل ہوتا ہے بدن اطاعت نہیں کر سکتا ۔ تو اسی کو موت کہتے ہیں ۔ اگرچہ فرمانبردار یعنی بدن اپنی جگہ پر برقرار نہیں ہے ۔ مگر تو اپنی جگہ برقرار رہتا ہے ۔ اور تیرے وجود کی حقیقت یہ قالب کیونکر ہوگا ۔ اگر تو سوچے تو یہ بات جان جائے گا کہ تیرے یہ اعضاء وہ نہیں ہیں جو لڑکپن میں تھے ۔ اس لیے کہ وہ سب بخار سے تحلیل ہو گئے اور غذا سے ان کے بدلے اور اعضاء پیدا ہو گئے تو وہ قالب نہیں ہے اور تو وہی ہے پس تیری ہستی اس قالب سے نہیں ۔ اگر قالب تباہ ہو جائے تو تُو اپنی ذات سے اسی طرح زندہ رہے گا ۔ لیکن تیرے اوصاف کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک میں قالب کی شرکت ہے ۔ جیسے بھوک پیاس نیند یہ اوصاف بے مادہ اور جسم کے ظاہر نہیں ہوتے ۔ اور موت سے زائل ہو جاتے ہیں ۔ اور دوسری میں قالب کی شرکت نہیں ۔ جیسے خدا کی معرفت اور اس کے جمال لازوال کی زیارت اور ان باتوں سے مسرت و فرحت یہ تیری ذاتی صفت ہے اور تیرے ساتھ رہے گی ۔ اور باقیات الصالحات کے یہی معنی ہیں ۔ اور اگر معرفت کے عوض جہل ہے یعنی حق تعالیٰ کی پہچان نہیں ۔ تو یہ بھی تیری ذاتی صفت ہے اور تیرے ساتھ رہے گی ۔ اور یہ جہل ہی تیری روح کا اندھاپن اور تیری شقاوت کا تخم ہوگا ۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝	جو دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہے اور بڑا گمراہ ہے راہ چلنے میں ۔

اور جب تک تو ان دونوں روحوں کی حقیقت اور ان دونوں کا فرق اور باہم ان کا تعلق نہ پہچانے گا موت کی حقیقت بھی نہ جانے گا ۔

فصل :

اے عزیز اب یہ بات جان کہ روح حیوانی اس عالم سفلی سے ہے ۔ اس لیے کہ وہ خلطوں کے بخارات کی لطافت سے مرکب ہے ۔ اور خلطیں چار ہیں ۔ خون بلغم، صفرا اور سودا اور ان چاروں کی چار اصلیں ہیں ۔ آگ پانی، خاک، ہوا اور ان کے مزاج کا اختلاف اور اعتدال گرمی، سردی، تری، خشکی کی کمی زیادتی سے ہوتا ہے ۔ اور علم طب سے یہی غرض ہے ۔ کہ ان چاروں طبعوں کے اعتدال کا روح میں یہاں تک لحاظ رکھے کہ یہ روح حیوانی

۱؎ روح حیوانی عالم سفلی سے ہے ۔

اُس روح کی سواری کے لائق ہو جائے جس کو ہم روح انسانی کہتے ہیں اور وہ اس عالمِ سفلی سے نہیں ہے۔ بلکہ عالمِ علوی اور فرشتوں کی اصل سے ہے اور اس کا عالم دنیا میں آنا مسافر کی طرح ہے۔ اس کی ذات کی خواہش سے نہیں۔ اس کا یہ سفر اس لیے ہے۔ کہ ہدایت سے اپنا توشہ تیار کرے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

ہم نے کہا کہ تم اتر جاؤ یہاں سے اگر تم کو مجھ سے کچھ ہدایت پہنچی تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر نہ کچھ خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي

بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو مٹی سے پھر جب تیار کیا میں نے اسے اور پھونکی اس میں روح اپنی روح سے۔ ۱۲۔

ان دو روحوں کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ ایک کو مٹی کے حوالے فرمایا۔ اور اس کے اعتدال مزاج کو اس عبارت سے تعبیر کیا کہ سَوَّيْتُهُ یعنی اس میں سے تیار اور مہیا کیا۔ اور یہی اعتدال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي ——— اس کو اپنے ساتھ منسوب فرمایا۔ اس کی یہ مثال ہے جیسے کوئی ریشم کے کپڑے کی مشعل بنائے۔ کہ وہ جلنے کے لائق ہو جائے پھر اس کو آگ کے پاس لے جا کر پھونکے کہ اس میں آگ لگ جائے اور جس طرح روح حیوانی سفلی کے لیے اعتدال ہے اور علم طب اس اعتدال کے اسباب کو شامل ہے۔ کہ روح حیوانی سے بیماری دفع کر کے اسے اسباب ہلاکت سے بچائے۔ اسی طرح روح انسانی علوی جو حقیقت دل ہے۔ اس کے لیے بھی اعتدال ہے کہ علم اخلاق و ریاضت جو شریعت سے ہے اس کے اعتدال کو دیکھتا ہے۔ اور یہی امر روح انسانی کی صحت کا سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ ارکان مسلمانی میں اس کا بیان آئے گا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ جو کوئی آدمی کی روح کی حقیقت کو نہ پہچانے گا۔ ممکن نہیں کہ وہ آخرت کو پہچانے جیسے یہ ناممکن ہے۔ کہ جو کوئی اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ حق تعالیٰ کو پہچان لے تو اپنی معرفت جناب احدیت کی معرفت کی کنجی اور حقیقت ارواح کی معرفت کلید معرفت آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان لانا دین کا اصل ہے ہم نے اسی وجہ سے اس معرفت کو مقدم کیا۔ لیکن ایک راز اس کے اوصاف کے اسرار میں سے دراصل وہ اصل ہے۔ ہم نے اس کا بیان نہیں کیا کہ اس کے بیان کی اجازت نہیں اور ہر ایک کو اس کے سمجھنے کی طاقت بھی نہیں اور تمام معرفت حق اور معرفت آخرت اسی پر موقوف ہے۔ اے عزیز ایسی محنت کر کہ اپنی کوشش و طلب

سے تو خود اس کو پہچان لے اس لیے کہ اگر کسی سے تو وہ راز سنے گا تو اس کے سننے کی تاب نہ لائے گا۔ بہت لوگوں نے وہ صفت خدا کی شان میں سنی اور یقین نہ کیا۔ اس کے سننے کی تاب نہ لا سکے۔ انکار کر گئے کہا کہ خود ممکن ہی نہیں اور یہ تنزیہ اور پاکی نہیں بلکہ تعطیل اور بے کاری ہے۔ جب یہ حال ہے تو آدمی کے حق میں اس صفت کے سننے کی تو کیونکر تاب لائے گا۔ بلکہ وہ صفت خدا تعالیٰ کی شان میں نہ حدیث میں صاف صاف وارد ہے نہ قرآن میں اسی لیے لوگ اسے سننے میں انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے:

کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ——— یعنی لوگوں سے ایسی بات کہو جسے سمجھنے کی انہیں طاقت ہو۔ اور بعض انبیاء پر وحی آئی۔ کہ ہماری صفات میں جس صفت کو لوگ نہ سمجھ سکیں وہ ان سے نہ کہو۔ جانتے ہو کہ اگر وہ نہ سمجھیں گے تو انکار کریں گے اور انکار ان کے حق میں مضر ہے۔

فصل:

اے عزیز یہ سب کچھ جو بیان ہوا اس سے تو نے یہ پہچان لیا۔ کہ آدمی کی جان کی حقیقت اپنی ذات سے قائم ہے۔ اور اپنی ذات اور خاص صفات کے قیام میں قالب سے آدمی مستغنی اور بے پرواہ ہے اور اس کی نیستی موت کے معنی یہ نہیں ہیں۔ بلکہ قالب سے اس کے تصرف کا منقطع ہو جانا موت کے معنی ہیں اور حشر و بعث اور اعادہ کے یہ معنی نہیں کہ نیستی کے بعد پھر اسے وجود میں لائیں گے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ اسے کوئی قالب دیں گے یعنی جیسے پہلے تھا۔ ایک بار پھر قالب کو یہ تصرفات قبول کرنے پر مہیا کریں گے۔ اور یہ بہت ہی آسان ہوگا اس لیے کہ پہلی بار بدن و روح کو پیدا کرنا تھا اور اس بار روح موجود ہے اور قالب کے اجزا بھی اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ ان کا جمع کرنا ایجاد کرنے سے بہت ہی آسان ہوگا۔ یہ آسانی ہمارے دیکھنے کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حقیقت میں فعل پروردگار سے آسانی کو کوئی لگاؤ نہیں۔ اس لیے کہ جہاں دشواری نہیں وہاں آسانی بھی نہیں۔ اور دوبارہ زندہ کرنے میں پہلے ہی والے قالب کا دنیا میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ قالب سواری ہے اگر گھوڑا بدل جائے سوار تو وہی رہے گا۔ اور لڑکپن سے بڑھاپے تک قالب کے اجزاء دوسری غذا سے بدلتے رہتے ہیں اور روح انسانی وہی رہتی ہے جو ابتدائے خلق میں تھی۔ جن لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے پہلا ہی قالب ملے گا۔ ان پر اعتراضات ہوئے اور انہوں نے ان اعتراضات کے کمزور جواب دیے۔ حالانکہ اس تکلیف سے وہ مستغنی تھے۔ ان سے لوگوں نے اعتراضات کیے اور کہا کہ اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو کھا جائے اور دونوں کے اجزاء ایک ہو جائیں تو وہ اجزاء حشر میں کسے دیئے جائیں گے اور کسی کے بدن سے ایک عضو کاٹ ڈالیں اور کاٹ ڈالنے کے بعد وہ شخص عبادت کرے۔ جب اس کو عبادت کا ثواب ملے گا تو وہ کٹا ہوا عضو بھی اس کے بدن میں ہوگا یا نہیں۔ اگر نہ ہوگا تو بے ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ کے وہ

شخص بہشت میں ہوگا۔ اگر وہ عضو جو زندگی میں کٹ گیا تھا۔ اس کے بدن میں ہوگا۔ تو ثواب میں اور اعضاء کا کیوں شریک ہوگا۔ نیک کام کرنے میں تو شریک نہیں تھا۔ لوگ ایسے واہیات اعتراضات بہت کرتے ہیں اور جواب دینے والے تکلف سے جواب دیتے ہیں۔ اے عزیز جب تونے دوبارہ زندہ ہونے کی حقیقت جان لی کہ قالب کی کچھ ضرورت نہیں تو ایسے سوال وجواب کی بھی ضرورت نہ رہی۔ اور یہ اعتراضات اسی بات سے پیدا ہوئے کہ لوگ یہ سمجھے تھے کہ تیری ہستی اور حقیقت تیرا یہی قالب ہے۔ جب وہ قالب نہ ہوگا تو جو پہلے تھا وہ بھی نہ ہوگا۔ اس بنا پر لوگ اشکال میں پڑ گئے اور ان کی اس بات کی اصل مضبوط نہیں ہے۔

فصل :

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ فقہاء و متکلمین کا مشہور مذہب یہ ہے کہ آدمی کی جان موت سے معدوم ہو جاتی ہے پھر اس کو پیدا کرتے ہیں اور اوپر کا بیان اس مذہب کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اوروں کی بات پر چلے وہ اندھا ہے اور جو شخص جان انسانی کی فنا کا قائل ہے وہ نہ متقلد ہے نہ صاحبِ بصیرت۔ اگر صاحب بصیرت ہوتا تو جانتا کہ مرگ قالب آدمی کی حقیقت کو نابود نہیں کرتی اور اگر اہل تقلید سے ہوتا تو قرآن وحدیث سے جانتا کہ آدمی کی روح مرنے کے بعد اپنے مقام میں موجود رہتی ہے۔ مرنے کے بعد ارواح کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدبخت لوگوں کی روح ایک نیک بخت لوگوں کی روح۔ نیک بخت لوگوں کی روح کے بیان میں قرآن شریف ناطق ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ

اور ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے۔ بلکہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے خوش ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جو لوگ میری راہ میں مارے گئے وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور درگاہ پروردگار سے ان کو سرفرازی کے جو خلعت ملے ہیں۔ اس کے سبب خوش رہتے۔ اور ہمیشہ اس سرکار ابد قرار سے روزی حاصل کرتے ہیں۔ اور بدر کے کفار اشقیا کو جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا اور مارا تو انہیں نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں دشمنوں کے عذاب کے متعلق اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا میں نے تو وہ سچ پایا۔ اور وہ عذاب کے وعدے جو تم سے خدا نے کیے تھے مرنے کے بعد تم نے بھی سچ پائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کافر تو مردہ ہیں آپ ان سے کیوں کلام فرماتے

ہیں - ارشاد فرمایا - اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے یہ لوگ میری اس بات کو تم سے زیادہ سنتے ہیں - مگر جواب سے عاجز ہیں - اور جو کوئی قرآن اور ان احادیث میں غور کرے گا - جو مردوں کے حق میں وارد ہیں - اور جن میں یہ مضمون ہے کہ مردے[1] اہل ماتم اور اہل زیارت سے بلکہ جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے - سب سے آگاہ ہیں تو ضرور جانے اور یقین مانے گا کہ مردوں کا بالکل نیست و نابود ہو جانا شرع میں کہیں نہیں آیا - بلکہ صرف یہ ہے کہ صفت بدل جاتی ہے گھر بدل جاتا ہے - اور قبر دوزخ کے غاروں میں سے ایک غار ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ - تو یقین جان کہ مرنے سے تیری ذات اور خاص صفات زائل نہیں ہوں گے - لیکن تیرے حواس اور حرکات و خیالات جو دماغ اور اعضاء کے لیے پیدا ہوئے زائل ہو جائیں گے - اور تو جیسا یہاں سے گیا ہے - وہاں بھی مجرد و تنہا رہے گا - اے عزیز اس بات کو جان کہ گھوڑا مر جائے تو سوار اگر جاہل ہے تو عالم نہ ہو جائے گا - اور اگر اندھا ہے تو بینا نہ ہو جائے گا - صرف پیادہ ہو جائے گا - تو قالب سواری ہے - جیسے گھوڑا تو سوار ہے اسی بنا پر یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ اور محسوسات سے غائب ہو جاتے اور اپنے میں اتر جاتے اور خدا کی یاد میں ڈوبتے یعنی مراقبہ کرتے ہیں - جیسا کہ راہ تصوف کا آغاز ہے - تو انہیں قیامت کا حال بھی نظر آتا ہے اس لیے کہ ان کی روح حیوانی اگرچہ اعتدال سے پھر نہیں جاتی لیکن سست ہو جاتی ہے - اس وجہ سے جب ان میں خوفِ خدا اور اندیشہ عقبیٰ پیدا ہو جاتا ہے - تو روح حیوانی ان کی ذات کو اپنی طرف مشغول نہیں کر سکتی اور ان کا حال مردے کے حال کے قریب ہو جاتا ہے - چنانچہ لوگوں کو مرنے کے بعد جو کچھ معلوم ہوتا ہے - ان پر یہیں منکشف ہو جاتا ہے - اور جب پھر اپنے آپ میں آتے ہیں اور عالم محسوسات میں پڑتے ہیں - تو بہت کو اس میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا - صرف اس کا کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے - اگر بہشت کی حقیقت اسے دکھائی ہوتی ہے تو اس کی خوشی اور راحت ان کے ساتھ باقی رہتی ہے اور اگر دوزخ کی حقیقت ان کے سامنے پیش ہوتی ہے - تو اس کی اداسی اور خستگی باقی رہتی ہے اور اگر اس میں سے کچھ یاد رہا ہو تو اس کی خبر دیتے ہیں اور اگر خزانہ خیال نے کسی مثال کے ساتھ تعبیر کیا ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ مثال اسے خوب یاد رہے اور وہ اس کی خبر دے - جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ مبارک پھیلایا اور فرمایا کہ جنت کا خوشہ انگور مجھے دکھایا گیا میں نے چاہا کہ اسے اس جہان میں لاؤں - اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ خوشہ انگور جس حقیقت کی مثال تھا اسے اس جہان میں لایا جا سکتا تھا - بلکہ یہ محال تھا - اس لیے کہ اگر ممکن ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس جہان میں لے آتے

ا۔ جو کچھ اس عالم میں ہے -

ے۔ معلوم ہوا کہ دوسرے محققین علماء اہلسنت کی طرح حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ سماع موتیٰ کے زبردست قائل ہیں اور اس کے منکرین کو برا جانتے ہیں -

اور اس امر کے استحالے کا سمجھنا مشکل ہے اور اس اشکال کی جستجو کی تجھے کوئی ضرورت نہیں اور علماء کرام کے مدارج کا فرق ایسا ہے کہ کسی کی سمجھ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ بہشت کا خوشۂ انگور کیا ہے اور کیسا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ دوسروں نے دیکھا۔ اور کسی کو اس واقعہ سے یہی کہنا حصہ میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک ہلایا تو اَلْفِعْلُ الْقَلِيْلُ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوۃَ ۔ یعنی تھوڑا سا کام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اس بات کی تفصیل میں خوب غور کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ سلف و خلف کا علم یہی علم ظاہری ہے اُس نے یہ جانا اور اسی علم پر قناعت کی دوسرے علم یعنی علم تصوّف کے ساتھ مشغول نہ ہوا۔ وہ بے کار ہے اور وہ علم شرع کا منکر ہے۔ اور اس بیان سے یہ مقصود ہے کہ تو یہ گمان نہ کر کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کا حال حضرت جبریل سے اس طرح سن کر تفصیلاً خبر دیتے تھے۔ جس طرح حضرت جبریل سے سننے کے معنے تو جانتا ہے۔ کہ اس کام کو بھی اور کاموں کی طرح سمجھا ہے۔ بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو ملاحظہ فرمایا اور جنت کی حقیقت اس جہان میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کو تشریف لے گئے اور اس جہان سے غائب ہو گئے یا غائب ہونا بھی آپ کے معراج کی ایک قسم تھی۔ غائب ہو جانا دو طرح سے ہوتا ہے ایک روحِ حیوانی کے مرنے سے دوسرے اس کے بے طاقت ہونے سے اور اس جہان میں کوئی شخص جنت کو دیکھ سکتا۔ جس طرح ساتوں آسمان اور ساتوں زمین پستے کے چھلکے میں نہیں سما سکتے اسی طرح جنت کا ایک ذرہ اس جہان میں نہیں سما سکتا بلکہ قوت سامعہ جس طرح اس امر سے معزول ہے کہ آنکھ میں آسمان زمین کی صورت جیسے پیدا ہوتی ہے۔ ویسی ہی اس میں بھی پیدا ہو۔ اسی طرح اس جہان کے تمام حواس بہشت کے تمام ذروں سے معزول ہیں اور اس جہان کے حواس ان کے علاوہ ہیں۔

فصل:

اب عذاب قبر کو پہچانئے۔ اے عزیز جان کہ عذاب قبر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک روحانی دوسرا جسمانی جسمانی سب لوگ جانتے ہیں لیکن روحانی کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اور اپنی روح کو حقیقت کو جانا ہو کہ وہ اپنی ذات سے قائم اور اپنے قائم ہونے میں قالب سے بے نیاز ہے۔ تو موت کے باوجود وہ روح باقی رہے گی۔ موت اس کو نیست و نابود نہ کرے گی۔ لیکن ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور باقی سب حواس اس سے پھیر لیں گے اور جب حواس اس سے لے لیے تو بیوی، لڑکے، مال، کھیتی، لونڈی، غلام گائے، بیل۔ گھر بار عزیز و اقارب بلکہ زمین و آسمان اور جو چیزیں ان حواس سے دریافت ہو سکتی ہیں سب اس سے پھیر لیں گے۔ اگر یہ چیزیں اس کی محبوب اور معشوق تھیں اور اس نے اپنا آپ بالکل ان چیزوں کے حوالے کر دیا ہے۔ تو مرنے کے بعد ان کی جدائی کے عذاب میں رہے گا۔ اور اگر سب سے فارغ تھا اور دنیا میں کسی کو

محبوب نہ رکھتا تھا بلکہ موت کا آرزومند رہتا تھا۔ تو راحت و آرام میں رہے گا اور اگر اس نے خدا کی دوستی حاصل کی تھی، اللہ کی یاد کے ساتھ محبت و انس کا درجہ پایا تھا۔ اور اپنا آپ بالکل اسی کو دے دیا تھا۔ اسباب دنیا سے متنفر و بیزار رہتا تھا۔ تو جب وصال کر گیا اپنے معشوق کے پاس جا پہنچا۔ مزاحمت اور تشویش میں رکھنے والا سامان دنیا درمیان سے جاتا رہا۔ اور یہ اپنی سعادت کو پہنچ گیا۔ اے عزیز غور کر کہ جو شخص اپنے آپ کو یہ جانے کہ موت کے بعد باقی رہوں گا اور اس کی مرغوب اور محبوب چیزیں دنیا میں رہ جائے گی تو ضرور اسے یہ یقین آ جائے گا کہ جب میں دنیا سے جاؤں گا تو اپنی محبوب و مرغوب اشیا کی جدائی سے رنج و عذاب اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ۔

أَحْبِبْ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ ۔ دوست رکھ جسے تو دوست رکھتا ہے بے شک تو اسے چھوڑ جانے والا ہے۔

جب کوئی یہ جان لے کہ میرا محبوب خدا تعالیٰ ہے اور اندازہ کے مطابق اپنا توشہ لے کر باقی دنیا و مافیہا سے دشمنی رکھے۔ تو ضرور بالضرور اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ میں جب دنیا سے جاؤں گا تو رنج سے نجات پاؤں گا۔ راحت اٹھاؤں گا۔ جو شخص اس بات کو سمجھ لے گا اسے عذاب قبر میں ہرگز کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ وہ یقین کرے گا کہ عذاب قبر حق ہے۔ اور پرہیزگاروں کے لیے نہیں بلکہ دنیا داروں کے لیے۔ اور ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث ان ہی معنوں میں ہے۔

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ ۔ دنیا قید خانہ ہے مسلمانوں کے لیے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

فصل :

اے عزیز تو نے عذاب قبر کی اصل کو پہچانا کہ اس کا سبب حب دنیا ہے۔ اب یہ جان کہ اس عذاب میں فرق ہے۔ کسی کو زیادہ ہوتا ہے اور کسی کو کم۔ جس قدر دنیا کی محبت ہے۔ اسی قدر اس پر عذاب و مصیبت ہے تو جو شخص دنیا میں کل کائنات ایک ہی چیز رکھتا ہو۔ اور اسی کو دل سے عزیز رکھتا ہو۔ اسے اس شخص کے برابر عذاب نہ ہو گا جو زمین، اسباب، لونڈی، غلام، ہاتھی، گھوڑے، جاہ و حشمت اور ہر طرح کی نعمت رکھتا اور سب کے ساتھ دل سے محبت رکھتا ہے۔ بلکہ اگر اس جہان میں لوگ کسی سے کہیں کہ تیرا ایک گھوڑا چور لے گئے ہیں تو اسے رنج و الم ہو گا اور اگر کہیں کہ تیرے دس گھوڑے لے گئے۔ تو پہلے کی نسبت۔ زیادہ غم ہو گا۔ اگر اس کا نصف

---

۵۱ عذاب قبر کا سبب محبت دنیا ہے۔

مال لوگ چھین لیں تو اسے ملال ہوگا۔ اگر سب مال لے جائیں تو بدرجہ کمال رنج ہوگا اور ان سب باتوں کا رنج والم اس مصیبت کے غم سے بہت کم ہے۔ کہ مال کے ساتھ بیوی و لڑکوں کو بھی لوٹ کر لے جائیں۔ سلطنت سے بھی معزول کر دیں مال اور اہل وعیال جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب لوٹ لیں۔ اور اس شخص کو بے یار و مددگار، تنہا و بے بس چھوڑ دیں۔ یہی زندگی کا انجام ہے۔ موت اسی کا نام ہے۔ تو ہر شخص کو اتنی ہی راحت یا اذیت ہوگی۔ جتنی اسے دنیا کے ساتھ عداوت یا محبت ہوگی اور جس کے ساتھ اسباب دنیا نے ہمہ وجوہ موافقت کر لی اور اس نے اپنے آپ کو دنیا کی نذر کر دیا۔ اس قدر اس کے ساتھ محبت کی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ

یہ غصہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے دوست رکھا دنیا کی زندگی کو آخرت پر۔

اُسے بڑا عذاب ہوگا اور اس عذاب کو یوں تعبیر کیا ہے۔ کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو اس آیت کے کیا معنی ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ـ

اور جس نے اعراض کیا میری یاد سے بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے۔

صحابہ نے عرض کی کہ اس کا مطلب خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قبر میں کافر پر عذاب یوں ہی ہوتا ہے کہ ننانوے ۹۹ اژدہے اس پر مسلط و مقرر کیے جاتے ہیں۔ یعنی ننانوے ۹۹ سانپ کہ ہر سانپ کے نو نو سر ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کافر کو قیامت تک کاٹتے اور چاٹتے ہیں۔ اور اس پر پھنکاریں مارتے ہیں۔ جو لوگ اہل نظر ہیں۔ انہوں نے ان سانپوں کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور احمق لوگ جو بے نگاہ ہیں، کہتے ہیں۔ کہ ہم کفار کی قبروں کو دیکھتے ہیں۔ مگر ان میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر سانپ ہوتے تو ہماری آنکھ بھی درست ہے۔ ہم بھی دیکھتے ہیں ان احمقوں کو چاہیئے کہ اس بات کو جانیں کہ یہ سانپ مُردوں کی روح میں ہیں۔ اس کے باہر نہیں ہیں۔ کہ دوسرا بھی دیکھے۔ بلکہ یہ اژدہے اس کی موت کے پہلے سے اس کے اندر تھے اور وہ بے خبر تھا۔ ان احمقوں کو جاننا چاہیئے کہ یہ اژدہے اس کافر کی صفات سے بنے ہیں۔ اور ان کے سروں کی تعداد اس کے بد اخلاق کی شاخوں کی تعداد کے برابر ہے۔ دنیا کی دوستی اس اژدہے کا اصل خمیر ہے۔ اس اژدہے کے سر اتنے ہی پیدا ہوتے ہیں جتنے اس کافر میں اخلاقِ بد دنیا کی دوستی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے۔ کینہ، حسد، ریا، تکبر، حرص، مکر، فریب۔ دنیا و جاہ و حشمت کے ساتھ محبت رکھنا۔ ان اژدہوں کی اصل اور ان کے سروں کی کثرت نورِ بصیرت سے ہی آدمی پہچان سکتا ہے۔ اور ان کی تعداد نورِ نبوت سے جان سکتا ہے۔ کہ جتنے بُرے اخلاق ہیں۔ اتنے ہی اژدہے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اخلاقِ بد کتنے ہیں تو یہ اژدہے کافر کی جان میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ کافر خدا اور رسول سے ناواقف ہے۔ بلکہ اس کا باعث یہ ہے؛

کہ اس کافر نے اپنے آپ کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ یہ غصہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے دوست رکھا تھا زندگی دنیا کو آخرت پر۔

اور فرمایا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تم نے ضائع کیے اپنے مزے دنیا میں اور برت چکے سب کو۔

اگر ایسا ہوتا کہ یہ اژدہے کافر کی جان سے باہر ہوتے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں تو کافر پر قدرے آسانی ہو جاتی کیونکہ آخر کبھی تو اژدہے دم بھر اس سے باز رہتے اور جبکہ اس کی جان کے اندر رہتے ہیں تو اس کے عین صفات ہیں۔ لہٰذا کافر بھلا ان سے کیونکہ بھاگ کر بچ سکتا ہے۔ جیسے کسی نے لونڈی بیچ دی پھر اس پر عاشق ہو گیا۔ تو یہ اژدہا جو اسے کاٹتا ہے۔ اسی کا عشق ہے۔ جو لونڈی کے ساتھ اور اس کے دل میں پوشیدہ تھا۔ جس وقت تک وہ اژدہا اسے کاٹنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس وقت تک اس عاشق کو اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اب اس کافر کو کاٹنا شروع کیا۔ وہ جب تک اپنی معشوقہ کے ساتھ تھا۔ تب تک یہ عشق جس طرح اس کی راحت کا سبب تھا۔ اسی طرح فراق میں رنج و مصیبت کا باعث ہوا۔ اگر عشق نہ ہوتا اور محبت نہ ہوتی تو فراق میں عذاب بھی نہ ہوتا اور مصیبت بھی نہ ہوتی اسی طرح دنیا کی اُلفت اور کمال محبت جو زندگی میں موجب راحت ہے وہی بعد موت باعث عذاب و مصیبت ہے عشق دولت اژدہے کی مانند ہے اور عشق مال سانپ کی مثال گھر بار کا عشق گویا بچھو ہے۔ اور علیٰ ہٰذا القیاس وہ لونڈی کا عاشق جس طرح فراقِ معشوقہ میں چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے یا یہ چاہتا ہے کہ بچھو ڈنک مارے کہ میں مر جاؤں اور دردِ فراق سے نجات پاؤں اسی طرح جس کسی کو عذاب قبر ہوتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ کاش اندرونی اژدہوں کے عوض وہ سانپ بچھو ہوتے جنہیں دنیا میں لوگ جانتے ہیں کہ وہ باہر سے بدن میں زخم لگاتے ہیں۔ اور یہ اژدہے اندر سے جسم میں زخم لگاتے ہیں اور ان اژدہوں کو ظاہری آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو حقیقت میں ہر شخص اپنے عذاب کا سبب یہاں سے ہی اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اور وہ سبب عذاب اس کے اندر ہے۔ اسی لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ تُرَدُّ اِلَيْكُمْ اس کے سوا نہیں کہ وہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو تمہاری طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

یعنی وہ عذاب تمہارے اندر ہے کہ تمہارے فرشتے تمہارے سامنے رکھیں گے۔ اسی لیے حق سبحانہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا ہے:۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝

ہر گز نہیں اگر تم علم الیقین کے طریقے سے دیکھو تو جحیم کو ضرور دیکھو گے۔ پھر اس کو ضرور دیکھو گے، عین الیقین سے دیکھنا۔

یعنی تمہیں علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ کو دیکھ لیتے اور اسی لیے فرمایا

اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۝

بے شک دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

یعنی دوزخ کافروں کو محیط ہے یوں نہ ارشاد ہوا کہ دوزخ کافروں کو محیط ہوگی۔

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ ظاہر شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اژدہوں کو ظاہری آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور جو اژدہے کی جان میں ہیں۔ وہ دکھائی نہیں دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان اژدہوں کا دیکھنا ممکن ہے۔ لیکن مردہ ہی دیکھتا ہے جو لوگ اس عالم میں ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے اس لیے کہ اس عالم کی چیز کو اس عالم کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہ اژدہا مردہ کو ایسا متشکل دکھائی دیتا ہے کہ گویا اُس نے اس عالم میں دیکھا تھا۔ لیکن تو نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح سویا ہوا آدمی دیکھتا ہے کہ مجھے سانپ کاٹ رہا ہے اور جو شخص اس کے پاس بیٹھا ہے، وہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور وہ سانپ اس شخص کے پاس موجود ہے جو سوتا ہے اور اس سانپ کے سبب سے اس شخص کو رنج و عذاب ہوتا ہے اور بیدار کے لیے وہ سانپ معدوم ہے۔ اور بیدار کے نہ دیکھنے سے اس کے رنج و عذاب میں کچھ کمی نہیں ہو جاتی جو کوئی خواب دیکھے کہ مجھے سانپ کاٹتا ہے۔ تو وہ دشمن کا زخم ہے۔ کہ اس خواب دیکھنے والے پر فتح یاب ہوگا۔ اور خواب میں سانپ کے کاٹنے کا رنج روحانی ہوتا ہے۔ کہ دل ہی پر گزرتا ہے۔ اس کی مثال اس عالم میں اگر چاہیں تو ایک سانپ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ جب دشمن اس خواب دیکھنے والے پر فتح پائے تو کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے خواب کی تعبیر پائی کاش مجھے سانپ کاٹتا اور یہ دشمن مجھ پر فتحیاب نہ ہوتا۔ اس لیے کہ یہ رنج جو دل میں ہے اس رنج سے بہت بڑا ہے جو سانپ کے کاٹنے سے اس کے بدن پر ہوتا ہے۔

اے عزیز اگر تو یہ کہے کہ وہ سانپ تو معدوم ہے۔ خواب دیکھنے والے پر جو یہ حال گزرتا ہے۔ فقط خیال ہے تو جان لے کہ تیرا یہ کہنا بڑی غلطی ہے۔ بلکہ وہ سانپ موجود ہے۔ کہ موجود چیز ہی پائی جاتی ہے اور معدوم نہیں پائی جاتی۔ جیسے تو نے خواب میں پایا اور دیکھا وہ میرے حق میں موجود ہے۔ اگرچہ اور مخلوق اسے نہ دیکھ سکے اور جیسے تو نہ دیکھے۔ وہ تیرے حق میں نایاب اور معدوم ہے گو تمام مخلوق اسے دیکھ رہی ہو۔

اور جبکہ عذاب اور سبب عذاب دونوں مردے اور سوتے انسان نے پائے ہیں۔ تو اوروں کے نہ دیکھ سکنے سے ان میں کیا نقصان ہے۔ لیکن یہ ہوتا ہے کہ سوتا جلدی جاگ اٹھتا ہے۔ اور رنج و عذاب سے چھوٹ جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے خیال تھا اور مردہ رنج و عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ اس لیے کہ موت کی کچھ انتہا نہیں تو تکلیف مردہ کے ساتھ ہے اور اس عالم کے محسوسات کی طرح اسے ثبات و دوام ہے اور شریعت میں نہیں کہ جو سانپ بچھو اژدہے قبر میں ہوتے ہیں عوام الناس اسے ظاہری آنکھ سے دنیا میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس عالم سے دور ہو جائے اور اس مردہ کا حال اس پہ ظاہر کریں تو مردہ کو سانپ بچھو میں دیکھے گا۔ اور انبیاء و اولیاء جاگتے میں بھی دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اوروں کو جو کچھ خواب میں معلوم ہوتا ہے۔ انہیں بیداری میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ عالم محسوسات یعنی دنیا اس جہان کے معاملات دیکھنے میں ان لوگوں کے لیے آڑ و رکاوٹ نہیں۔ تو یہ طول کلام اس بنا پر ہوا ہے۔ کہ احمق جب قبروں میں دیکھتے ہیں۔ اور انہیں ظاہری آنکھ سے کچھ نظر نہیں آتا۔ تو عذاب قبر سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں اس عالم کے معاملات کی راہ معلوم نہیں۔

فصل :

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ اگر عذاب قبر اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ دل کو اس عالم سے تعلق رہتا ہے۔ تو اس سے کوئی بھی خالی نہیں۔ کیونکہ ایسا کون ہے جو جاہ و مال اور اہل و عیال کو دوست نہ رکھتا ہو تو سب کو عذاب قبر ہو گا اور کوئی اس سے نہ چھوٹے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دنیا سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ان کے لیے دنیا میں خوشی و آسائش کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہا وہ موت کے آرزومند رہتے ہیں اور بہت سے مسلمان جو فقیر ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔ باقی رہے مالدار تو ان کے بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو اسباب دنیا کو دوست رکھتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی خدا سے بھی پیار کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا کہ خدا کو دنیا سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں تو ان کو بھی عذاب قبر نہ ہو گا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص کا کسی شہر میں ایک مکان ہو اور وہ اس مکان کو بہت چاہتا ہو۔ لیکن ریاست و سلطنت، محل اور باغ کو اس مکان سے بھی زیادہ دوست رکھتا ہو تو جب کسی اور شہر کی ریاست و حکمرانی کا اُسے سلطانی حکم پہنچے تو وطن سے نکلتے میں اسے کچھ تکلیف نہ ہو گی۔ اس لیے کہ حکمرانی کی محبت جو بہت غالب ہے۔ اس کے سامنے گھر اور شہر کی محبت ناچیز اور ناپائیدار ہو جاتی ہے۔ اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ تو انبیاء، اولیاء اور متقی مسلمانوں کے دل کو اگرچہ فرزند و زن شہر وطن کی طرف کچھ التفات ہوتا ہے۔ مگر جب خدا کی محبت اور اس کی انس کی لذت پیدا ہوتی ہے۔ تو باقی سب محبتیں اس کے سامنے ناچیز ہو جاتی ہیں اور یہ لذت موت سے پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ لوگ عذاب قبر سے بے خوف ہیں۔ لیکن جو لوگ دنیا کی خواہشوں کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ وہ اس عذاب سے نہ چھوٹیں گے۔ اور یہ لوگ تعداد میں بہت

ہیں۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا۔

اور نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس میں وارد ہونے والا ہے یہ بات تیرے رب پر فیصلہ شدہ ہو چکی ہے۔ پھر ہم پرہیز گار لوگوں کو نجات دیں گے۔

یہ لوگ مدت تک عذاب میں رہیں گے۔ پھر جب انہیں دنیا سے گئے ہوئے زمانہ دراز گزر جائے گا۔ اور دنیا کی لذت بھول جائیں گے تو خدا کی اصل دوستی جو ان کے دل میں پوشیدہ تھی ظاہر ہو جائے گی۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو ایک گھر کو دوسرے گھر کی نسبت یا ایک شہر کو دوسرے شہر کی نسبت یا ایک عورت کو دوسری عورت کی نسبت بہت دوست رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے گھر یا شہر یا عورت کو بھی کچھ دوست رکھتا ہو۔ جب اسے اس گھر یا شہر یا عورت سے جسے وہ بہت دوست رکھتا ہے۔ جدا کر دیں۔ اور اس دوسرے کے پاس جسے تھوڑا دوست رکھتا ہے پہنچا دیں۔ تو وہ اس فراق میں بہت مدت تک رنجیدہ رہتا ہے۔ جب اسے بھولتا اور دوسرے محبوب کے ساتھ خوگر ہو جاتا ہے۔ تو اصل دوستی جو اس دوسرے محبوب کے ساتھ اس کے دل میں تھی۔ ظاہر اور غالب ہو جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کو بالکل ہی دوست نہیں رکھتے۔ وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اس لیے کہ انہیں اسی چیز کے ساتھ دوستی ہے جو ان سے پھیر لی گئی یعنی دنیا پھر اب کس طرح اس عذاب سے نجات پائیں گے۔ کافر جو ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے جو ابھی بیان ہوا۔

اے عزیز یہ بات جان کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا ہی کو دوست رکھتا ہوں یا خدا کو دنیا سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اور تمام جہان کا زبانی یہی مذہب ہے۔ تو ایک چیز اس بات کی آزمائش کے لیے کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کا نفس و خواہش اسے کوئی حکم دے اور حکمِ خدا اس کے خلاف ہو۔ اگر وہ اپنے دل کو حکم خدا کی طرف زیادہ مائل دیکھے تو حق تعالیٰ کو زیادہ دوست رکھتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص دو آدمیوں کو دوست رکھتا ہو۔ ایک کو بہت اور دوسرے کو کم جب ان دونوں میں جھگڑا واقع ہوتا ہے۔ تو اپنے آپ کو اس کی طرف جسے بہت پیار کرتا ہے۔ مائل پاتا ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جس کی طرف مائل ہوا اسے بہت دوست رکھتا ہوں کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ کہ یہ کہنا فی الحقیقت جھوٹ ہے۔ اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے اگر ساری دنیا کے معاملات کو دین کے معاملات پر ترجیح نہ دیں حق تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ لا الٰہ الا اللہ ایسی صورت حال میں جھوٹ ہے تو اے عزیز ان سب باتوں سے جو تجھے معلوم ہوئیں۔ تو نے پہچان لیا۔ کہ صاحب نظر مشاہدہ باطنی سے دیکھتے ہیں

ہیں۔ کہ کون شخص عذاب قبر سے چھوٹے گا۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ زیادہ لوگ نہیں چھوٹیں گے۔ لیکن جس طرح[1] تعلق دنیا میں فرق ہے کسی کو کم ہوتا ہے کسی کو زیادہ اسی طرح عذاب کی مدت و شدت میں بھی بہت فرق ہے۔

فصل :

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ بعض احمق کہتے ہیں کہ اگر عذاب قبر یہی ہے تو ہم اس سے بے خوف و خطر ہیں۔ کیونکہ ہمیں دنیا سے کوئی تعلق نہیں دنیا کا ہونا نہ ہونا ہمارے نزدیک برابر ہے تو ان احمقوں کا یہ دعوٰی محال ہے۔ جب تک اپنے آپ کو نہیں آزماتے نادان ہیں۔ اگر وہ شخص ایسا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ سب چوری جائے۔ اور جو مقبولیت و عزت اسے حاصل ہے وہ اس کے کسی ہمسر کو مل جائے اور جو اس کے مرید ہیں وہ پھر جائیں۔ اور اس کی مذمت کرنے لگیں۔ اور باایں ہمہ اس کے دل میں کچھ اثر و رنج نہ ہو اور وہ شخص ایسا ہے۔ کہ گویا اور کسی کا مال چوری ہو گیا۔ اور کسی دوسرے کی عزت و مقبولیت لٹ گئی۔ اس کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ تو اس کا یہ دعوٰی سچا ہے کہ میں اس صفت کا آدمی ہوں کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا میرے نزدیک یکساں ہے۔ جب تک اس کا مال چور نہ چرائیں۔ اور اس کے مرید منحرف نہ ہو جائیں۔ تب تک وہ معذور و نادان ہے اسے چاہیئے کہ اپنا مال جدا کرے اور اپنی مقبولیت اور عزت سے بھاگتا رہے۔ اور اپنا امتحان لے پھر تعلق نہیں جب بیوی کو طلاق مل جاتی ہے۔ یا لونڈی فروخت کر دی جاتی ہے۔ تو آتشِ عشق جوان کے دل میں دبی ہوئی تھی بھڑک اٹھتی ہے۔ اور وہ دیوانے ہو جاتے ہیں۔ تو جو شخص چاہے کہ عذاب قبر سے محفوظ رہے اسے چاہیئے کہ دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ رکھے مگر بقدر ضرورت جس طرح پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے۔ اور آدمی کو وہاں بیٹھنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چاہتا ہے کہ وہاں سے جلدی نکلے۔ تو چاہیئے کہ جس طرح آدمی بلا رغبت فقط پیٹ خالی کرنے کی حاجت سے پائخانے جاتا ہے۔ اسی طرح کھانے کا لالچ فقط پیٹ بھرنے کی نیت سے کیا کرے کہ یہ دونوں امر بضرورت ہیں علیٰ ہٰذا القیاس سب دنیوی کام اور اگر اس تعلق دنیا سے آدمی اپنا دل خالی نہ کر سکے تو چاہیئے کہ عبادت اور ذکر الٰہی کے ساتھ انس و محبت رکھے۔ اور اس کی مواظبت اور مداومت کرے اور اپنے دل پہ خدا کی یاد کو ایسا غالب کرے کہ اس کی دوستی محبتِ دنیا پہ غالب ہو جائے۔ اور اس بات پہ اپنی ذات سے یوں دلیل طلب کیا کرے کہ ہر کام میں شرع کی متابعت کرے اور حکم نفس پہ حکم حق کو مقدم رکھے۔ اگر اس کام میں نفس اس کی اطاعت کرے تو البتہ بھروسہ رکھے کہ میں عذاب قبر سے بچوں گا۔ اور اگر نفس نافرمانی

---

[1] جس طرح تعلق دنیا میں تفاوت ہے۔ اسی طرح عذاب قبر میں بھی فرق ہے۔ ۱۲

کرے۔ تو اپنے بدن کو عذاب قبر کے سپرد کر دے مگر یہ کہ ارحم الراحمین کی رحمت شامل حال ہو تو البتہ نجات حاصل ہو گی۔

فصل :

ہم اب روحانی دوزخ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ اور روحانی سے ہمارا یہ مقصود ہے کہ وہ دوزخ روح کے لیے خاص ہے بدن کو اس سے کچھ واسطہ نہیں۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ۔ آگ ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی کہ ظاہر ہو گی دلوں پر۔

یہی دوزخ روحانی ہے۔ کہ یہ آگ دل کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور جو آگ بدن میں لگتی ہے۔ اسے دوزخ جسمانی کہتے ہیں

اے عزیز یہ جان کہ دوزخ روحانی تین قسم کی آگ ہوتی ہے۔ ایک دنیا کی خواہشات سے جدائی کی آگ دوسری ذلت و رسوائی سے شرمندگی کی آگ۔ تیسری حضرت ذوالجلال کے جمال لازوال سے محروم رہنے اور ناامید ہو جانے کی آگ ان تینوں قسموں کی آگ کو جان و دل سے کام ہے۔ بدن سے کچھ مطلب نہیں اور ان تینوں قسموں کی آگ کے اسباب جو اس جہان سے آدمی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس جہان کی ایک مثال کے ضمن میں ہم ان کے معنی بیا رتے ہیں۔ تا کہ بخوبی معلوم ہو جائیں۔

قسم اول دنیا کی خواہشات سے جد آگ۔ اس کا سبب عذاب قبر کے بیان میں کیا جا چکا ہے۔ کہ جب تک آدمی اپنے معشوق کے ساتھ ہے۔ وقت تک عشق رغبت دل کی بہشت بنی رہی جب اپنے معشوق سے جدا ہوا تو دوزخ ہے۔ پس عاشق دنیا جو ن ہے۔ بہشت میں ہے۔

اَلدُّنْیَا جَنَّةُ الْکَافِرِ دنیا کافر کی جنت ہے۔

اور جب آخرت میں ہے دوزخ میں ے کہ اس کے معشوق کو اس سے چھین لیا گیا۔ تو ایک ہی چیز دو مختلف حالتوں میں سبب لذت بھی ہے یبت بھی۔ دنیا میں اس آگ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ ہو۔ کہ تمام دنیا اس کی اطاعت ہ ہمیشہ خوبصورت لونڈی غلام اور عورتوں سے شادکام رہتا ہو۔ عمدہ باغ و بہار اور عالیشان عمارات تا ہو۔ اچانک کوئی دشمن آ کر اسے پکڑ لے جائے۔ اور غلام بنا لے۔ اس کی رعایا کے سامنے اسے ت کا حکم دے اور اس کے سامنے اس کی عورتوں اور لونڈیوں کو اپنے کام میں لائے۔ اور غلاموں سے اپنے تصرف میں لاؤ اور اس کے خزانے میں جو چیزیں ہوں وہ اس کے دشمنوں کو دے ڈالے تو ا اس بادشاہ کو اس آفت ناگہانی اور اس مصیبت سے کس قدر رنج لاحق ہو گا اور سلطنت، زن و فرزند، ونڈی، غلاموں اور تمام نعمتوں سے جدائی کی آگ اس کی جان میں

لگی ہے۔ اور اسے ایسا جلا رہی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے لوگ دفعتاً ہلاک کر ڈالتے ہیں یا میرے بدن پر ایسا سخت عذاب مسلط کرتے کہ میں اس رنج سے چھوٹ جاتا۔ یہ ایک آگ کی مثال ہے اور جس قدر نعمت زیادہ ہو گی اور سلطنت اعلیٰ اور سونے چاندی سے لبریز ہو گی۔ یہ آتش فراق اس کی جان میں اسی قدر زیادہ مشتعل اور تیز ہو گی تو جس کسی کو دنیا میں نفع اور کامیابی زیادہ ہوتی ہے۔ اور دنیا اس کے ساتھ زیادہ موافقت کرتی ہے اسے دنیا کا عشق بھی اتنا ہی سخت تر ہوتا ہے اور آتش فراق اس کی جان میں اتنی ہی زیادہ بھڑکتی ہے۔ اس آگ کی مثال اس جہان میں محال ہے۔ اس لیے کہ اس جہان میں دل کو جو رنج لاحق ہوتا ہے۔ وہ دل میں ہر وقت پورے کا پورا قائم نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ بیمار آدمی جب آنکھ کان وغیرہ کسی چیز سے مصروف رہتا ہے تو اس کا رنج بہت کم ہو جاتا ہے۔ اور جب بے شغل ہو جاتا ہے۔ تو رنج بھی بڑھ جاتا ہے اور یہ بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ جب سو کر اٹھتا ہے رنج و مصیبت اس کے دل پر بہت ہوتا ہے۔ اس بنا پر کہ اس کی جان سوتے میں کدورت اور شغل و حواس سے صاف ہو جاتی ہے۔ محسوسات سے مشغول ہونے کے پہلے جو چیز اسے پہنچتی ہے بہت اثر کرتی ہے۔ اگر آدمی جاگتے میں دلکش آواز سنتا ہے تو اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اثر محسوسات سے دل کی صفائی اس اثر کے زیادہ ہونے کے باعث ہے۔ اور اس جہان میں صفائی کامل نہیں ہوتی۔ آدمی جب مر جاتا ہے تو محسوسات کے اثر سے بالکل مجرد اور صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے دل میں بڑی راحت یا اذیت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ خیال نہ کرنا کہ وہ آگ دنیا کی آگ کے مانند ہے۔ بلکہ اس آگ کو ستر پانیوں سے دھو کر دنیا میں بھیجا ہے۔ دوسری قسم رسوائیوں سے شرم و ندامت کی آگ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ کسی کمینہ کو عزت اور اپنی سلطنت کی نیابت اور اپنی حرم سرا میں جانے کی اجازت دے تاکہ کوئی اس سے پردہ نہ کرے اور اپنے خزانے اس کے سپرد کر دے اور سب کاموں میں اسی پر اعتماد رکھے پھر جب وزیر نعمتیں اور راحت پائے۔ بادشاہ سے اپنے دل میں باغی اور سرکش ہو جائے اور خزانہ بادشاہی میں اپنا تصرف کرنا شروع کر دے۔ محلات اور حرم سلطانی کے ساتھ خیانت اور فساد پر اتر آئے اور ظاہر میں بادشاہ کو اپنی امانت داری دکھائے ایک دن۔ اثنائے خیانت میں جو حرم سلطانی میں کرتا ہے بادشاہ کو دیکھے کہ کسی جھروکے سے دیکھ رہا ہے۔ اور یہ سمجھے کہ ہر روز بادشاہ اسی طرح دیکھا کرتا ہے۔ اور مہلت اس لیے دیتا ہے۔ کہ میری خیانت بڑھے تاکہ مجھے دفعتہً عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالے۔

اے عزیز خیال کر کہ اس وقت اس وزیر کے جان و دل میں اس رسوائی کی ذلت سے کیا آگ لگے گی اور اس کا بدن سلامت رہے گا۔ اور اس وقت وہ وزیر حقیر سراپا تقصیر چاہے گا۔ کہ میں زمین میں

سما جاؤں۔ تاکہ اس فضیحت و رسوائی کی آگ سے نجات پاؤں اے عزیز اسی طرح تو اس جہان میں عادت کے موافق ایسے کام کرتا ہے جن کا ظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کی روح حقیقت اور باطن بُرا اور رسوا کن ہے۔ جب قیامت میں ان کاموں کی حقیقت تجھ پر کھلے گی تیری رسوائی ظاہر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ تو ندامت کی آگ میں جل بُھن جائے گا۔ مثلاً آج کسی کی غیبت کرتا ہے کل قیامت کے دن اپنے آپ کو ایسا دیکھے گا۔ جیسے اس جہان میں کوئی اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بُھنا ہوا مرغ ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتا ہوں تو اے عزیز دیکھ کہ وہ کیسا رسوا ہوتا ہے۔ اور اس کے دل میں کیا آگ لگتی ہے۔ غیبت کی روح و حقیقت یہی ہے۔ اور یہ روح آج تجھ سے پوشیدہ ہے۔ کل قیامت کو ظاہر ہو گی۔ اور ایسی ہے کہ جو کوئی خواب میں دیکھے کہ مردے کا گوشت کھاتا ہے۔ تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ غیبت کرتا ہے۔ اے عزیز اگر آج تو دیوار پر پتھر مارے اور کوئی تجھ کو خبر کر دے کہ یہ پتھر تیرے گھر میں گرتے اور تیرے لڑکوں کی آنکھ پھوڑتے ہیں۔ اور تو گھر میں جا کر دیکھے کہ تیرے فرزندان عزیز کی آنکھیں تیرے ہی پتھر وں سے اندھی ہو گئی ہیں۔ تو تُو ہی جانتا ہے جو آگ تیرے دل میں شعلہ زن ہو گی اور تو کس قدر رسوا ہو گا۔ اس جہان میں جو شخص کسی مسلمان سے حسد کرے گا قیامت کے دن اپنے آپ کو اسی صفت پر دیکھے گا۔ حسد کی روح اور حقیقت یہی ہے کہ تو دشمن کے نقصان کا قصد کرتا ہے۔ اور اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ تیری ہی طرف نقصان پھر لوٹ کر آتا ہے اور تیرا دین ہلاک ہوتا ہے اور تیری عبادتیں جو اس جہان میں تیری آنکھ کا نور ہو گی جس سے تو حسد کرتا ہے اس کے اعمال نامے میں فرشتے نقل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تو بے عبادت رہ جائے گا۔ اور آج لڑکوں کی آنکھیں جتنا تیرے کام آتی ہیں۔ قیامت کے دن تیری عبادت اس سے زیادہ تیرے کام آئے گی۔ اس لیے کہ عبادت تیری سعادت کا ذریعہ ہے۔ اور بیوی بچے تیری سعادت کے ذریعے نہیں ہیں۔ تو کل قیامت میں صورتیں حقیقتوں اور روحوں کی تابع ہوں گی اور آدمی جو چیز دیکھے گا۔ اس صورت میں دیکھے گا۔ جس کے معنی اس میں ہوں گے۔ فضیحت و رسوائی اُس میں ہو گی اور چونکہ نیند اُس عالم آخرت سے نزدیک ہے۔ خواب میں بھی کام اسی صورت پر دکھائی دیتے ہیں۔ جو معنوں کے موافق ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص ابن سیرین[1] کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے۔ مردوں کے منہ اور عورتوں کی شرمگاہ پر اس سے مہر لگاتا ہوں۔ فرمایا تو مؤذن ہے۔ رمضان کے مہینے میں صبح سے پہلے آذان کہہ دیا کرتا ہے۔ اس نے عرض کی کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ اے عزیز دیکھ خواب میں اس کے معاملہ کی حقیقت

---

[1] ایک بزرگ کا نام ہے جو خواب کی تعبیر میں بڑے کامل تھے۔

یہ ہے اور تعجب ہے کہ قیامت کا یہ سب نمونہ خواب میں تجھے دکھائی دیتا ہے۔ اور تجھے کسی چیز کی خبر نہیں اور یہی مضمون ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کو ایسی بدشکل بڑھیا کی صورت میں لائیں گے کہ لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ — پناہ مانگتے ہیں ہم ساتھ خدا کے تجھ سے ۱۲

فرشتے کہیں گے یہ وہی دنیا ہے۔ جس کے پیچھے تم جان دیتے تھے۔ اس وقت لوگوں کو ایسی ندامت ہوگی کہ چاہیں گے کہ ہم کو آگ میں لے جائیں کہ اس شرم سے نجات پائیں۔ اور اس رسوائی کی مثال ایسی ہے جیسے یہ:

حکایت:

ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کی۔ شاہزادے نے جس رات کو اپنی دلہن کے پاس جانا چاہا اس رات بہت سی شراب پی لی۔ جب مست ہوا تو دلہن کی تلاش میں نکلا۔ خلوت خانے میں جانے کا قصد کیا۔ راستہ بھول گیا۔ گھر سے باہر نکل آیا اور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچا۔ ایک گھر دیکھا اور چراغ نظر آیا۔ سمجھا کہ دلہن کا گھر ہے۔ جب اندر آیا کچھ لوگوں کو سوتے دیکھا۔ بہت آوازیں دیں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ سمجھا کہ سب سوتے ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا کہ نئی چادر منہ پر تانے ہوئے ہے۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہی دلہن ہے اس کے پہلو میں لیٹ گیا اور اس پر سے چادر اتار دی تو دماغ میں خوشبو پہنچی۔ کہا کہ بے شک یہی دلہن ہے۔ کہ خوشبو لگائے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ جماع کرنے لگا۔ اور اپنی زبان اس کے منہ میں دے دی۔ اس کی نمی اسے پہنچی تو سمجھا کہ میری خاطر مدارت کرتی ہے اور گلاب چھڑکتی ہے۔ جب صبح ہوئی اور شاہزادہ ہوش میں آیا تو دیکھا کہ وہ حجرہ آتش پرستوں کا مقبرہ تھا۔ جو لوگ اس کی دانست میں سوئے تھے۔ وہ حقیقت میں مردے تھے جس کی نئی چادر تھی اور جسے اپنی دلہن سمجھا تھا۔ وہ ایک ڈراؤنی صورت بڑھیا تھی۔ انہیں دو چار دن کے عرصہ میں مری تھی۔ اور وہ خوشبو کافور وغیرہ کی تھی۔ اور وہ رطوبت جو شہزادہ کو پہنچی تھی وہ اس بڑھیا کی نجاست اور ناپاکی تھی۔ شہزادے نے اپنے آپ کو دیکھا تو تمام بدن نجاست سے بھرا ہوا تھا اور اس کے لعاب دہن نے منہ کا مزا کڑوا کر دیا تھا۔ چاہا کہ اس ندامت اور رسوائی اور آلودگی کے مارے مر جائے اور ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا باپ یعنی بادشاہ اور اس کی فوج وسپاہ اس حالتِ سراپا نجاست میں دیکھ پائے۔ وہ اسی سوچ میں تھا۔ کہ بادشاہ یعنی اس کا باپ افسران کے ساتھ اس کی تلاش میں آ پہنچا۔ اسے ان خرابیوں میں دیکھا۔ شہزادہ نہایت نادم ہوا اور اس امر کا عازم ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں سما جاتا۔ کہ اس ذلت و رسوائی سے نجات پاتا۔

اے عزیز فردائے قیامت سب دنیا دار دنیا کی لذتوں اور خواہشوں کو اسی صفت پہ دیکھیں گے دنیوی خواہش کے ساتھ ملے رہنے سے ان کے دل میں جو اثر رہا ہوگا۔ وہ بھی اسی نجاست اور تلخی کا سا ہوگا

جو اس شہزادے کے بدن اور منہ میں رہی تھی۔ دنیا دار اس سے بھی زیادہ رسوا ہوں گے۔ اور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس لیے کہ اس جہان کے کاموں کی تمام وکمال سختی کی مثال اس جہان کی چیزوں کے ساتھ نہیں دی جا سکتی۔ یہ جو قصہ تھا۔ اس ایک آگ کی شرح کا نمونہ تھا۔ جس کو بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ فقط دل وجان سے تعلق ہے اس کا نام ذلت وندامت کی آگ ہے۔

تیسری قسم جناب الٰہی کے جمال بے مثال سے محروم رہنے اور اس سعادت کے حصول سے مایوس ہونے کے افسوس کی آگ ہے۔ جو اس جہان سے نابینائی اور نادانی ساتھ لے گیا ہو۔ وہ اس آگ کا باعث ہوتی ہے۔ یعنی اس جہان میں جو اس نے جناب احدیت کی معرفت حاصل نہ کی ہو۔ تعلیم اور کوشش سے بھی دل صاف نہ کیا ہو کہ بعد موت جناب الٰہی کا جمال اس میں نظر آئے جیسے صاف آئینہ میں عکس نظر آتا ہے۔ بلکہ گناہ اور دنیا کی خواہشوں کے رنگ نے اس کے دل کو تاریک واندھا کر دیا ہو۔ کہ وہ اندھا رہے۔ اس آگ کی مثال ایسی ہے جیسے تو فرض کرے کہ کسی گروہ کے ساتھ اندھیری رات میں تو کہیں پہنچے۔ جہاں بہت سے سنگریزے پڑے ہوں اور تو ان کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ تیرے ساتھی تجھ سے کہیں کہ جتنے اٹھ سکیں اٹھا لے۔ ہم نے سنا ہے کہ ان سنگریزوں میں بڑا فائدہ ہے۔ اور جو جتنے اٹھا سکتا ہے ان سے اٹھائے جاتا ہے۔ اور تو ان میں سے نہ اٹھائے اور کہے کہ یہ پوری حماقت ہے کہ اپنے سر بوجھ اٹھالوں۔ خدا جانے کہ کل کو یہ کام آئیں یا نہ آئیں۔ پھر وہ سب ساتھی تو بوجھ باندھ لیں اور چل نکلیں۔ اور تو ان کے ساتھ خالی ہاتھ رہے۔ اور ان پر ہنسے اور انہیں احمق سمجھ کر ان پر افسوس کرے اور کہے کہ جس کسی کو عقل وفہم ہوتی ہے وہ میری طرح آرام واطمینان سے جاتا ہے۔ اور جو احمق ہوتا ہے اپنے آپ کو گدھا بناتا ہے۔ طمع باطل سے بوجھ اٹھاتا ہے۔ پھر جب وہ روشنی میں پہنچیں اور دیکھیں کہ وہ سنگریزے یاقوت سرخ اور گوہر آبدار ہیں اور ہر دانہ کی قیمت لاکھ لاکھ اشرفی ہے۔ تو وہ لوگ تو افسوس کریں گے کہ اور زیادہ کیوں نہ اٹھا لائے اور تو اس دھوکے اور افسوس سے ہلاک ہوگا اور تیری جان میں اس حسرت کی آگ لگے گی کہ میں نے بھی کیوں نہ اٹھا لیے۔ پھر وہ لوگ ان جواہرات کو بیچ کر تمام دنیا کی سلطنت لے لیں اور جیسی نعمتیں چاہیں کھائیں اور جہاں چاہیں رہیں۔ اور تجھے ننگا بھوکا رکھیں۔ اور اپنا غلام بنائیں اور تجھ سے اپنے کام لیں۔ تو کتنی بھی کوشش کرے کہ ان نعمتوں میں سے کچھ تو مجھے بھی دیجئے۔ خدا تعالے اہل دوزخ کا حال بیان کرتے ہو فرماتا ہے:

قولہ تعالٰی: اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ ۝

جنتیوں کی خوشامد کریں گے اور یوں یوں کہیں گے۔ کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا پانی یا جو کچھ خدا نے تمہیں روزی دی ہے۔ وہ جواب دیں گے

کہ تحقیق خدا نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام فرمائی ہیں۔

وہ کہیں گے کہ کل تو ہمیں ہنستا تھا۔ آج ہم تجھے ہنستے ہیں۔

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ○ — اگر تم تمسخر کرتے ہو تو ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے۔ جیسا تم ہم کو کرتے ہو۔

تو جنت کی نعمت اور پروردگار کا دیدار فوت ہو جانے کی حسرت کی یہ مثل ہے اور جن لوگوں نے عبادت کے جواہرات دنیا سے نہ اٹھائے اور کہا کہ قرضے کے لیے سردست ہم رنج کیوں اٹھائیں۔ فردائے قیامت چلائیں گے کہ:

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ — ہم پر کچھ پانی بہاؤ۔

اور کیوں انہیں حسرت نہ ہوگی۔ جب کہ قیامت کو عارفوں اور عابدوں پر انواع و اقسام کی سعادتیں اس قدر نازل ہوں گی کہ دنیا کی تمام عمر کی نعمتیں اس کی ایک ساعت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوں گی۔ بلکہ سب کے بعد جسے دوزخ سے نکالیں گے اسے بھی دنیا کی دس گن نعمتیں دیں گے۔ ان نعمتوں کی دنیا کے ساتھ مشابہت ناپ اور اندازے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ روحِ نعمت میں مشابہت ہے۔ اور خوشی اور لذت روحِ نعمت ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ ایک موتی دس اشرفیوں کے برابر ہے تو وہ ناپ اور اندازے میں دس اشرفیوں کے مثل نہیں ہوتا۔ بلکہ قیمت اور روح مالیت میں دس اشرفیوں کی طرح ہوتا ہے۔

فصل:

اے عزیز جب تو روحانی آگ کی تینوں قسمیں پہچان چکا تو اب یہ جان کہ یہ آگ جسمانی آگ سے بہت تیز ہے۔ اس لیے کہ جب تک تکلیف اور درد کا اثر جان کو نہیں پہنچتا۔ بدن کو اس سے کچھ آگاہی نہیں ہوتی۔ تو بدن کی تکلیف جان میں پہنچ کر بڑھ جاتی ہے۔ پس جو آگ اور درد کہ جان کے اندر سے باہر آتی ہے۔ وہ ضرور جسمانی آگ سے تیز ہوگی۔ اور جان کے اندر ہی سے یہ آگ لگتی ہے۔ باہر سے اندر نہیں پہنچتی۔ طبیعت کی خواہش کے خلاف اس پر کسی چیز کا غالب ہو جانا بھی تکلیفوں کا باعث ہوتا ہے اور بدن کا مقتضائے مطبع یہ ہے کہ اس کی ترکیب اس کے ساتھ رہے اور اس کے اعضا سب اکٹھے رہیں۔ جب زخم کے باعث ایک عضو دوسرے سے جدا ہوگا تو یہ امر بدن کے مقتضائے طبع کے خلاف ہوگا۔ اور بدن میں درد ہوگا۔ اور زخم ایک کو دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح آگ بھی سب اعضا میں داخل ہوتی ہے اور ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ تو ہر ہر عضو میں الگ الگ درد محسوس ہوتا ہے اس اعتبار سے آگ کا درد بہت سخت ہے۔

تو جو چیز دل کی مقتضائے طبع ہے جب اس کے خلاف واقع ہوگا تو جان میں بڑا درد محسوس ہوگا۔ خدا کا دیدار اور خدا کی معرفت دل کا مقتضائے طبع ہے۔ نابینائی جو اس کے خلاف ہے۔ جب طاری ہوگی تو بے حد درد و اضطراب ہوگا۔ اگر لوگوں کے دل اس جہان میں بیمار نہ ہوتے تو یہیں نابینائی کی تکلیف اٹھاتے۔ جب ہاتھ پاؤں بے کار اور سُن ہو جاتے ہیں۔ تو آگ میں رکھنے سے آدمی کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ جب سُن ہونا جاتا رہتا ہے۔ اور بدن کو آگ چھو جاتی ہے تو آدمی کو فوراً صدمہ عظیم لاحق ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں دل بھی بیمار رہتا ہے۔ اور موت سے اس کا سُن ہونا جاتا رہتا ہے۔ تو دفعتہً یہ آگ جان سے نکل آتی ہے اور کہیں سے نہیں آتی۔ اس لیے کہ وہ خود اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ اس کے دل ہی میں تھی۔ چونکہ اسے علم الیقین نہ تھا۔ اس بنا پر آگ کو نہ دیکھا تھا۔ اب جبکہ علم الیقین حاصل ہوا تو اس آگ سے آگاہ ہوا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ — بے شک اگر تم علم الیقین سے جان لیتے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لیتے۔

کے یہ معنی ہیں اور شرع شریف میں اکثر جسمانی دوزخ و بہشت کا حال مذکور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے تمام مخلوق جان سکتی اور سمجھ جاتی ہے۔ اور دوزخ روحانی کو تو جس کے سامنے بیان کرے گا۔ وہ اسے ناچیز جانے گا اور اس کی سختی اور عظمت کو نہیں پہچانتا۔ جس طرح تو کسی لڑکے سے کہے کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لے ورنہ تیری حکمرانی اور تیرے باپ کی دولت تجھے نہ ملے گی۔ اور تو اس سعادت سے محروم رہے گا تو وہ لڑکا تیرا یہ کہنا ہی نہ سمجھے گا۔ اور اس کے دل میں اس بات کا کوئی خاص اثر نہ ہوگا۔ لیکن اگر تو اس لڑکے سے کہے کہ اگر تو نہ پڑھے گا تو استاد تیرے کان کھینچے گا تو اس بات سے البتہ وہ لڑکا ضرور ڈرے گا۔ اس لیے کہ اسے سمجھتا ہے۔ اور جس طرح استاد کی گوشمالی حق ہے۔ اسی طرح جو لڑکا علم و ادب نہ سیکھے اسے اپنے باپ کی ریاست سے بھی محروم رہنا حق ہے۔ اسی طرح دوزخ جسمانی حق ہے اور خداوند کریم کی درگاہ سے محروم رہنے کی آگ بھی حق ہے اور جیسے گوشمالی حکمرانی اور دولت سے محروم رہنے کے سامنے کچھ سزا نہیں۔ اسی طرح دوزخ جسمانی بھی دوزخ روحانی کے مقابلہ میں خفیف سی تکلیف ہے

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ علماء نے جو کہا ہے اور اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ یہ تفصیل وار بیان اس کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے کہ فقط تقلید اور سننے سے ہی آدمی یہ باتیں جان سکتا ہے۔ عقل و بصیرت کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ اس کا جواب معلوم کر لے کہ علماء کا عذر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بات اس کے خلاف نہیں کیونکہ آخرت کے بیان میں ان علماء نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ لیکن وہ محسوسات ہی میں

ہے۔ روحانیت کو انہوں نے نہیں پہچانا یا پہچانا ہے۔ مگر بیان نہیں کیا۔ کہ اکثر لوگ اسے نہ سمجھیں گے۔ اور جسمانی حالات
ہیں وہ صاحب شرع کی تقلید اور اس سے بغیر سنے۔ معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن دوسری قسم حقیقت روح کی معرفت کی
شاخ ہے۔ اس کا جاننا بھی طریق بصیرت اور مشاہدہ باطن سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کو وہی پہنچتا ہے۔ جو اپنے وطن
سے نکلے اور اپنی جائے پیدائش میں ٹھہرے اور راہِ دین کا سفر اختیار کرے۔ یہاں وطن اور مولد سے شہر اور گھر مراد
نہیں ہے۔ کہ وہ قالب کا وطن ہے۔ اور قالب کے سفر کی کچھ حقیقت نہیں۔ لیکن جو روح کہ آدمی کی حقیقت ہے
اس کی بھی ایک قیام گاہ ہے۔ یعنی جہاں سے وہ ظاہر ہوئی ہے وہی اس کا وطن وہاں سے ہی سفر کر کے آئی ہے
راہ میں اسے بہت منزلیں ہیں۔ ہر منزل ایک دوسرا ہی عالم ہے۔ پہلی منزل عالم محسوسات ہے۔ پھر عالم تخیلات پھر
عالم موہومات۔ پھر عالم معقولات۔ معقولات چوتھی منزل ہے۔ اس چوتھے عالم میں اسے اپنی حقیقت کی خبر
ہوتی ہے۔ اس کے آگے پھر کچھ خبر نہیں ہوتی اور اس ایک مثال میں ان چاروں عالموں کو آدمی سمجھ
سکتا ہے۔

مثال :۔ جب آدمی محسوسات میں ہے۔ پتنگوں کے مرتبہ میں ہے جو اپنے آپ کو چراغ پر گراتے ہیں۔ اس لیے
کہ پتنگے کو بینائی تو حاصل ہے۔ لیکن خیال اور یاد رکھنے کی قوت نہیں ہے کہ اندھیرے سے بھاگنے کے لیے
سوراخ ڈھونڈتا ہے۔ چراغ کو سوراخ سمجھ کر اس پر گرتا ہے اس میں آگ پاتا ہے۔ یہ تکلیف اسے یاد
نہیں رہتی۔ اور اس کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ کیونکہ اسے حفظ و خیال کی قوت نہیں ہے۔ اور اس رتبے پر وہ پہنچا
ہی نہیں۔ اس وجہ سے اپنے آپ کو چراغ پر بار بار گراتا ہے۔ یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر اسے خیال اور
حفظ کی قوت ہوتی تو ایک بار جبکہ دردناک ہو چکا تھا پھر چراغ کے پاس نہ آتا۔ کیونکہ حیوانات جب ایک بار مار
کھا چکتے ہیں۔ تو وہ انہیں یاد رہتی ہے۔ دوبارہ لکڑی دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ آدمی کی پہلی منزل عالم محسوسات ہے
دوسری منزل عالم تخیلات ہے جب تک آدمی اس درجہ میں رہتا ہے چارپایوں کے برابر رہتا ہے۔ جس چیز سے
اسے صدمہ پہنچے پہلے تو نہیں جانتا کہ اس سے بھاگنا چاہیئے۔ لیکن جب ایک بار صدمہ اٹھا چکتا ہے۔ تو دوسری مرتبہ
اس سے بھاگتا ہے۔ تیسری منزل عالم موہومات ہے۔ جب اس درجہ میں آدمی آتا ہے تو بکری اور گھوڑے کے برابر ہو جاتا
ہے۔ بے دیکھے صدمہ سے بھاگتا ہے پہلے ہی سے اپنے دشمنوں کو پہچانتا ہے اس لیے کہ جس بکری نے بھیڑیے کو
اور جس گھوڑے نے شیر کو ہرگز نہ دیکھا ہو وہ جب انہیں دیکھتے ہیں۔ بھاگتے ہیں اور اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بیل
اونٹ، ہاتھی جو بھیڑیے اور شیر سے قد میں بڑے ہیں ان سے نہیں بھاگتے۔ یہ سوجھ سمجھ خدا نے ان کے باطن
میں ودیعت فرمائی ہے۔ بایں ہمہ جو چیز کل ہونے والی ہے۔ اس سے واقف نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ
یہ رتبہ چوتھی منزل پر جا کر حاصل ہوتا ہے۔ چوتھی منزل عالم معقولات ہے۔ آدمی یہاں تک تو بہائم کے ساتھ

رہتا ہے۔ جب اس منزل میں آتا ہے تو بہائم سے فوقیت لے جاتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہاں آدمی عالم انسانیت کے درجۂ اول میں پہنچتا ہے۔ اور ایسی چیزیں دیکھتا ہے کہ تخیل اور وہم کو ان میں کچھ دخل نہیں۔ اور جو چیز آئند ہونے والی ہے اس سے پرہیز کرتا ہے اور کاموں کی حقیقت کو ان کی صورت سے جدا کرتا ہے اور ہر چیز کی حقیقت تک جو اس کی سب صورتوں کو شامل ہوتی ہے پہنچتا ہے اور جو چیزیں اس عالم میں دکھائی دے سکتی ہیں غیر متناہی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ جو چیز محسوس ہے اجسام سے باہر نہیں ہے اور اجسام متناہی ہیں۔ یعنی نہایت کو قبول کرتے ہیں۔ اور عالم محسوسات میں آدمی کا آنا جانا اور چلنا پھرنا ایسا ہی ہے جیسے زمین پر چلنا پھرنا کہ ہر ایک چل پھر سکتا ہے۔ اور چوتھے عالم یعنی معقولات میں اس کا چلنا کاموں کی حقیقتوں اور روحوں کی چھان بین کے لیے ہوتا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جیسے پانی پر چلنا اور موہومات میں اس کا آنا جانا ایسا ہے جیسے کشتی میں ہونا کہ اس کا درجہ پانی اور مٹی میں ہے اور معقولات کے اُس طرف ایک مقام ہے۔ وہ مقام انبیاء و اولیاء اور اہل تصوف کا مقام ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا میں سیر کرنا۔ یہی مضمون ہے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں:

وَلَوِ ازْدَادَ يَقِيْنًا لَمَشٰى فِي الْهَوَاءِ ۔ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔

تو آدمی کے سفر کی منزلیں عالم ادراک میں ہیں۔ اخیر منزل میں جب پہنچتا ہے کہ ملائکہ کے مرتبہ پر پہنچ جائے تو چار پایوں کے درجے سے جو اخیر اور اسفل درجہ ہے۔ وہاں سے فرشتوں کے درجہ اعلیٰ تک آدمی کی معراج منزلیں ہیں اور سب اونچ نیچ اسی کا کام ہے۔ اور وہ اس خطرہ میں مبتلا ہے کہ اسفل السافلین میں گرتا ہے یا علّی علیین پر چڑھتا ہے اور اس خطرہ کو قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۙ

ہم نے دکھائی امانت آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو تو سب نے انکار کیا اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس آدمی نے بے شک تھا وہ ظالم و نادان۔

اس لیے کہ جو جمادات ہیں ان کا درجہ نہیں بدلتا۔ کہ وہ بے خبر ہیں تو جمادات بے خطر ہیں۔ اور جو ملائک اعلیٰ علیین میں ہیں انہیں اپنے درجے سے اترنا ممکن نہیں۔ بلکہ ہر ایک کا درجہ [illegible] ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے یعنی خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا کلام نقل فرمایا ہے:

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ۘ ۔ اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی فرشتہ مگر اس

کے لیے مقرر ہے ایک مقام۔

اور چار پائے اسفل السافلین میں ہیں۔ ان کے لیے ترقی ممکن نہیں اور انسان دونوں کے درمیان میں اور خطرہ کے مقام میں ہے۔ اس لیے کہ اس کے لیے درجہ ملائکہ پر چڑھ جانا اور رتبہ بہائم پر اتر آنا دونوں ممکن ہیں اور امانت اٹھا لینے کے معنی یہی ہیں کہ اس نے خطرناک کام کو اختیار کر لیا تو ممکن نہیں کہ آدمی کے سوا امانت کے اس بوجھ کا اور کوئی متحمل ہو سکے۔

اے عزیز اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ وہ جو تو نے کہا تھا کہ اکثر آدمی بہ ... نہیں کہتے۔ اس کا حال تجھے معلوم ہو جائے کہ ان کا کہنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ مسافر ہمیشہ مقیم کے خلاف ہوتا ہے مقیم زیادہ اور مسافر نادر ہیں محسوسات اور ضحیلات جو پہلی منزل ہیں جو شخص اسی کو اپنا وطن بنائے گا اور وہیں ٹھہر جائے گا۔ ایسے کاموں کے حقائق ہرگز معلوم نہ ہوں گے۔ اور وہ شخص کبھی روحانی نہ ہو سکے گا اور کاموں کی روحوں اور روحانیت کو کبھی نہ جانے گا۔ اسی بناء پر اس کا بیان کتابوں میں بہت کم ہے۔ معرفت آخرت کے اتنے ہی بیان پر ہم کفایت کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ لوگوں کے فہم میں آنا مشکل ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ اس کو بھی نہ سمجھیں گے۔

فصل:

وہ لوگ بہت احمق ہیں جن کو نہ یہ قوت ہے کہ کاموں کو اپنی بصیرت سے پہچانیں نہ یہ توفیق ہے کہ شریعت سے مابین آخرت کے امور میں حیران ہیں۔ اور ان پر شک غالب ہے اور ہوتا یہ ہے کہ جب خواہش غلبہ کرتی ہے اور ان کو آخرت کا انکار کرنا پسند آتا ہے تو ان کے دل میں وہ انکار پیدا ہو جاتا ہے اور شیطان اس سے بڑھ جاتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوزخ کی صفت میں جو کچھ آیا ہے۔ فقط ڈرانے کے لیے ہے۔ اور جنت کے بارے میں شارع نے جو کچھ فرمایا ہے۔ فقط شعبدہ دکھایا ہے۔ اسی وجہ سے خواہشات کی پیروی میں مشغول رہتے اور شریعت سے انکار کرتے ہیں اور شرع والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور یہ احمق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ گدڑی میں مست ہیں۔ ایسے احمق آدمی کو یہ قوت کہاں کہ ایسے راز کی باتوں کو دلیل سے سمجھ سکے! اسے ایک ظاہری بات میں تامل کرنے کے لیے بلانا اور کہنا چاہیئے کہ اگرچہ تجھے ظن غالب یہی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور سب حکماء علماء اولیاء غلطی پر تھے اور سب نے دھوکا کھایا اور اس حماقت وغرور کے باوجود تو اس حقیقت کو سمجھا۔ ممکن ہے کہ تجھی سے غلطی ہوئی ہو۔ اور تو ہی دھوکے میں پڑا ہو کہ تو نے آخرت کی حقیقت کو نہ جانا۔ اور عذاب روحانی کو نہ سمجھا ہو۔ اور عالم محسوسات سے روحانیت کے پہلو کو تو نے نہ پہچانا ہو۔ اگر وہ ایسا احمق ہے کہ کسی طرح اپنی غلطی کو تسلیم نہ کرے۔ اور کہے کہ جس طرح دو کو ایک سے زیادہ جانتا ہوں۔ اسی طرح بھی جانتا ہوں کہ روح کی کچھ حقیقت نہیں اور نہ اسے بقا حاصل ہے۔

اور روحانی و جسمانی رنج و راحت ممکن نہیں۔ ایسے شخص کا مزاج بگڑ گیا ہے۔ اس سے ناامید ہونا چاہیئے وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو ان کو راہ راست کی طرف بلائے تو ہرگز راہ پر نہ آئیں گے کبھی۔۱۲

اور اگر وہ کہے کہ امور آخرت کے محال ہونے کی مجھے تحقیق نہیں اگرچہ یہ بات ممکن ہے۔ لیکن عقل سے بعید ہے اور جبکہ یہ بات مجھے تحقیق سے معلوم ہے نہ اس کا ظن غالب ہے تو اپنے آپ کو تمام عمر پرہیزگاری کی کوٹھری میں کیوں بند کروں اور دنیا کی لذتوں سے کیوں رکا رہوں تو ہم اس کو یہ جواب دیں گے کہ اب اس قدر تو نے اقرار کیا تو از روئے عقل تجھ پر واجب ہو گیا کہ شریعت کی راہ اختیار کرے کہ جب ایک عظیم خطرے کا گمان ضعیف بھی ہو تو اس سے لوگ بھاگتے ہیں اس لیے کہ اگر تو کھانا کھانے کا ارادہ کرے اور کوئی کہہ دے کہ اس میں سانپ نے منہ ڈالا ہے تو تو فوراً ہاتھ کھینچ لے گا۔ اگرچہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس لیے جھوٹ بولا ہو کہ اگر تو نہ کھائے تو وہ کھالے۔ لیکن چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ شاید اس نے سچ کہا ہو اس لیے اپنے دل میں کہتا ہے کہ اسے نہ کھاؤں اس سے بھوکا رہنا آسان ہے اور اگر کھا لوں تو ایسا نہ ہو کہ اس نے سچ کہا ہو اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ اسی طرح اگر تجھے بیمار ہونے اور ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہو اور تعویذ لکھنے والا کہے کہ ایک روپیہ بھر چاندی دے کہ تیری شفا کے لیے کاغذ پر تجھے ایک تعویذ لکھ دوں اور نقش لکھ دوں۔ اگرچہ تجھے ظن غالب بھی ہو کہ اس نقش کو تندرستی سے کچھ نسبت نہیں لیکن تو اپنے جی میں یہ کہے گا کہ شاید یہ سچ کہتا ہو۔ ایک روپیہ دینا آسان ہے اگر نجومی کہے کہ جب فلاں مقام پر چاند پہنچے تو فلاں کڑوی دوا کھا لینا اچھا ہو جائے گا۔ اس کے کہنے سے اس دوا کا رنج بھی برداشت کرے گا اور اپنے جی میں کہے گا کہ شاید سچ کہتا ہو۔ اور اگر جھوٹ بھی کہتا ہو تو دوا کھانے کی تکلیف آسان ہے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا قول اور دنیا کے تمام بزرگوں حکماء، اولیاء، علماء کا اس قول پر متفق ہونا کسی عقلمند کے نزدیک ایک نجومی یا ایک تعویذ لکھنے والے یا ایک آتش پرست طبیب کے قول سے کسی طرح کم نہیں ان کے کہنے سے تو تھوڑا سا رنج اپنے لیے گوارا کر لیتا ہے کہ اس تکلیف سے شاید نجات پا جائے اور تھوڑا رنج و نقصان بہت سے رنج و نقصان کی نسبت تھوڑا معلوم ہوتا ہے اگر کوئی حساب کرے کہ دنیا کی عمر کس قدر ہے اور ابد کی نسبت جس کی انتہا ہی نہیں کتنی سی ہے تو جان لے کہ دنیا میں اتباع شریعت کا یہ رنج برداشت کرنا اس خطرہ عظیم سے بہت کم ہے جس کے خیال سے تو اپنے جی میں کہتا ہے کہ اگر انبیاء اور بزرگ لوگ سچ کہتے ہوں اور میں ویسے ہی سخت عذاب میں جیسا وہ بیان کرتے ہیں ہمیشہ کے لیے مبتلا ہو جاؤں تو کیا کروں گا۔ اور دنیا کی اس چند روزہ راحت سے مجھے کیا فائدہ ہو گا اور ممکن ہے کہ بزرگ لوگ سچ کہتے ہوں ابد کے یہ معنی

ہیں کہ اگر تمام عالم کو چینا کے دانوں سے بھر دیں اور ایک چڑیا سے کہیں ہزار ہزار برس میں ایک ایک دانہ اس میں سے چگے تو وہ دانے سب تمام ہو جائیں۔ اور ابد میں سے کچھ بھی کم نہ ہو۔ اگر اتنی مدت عذاب ہو۔ خواہ روحانی جسمانی خواہ خیالی تو اسے عزیز اسے کیسے برداشت کر سکے گا۔ اور ذرا غور تو کر کہ دنیا کی عمر اس مدتِ اَبَد کے مقابلے میں کس قدر ہے کوئی ایسا عقلمند نہ ہوگا کہ اس میں خوب غور کر کے یہ نہ سمجھے گو یہ امر وہمی ہے اور اس سے بچنے میں بالفعل یقیناً مشقت ہے۔ مگر اتنے خطرہ عظیم سے احتیاط کرنا اور بچ کر چلنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ لوگ سوداگری کے لیے کشتی میں سوار ہوئے اور بڑے بڑے سفر کرتے اور بہت مشقت و تکلیف اٹھاتے ہیں۔ یہ مصیبت فقط گمان منفعت کے تحت برداشت کرتے ہیں۔ تو اگرچہ اس احمق کو عذاب آخرت کا یقین نہیں ہے لیکن گمان ضعیف تو ہے لہٰذا اپنے اوپر اگر ذرا اور مہربانی کرے گا تو پرہیزگاری کا بوجھ اٹھالے گا۔ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن ایک ملحد سے مناظرہ میں فرمایا کہ جیسا تو کہتا ہے اگر واقع میں بھی ایسا ہے تو تو بھی چھوٹا ہم بھی چھوٹے اگر حقیقت میں ایسا ہے جیسا ہم کہتے ہیں تو ہم ہی فقط چھوٹے اور تو عذاب ابد میں مبتلا رہے گا۔ جناب امیر نے یہ ارشاد جو فرمایا تو اس کے قصور و فہم کے مطابق فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو خود کچھ شک تھا۔ آپ سمجھے کہ جو یقین کا راستہ ہے وہ اس ملحد کی سمجھ میں نہ آئے گا تو اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا میں زاد آخرت کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مشغول ہے بڑا احمق ہے غفلت میں رہنا اور امور آخرت میں فکر نہ کرنا اس حماقت کے باعث ہے۔ کیونکہ دنیا کی خواہش اسے اس قدر مہلت ہی نہیں دیتی کہ وہ امور آخرت میں فکر کرے ورنہ جسے عذاب آخرت کا یقین یا ظن غالب ہے اور جس کو ایمان ضعیف حاصل ہے اُس پر عقل کی رو سے ضروری ہے کہ اس خطر عظیم سے ڈرے اور احتیاط کی راہ اختیار کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اور سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

عنوانِ مسلمانی کا بیان مکمل ہوا۔ معرفت نفس، معرفت حق، معرفت دنیا اور معرفت آخرت کے ذکر کا اختتام ہوا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانی کے ارکان معاملات شروع کرتا ہوں۔

یہ دوستی بھی خدا تعالیٰ کے لیے ہو گی - اور اگر جاہ و حشمت کی غرض سے اس سے پیار و الفت کرے تو یہ خدا کے لیے نہیں - اور صدقہ دینے والا کسی کو اگر اس لیے دوست بنائے کہ وہ شرائط کے مطابق اس صدقے کو درویشوں میں تقسیم کرتا ہے - یا درویشوں کی مہمانی کرتا ہے - یا اس لیے دوستی کرتا ہے کہ وہ کھانا اچھا پکاتا ہے - تو یہ دوستی بھی خدائے تعالیٰ کے لیے نہیں ہے - ہاں اگر کوئی شخص کسی سے اس لیے دوستی اور الفت کرتا ہے اور اسے روٹی کپڑا اس نیت سے دیتا ہے کہ یہ مصروفیات سے فارغ ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے تو البتہ یہ دوستی خالص خدائے تعالیٰ کے لیے ہے - کہ اس سے اس کا مقصد عبادت کے لیے فراغت ہے - بہت سے علماء اور عابد لوگ اسی غرض کے تحت دولتمندوں سے دوستی اور پیار رکھتے ہیں - یہ دونوں خدائے تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں - اسی طرح جو شخص اپنی بیوی سے اس نیت کے تحت محبت و پیار کرے کہ وہ اُسے برائی سے بچاتی اور اولاد کا ذریعہ بنتی ہے - اور وہ اولاد اس کے لیے دعاء خیر کرے گی تو یہ دوستی بھی خدا کے لیے ہے - اور جو نان و نفقہ اسے دے گا وہ صدقہ میں شمار ہو گا - اور جو شخص اپنے شاگرد کو ان دو وجوہات سے دوست رکھتا ہے - ایک یہ کہ وہ اس کی خدمت کرتا ہے - اور دوسرے اس لیے کہ وہ اسے عبادت کے لیے فراغت کا وقت فراہم کرتا ہے - تو یہ دوستی بھی خدا کے لیے ہے - اس پر وہ ثواب کا مستحق ہو گا -

دوسرا درجہ :

یہ پہلے سے بڑا ہے - اور وہ یہ ہے کہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت و پیار کرے - سیکھنے سکھانے کی غرض سے نہ کرے - نہ اس سے فراغت دین مقصود ہو - بلکہ محض اس لیے دوستی کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے - یا اس بناء پر کہ یہ بھی خدا کا بندہ اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے - اس طرح کی عظیم دوستی خالص خدا کے لیے ہے - اور اس طرح کی دوستی خدائے تعالیٰ کی محبت کے مزید اضافے کا ذریعہ ہے - اور ہر آن بڑھتی رہتی ہے - یہاں تک کہ درجہ عشق کو پہنچ جاتی ہے - چنانچہ وہ شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے وہ اس کے گلی کوچے سے بھی محبت کرتا ہے - اس کے گھر کے در و دیوار بلکہ اس گلی کے کتے کو دوسرے کتوں کی نسبت پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - تو جو اس کے معشوق سے پیار کرے یا جس سے اس کا معشوق پیار و محبت کرے تو اس کو اور معشوق کے فرمانبردار، نوکر، لونڈی غلام اور اس کے تمام قرابت داروں سے محبت و دوستی کرتا ہے - غرض جس نے بھی اس کے محبوب و معشوق سے کوئی نسبت اور تعلق داری قائم کر لی ہو اس کی الفت و محبت اس کے دل میں سرایت کر جاتی ہے - اور جس قدر عشق زیادہ ہوتا ہے اس کی سرایت و تاثیر بھی ان لوگوں کے ساتھ جو معشوق و محبوب کے تابع ہوتے ہیں، زیادہ ہوتی ہے - تو جس شخص کے دل میں خدائے تعالیٰ کی دوستی عشق کے درجہ کو پہنچ جائے - وہ لازماً اس کے بندوں سے دوستی کرے گا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اے عزیز جب تو عنوان مسلمانی جان چکا۔ اپنے آپ اور حق تعالیٰ اور دنیا اور آخرت کی بھی پہچان حاصل کر چکا ہے۔ اب معاملہ مسلمانی کے ارکان کی طرف مشغول ہونا چاہیئے۔

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت وعبادت ہی میں آدمی کی سعادت ہے اور خدا تعالیٰ کی اصل معرفت ان چار عنوانوں کے جاننے سے حاصل ہوئی تو جان کہ اس کی عبادت ان چار ارکان سے حاصل ہوتی ہے ایک رکن یہ کہ تو اپنے ظاہر کو عبادت سے آراستہ رکھے یہ رکن عبادت ہے۔ دوسرا رکن یہ ہے کہ تو اپنی زندگی اور حرکات و سکنات کو ادب کے ساتھ رکھے۔ یہ رکن معاملات ہے۔ تیسرا رکن یہ ہے کہ تو اپنے دل کو بُری عادات سے پاک رکھے یہ رکن مہلکات ہے۔ چوتھا رکن یہ ہے کہ تو اپنے دل کو اچھی عادتوں سے آراستہ رکھے۔ یہ رکن ہے منجیات۔

رکن اوّل

عبادات

یہ دس اصلوں پر مشتمل ہے۔

اصل اوّل : اہلسنت کے عقائد کے مطابق عقائد درست رکھنا۔

اصل دوم : تلاش علم کے بیان میں

اصل سوم : طہارت کے بیان میں

اصل چہارم : نماز کے بیان میں

اصل پنجم : زکوٰۃ کے بیان میں

اصل ششم : روزہ کے بیان میں

اصل ہفتم : حج کے بیان میں

اصل ہشتم : قرآن کے پڑھنے کے بیان میں

اصل نہم : ذکر و تسبیح کے بیان میں

اصل دہم : اوراد و وظائف اور اوقات عبادات کی حفاظت

اصل اوّل اہل سنّت کے عقائد کے بیان میں

اے عزیز تو جان کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ط جو زبان سے پڑھتا ہے۔ اس کے معنی بھی دل سے جانے اور ایسا یقین کرے کہ کسی شک و شبہ کو اس میں گنجائش نہ رہے اور جب اس نے یقین کر لیا اور اس کا دل ان معنوں پر ایسا ٹھہر گیا کہ اس میں ایک بال برابر بھی شبہ نہ رہا۔ تو بس اتنا اندازہ

اصل مسلمانی کے لیے کافی ہے اس کے معنی دلیل سے جاننا ہر مسلمان پر فرض عین نہیں ہے۔ اس لیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو دلیل تلاش کرنے، علم کلام پڑھنے اور شبہے تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ان معنوں کی تصدیق دیقین پر آپ نے اکتفا کی ہے۔ اور عوام الناس کا درجہ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن کچھ ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو گفتگو کا طریقہ جانتے ہوں۔ اور اعتقاد اہل سنت کی دلیل بیان کر سکیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص عوام الناس کے گمراہ کرنے کے لیے ان کے اعتقاد میں شبہ ڈالے تو وہ لوگ عوام کی گویا زبان بن جایا کریں۔ اور ان شبہات کو اٹھادیا کریں۔ اس صفت کو علم کلام کہتے ہیں اور یہ فرض کفایہ ہے۔ ہر بستی میں اس صفت کے دو ایک افراد کا ہونا کافی ہے۔ عوام الناس صاحب اعتقاد ہوتے ہیں اور متکلم کوتوال اور ان کا اعتقاد کا محافظ ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت معرفت کی راہ اور ہے وہ ان دونوں مقام یعنی فقط اہل اعتقاد اور متکلم ہونے کے علاوہ ہے۔ اس کا آغاز ریاضت ومشقت سے ہوتا ہے۔ جب تک مسلمان یہ راہ نہیں چلے گا معرفت کے درجہ کو نہ پہنچے گا۔ اور اسے معرفت کا دعوی کرنا زیبا نہ ہوگا۔ کہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پرہیز کرنے سے پہلے دوا پیے تو یہ خوف رہتا ہے کہ ہلاک ہو جائے گا۔ اس لیے کہ وہ دوا بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ جیسے اور فاسد اخلاط اس کے معدہ میں ہیں اور اس دوا سے صحت حاصل نہیں ہوتی بیماری بڑھ جاتی ہے۔ مسلمانی کے عنوان میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ حقیقتِ معرفت کا ایک شائبہ اور نمونہ ہے کہ جو شخص حقیقت معرفت کے قابل ہے اس کو تلاش کرے اور حقیقت معرفت وہی تلاش کر سکتا ہے۔ جسے دنیا سے کچھ تعلق نہ ہو۔ خالص خداہی کی تلاش میں رہا ہو۔ اور یہ مشکل ہے تو ایسی چیز جو تمام مخلوق کی غذا ہے یعنی اہلسنت کا اعتقاد۔ ہم اسے بیان کرتے ہیں تاکہ ہر شخص یہ اعتقاد اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا بیج ہوگا۔

اِعتقاد کا بیان

اے عزیز یہ بات جان اور یقین مان کہ تو مخلوق ہے اور تیرا ایک خالق ہے اور تمام جہاں کو اور ان چیزوں کو جو تمام جہان میں ہیں اسی نے پیدا کیا ہے وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں یگانہ ہے کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے کہ اس کی ہستی کی ابتدا نہیں اور ہمیشہ رہے گا۔ کہ اس کے وجود کی انتہا نہیں اس کی ہستی ازل و ابد میں واجب الوجود ہے اس لیے کہ نیستی کو اس میں دخل ہی نہیں اور اس کی ہستی اس کی اپنی ذات سے ہے کیونکہ اس کو کسی سبب کی ضرورت نہیں اور اس سے کوئی چیز بے پروا نہیں بلکہ اس خالق کا قیام اس کی اپنی ذات سے ہے باقی سب چیزوں کا قیام اس خالق کے سبب ہے۔

تنزیہہ :

وہ نہ جوہر ہے نہ عرض نہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے ہے۔ وہ نہ کسی چیز کی مثل ہے نہ کوئی چیز اس کی مانند کیونکہ اس کی کوئی صورت نہیں سمیّت و کیفیت کو اس میں کچھ مداخلت نہیں جو سمیّت و کیفیت خیال میں آئے اور دل میں گزرے وہ اس سے پاک ہے کیونکہ یہ سب صفات اس کی مخلوق ہیں اور وہ کسی مخلوق کی صفت پر نہیں۔ بلکہ وہم و خیال جو صورت باندھے وہ اس صورت کا پیدا کرنے والا ہے چھوٹائی بڑائی اور مقدار کو بھی اس میں کچھ دخل نہیں یہ چیزیں عالم اجسام کی صفتیں ہیں اور وہ جسم نہیں اور اسے جسم کے ساتھ تعلق نہیں۔ وہ نہ کسی جگہ پر ہے نہ کسی جگہ میں ہے اس کی ذات جگہ لینے والی چیز ہی نہیں اور جو کچھ عالم میں ہے۔ سب عرش کے نیچے اور عرش اس کی قدرت کے نیچے مسخر ہے اور وہ عرش پر ہے لیکن اس طرح عرش پر نہیں ہے جیسے کوئی جسم کسی جسم کے اوپر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جسم نہیں ہے۔ اور عرش اسے اٹھائے نہیں ہے۔ بلکہ عرش اور حاملان عرش سب کو اس کی قدرت و مہربانی اٹھائے ہوئے ہے۔ آج بھی وہ اسی صفت پر ہے۔ جس پر عرش پیدا کرنے سے قبل تھا۔ اور ابد تک ایسا ہی رہے گا۔ کیونکہ اس کی ذات اور صفات میں تغییر اور ردو بدل کو کچھ دخل نہیں اس لیے کہ معاذ اللہ اگر صفات نقص کے ساتھ تغیر واقع ہو۔ تو خدائی کے قابل نہ ہوگا اور اگر صفاتِ کمال کے ساتھ تغیر پذیر ہو تو نعوذ باللہ پہلے گویا وہ ناقص تھا۔ اور اس کمال کا محتاج تھا۔ اور محتاج مخلوق ہوتا ہے۔ خدائی کے لائق نہیں ہوتا۔ اور باوجودیکہ تمام مخلوق کی صفات سے پاک ہے مگر اس جہان میں پہچاننے کے لائق اور اُس جہان میں دیکھنے کے قابل ہے اور اس جہان میں بیچوں اور بیچگوں اسے پہچان سکتے ہیں۔ اسی طرح اس جہان میں اسے بیچوں اور بیچگوں دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ دیدار اس جہان کے دیدار کی قسم سے نہیں ہے۔

قدرت :

حق تعالیٰ کسی چیز کی مانند نہیں اس کے باوجود سب چیزوں پر قادر ہے اس کی قدرت درجہ کمال پر ہے کہ کسی طرح کے عجز و نقصان اور ضعف کا اس میں گزر نہیں۔ بلکہ اس نے جو چاہا کیا جو چاہے گا کرے گا۔ اور ساتوں آسمان، ساتوں زمین اور عرش و کرسی اور جو کچھ ہے سب اس کے قبضۂ قدرت میں مغلوب و مسخر ہے۔ اس کے سوا کسی کا کسی چیز پر کچھ اختیار نہیں پیدا کرنے میں کوئی اس کا یار و مددگار نہیں۔

علم :

وہ دانا ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے عرش اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ کیونکہ سب چیزیں اسی کے حکم سے ظاہر ہوتی ہیں۔ بلکہ میدانوں کی میت، درختوں کے پتوں، دلوں کے خطروں اور ہوا کے ذروں کے عدد اس کے علم میں ایسے کھلے ہوئے ہیں۔ [illegible] آسمان کے عدد

ارادہ:

جو کچھ علم میں ہے اس کے چاہنے اور ارادے سے ہے کوئی چیز تھوڑی ہو یا بہت چھوٹی ہو یا بڑی اچھی ہو یا بُری یوں ہی گناہ وعبادت کفر ہو یا ایمان، نفع ونقصان، زیادتی وکمی۔ رنج وراحت بیماری وصحت اس کی تقدیر مشیت اور حکم سے ہوتی ہے اگر جنات، آدمی، شیطان اور فرشتے وغیرہ سب اکٹھے ہو کر عالم میں سے ایک ذرہ کو ہلانا یا کسی جگہ رکھنا یا اٹھانا یا گھٹانا، بڑھانا چاہیں تو خدا کے چاہے بغیر سب عاجز ہیں اور ہرگز نہ کر سکیں بلکہ بے اس کے چاہے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ جس چیز کے ہونے پر اس کی مرضی ہو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اور جو کچھ تھا اور ہوگا۔ سب اسی کی تقدیر وتدبیر سے ہے۔

سمع وبصر:

جس طرح وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اسی طرح ہر چیز کا دیکھنے سننے والا بھی ہے۔ دور ونزدیک اس کی شنوائی میں برابر ہے۔ تاریکی وروشنی اس کی بینائی میں یکساں ہے اندھیری رات میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز سنتا ہے تحت الثریٰ میں جو کیڑا ہو، وہ اس کی رنگت اور صورت تک دیکھتا ہے۔ نہ آنکھ سے اس کی بینائی ہے نہ کان سے اس کی شنوائی اور جس طرح اس کی سمجھ ودانائی تدبیر وسوچ سے نہیں۔ اسی طرح اس کا پیدا کرنا بھی آلہ سے نہیں۔

کلام:

اس کا فرمان سب مخلوقات کے لیے واجب التعمیل ہے جو خبر اس نے دی بالکل سچ ہے اس کا وعدہ اس کا وعدہ وعید سب حق ہے۔ حکم، خبر، وعدہ، وعید سب اسی کا کلام ہے جس طرح وہ زندہ، بینا دانا شنوا توانا ہے اسی طرح گویا بھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ بات کی اس کی بات کام وزبان لب ومنہ سے نہیں جس طرح آدمی کے دل میں بے آرزو وبے حرف بات ہوتی ہے حق تعالیٰ کی بات حرف وبے آواز ہونے میں اس سے زیادہ پاک ومنزہ ہے قرآن، شریعت، توریت، انجیل، زبور اور پیغمبروں پر جتنی کتابیں اتریں سب اسی کا کلام اور اس کا کلام اس کی صفت ہے اور اس کی تمام صفات قدیم اور ہمیشہ سے ہیں اور جس طرح اس کی ذات قدیم اور ہمارے دلوں میں معلوم اور زبانوں پر مذکور ہے اور ہمارا علم وذکر مخلوق اور معلوم ومذکور قدیم ہے اسی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے اور ہمارے دل میں، محفوظ زبان سے پڑھا گیا اور مصحف میں لکھا ہوا ہے اور ہمارا محفوظ مخلوق نہیں فقط مخلوق اور پڑھا گیا مخلوق نہیں پڑھنا مخلوق ہے۔ اور مکتوب مخلوق نہیں۔ کتابت مخلوق ہے۔

افعال:

عالم اور جو کچھ عالم میں ہے سب اس کی مخلوق ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہے۔ ایسا پیدا کیا کہ

اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ اگر تمام جہان کے عقلمند اپنی عقل کو متفق کر کے سوچیں کہ اس جہان کی اس سے اچھی صورت تجویز ہو سکے۔ یا اس تدبیر سے بہتر کوئی تدبیر نکال سکیں یا اس میں کچھ کمی یا زیادتی ہو سکے تو نہیں کر سکتے اگر سوچیں کہ اس سے بہتر ہونا چاہیئے تھا تو خطا کریں گے اور خدا کی حکمت و مصلحت سے غافل رہیں گے۔ ایسے لوگوں کی مثال اس اندھے کی سی ہے جو کسی گھر میں جائے وہاں ہر ہر چیز قرینہ کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر دیکھے اور گر پڑے تو کہے یہ چیز راہ پر کیوں رکھی تھی۔ حالانکہ راہ پر چلنا کیسا اسے تو راہ سوجھتی تک نہیں اس طرح حق تعالیٰ نے ہر چیز کو عدل و حکمت کے ساتھ پورا بنایا اور جیسا چاہیئے ویسا ہی مخلوق فرمایا ہے۔ اگر اس سے زیادہ پیدا کرنا ممکن ہوتا اور وہ نہ پیدا کرتا تو یا عاجزی سے نہ پیدا کرتا۔ یا بخل سے اور عاجزی و بخل دونوں اس سے محال ہیں۔ تو جو کچھ دکھ بیماری، فقیری، نادانی عاجزی اس نے پیدا کی ہے سب عدل ہے ظلم تو خود اس سے ممکن ہی نہیں اسی طرح کذب بھی ممکن نہیں کہ وہ عیب ہے۔ اس واسطے کہ ظلم تو جب ہو کہ کسی غیر کی ملک میں تصرف کرے۔ اور دوسرے کی ملک میں خدا کا تصرف کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کا مالک ہونا محال ہے۔ کیونکہ جو کچھ تھا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو سکتا ہے وہ سب مملوک ہے اور خدا ہی سب کا مالک ہے۔ اس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں۔

آخرت :

حق تعالیٰ نے دو قسم کا جہان پیدا کیا۔ ایک عالم اجسام۔ ایک عالم ارواح۔ عالم اجسام کو آدمیوں کی روح کا مقام بنایا کہ اس عالم سے زادِ آخرت سے لے سکیں۔ اور ہر شخص کے رہنے کی ایک مدت مقرر فرمائی۔ اس مدت کی انتہا موت کو بنایا۔ بڑھنے گھٹنے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ جب اجل آجاتی ہے تو جان کو بدن سے جدا کر لیا جاتا ہے۔ اور روز قیامت جو حساب و بدلے کا دن ہے اس میں جان پھر قالب میں ڈالیں گے۔ سب کو اکٹھا کھڑا کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے کردار اعمالنامہ میں لکھا دیکھے گا۔ اس نے جو کچھ دنیا میں کیا ہے سب یاد دلائیں گے عبادت اور گناہ کی مقدار کو ایسی ترازو میں جو اس کام کے لائق ہو گی تول کر بتائیں گے۔ وہ ترازو اس جہان کی ترازو کے مشابہ نہیں ہے۔

صراط :

پھر سب کو پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا۔ اور وہ صراط بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے جو کوئی اس جہان میں صراط مستقیم یعنی شرع پر قائم رہا ہوگا۔ اس صراط پر آسانی سے گزر جائے گا۔ اور جس نے اس جہان میں سیدھی راہ اختیار نہ کی ہوگی اس صراط پر نہ چل سکے گا دوزخ میں گر پڑے گا۔ اور سب کو صراط پر ٹھہرا کر پرسش اعمال کریں گے۔ سچے ایمان داروں سے ان کی سچائی کی حقیقت طلب کریں گے اور منافقوں و ریاکاروں کو شرمندہ کریں گے۔ اور ذلت میں ڈالیں گے۔ کسی جماعت کو بے حساب بھی بہشت میں لے جائیں گے۔ کسی گروہ کا حساب آسانی

سے کسی کا مشکل لیں گے۔ آخر کار سب کفار کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ کہ وہ کبھی نجات نہ پائیں گے۔ فرمانبردار مسلمانوں کو جنت میں داخل کریں گے اور گناہ گار مسلمانوں کو بھی دوزخ میں روانہ کریں گے انبیاء اور بزرگ لوگ ان میں سے جس کی شفاعت کریں گے ارحم الراحمین اسے بخش دے گا۔ اور جس کی شفاعت نہ کریں گے فرشتے اسے دوزخ میں لے جائیں گے اور اس کے گناہوں کے قدر اسے عذاب دیں گے پھر جنت میں لے جائیں گے۔

پیغمبر:

چونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے فرمایا ہے کہ بندوں کے بعض اعمال ان کی شقاوت کا سبب ہوں اور بعض سعادت کا موجب نیں۔ اور آدمی نہیں پہچان سکتا کہ کون سے اعمال سبب شقاوت ہیں اور کون سے موجب سعادت تو خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم عمیم سے پیغمبروں کو پیدا کیا۔ اور حکم دیا کہ ازل میں جن لوگوں کی نسبت کمال سعادت کا حکم ہو چکا ہے۔ انہیں اس بھید سے آگاہ کریں۔ اور ان پیغمبروں کو پیغام دے کر بندوں کی طرف بھیجا کہ ان کو سعادت و شقاوت کی راہ بتائیں تاکہ کسی بندہ کو خدا سے حجت کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پھر تمام پیغمبروں کے بعد ہمارے رسول مقبول خاتم النبیین سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت کو ایسے کمال درجہ پر پہنچا دیا کہ پھر اس پر زیادتی محال ہے۔ اسی لیے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ کہ آپ کے بعد پھر کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور تمام جن وانس کو آپ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا کہ کوئی اس سے باہر نہ ہو۔ اور آپ کو سب انبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا سردار اور افسر کیا اور باقی پیغمبروں کے یاروں اور دوستوں سے آپ کے اصحاب و احباب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو افضل اور بہتر کیا۔

دوسری اصل طلب علم کے بیان میں

اے عزیز جان کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ۔ — علم ڈھونڈنا ہر مسلمان پر فرض ہے مرد ہو خواہ عورت ہو۔

اور اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا تلاش کرنا سب پر فرض ہے متکلم کہتے ہیں۔ وہ علم کلام ہے کہ اس سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ فقہا کہتے ہیں وہ علم فقہ ہے کہ اس کی بدولت آدمی حلال و حرام میں فرق کر سکتا ہے۔ محدث کہتے ہیں وہ علم تفسیر و حدیث ہے کہ علوم شرعیہ کی اصل یہی ہے۔ صوفیہ فرماتے ہیں کہ وہ احوال دل کا علم ہے کہ دل خدا کی طرف بندہ کی راہ ہے۔ الغرض ہر عالم اپنے علم کی عظمت بیان کرتا ہے اور ہمارے نزدیک

یہ ہے کہ نہ کسی ایک علم کی خصوصیت ہے نہ سب علوم کی فرضیت ہے۔ اس مقام میں تفصیل ہے اس کے اعتبار سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

اے عزیز تو جان کہ جو کافر صبح کے وقت مسلمان ہو۔ یا جو لڑکا بالغ ہو اس پر یہ سب علم سیکھنا فرض نہیں بلکہ اس وقت اس پر اتنا فرض ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط کے معنی جانے اور ان معنوں کا علم اس طرح حاصل ہونا ہے کہ اہل سنت کے عقائد جو پہلی اصل میں ہم نے بیان کیے ہیں حاصل کرے اس طرح پر حاصل کرنا ضروری نہیں۔ کہ ان عقائد کے دلائل بھی جان لے۔ دلائل کا جاننا اس پر لازم نہیں۔ لیکن ان عقائد کو قبول کرلے اور سب پر یقین کرلے۔ اور ان کا تفصیلاً جاننا بھی واجب نہیں۔ مگر خدا، رسول، آخرت، بہشت، دوزخ، حشر نشر۔ تمام باتوں کا اعتقاد رکھے اور یہ جان لے کہ اس کا خدا ان صفات پر ہے اور اسی خدا کی طرف سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی پیغام و احکام آئے ہیں جو اطاعت کرے گا مرنے کے بعد مرتبہ سعادت کو پہنچے گا۔ جو نافرمانی کرے گا۔ درجہ شقاوت کو پہنچے گا۔ جب اس نے یہ جان لیا تو دو طرح کے علم اس پر واجب ہوتے ہیں ایک تو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ان کاموں کا علم جو کرنے کے قابل ہیں اور ایک ان کاموں کا علم جو کرنے کے لائق ہیں۔ جو کام کرنے کے قابل ہیں ان کا علم ایسا ہے جیسے کوئی صبح کو مسلمان ہوا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت آئے تو اس پر اندازہ فرض طہارت اور نماز سیکھنا فرض ہوتا ہے اور جو چیز سنت ہے اس کا سیکھنا بھی سنت ہے فرض نہیں۔ جیسے نماز مغرب کا وقت آئے تو اس وقت اس پر اتنا فرض ہے کہ اس نماز کو جان لے کہ تین رکعتیں ہیں۔ اس سے زیادہ جاننا فرض نہیں اور جب رمضان شریف آئے تو روزے کا جاننا اس قدر اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ یہ جان لے کہ روزہ کی نیت فرض ہے اور صبح سے غروب آفتاب تک کھانا پینا۔ جماع کرنا حرام ہے۔ اگر سونے کے بیس دینار اس کے پاس ہوں تو زکوٰۃ کا جاننا اس وقت فرض نہیں۔ ہاں جب سال بھر گزر جائے تو فرض ہوتا ہے کہ اس کی زکوٰۃ کی مقدار اور مصارف و شرائط معلوم کرے۔ اور جب تک حج لازم نہ ہو حج کا علم اس پر فرض نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حج کا وقت عمر بھر ہے۔ اسی طرح جب کوئی کام پیش آتا ہے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔ جس وقت نکاح کرے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ جاننا کہ خاوند پر بیوی کا کیا حق ہے۔ اور حالتِ حیض میں جماع کرنا درست نہیں اور حیض کے بعد غسل کرنے تک جماع نہ کرنا چاہیئے اور اس کے سوا اور جو چیزیں نکاح سے تعلق رکھتی ہوں ان سب کا علم فرض ہو جاتا ہے اگر آدمی کوئی پیشہ کرتا ہے۔ تو اس پیشہ کا علم بھی اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر سوداگر ہے تو سودے کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے تاکہ بیع باطل سے بچے اسی لیے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکانداروں کو درے مار کر علم سیکھنے کے لیے بھیجتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جو کوئی بیع کے احکام نہ جانے اسے تجارت نہ کرنا چاہیئے کہ لاعلمی میں سود کھائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی طرح

ہر پیشہ کا ایک علم ہے۔ حتیٰ کہ اگر حجام ہے تو اس کو یہ جاننا چاہیئے کہ آدمی کے بدن سے کیا چیز کاٹنے کے لائق ہے اور تکلیف کے وقت کون سا دانت اکھاڑنے کے قابل ہے اور کتنی دراز خموں میں کام کرتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور یہ علوم ہر شخص کے حال کے موافق ہوتے ہیں۔ بزاز پر پیشہ حجامت سیکھنا فرض نہیں ہے جو کام کرنے کے لائق ہیں ان کے علم کی مثال یہ تھی۔ اور جو کام نہ کرنے کے لائق ہیں ان کا علم بھی فرض ہے۔ لیکن ہر شخص کے حال کے موافق مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص اطلس اور دیبا پہننے کی قدرت رکھتا ہے یا شراب خوروں یا سور کا گوشت کھانے والوں کے پاس یا غیر ... کی جگہ میں رہتا ہے یا مال حرام اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔ تو علماء پر واجب ہے کہ اسے ان باتوں کا علم سکھا دیں کہ یہ حرام ہے تا کہ وہ اس سے دست بردار ہو اور اگر کسی وجہ عورتوں سے ملا جلا رہتا ہے تو اس پر یہ جاننا فرض ہے کہ کون عورت محرم ہے۔ اور کون نا محرم اور کسے دیکھنا روا ہے اور کسے دیکھنا ناروا ہے۔ اور یہ علم بھی ہر ایک کے حال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اس لیے کہ جو کوئی ایک کام میں ہو۔ دوسروں کے کام کا علم سیکھنا فرض نہیں۔ مثلاً عورتوں پر یہ جاننا فرض نہیں ہے۔ کہ حالت حیض میں طلاق دینا ناروا ہے۔ اور جو مرد طلاق دینا چاہتا ہو۔ اس پر یہ مسائل جاننا فرض ہیں۔ اور جو کام دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک اعتقادات سے اس کی مثال یہ ہے آدمی کے لیے جاننا فرض ہے۔ کہ کینہ، حسد، تکبر، گمان بد اور ایسے امور حرام ہیں۔ اور اس کا جاننا سب پر فرض عین ہے اس لیے کہ کوئی شخص ان عادتوں سے خالی نہیں۔ تو اس کا علم اور اس کے علاج کا علم فرض ہے۔ کیونکہ اس قسم کی بیماری عالمگیر ہے۔ اور بے علم کے اس کا علاج نہ ہوگا۔ لیکن بیع معلم اور اجارہ اور رہن اور اس قسم کے معاملات کا علم جو فقہ میں مذکور ہے۔ فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں یہ اُسی پر فرض ہے۔ جو ایسے معاملات کرنا چاہتا ہو۔ اور اکثر مخلوق ان معاملات سے خالی نہیں رہ سکتی دوسری قسم جو اعتقادات سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کے اعتقاد میں کچھ شک پیدا ہو جائے تو اگر شک ایسے اعتقاد میں ہے۔ جو واجب ہے۔ یا جس اعتقاد میں شک آنا درست نہیں ہے۔ تو اس شک کو دل سے نکال باہر کرنا فرض ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ طلب علم سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان جس علم سے مستغنی و بے پرواہ نہیں۔ بلکہ حالات و اوقات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص علم کی ضرورت سے کسی طرح خالی نہیں۔ اسی وجہ سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر طلب علم فرض نہ ہو یعنی جس شخص کو جس علم کی ضرورت ہے اُس پر اُس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔

فصل :

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر شخص پر وہ علم سیکھنا فرض ہے۔ جس کا معاملہ وہ کرتا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ عوام الناس ہمیشہ اس خطرہ میں ہیں۔ کہ ان کو کوئی کام آپڑے۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور اسے بے خوف و خطر نادانی سے کر بیٹھیں۔ اگر اس کام کی اکثر حاجت ہوتی ہے۔ اور وہ کام نادر نہیں ہے۔ تو ان کی نادانی کا عذر کچھ عذر نہیں۔ مثلاً حالت حیض میں یا حالت حیض میں غسل سے پہلے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ منع ہے۔ تو اس کا یہ عذر کچھ عذر نہیں یا کو[illegible]ت صبح سے پہلے پاک ہوا اور مغرب اور عشاء کی نماز قضا نہ کرے کہ یہ مسئلہ اسے نہیں معلوم یا کوئی مرد اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے اور اسے یہ فیصلہ نا معلوم ہو کہ ایسی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔ تو اس کی لاعلمی کا عذر قبول نہ ہوگا۔ قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا ہم نے تجھ سے کہہ دیا تھا کہ طلب علم فرض ہے۔ تو اس سے کیوں باز رہا کر متبلائے حرام ہوا۔ ہاں جو کام نارو ا ہے اور اس کے۔ کرنے کی توقع نہ ہو اور لاعلمی سے خلاف شرع ہو جائے تو آدمی معذور رہے۔

فصل :

جب یہ معلوم ہوا کہ عوام اس خطرہ سے کبھی خالی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آدمی کے لیے علم سے بہتر اور بزرگتر کوئی شغل نہیں۔ آدمی کام جو کرتا ہے۔ دنیا کے واسطے کرتا ہے۔ تو علم بھی بہت لوگوں کے لیے اور پیشوں سے بہتر ہے۔ کیوں کہ علم سیکھنے والا چار حالتوں سے خالی نہیں یا خیرات پانے کی وجہ سے خواہ اور کسی وجہ سے دنیا کی طرف سے مطمئن ہے۔ اور کافی مال اس کے پاس ہے۔ تو علم اس کے مال کی حفاظت کا ذریعہ ہوگا اور دنیا میں اس لیے یہ باعث عزت اور عقبیٰ میں اس کے لیے موجب سعادت ہوگا۔ اس کے پاس کافی اور وافی مال نہ ہو۔ مگر اس میں قناعت کی صفت ہو کہ جو کچھ ہو اسی پہ اکتفا کرتا ہے۔ اور مسلمان ہوتے ہوئے درویشی کا مرتبہ بھی جانتا ہے۔ کہ درویش امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ ایسے شخص کے حق میں بھی علم آسائش دنیا اور سعادت عقبیٰ کا سبب ہوتا ہے یا جانتا ہے کہ اگر میں علم سیکھوں گا تو بیت المال سے یا مسلمانوں بھائیوں، کے ہاتھ سے حق حلال مجھے اس قدر ملے گا۔ کہ میرے لیے کافی ہوگا۔ اور مال حرام نہ ڈھونڈنا پڑے گا اور بادشاہ ظالم سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ تو ان تینوں قسموں کے طالب علم کے لیے علم طلب کرنا دین و دنیا میں سب کاموں سے بہتر ہے۔ چوتھا وہ شخص ہے۔ جو معاش نہ رکھتا اور سب علم سے اس کا مقصود دنیا حاصل کرنا ہو۔ اور زمانہ ایسا ہو کہ بادشاہی روزینہ کے سوا جو حرام اور ظلم سے ہو یا لوگوں سے لینے کے سوا جو ریا اور رذلت کے ساتھ ہو۔ تلاش معاش کی اور صورتیں مفقود ہوں تو ایسے شخص

کو اور جس کسی کو طلب علم سے جاہ و مال مقصود ہو۔ اور علم سے جاہ مال پیدا کرے گا۔ تو اس سے بہتر یہ ہے کہ جو علم فرض نہیں ہیں۔ ان سے جب فارغ ہو تو کسب و ہنر اور دستکاری وغیرہ سیکھے۔ ورنہ ایسا آدمی اور آدمیوں کے لیے شیطان بن جائے گا۔ اس کے ذریعے سے لوگ بہت تباہ اور سخت گمراہ ہوں گے۔ جو جاہل اسے حرام کا مال لیتے حیلے اور تاویلیں کرتے دیکھے گا۔ وہ دنیا حاصل کرنے میں اس کی اقتدار کرے گا۔ اور بھلائی کی نسبت ضلالت لوگوں میں زیادہ پھیل جائے گی۔ ایسا عالم جتنا کمتر ہو۔ بہتر ہے (خس کم جہاں پاک) تو آدمی کے لیے یہی بہتر و مناسب ہے کہ دنیا کے کاموں سے ہی طلب کرے اور خدا کا نام خدا ہی کے لیے ہے۔ دین کے کاموں میں دنیا تلاش نہ کرے۔ گوہر آبدار میں نجاست نہ بھرے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ دنیا کی طرف سے ہمیں علم خود بخود پھیرے گا۔ جیسا کہ سلف صالحین نے کہا:

تَعَلَّمْنَا الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَاَبَى الْعِلْمُ اَنْ يَكُوْنَ اِلَّا لِلّٰهِ۔

یعنی ہم نے علم نہ پڑھا مگر علم ہمیں خود خدا کی طرف لے گیا۔

اس کا جواب یہ ہے وہ کتاب و سنت اور راہ آخرت اور حقائق شریعت کا علم تھا۔ تو وہ ان لوگوں کو خدا کی طرف لے گیا۔ غور کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کے دلوں میں رجوع بخدا تھا۔ وہ دنیا کے لالچ کو بُرا جانتے تھے۔ بزرگوں کو دیکھتے تھے کہ دنیا سے بھاگتے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزو تھی۔ کہ ایسے بزرگوں کی اطاعت اور اقتداء کریں۔ جب علم وہ تھا اور زمانہ ایسا تھا۔ تو لوگ اس بات کی توقع کر سکتے تھے۔ کہ خود علم کی صفت پر ہو جائیں گے۔ علم ان کا تابع نہ ہو جائے گا۔ اور جو علوم اس زمانے میں پڑھے جاتے ہیں۔ جیسے اپنے مذہب کے خلاف جو علوم ہیں جیسے فلسفیات وغیرہ اور علم کلام اور قصہ کہانی اور واہی تباہی باتیں اور معلم اس زمانے کے معلم بھی ایسے کہ علم کو ذراغ دنیا کو پھندا بناتے ہیں۔ یعنی علم سے حصول دنیا کے سوا کبھی دین کا خیال بھی ان کو نہیں آتا ان کی صحبت اور ان سے علم سیکھنا آدمی کو دنیا کی طرف سے ہرگز نہیں پھیر سکتا ہے۔

وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ

اگلے لوگوں کا حال سنا ہوا ہے اور اس زمانہ کے علم اور عالموں کا حال دیکھا ہوا ہے۔ اور مصرع۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اور یہ برابر نہیں ہو سکتا۔ مصرع:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اے عزیز تو دیکھ کہ اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں یا دین کے اور لوگوں کو ان کا حال دیکھ کر

فائدہ ہوتا ہے یا نقصان یعنی یہ لوگ ہرگز دین کے عالم نہیں ہیں۔ ان کے حالات دیکھ کر دین کے اعتبار سے خلق کا نقصان ہی ہوتا ہے۔ ہاں اگر عالم متقی اور پرہیزگار ہو اور علمائے سلف کا متبع اور فرمانبردار ہو اور ایسے علوم پڑھاتا ہو جس میں دنیا کے غرور اور فریب سے ڈرنے کا بیان ہو تو ایسے عالم سے پڑھنا کیسا اس کی صحبت باعث منفعت ہے۔ بلکہ اس کی زیارت بھی موجب سعادت آدمی اگر وہ علم سیکھے جو مفید ہوتا ہے۔ تو سبحان اللہ یہ سب کاموں سے بہتر ہے اور مفید وہ علوم ہیں۔ جن سے دنیا کی حقارت اور عقبیٰ کی عظمت کے حالات معلوم ہوں اور جن سے آدمی آخرت کے منکروں اور دنیا داروں کی نادانی اور حماقت کو جانتا ہے۔ اور کبر۔ ریا۔ حسد۔ عجب۔ حرص۔ حسب الدنیا کی آفت اور ان کا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا لالچی جب فقہ اور خلافِ مذہب علوم منطق حکمت وغیرہ اور علم کلام وعلم ادب یعنی جن علوم سے دنیا کی حقارت دل میں نہیں آتی پڑھے گا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار ایسی دوا کھائے جس سے بیماری اور بڑھ جائے۔ اس لیے کہ یہ علوم اکثر طور پر فخر، عداوت، خود آرائی، تکبر، تلاش جاہ و دولت کا تخم دل میں بوتے ہیں اور جتنا زیادہ پڑھے گا اتنا ہی یہ ناپسندیدہ اوصاف دل میں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اگر آدمی ایسے لوگوں سے صحبت رکھے جو فقیہہ ہونے کا دعویٰ کرتے اور خلاف مذہب علوم میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اگر کبھی اس سے توبہ کرنا چاہے بھی تو اسے توبہ دشوار ہوتی ہے۔

تیسری اصل طہارت کے بیان میں

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ — بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک اور ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ — یعنی پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے:

بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَةِ۔ — یعنی مسلمانی کی بنا پاکیزگی پر ہے۔

تو اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ یہ سب تعریف و فضیلت بدن اور کپڑے کی نفاست اور پاکیزگی کی ہے بلکہ نظامت کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ دل کو ماسوائے اللہ سے پاک کرنا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ　　　کہہ اللہ ہی ہے پھر انہیں چھوڑ دے

اور اس سے مقصود ہے کہ ماسوائے اللہ سے جب دل خالی ہوگا۔ تو اللہ کے ساتھ مشغول و مستغرق ہوگا۔

اور یہی کلمہ طیبہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ۔

کی تحقیق ہے۔ صدیقوں کا درجہ کمال ایمان و تصدیق ہے۔ اور ماسوی اللہ سے پاک ہونا نصف ایمان ہے۔ یعنی ایمان قالب ہے۔ اور اے جانِ عزیز جب تک تو ماسوائے اللہ سے پاک دل نہ ہوگا۔ یاد حق سے آراستہ ہونے کے قابل نہ ہوگا۔

دوسرا درجہ حسد، تکبر، ریا، حرص۔ عداوت وغیرہ اخلاق ناپسندیدہ سے ظاہر دل کو پاک و صاف کرنا ہے تاکہ تواضع، قناعت، توبہ، صبر، خوف و رجاء اور محبت وغیرہ۔ اخلاق پاک و پسندیدہ کے ذریعے دل کو پاک کرنا نصف ایمان ہے۔

تیسرا درجہ غیبت جھوٹ اور حرام کھانا۔ خیانت کرنا۔ نامحرم عورت کو دیکھنا۔ اور گناہوں سے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضاء کو پاک رکھنا تاکہ تمام کاموں میں اور فرمانبرداری سے آراستہ ہو جائیں یہ زاہدوں کے ایمان کا درجہ ہے۔ اور جوارح کو سب حرام چیزوں سے پاک رکھنا نصف ایمان ہے۔

چوتھا درجہ کپڑے اور بدن کو نجاست سے پاک رکھنا ہے۔ تاکہ رکوع سجود وغیرہ ارکان نماز سے آراستہ ہوں یہ مسلمانوں کی طہارت کا درجہ ہے۔ اس لیے کہ مسلمان میں اور کافر میں عملی طور پر نماز سے فرق ہوتا ہے۔ اور یہ طہارت بھی نصف ایمان ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان کے چاروں درجوں میں طہارت و پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ اور چونکہ پاکیزگی نصف اول ہے۔ اس وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ　　　یعنی دین کی بنا پاکیزگی پر ہے۔

بدن اور کپڑے کی طہارت اور پاکیزگی جس کی طرف لوگ متوجہ ہیں۔ اور جس میں سب کوشش اور محنت کرتے ہیں اخیر درجہ کی پاکیزگی ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اور تمام طہارتوں سے یہ آسان ہے۔ اور نفس بھی اس سے خوش ہوتا اور آرام پاتا ہے۔ اور لوگ بھی اس ظاہری پاکیزگی کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی سے آدمی کو زاہد جانتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں کے لیے یہ آسان ہے۔ لیکن حسد۔ کبر ریا۔ دوستی دنیا سے دل کی پاکی اور گناہوں سے بدن کی پاکی اس میں نفس کا کچھ حصہ نہیں۔ یعنی نفس کو کچھ مزہ نہیں آتا۔ اور خلق کی نظر اس پر نہیں پڑتی۔ اس لیے کہ یہ باتیں خدا کے دیکھنے کی ہیں۔ خلق کے دیکھنے کی نہیں۔ اسی وجہ سے ان کی طرف کوئی رغبت نہیں کرتا۔

فصل :

ظاہری طہارت اگرچہ اخیر درجہ کی طہارت ہے۔ مگر پھر بھی اس کی بڑی فضیلت اور شان ہے۔ بشرطیکہ آداب طہارت بجالائے وسوسہ اور اسراف کو دخل نہ دے۔ اگر دخل دیا تو وہ طہارت مکروہ ہو جائے گی۔ بلکہ طہارت کرنے والا گنہگار ہو جائے گا۔ اور یہ زیادہ احتیاط جو صوفیوں کی عادت ہے۔ یعنی پائتابے چڑھانا چادر سر سے اوڑھنا جو پانی یقیناً پاک ہو اُسے اور لوٹے کو دھیان رکھنا کہ کوئی اس میں ہاتھ نہ ڈالے تو یہ سب باتیں اچھی ہیں۔ جو فقیہہ لوگ ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے۔ انہیں صوفیاء پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ مگر کسی شرط سے اور صوفیہ کو بھی نہ چاہیئے کہ فقہا اور دوسرے لوگوں پر جو اتنی احتیاط نہیں کرتے اعتراض کریں۔ کیوں کہ یہ احتیاط صرف بہتر ہے۔ وہ بھی چھ شرطوں کے ساتھ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس احتیاط میں وقت گزارنے کے سبب اور کسی بہتر کام سے محروم نہ رہے اس لیے کہ اگر کسی کو طلب علم میں مشغول ہونے کی استطاعت ہے۔ یا ایسے غور و فکر میں مصروف ہونے کی قدرت ہے۔ جو کشف میں زیادتی کا باعث ہو۔ یا ایسے کسب کی طرف متوجہ ہونے کی طاقت ہے۔ جو اپنی ذات یا اہل وعیال کی پرورش کے لیے کفائت کرے۔ جس کی بدولت لوگوں سے سوال کی نہ حاجت پڑے۔ لوگوں کی دست نگری سے بچے اگر احتیاط طہارت میں وقت صرف کرنا ان باتوں سے اُسے محروم رکھتا ہو تو اسے ایسی احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ امور احتیاطِ طہارت سے زیادہ ضروری ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی احتیاطوں کی طرف مصروف نہیں ہوئے۔ کیوں کہ وہ لوگ جہاد کسب معاش طلب علم اور دوسرے ضروری کاموں میں مشغول تھے۔ اسی بناء پر ننگے پاؤں چلتے تھے زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ خاک پر بیٹھتے تھے۔ کھانا کھا کر تلووں میں ہاتھ ملتے تھے۔ گھوڑے اونٹ وغیرہ کے پسینے سے پرہیز کرتے تھے۔ دل کی پاکی میں بہت کوشش کرتے تھے۔ بدن کی صفائی کا بہت زیادہ اہتمام نہ کرتے۔ اگر کوئی اس کیفیت کا آدمی ہو۔ تو صوفیہ کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں اور جو شخص سستی اور کاہلی سے یہ احتیاط نہ کرے اسے اہل احتیاط پر اعتراض کرنا لائق نہیں۔ کہ احتیاط نہ کرنے سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو ریا اور رعونت سے بچائے رکھے۔ کیوں کہ جو ایسی احتیاط کرتا ہے وہ ہمہ تن زبان بن کر پکارتا پھرتا ہے کہ میں زاہد ہوں۔ اپنے آپ کو ایسا پاک رکھتا ہوں اور اسے اس بات میں عزت اور شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر زمین پر پاؤں رکھتا ہوں۔ یا اور کسی کے لوٹے سے طہارت کرتا ہے تو ڈرتا ہے۔ کہ لوگوں کی نگاہوں سے گر جاؤں گا۔ اسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو آزمائے لوگوں کے سامنے زمین پر پاؤں رکھے۔ چیزوں میں احتیاط کرے۔ اپنے باطن میں احتیاط کرے۔ اگر اس کا نفس اس بارے میں کچھ نزاع کرے

تو سمجھے کہ ریا کا مرض اس میں گھس آیا ہے۔ اس وقت اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ ننگے پاؤں پھرے اور زمین پر نماز پڑھے اور احتیاط سے ہاتھ اٹھائے۔ کیوں کہ ریا حرام ہے۔ اور احتیاط سنت ہے۔ جب ریا سے احتیاط ترک کیے بغیر بچ نہیں سکتا۔ تو اسے احتیاط چھوڑ دینا ضروری ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ احتیاط کو اپنے اوپر فرض نہ کرے۔ ترک احتیاط میں جو مباح ہے۔ کبھی کبھی اسے بھی اختیار کرے۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کے برتن سے طہارت کی اور ان حضرات نے اکثر اوقات خاک پر نماز پڑھی۔ اور جو شخص سوتے کے لیے زمین پر کچھ نہ بچھاتا تھا۔ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ تو جو کوئی ان حضرات کی خصلت سے پرہیز عادت و روش کو چھوڑ دے گا۔ اس کا نفس ان حضرات کی اطاعت قبول نہ کرے گا۔ تو یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نفس نے اس احتیاط میں عزت اور لذت پائی ہے۔ اب اسے احتیاط سے ہاتھ کھینچنا مشکل ہو چکا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے۔ جس احتیاط سے مسلمانوں کے دل کو تکلیف پہنچے اسے چھوڑ دے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے دل کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اور ترک احتیاط سے حرام نہیں جیسے کہ کوئی غلام راہ میں ہاتھ پکڑنے کا ارادہ کرے یا معانقہ کرنا چاہے۔ اور حالت یہ ہو کہ اس کے بدن سے پسینہ بہہ رہا ہو اور دوسرا شخص اپنا بدن سمیٹے اور بچائے تو یہ حرام ہے۔ بلکہ خلق سے پیش آنا اور مسلمانوں سے میل جول رکھنا ہزار احتیاط سے بہتر ہے اور مبارک اور افضل ہے۔ اس طرح اگر کوئی کسی کی جانماز پر پاؤں رکھنا چاہے یا کسی کے لوٹے سے طہارت کرنا یا برتن میں پانی پینا چاہے۔ تو اسے منع کرنا اور اپنی کراہت ظاہر نہ کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے آب زمزم طلب فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ لوگوں نے اس میں بہت ہاتھ ڈالے ہیں۔ گھنگھولا ہے۔ ٹھہریے میں خاص ڈول آپ کے لیے منگا کر پانی نکال دیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ نہیں میں مسلمانوں کے ہاتھ کی برکت کو پسند کرتا ہوں۔ اکثر جاہل قاری ان باتوں کو نہیں پہچانتے اور جو شخص احتیاط نہ کرے۔ اس سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور اسے رنجیدہ کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے والدین اور دوست جب ان کا لوٹا یا کپڑا لینے کو ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ تو وہ ترش کلامی پر آتے ہیں۔ اور یہ ناجائز ہے۔ اور جو احتیاط کہ واجب نہیں اس کے سبب سے یہ امور کیسے درست ہو جائیں گے اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ ایسی احتیاط کرتے ہیں۔ ان کے دماغ میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ لوگوں پر یہ احسان خیال کرتے ہیں کہ ہم ایسی احتیاط عمل میں لاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو لوگوں سے بچا کر انہیں دکھ دینا غنیمت جانتے ہیں۔ اور اپنی پاکیزگی کی تفصیلات لوگوں سے بیان کر کے فخر کرتے ہیں۔ اور انہیں بدنام کرتے ہیں۔ صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس آسان طریقہ پر چلتے تھے ۔ اسے اختیار نہیں کرتے ۔ جو شخص فقط پتھر سے استنجا کرے تو اس فعل کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں ۔ اور یہ سب بُرے اخلاق ہیں ۔ اور جس شخص سے بھی وقوع میں آئیں ۔ اس کی نجاست باطنی پر دلالت کرتے ہیں ۔ دل کو ایسی خبیث عادتوں سے پاک رکھنا ضروری ہے ۔ کہ یہ سب امور باعث ہلاکت ہیں ۔ اور ان احتیاط کی باتوں کو ترک کرنا ہلاکت کا موجب نہیں ہے ۔

پانچویں شرط یہ ہے ۔ کہ کھانے پینے کی چیز اور بات کرنے میں اس احتیاط کو نگاہ رکھے کہ یہ بہت ہی ضروری ہے ۔ اور جب ضروری امر سے ہاتھ روکا یعنی اسے نہ کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے ۔ کہ اور باتوں میں یہ احتیاط فقط رعونت کے تحت ہے ۔ یا محض عادت ہے ۔ جیسے کوئی شخص کھانا تو تھوڑی سی بھوک لگنے کے ساتھ کھاتا ہے ۔ اس میں تو کچھ بھی احتیاط نہیں کرتا پھر احتیاط سوجھتی ہے ۔ جب تک ہاتھ منہ نہیں دھوتا نماز نہیں پڑھتا ۔ اتنا نہیں جانتا کہ جو چیز نجس ہو اس کو کھانا حرام ہے ۔ اگر نجس ہے تو بلا ضرورت کیوں کھاتا ہے ۔ اگر پاک ہے تو ہاتھ کیوں دھوتا ہے ۔ پھر جب منہ دھویا تو جس کپڑے پر عوام الناس بیٹھتے ہیں اس پر نماز نہیں پڑھتا یہ معلوم نہیں کہ عوام الناس کے گھر کا پکا ہوا کھانا کیوں چکھ لیتا ہے ۔ اس میں احتیاط کیوں نہیں کرتا ۔ حالانکہ لقمہ کی پاکی میں احتیاط بہت ہی ضروری ہے اور ایسے لوگ اکثر بازاری لوگوں کے گھر کا پکا کھانا نوش کر جاتے ہیں ۔ اور ان کے کپڑوں پر نماز نہیں پڑھتے ۔ یہ باتیں احتیاط میں سچے ہونے کی دلیل ہیں ۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنی احتیاط نہیات اور منکرات کے ساتھ نہ کرے ۔ مثلاً تین بار سے زیادہ طہارت نہ کرے کہ چوتھی بار بلا ضرورت منع ہے یا طہارت میں دیر لگائے کہ کوئی مسلمان اس کا منتظر ہے اور یہ ملنا نہ چاہے ۔ یا فضول پانی بہائے یا اول وقت سے تاخیر کر کے نماز پڑھے یا امام ہو کر جماعت کو انتظار میں رکھے یا کسی سے کام کا وعدہ کیا ہو اور اسے دیر ہوتی ہو یا اس سبب سے اُس مسلمان کے کسب و کمائی کا وقت ضائع ہوتا ہو یا اُس کے عیال واطفال تباہ ہوتے ہوں ایسے کام اس احتیاط کی وجہ سے جو فرض نہیں درست نہیں ہیں یا مسجد میں اپنا مصلیٰ اس لیے بہت پھیلا کر کہ اور کسی اور کا کپڑا اُسے نہ چھو جائے ۔ اس میں تین چیزیں ممنوع ہیں ایک یہ کہ مسجد کا ایک ٹکڑا اور مسلمانوں سے غصب کیا ۔ اور چھین لیا ۔ حالانکہ اس کا حق سجدہ کرنے کی جگہ سے زیادہ نہ تھا ۔ دوسرے یہ کہ ایسی صف جس میں بہت لمبا چوڑا مصلیٰ بچھا ہو ۔ ملی ہوئی نہیں ہوسکتی اور سنت یہ ہے کہ کاندھے سے کاندھا ملا رہے ۔ تیسری یہ کہ مسلمان سے ایسا پرہیز کرتا ہے ۔ جیسا کتے اور ناپاک چیزوں سے اور یہ نہ چاہیے اور ایسے منکرات بہت ہیں ۔ جاہل قاری احتیاط کے سبب سے ان کے مرتکب ہیں اور انہیں ممنوع اور بُرا نہیں جانتے

فصل :

اے عزیز جب تو نے یہ جان لیا کہ ظاہری طہارت باطنی طہارت سے الگ ہے ۔ اور باطن کی تین طہارتیں

ہیں۔ ایک گناہوں سے اعضائے ظاہری کی طہارت دوسری اخلاق بد سے ظاہر دل کی طہارت تیسری ماسوی اللہ سے باطن دل کی طہارت۔ تو اب جان کہ ظاہری طہارت کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک نجاست سے طہارت دوسری حدث و خباثت اور تیسری بدن میں فضول چیزیں جو بڑھتی ہیں ان سے طہارت، مثلاً ناخن بال میل وغیرہ۔

پہلی قسم:۔ یعنی نجاست سے طہارت اے عزیز تو جان کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جمادات کی قسم سے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب پاک ہیں۔ مگر شراب تھوڑی ہو یا بہت سب ناپاک ہے۔ اور جتنے جانور ہیں سب پاک ہیں۔ مگر کتا اور سور اور جو جانور مر جائے ناپاک ہے۔ مگر آدمی اور مچھلی اور ٹڈی دل۔ اور جن جانوروں کے بدن میں بہتا ہوا لہو نہ ہو جیسے مکھی، بچھو اور وہ کیڑے جو اناج میں پیدا ہوتے ہیں اور جو چیز جانوروں کے اندر مستحیل اور متغیر نہ ہوئی ہو پاک ہے۔ جیسے پسینہ اور آنسو اور جو چیز ناپاک ہے اس کے ساتھ نماز درست نہیں مگر پانچ قسم کی نجاست دشواری کے سبب معاف ہے۔ ایک تین پتھر یا ڈھیلے لینے کے بعد براز کا جو اثر باقی رہ جائے بشرطیکہ اپنے مقام سے پھیلا ہوا نہ ہو۔ دوسری سڑک کیچڑ گو اس میں یقینی نجاست دکھائی دے۔ لیکن سڑک کی کیچڑ اسی قدر معاف ہے جس سے آدمی اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔ یہ نہیں کہ آدمی کیچڑ میں گر پڑے۔ یا ہاتھی گھوڑا وغیرہ کیچڑ سے کپڑوں کو خراب کر دے۔ کہ یہ امور نادر ہیں۔ اور اتنی کیچڑ معاف نہیں ہے تیسری وہ جو موزہ میں بھر جائے مگر اسی قدر جس سے بچنا ممکن نہ ہو۔ اگر موزہ کو زمین پہ رگڑ ڈالا۔ اور اسے پہنے ہوئے نماز پڑھی تو معاف ہے۔ چوتھے پسو کا لہو جو کپڑے پر لگا ہو معاف ہے۔ گو پسینہ بھی آیا ہو۔ پانچویں سرخی مائل جو چھوٹے چھوٹے دانوں سے نکلے معاف ہے۔ اس لیے کہ آدمی کا بدن اس سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو صاف رطوبت خارش دانوں سے نکلے وہ بھی معاف ہے۔ لیکن جو بڑا دانہ ہے اور اس سے پیپ نکلے۔ اس کا پھوڑے کا حکم ہے۔ اور وہ کم ہوتا ہے۔ اس کا دھونا واجب ہے۔ اگر دھونے کے بعد اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے تو امید ہے کہ معاف ہو جائے۔ اگر کسی نے فصد کھلوائی ہو۔ یا کسی کے زخم لگا ہو۔ تو اس کے خون کو دھونا چاہیئے۔ اگر کچھ رہ جائے اور دھونے میں خطرہ ہو۔ یا کسی قضا کرنا چاہیئے۔ کہ ایسا عذر نادر اور کم ہوتا ہے

فصل:

جو جگہ نجس ہو۔ اور ایک بار اس پر پانی بہہ جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر عین نجاست ہو تو اس کو دھونا چاہیئے۔ تاکہ عین اور جرم نجاست زائل ہو جائے۔ اور اگر دھویا اور ملا اور کئی بار اسے ناخن سے کھرچا ہمہ اس کی رنگت اور بو باقی رہے تو پاک ہے۔ اور جو پانی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ خود پاک ہے۔ اور دوسری چیز کا پاک کرنے والا ہے مگر چار طرح کا پانی ایک وہ پانی جس سے ایک بار حدث دور کیا ہو۔ یہ خود پاک ہے اور دوسرے کو نہیں پاک کرتا۔ دوسرا وہ پانی جس سے نجاست دور کی ہو۔ وہ نہ خود پاک ہے اور نہ اور کا پاک کرنے

والا ہے۔ لیکن اس کا رنگ اور مزہ اور بو اگر نجاست کی وجہ سے نہ بدلا ہو تو پاک ہے۔ تیسرا وہ پانی جو اڑھائی سو من سے کم ہو اور اس میں نجاست پڑ جائے اگرچہ متغیر نہ ہوا ہو تو بھی نجس ہے۔ اور اگر اڑھائی سو من ہے یا زیادہ ہے تو نجاست پڑنے سے جب تک متغیر نہ ہو جائے۔ ناپاک نہیں ہوتا۔ چوتھا وہ پانی جس کا رنگ اور بو اور مزہ ایسی پاک چیز کے سبب سے بدل جائے۔ جس سے اس پانی کو بچا سکتے ہوں۔ جیسے زعفران۔ صابون۔ اشنان آٹا وغیرہ یہ پانی پاک ہے۔ پاک کرنے والا نہیں ہے۔ لیکن اس میں اگر معمولی تغیر ہوا ہو تو پاک کرنے والا بھی ہے۔

دوسری قسم:۔ طہارتِ حدث اس میں پانچ چیزیں جاننا چاہیئے۔ پاخانہ پھرنے پیشاب کرنے کے آداب استنجا کرنے کے آداب۔ وضو کے آداب غسل کے آداب۔ تیمم کے آداب۔

فصل:

پاخانہ جانے کے آداب کے بیان میں اگر آدمی صحرا میں ہو تو چاہیئے۔ کہ لوگوں کی نگاہ سے دور ہو جائے اور ممکن ہو تو دیوار کی آڑ میں ہو جائے اور بیٹھنے سے پہلے شرمگاہ نہ کھولے اور آفتاب و ماہتاب کی طرف منہ نہ کرے اور قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرے۔ لیکن اگر بیت الخلا میں ہو تو درست ہے۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ قبلہ داہنے یا بائیں طرف رہے۔ جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں۔ وہاں نہ پاخانہ پھرے نہ پیشاب کرے۔ پانی میں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے میوہ دار درخت کے نیچے اور کسی بل میں نہ پاخانہ پھرے نہ پیشاب کرے۔ سخت زمین پر اور ہوا کے رُخ پیشاب نہ کرے۔ تاکہ اس پہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ اور بے عذر کھڑے کھڑے پیشاب نہ کرے۔ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں۔ وہاں پیشاب نہ کرے۔ اور بائیں پاؤں پہ زور دے کر بیٹھے۔ جب پاخانہ جانے لگے تو بایاں پاؤں پہلے رکھے۔ جب باہر آنے لگے تو داہنا پاؤں پہلے رکھے۔ اور جس چیز میں خدا کا نام ہو۔ اسے اپنے ساتھ نہ لے جائے اور پاخانہ پیشاب کو ننگے سر نہ جائے پاخانہ جاتے وقت کہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥	پناہ مانگتا ہوں میں ناپاکی نجاست خباثت شیطانِ مردود سے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَاَبْقٰی فِیْ جَسَدِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ	سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو لے گیا مجھ سے وہ چیز جو مجھے ایذا دے اور باقی رہنے دی مجھ میں وہ شے جو نفع بخش ہے۔

فصل:

استنجا کرنے کے بیان میں:۔ چاہیئے کہ پتھر کے تین ٹکڑے یا مٹی کے تین ڈھیلے پاخانہ پھر چکنے سے پہلے تیار رکھے جب فارغ ہو تو بائیں ہاتھ میں لے کر پاخانہ کے مقام کے قریب پاک جگہ پہ رکھ کر کھسکائے اور نجاست

کے مقام پر لاکر پھیرلے۔ اور نجاست پونچھے دوسری جگہ نجاست نہ بھرنے پائے۔ اسی طرح تین ڈھیلے کام میں لائے۔ اگر پاک نہ ہو تو دو ڈھیلے اور لے تاکہ طاق رہیں پھر پتھر کا ایک ٹکڑا یا ایک بڑا ڈھیلا داہنے ہاتھ میں لے اور آلہ تناسل بائیں ہاتھ پکڑے اور اس پتھر یا ڈھیلے پر تین بار تین جگہ اس کا سر رکھے یا دیوار پر تین جگہ تین بار رکھے اور بائیں ہاتھ سے ہلائے داہنے ہاتھ سے نہیں۔ اگر اتنے ہی پر قناعت کرے۔ تو طہارت کے لیے کفایت کرتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا کرے۔ اگر پانی لینا منظور ہو تو اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جائے تاکہ اس پر پانی نہ اڑے داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے۔ بائیں ہاتھ سے ہتھیلی تک اس قدر ملے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اب نجاست کا اثر باقی نہیں رہا۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو بہت پانی نہ بہائے اور ملنے میں بہت زور نہ لگائے۔ کہ پانی اندر پہنچ جائے۔ اسی طرح وہ قطرہ جھاڑنے میں تین بار ذکر کے نیچے ہاتھ لے جائے۔ اور تین بار جھٹکے۔ اور تین قدم چلے اور تین مرتبہ کھنکھار لے۔ اس سے زیادہ اپنے آپ کو تکلیف نہ دے۔ کہ وسواس پیدا ہوگا۔ اور اگر ایسا کر چکا اور ہر بار معلوم ہوتا ہے کہ استنجا کرنے کے بعد تری ظاہر ہوئی۔ تو اپنی شرمگاہ پر پانی ڈال لے۔ تاکہ وہ تری پانی کی معلوم ہو کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وسواس دور کرنے کے لیے ایسا ہی فرمایا ہے۔ جب استنجا کرے اور فارغ ہو جائے۔ تو دیوار یا زمین پر ہاتھ ملے اور پھر دھوئے۔ تاکہ کچھ بو باقی نہ رہے۔ اور استنجا کرنے کے بعد یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ	اے اللہ پاک کر میرے دل کو نفاق سے اور
وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔	پاک کر میری شرمگاہ کو بے حیائیوں سے۔

فصل:

کیفیت وضو کے بیان میں۔ جب استنجا کر کے فارغ ہو تو مسواک کرے اور داہنی طرف سے شروع کرے پہلے اوپر کے دانتوں میں مسواک کرے پھر نیچے کے دانتوں میں۔ اس کے بعد بائیں طرف بھی اسی طرح مسواک کرے پھر دانتوں کے اندر کی جانب اسی ترتیب سے۔ پھر زبان اور تالو میں مسواک رگڑے اور مسواک کرنا ضروری جانے کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسواک کے ساتھ ایک نماز پڑھنا بے مسواک کیے ستر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور مسواک کے وقت یہ نیت اور خیال کرے کہ خدائے تعالیٰ کے ذکر کا راستہ صاف کرتا ہوں اور جب وضو ٹوٹ جائے تو اسی وقت پھر وضو کرے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور جب وضو کرے تو مسواک کرنے سے محروم نہ رہے۔ اور اگر وضو نہ کرے اور اس وجہ سے کہ بے کلی کیے سو گیا تھا۔ یا دیر تک منہ بند کیے چپکا بیٹھا رہا یا بدبودار چیز کھائی اور ان وجہوں سے اس کے منہ کی کیفیت بدل گئی۔ تو مسواک کرنا سنت ہے۔ جب مسواک سے فارغ ہو تو بلندی پر قبلہ رو بیٹھے اور:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ
وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَحْضُرُوْنِ۔

تیرے پاس کے نام سے شروع کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے اور پناہ لیتا ہوں تیرے پاس تجھ سے اے پروردگار اس سے کہ آئیں میرے پاس۔

کہے اور تین بار دونوں ہاتھ دھوئے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْيُمْنَ وَاَعُوْذُ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْهَلَكَةِ۔

اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے برکت اور پناہ مانگتا ہوں شومی و ہلاکت سے۔

اور نماز کے مباح ہونے اور حدث دور کرنے کی نیت کرے۔ اور دھونے تک نیت کا دھیان رکھے پھر تین بار کلی کرکے غرغرہ کرے اور اگر روزہ سے ہو تو غرغرہ نہ کرے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ۔

اے اللہ مدد کر میری اپنے ذکر اور اپنے شکر پر اور اپنی کتاب کی تلاوت پر۔

پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور چھینکے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ اَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ۔

اے اللہ سونگھا مجھے خوشبو جنت کی اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی ہو۔

پھر تین بار منہ دھوئے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ بِنُوْرِكَ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِيَائِكَ

اے اللہ منور کر تو میرا منہ اپنے نور سے جس دن تو اپنے دوستوں کے منہ منور کرے گا۔

اور جو بال چہرہ پر ہیں ان کی جڑوں تک پانی پہنچائے ۔ اگر داڑھی گنجان ہو تو اس پر پانی بہائے اور بالوں میں انگلیوں سے خلال کرے۔ اسی کا نام تخلیل ہے منہ کی طرف کانوں سے گوشۂ پیشانی تک چہرہ کی حد ہے۔ اور آنکھ کے کونے کو انگلی سے پاک کرے تاکہ سرمہ وغیرہ کا اثر نکل جائے پھر داہنا ہاتھ آدھے بازو تک تین بار دھوئے اور جس قدر ہو بازو کے نزدیک تک دھوئے بہتر ہے۔ اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَسِيْرًا۔

اے اللہ عطا کر مجھے میرا عمل نامہ میرے داہنے ہاتھ میں اور آسان کر دے مجھ سے حساب۔

پھر اسی طرح بایاں ہاتھ دھوئے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو اسے جنبش دے کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جائے اور کہے؛

اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُعْطِيَنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ اَوْمِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے پاس اس کے کہ میرا اعمالنامہ میرے پاس میرے ہاتھ میں دے۔ یا پیٹھ کی طرف سے۔

پھر دونوں ہاتھ تر کرکے انگلیاں ملاکر سر پر اگلی طرف رکھے اور گدی تک لے جائے پھر وہاں سے اپنے مقام پر پھیر لائے تاکہ بالوں کے دونوں رخ تر ہو جائیں۔ اور یہ ایک بار مسح ہوا۔ اسی طرح تین بار کرے۔ اس طرح کہ ہر بار پورے سر کا مسح کرے اور کہے؛

اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِيْ تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔

اے اللہ ڈھانپ لے اپنی رحمت سے اور اتار مجھ پر اپنی برکتیں اور سایہ دے مجھے اپنے عرش کے نیچے جسدن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مگر تیرا سایہ۔

پھر دونوں کانوں کا مسح کرے اور تین بار کانوں کے سوراخ میں انگلی ڈالے اور انگوٹھے کان کی پشت پر سے اتارے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

اے اللہ کر مجھے ان لوگوں میں سے جو سنتے ہیں پھر نیک بات کی پیروی کرتے ہیں۔

پھر گردن پر مسح کرے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ فُكَّ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ۔

اے اللہ آزاد کر میری گردن آگ سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تیرے پاس زنجیروں اور بیڑیوں سے۔

پھر داہنا پاؤں آدھی پنڈلی تک تین بار دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پاؤں کی انگلیوں میں تلووں کی طرف سے خلال شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پہ یہ دعا پڑھے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

اے اللہ جمائے رکھ میرے قدم پلصراط پر جس دن قدم پھسلیں دوزخ میں۔

پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھوئے اور کہے؛

اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ	الٰہی! میرے قدموں کو پل صراط پر نہ ڈگمگانا جس دن منافقوں کے قدم ڈگمگا ئیں۔

جب وضو سے فراغت پائے تو کہے:

اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔	اے اللہ تو مجھے بہت توبہ کرنے والا اور پاک وستھرا رہنے والا اور تیرے نیک بندوں میں سے کردے۔

جو شخص عربی نہ سمجھتا ہو اسے چاہیئے کہ ان سب دعاؤں کے معنے معلوم کرے تاکہ یہ تو پتہ ہو کہ میں کیا کہتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو شخص طہارت کے دوران خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے تمام اعضا کے تمام گناہ دھوئے جاتے ہیں۔ اور اگر طہارت میں خدا کا ذکر نہیں کرتا تو فقط اتنا ہی بدن پاک ہوتا ہے۔ جہاں تک پانی پہنچتا ہے۔ اور اگر پہلا وضو نہ ٹوٹا ہو تو بہتر ہے کہ نماز کے لیے تازہ وضو کرے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص طہارت تازہ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ جب طہارت تمام کرے تو یقین کرے۔ کہ یہ ہاتھ منہ جو پاک کیے ہیں یہ خلق کے دیکھنے کی چیزیں ہیں۔ خاص خدا کی نگاہ کی جگہ دل ہے۔ اگر توبہ کے ذریعہ اخلاق ناپسندیدہ سے دل نہ پاک کیا تو اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص بادشاہ کو مہمان بنا کر لے آئے۔ اور گھر کا دروازہ تو صاف کرے۔ مگر گھر کے صحن کو جو بادشاہ کے بیٹھنے کا مقام ہے۔ ناپاک رکھے۔

فصل:

اے عزیز جان کہ وضو میں چھ چیزیں مکروہ ہیں۔ دنیا کی باتیں کرنا۔ منہ پہ زور سے ہاتھ مارنا۔ ہاتھ جھٹکنا۔ دھوپ کے جلے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ زیادہ پانی بہانا۔ تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔ لیکن اس نیت سے منہ پونچھنا کہ گرد نہ جمے یا اس نیت سے منہ نہ پونچھنا کہ عبادت کا اثر دیر تک رہے۔ یہ دونوں باتیں منقول ہیں اور دونوں کی اجازت ہے۔ اور چونکہ نیت یہ ہے۔ تو دونوں صورتوں میں فضیلت ہے۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا آفتابہ کی نسبت بہتر ہے۔ اور خاکساری کے قریب ہے۔

....

فصل :

غُسل کے بیان میں اے عزیز جان کہ جو شخص جماع کرے یا جسے نیند میں یا بیداری میں بے جماع کیے انزال ہو جائے۔اس پر غسل فرض ہے۔غسل میں فرض یہ ہے کہ تمام بدن دھوئے بالوں کی جڑیں تر کرے رفع نجاست کی نیت کرے اور سنت یہ ہے کہ پہلے بسم اللہ کہے اور تین بار ہاتھ دھوئے اور بدن پر جہاں نجاست لگی ہو دھو ڈالے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔اسی طرح سنت کے مطابق وضو کرے اور غسل سے فارغ ہو کر پاؤں دھوئے۔غسل میں بدن پر تین بار داہنی طرف پانی بہائے تین بار بائیں طرف اور جہاں جہاں ہاتھ پہنچے بدن ملے اور جگہ جو نید یا چکی ہوئی ہو وہاں پانی پہنچانے میں کوشش کرے کہ یہ فرض ہے۔اور شرم گاہ سے ہاتھ بچائے رکھے۔

فصل :

تیمم کے بیان میں۔جس شخص کو پانی دستیاب نہ ہو یا اس قدر تھوڑا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صرف پی سکتا ہے۔یا جہاں سے پانی لایا جاتا ہے۔اُس راستے میں کوئی درندہ یا ایسا شخص ہے جس سے خوف ہے۔یا پانی غیر کی مِلک ہے اور وہ فروخت نہیں کرتا یا زیادہ قیمت لیتا ہے۔یا ایسا زخم یا بیماری ہے کہ اگر پانی استعمال کرے تو ہلاک ہو جائے گا۔یا بیماری بڑھ جائے کا اندیشہ ہے۔تو ان سب صورتوں میں تیمم کرے۔جب نماز کا وقت آئے تو پاک مٹی ڈھونڈے۔دونوں ہاتھ اس پر اس طرح مارے کہ اس سے غبار اڑے اور انگلیاں ملی نہ رکھے۔نماز جائز ہونے کی نیت کرے۔اور سارے منہ پر دونوں ہاتھوں سے مسح کرے۔اور اتنا تکلیف نہ کرے کہ خاک بالوں کے اندر پہنچے۔پھر اگر انگوٹھی پہنے ہو تو اتار کر انگلیاں کھلی رکھ کر دونوں ہاتھ مٹی پر مارے۔اور داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کے روبرو رکھ کر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو داہنے کی کلائی کی پشت پر کہنی تک پھیرے۔پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی داہنی کلائی پر پھیرے۔پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی داہنی کلائی پر پھیرے۔پھر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔اسی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر پھیرے۔پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں باہم ملائے۔پھر انگلیاں گھائیوں میں ڈال کر ملے۔اگر ایسا کیا۔تو ایک ہی ضرب کفائت کرے گی۔اگر یہ نہ ہو سکے۔تو ایک سے زیادہ ضرب مارے۔کہ کہنیوں تک تمام ہاتھ میں مٹی لگے۔جب اس تیمم سے ایک فرض پڑھے گا۔تو سنتیں جتنی چاہے پڑھے۔لیکن اگر دوسرا فرض پڑھا جائے۔تو از سرِ نو تیمم کرے۔

تیسری قسم :۔ فضلات سے بدن کی طہارت اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک اُس میل سے طہارت جو سر اور داڑھی کے بالوں میں ہوتا ہے۔کنگھی۔پانی مٹی۔گرم پانی سے یہ میل زائل ہو سکتا ہے۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر حضر میں کبھی کنگھی جدا نہ ہوتی تھی۔اور اپنے کو میل کچیل سے پاک رکھنا سنت ہے۔

دوسرا وہ میل جو آنکھوں کے کوئے میں جمع ہو جاتا ہے۔اسے وضو میں انگلی سے پاک کرنا چاہیئے۔اور

کان میں جو میل ہوتا ہے۔ حمام میں سے نکلنے کے بعد عادت کے موافق اسے بھی نکال ڈالنا چاہیئے۔ اور ناک میں جو ہوتا ہے اسے پانی ڈال کر دور کرے۔ اور دانتوں کے جبڑوں میں جو زردی جمع ہو جاتی ہے۔ اسے مسواک اور کلی سے زائل کرے۔

اور جو میل انگلیوں کے جوڑوں اور پاؤں پر ایڑی اور ناخنوں میں اور تمام بدن میں ہوتا ہے۔ ان سب کا دور کرنا بھی سنت ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ جہاں کہیں میل ہو۔ اور پانی کے کھال تک جانے میں نہ روکے تو طہارت باطل نہیں ہوتی۔ لیکن جب ناخنوں میں خلافِ عادت بہت میل جمع ہو جائے تو ضرور پانی کو روکے گا۔ ایسے کو گرم پانی اور حمام میں پاک کرنا سنت ہے۔

فصل :

اور جو حمام میں جائے اس پر چار کام ضروری ہیں۔ اور دس سنت دو واجب۔ وہ شخص اپنی شرمگاہ کو لوگوں سے تکلف رکھے۔ یعنی ناف سے زانوں تک لوگوں کی نگاہ سے بچائے۔ اور بدن ملنے والوں کو بھی وہاں ہاتھ نہ لگانے دے۔ کیوں کہ ہاتھ لگانا دیکھنے سے زیادہ ہے۔ اور خود بھی لوگوں کی شرمگاہ نہ دیکھے۔ اگر کوئی اپنی شرمگاہ ننگی کرے۔ تو اگر خوف واندیشہ نہ ہو تو اسے منع کرے۔ منع نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور اگر کسی نے ان واجبات پر عمل نہ کیا۔ تو حمام سے گنہگار ہو کر نکلے گا۔ مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حمام میں دیوار کی طرف منہ کیے آنکھوں پر کچھ باندھے بیٹھے تھے۔ اور عورتوں پر بھی یہی واجب ہے۔ اور بلا ضرورت شدید عورتوں کو حمام میں نہ جانے دے کہ شرع میں منع ہے۔ اور یہ باتیں سنت ہیں کہ پہلے نیت کرے کہ پانی کی سنت ادا کرتا ہوں۔ تاکہ نماز کے وقت آراستہ رہوں۔ اور لوگوں کو دکھانا منظور نہ ہو۔ اور حمام والے کو اجرت پہلے دے دے تاکہ نہلانے میں اس کا دل خوش رہے۔ اور وہ بھی جان کہ یہ اجرت ملی ہے۔ پھر بایاں پہلے اندر لے جائے اور یہ الفاظ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان رحم والے کے نام سے۔
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔	پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے ناپاکی نجس خبیث کرنے والے شیطان مردود سے۔

کیوں کہ حمام شیطان کی جگہ ہے اور کوشش کرنا چاہیئے کہ حمام خالی ہو جائے۔ یا ایسے وقت جائے کہ حمام بالکل خالی ہو۔ اور حمام میں جو جگہ گرم ہے۔ وہاں جلدی نہ جائے۔ تاکہ پسینہ بہت نکلے۔ اور جب جائے تو اسی وقت طہارت کرے اور بدن دھونے میں جلدی کرے۔ اور پانی زیادہ نہ بہائے۔ اس قدر بہائے کہ اگر حمام والا

دیکھ لے۔ تو اسے بُرا نہ منائے۔ حمام کے اندر جاکر کسی کو سلام نہ کرے۔ اگر مصافحہ کرے تو درست ہے۔ اگر کوئی سلام کرے تو یہ جواب دے کہ عافاک اللہ اور زیادہ باتیں نہ کرے۔ اگر قرآن شریف پڑھے تو آہستہ پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ (پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے ناپاکی نجس خبیث کرنے والے شیطان مردود سے)۔

بلند آواز سے کہے گا۔ تو درست ہے۔ غروب آفتاب کے وقت اور نماز مغرب اور عشاء کے درمیان حمام میں نہ جائے۔ کہ شیاطین کے منتشر ہونے کا وقت ہے۔ اور جب گرم مکان میں جائے۔ آتش دوزخ کو یاد کرے اور ایک ساعت سے زیادہ نہ بیٹھے تاکہ سمجھے کہ دوزخ کے قیدخانہ میں کس طرح رہے گا۔ بلکہ عقلمند وہ شخص ہے۔ کہ جو کچھ دیکھے اس سے آخرت کے حالات یاد کرے۔ اگر اندھیرا دیکھے تو قبر کی سیاہی و تاریکی یاد کرے۔ اگر سانپ دیکھے تو دوزخ کے سانپ یاد کرے اگر بُری صورت دیکھے تو منکر نکیر اور دوزخ کے فرشتے یاد کرے۔ اگر ڈراؤنی آواز سنے۔ تو نفخۂ صور یاد کرے۔ اگر ذلت وعزت دیکھے تو قیامت کے دن مردود اور مقبول ہونا یاد کرے۔ یہ باتیں تو شرع کے موافق سنت ہیں۔ اور طبیبوں نے کہا ہے۔ کہ ہر مہینے میں چونے کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ اور جب حمام سے باہر نکلنے لگے تو ٹھنڈا پانی پاؤں پر ڈالے تاکہ نقرس کی بیماری سے بے خوف رہے۔ اور دردِ سر لاحق نہ ہو۔ اور ٹھنڈا پانی سر پر نہ ڈالے۔ اور گرمی کے دنوں میں حمام سے نکلے تو سو جائے۔ کیونکہ یہ شربت اور دوا کا کام کرے گا۔

فصل:

فضلات بدن سے دوسری طرح کی بھی پاکی ہے۔ اور فضلات سات چیزیں ہیں۔ ایک سر کے بال ان کا مُنڈانا بہتر اور پاکیزگی کے نزدیک تر ہے۔ لیکن اربابِ شرف وکمال کو بال رکھنا درست ہے۔ اور تھوڑے بال مونڈنا اور فوجیوں کی طرح بال پراگندہ چھوڑنا مکروہ ہے۔ اور اس فعل کی ممانعت ہے۔ دوسرے مونچھوں کے بال لب کے برابر کر دینا سنت ہے۔ اور چھوڑ دینا منع ہے۔ تیسرے بغل کے بال ہر چالیس دن کے بعد اکھاڑنا سنت ہے نہیں تو مونڈنا بہتر ہے۔ کہ اذیت نہ ہو۔ چوتھے موئے زیر ناف ان کو استرے یا نورہ (ایک قسم کی مٹی) سے دور کرنا سنت ہے۔ اور چاہیئے کہ چالیس دن سے زیادہ بڑھنے نہ دے۔ پانچویں ناخن کاٹنا تاکہ اس میں میل نہ جمے۔ اگر میل اکٹھا ہو گا تو طہارت حاصل نہ ہو گی۔ کیوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کے ہاتھ میں میل جمع دیکھا۔ فرمایا ناخن کاٹ ڈالو۔ مگر نماز قضا کرنے کا حکم نہ دیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب ناخن بڑھ جائے تو شیطان کے بیٹھنے کی جگہ بن جاتی ہے۔ چاہیئے کہ اس انگلی سے ناخن کاٹنا شروع کرے۔ جو انگلی بزرگ اور فاضل تر ہو۔ اور پاؤں سے ہاتھ افضل ہے۔ اور بائیں سے داہنا اولیٰ ہے۔ اور انگلی شہادت اور انگلیوں سے متبرک و افضل ہے۔ تو چاہیئے کہ اسی سے ناخن کاٹنا شروع کرے اور اس کے داہنی طرف کاٹتا چلے۔ حتیٰ کہ پھر اسی انگلی تک پہنچے۔

اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے ملاکر حلقے کے مانند فرض کرے۔ تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک کاٹتا چلا جائے۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرے اور وسطی تک کاٹتا چلا جائے۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرے۔ اور پانچواں ناخن کاٹ کر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے۔ چھٹے ناف کاٹنا اور یہ پیدا ہونے کا وقت ہے۔ ساتویں عورتوں اور مردوں کا ختنہ کرنا۔

فصل :

داڑھی اگر لمبی ہو تو ایک مشت چھوڑ کر باقی کتر ڈالنا درست ہے۔ تاکہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تابعین کے ایک گروہ نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ داڑھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ اے عزیز داڑھی میں دس چیزیں مکروہ ہیں۔ ایک تو سیاہ خضاب کرنا۔ کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ سیاہ خضاب دوزخیوں اور کافروں کا ہے۔ اور سیاہ خضاب پہلے فرعون نے کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے۔ وہ اپنے کو جوانوں کے مشابہ بنائیں گے۔ اور بہترین جوان وہ ہے۔ جو اپنے کو بڈھوں کے مانند بنائے اور اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ سیاہ خضاب بری غرض سے بناوٹ اور فریب ہے۔ دوسرے سرخ اور زرد خضاب اگر غازی لوگ سیاہ خضاب کریں۔ تاکہ کافران پر دلیر نہ ہو جائیں۔ اور انہیں ضعیف اور بوڑھا نہ سمجھ بیٹھیں تو سنت ہے۔ اور اسی غرض سے بعض علماء نے سیاہ خضاب بھی کیا ہے۔ اگر یہ غرض نہ ہو۔ تو ہر قسم کا خضاب فریب ہے۔ اور درست نہیں۔ تیسرے ڈاڑھی کو گندھک سے سفید کرنا۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ بوڑھا ہے اور بہت عزت کریں۔ اور یہ سمجھنا حماقت ہے۔ کیوں کہ عظمت عزت۔ علم۔ عقل سے ہوتی ہے۔ بوڑھاپے اور جوانی سے نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے جب انتقال فرمایا۔ تو آپ کے بالوں میں سے بیس بالوں سے زیادہ سفید نہ تھے۔ چوتھے داڑھی کے سفید بال چننا اور بڑھاپے سے ننگ وعار رکھنا یہ امر ایسا ہے۔ جیسے خدا کے دیئے ہوئے نور سے ننگ و عار رکھنا اور یہ امر نادانی سے ہوتا ہے۔

پانچویں ہوس اور خیال خام سے ابتدائے جوانی میں داڑھی کے بال اکھاڑنا اور منڈانا تاکہ بے ریشوں کی سی صورت معلوم ہو یہ بھی نادانی سے ہوتا ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے:

سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَآئِبِ۔ یعنی وہ خدا پاک ہے جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو گیسو سے آراستہ فرمایا۔

چھٹے کبوتر کی دم کی طرح داڑھی تراشنا تاکہ عورتوں کو اچھا معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت کریں۔

ساتویں سر کے بالوں سے داڑھی میں بڑھانا اور پرہیزگاروں کی عادت کے خلاف زلفوں کو کان کی لو سے نیچے چھوڑ دینا آٹھویں داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو نظر تعجب سے دیکھنا۔ کیونکہ خدا اس شخص کو دوست نہیں رکھتا۔ جو اپنے آپ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ نویں لوگوں کے دکھانے کو کنگھی کرنا ادائے سنت کی نیت سے نہ کرنا دسویں اپنا نہ ہٹانے کو داڑھی پراگندہ اور الجھائے رکھنا تاکہ لوگ جانیں کہ وہ داڑھی میں کنگھی کرنے طرف مشغول نہیں ہوتا طہارت کے اس قدر احکام کا بیان کافی ہے۔

چوتھی اصل نماز کے بیان میں

اے برادر یہ بات معلوم کر کہ نماز اسلام کا ستون۔ دین کی بنیاد اور بنا۔ اور تمام عبادتوں کی سردار و پیشوا ہے۔ جو شخص پانچوں فرض نمازیں مع شرائط وقت پر ادا کرنے کا پابند ہے۔ اس کے لیے وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ خدا کی حفاظت اور امان میں رہے گا۔ گناہ کبیرہ سے آدمی جب بچا رہا۔ تو جو گناہ صغیرہ اس سے سرزد ہوں گے یہ پانچوں نمازیں اس کا کفارہ ہوں گی۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ان پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی کے دروازے پر شفاف پانی رہتا ہو۔ اور وہ پانچ بار دن میں اس کے اندر نہاتا ہو۔ یہ فرما کر آپؐ نے پوچھا جو شخص پانچ بار روزانہ نہاتا ہے۔ اس کے بدن میں کچھ میل رہنا ممکن ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ نہیں آپ نے فرمایا جس طرح پانی میل کو دور کرتا ہے۔ اسی طرح یہ پانچ نمازیں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے چھوڑا اس نے اپنے دین کو ویران کیا۔ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کون سا کام سب کاموں سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا جنت کی کنجی ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے توحید کے بعد اپنے بندوں پر نماز سے زیادہ پیاری کوئی چیز فرض نہیں کی۔ اگر کسی چیز کو نماز سے زیادہ دوست رکھتا تو فرشتے ہمیشہ نماز ہی میں لگے رہتے۔ کچھ فرشتے رکوع میں رہتے ہیں۔ کچھ سجود میں۔ کچھ قیام میں۔ کچھ قعود میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک نماز بھی عمداً ترک کی وہ کافر ہو گیا[1]۔ یعنی اس بات کے قریب ہو گیا کہ اس کے اصل ایمان میں خلل آ جائے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ جنگل میں جس کسی کا پانی ضائع ہو وہ ہلاک ہوا۔ یعنی خطرے میں پڑنے کے قریب ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن نماز کو دیکھیں گے۔ اگر شرائط کے ساتھ پوری نکلی تو قبول کریں گے۔

---

[1] یعنی کافروں والا کام کیا۔ ۱۲

باقی اعمال اس کے تابع ہوں گے۔ جیسے کیسے ہوں گے قبول ہو جائیں گے۔ اور اگر معاذ اللہ نماز ہی ناقص ہے تو باقی اعمال سمیت اس کے منہ پر مار دیں گے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اچھی طرح طہارت کر کے نماز پڑھتا ہے۔ پورا رکوع و سجود بجالاتا ہے۔ اور دل سے عاجزی و فروتنی کرتا ہے۔ اس کی نماز سفید اور روشن شکل میں عرش تک جاتی ہے۔ اور نمازی سے کہتی ہے۔ جیسی تو نے میری حفاظت کی ہے اسی طرح خدا تیری حفاظت کرے۔ اور جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے۔ اور اچھی طرح طہارت نہ کرے رکوع و سجود میں کمال عاجزی اختیار نہ کرے تو یہ نماز سیاہ ہو کر آسمان تک جاتی ہے اور نمازی سے کہتی ہے جیسا تو نے مجھے ضائع اور خراب کیا خدا تجھے بھی ضائع اور خراب کرے۔ جب تک خدا کو منظور ہوتا ہے۔ تب تک نماز یہی کہتی رہتی ہے۔ پھر اس کی نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب چوروں سے بدتر وہ چور ہے۔ جو نماز میں چوری کرے۔

ظاہر نماز کی کیفیت

اے عزیز جان لے کہ نماز کے ظاہری ارکان بدن کی مانند ہیں اور ان کی ایک حقیقت اور سر ہے اسے نماز کی روح کہتے ہیں پہلے ہم نماز کا ظاہری خاکہ بیان کرتے ہیں۔ آدمی جب بدن اور کپڑوں کی طہارت سے فارغ ہو جائے اور ستر عورت کر چکے تو پاک جگہ میں کھڑا ہو۔ اور قبلہ کی طرف منہ کرے۔ دونوں قدموں میں چار انگل کا فاصلہ رکھے پیٹھ سیدھی اور برابر کرے۔ سر آگے کی طرف جھکا دے۔ سجدے کی جگہ سے نظر نہ ہٹائے۔ جب سیدھا کھڑا ہو تو شیطان کو اپنے سے دور کرنے کی نیت سے پوری سورت قل اعوذ برب الناس پڑھے۔ پھر اگر اس کے ساتھ کسی مقتدی کا میسر آنا ممکن ہے تو بلند آواز سے اذان کہے۔ ورنہ فقط تکبیر کہہ لے۔ اور نیت کو دل میں حاضر کرے۔ مثلاً دل میں یوں کہے کہ ظہر کی فرض نماز خدا کے لیے ادا کرتا ہوں۔ اور جب نیت کے الفاظ کے معنی دل میں آجائیں تو کان کے برابر تک اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کان کے برابر ہوں۔ اور انگوٹھے کا سرا کان کی لو کے برابر اور ہتھیلی شانہ کے برابر ہو۔ جب ہاتھ اس جگہ ٹھہرے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے باندھے۔ داہنا ہاتھ اوپر رکھے اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ کی کلائی کی پشت پر رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کے گرد حلقہ کر لے اور ایسا نہ کرے کہ کانوں سے ہاتھ لا کر سیدھے چھوڑ دے۔ پھر سینہ کی طرف لے جائے۔ بلکہ اتارتے وقت ہی ہاتھ سینہ کی طرف لے جائے یہی صحیح ہے۔ اس درمیان میں ہاتھ نہ جھٹکے اور نہ ادھر ادھر لے جائے۔ اور تکبیر میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ اللہ اکبر کے بعد واؤ پیدا ہو جائے یا اکبر کی (ب) کے بعد الف پیدا ہو اس طرح پر کہ اکبار نکلے یہ سب کام جاہلوں اور وسوسہ والوں کے ہیں۔ بلکہ جس طرح نماز کے باہر

بے تکلف اور بلا مبالغہ یہ کلمہ کہتا ہے۔ نماز میں بھی ایسے ہی کہے اور جب ہاتھ باندھ چکے تو کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔

اللہ بہت بڑا ہے۔ بڑی تعریف اللہ کے لیے ہے بہت پاک ہے اللہ صبح و شام یعنی ہمیشہ۔

پھر اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ پڑھے اس کے بعد:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

پاک ہے تو اے اللہ اور تیری حمد و ثنا ہے اور برکت والا ہے تیرا نام اور بڑی ہے بزرگی تیری اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

میں پناہ لیتا ہوں خدا کے پاس شیطان مردود سے۔ بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے۔

پھر الحمد شریف کی شدیں مدیں اچھی طرح ادا کرے۔ اور کسی حرف کے ادا کرنے میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ پریشان ہو جائے اور ض اور ظ میں فرق کرے۔ اگر فرق نہ ہو سکے تو بھی درست ہے۔ اور جب الحمد شریف تمام کرے تو ذرا ٹھہر کر آمین کہے۔ بالکل چلا کر نہ کہے۔ پھر قرآن شریف کی جو سورت چاہے پڑھے۔ اگر مقتدی نہ ہو تو فجر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھے۔ پھر رکوع کی تکبیر اس طرح کہے کہ سورت کے آخر سے بالکل ملی ہوئی نہ ہو۔ اور اس تکبیر میں بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائے[1] جیسے تکبیر تحریمہ میں اٹھائے تھے اور رکوع کرے دونوں ہتھیلیاں زانوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی ہوئی سیدھی قبلہ رو رکھے اور زانوں کی طرف نہ جھکائے بلکہ سیدھا رکھے۔ اور سر و پیٹھ برابر رکھے۔ کہ اس کی صورت لام سی ہو جائے۔ اور دونوں بازو دونوں پہلو سے دور رکھے اس کے برعکس عورت اپنا بازو پہلو سے جدا نہ کرے۔ جب اس طرح رکوع میں ٹھیک ہو جائے تو تین بار:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ

پاک ہے پروردگار میرا بڑا اور اس کا شکر ہے۔

کہے۔ اگر امام نہ ہو تو سات بار سے دس بار تک کہے تو بہتر ہے۔ پھر رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اور ہاتھ اٹھائے اور کہے:

---

[1] رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنا شافعیوں کے نزدیک ہے حنفیوں کے نزدیک منع ہے۔ ۱۲

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ۔ سن لی اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی۔

اور کھڑا رہ کر

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدَہٗ ۔
اے پروردگار تیرے لیے تعریف ہے آسمانوں اور زمین برابر اور اس چیز کے برابر جو چاہے تو اس کے بعد

کہے اور فجر کی دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور تکبیر کہہ کر اس طرح سجدہ میں جائے کہ جو عضو زمین کے نزدیک ہے پہلے وہ زمین پر رکھے پہلے زانو پھر ہاتھ پھر ناک اور ماتھا زمین پر رکھے اور زمین پر دونوں ہاتھ کاندھے کے برابر رکھے انگلیاں کھلی رکھے اور کلائیاں زمین پر نہ رکھے بازو، پہلو، ران اور پیٹ کشادہ رکھے۔ اور عورت سب اعضا ملائے پھر:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ ۔ پاک ہے میرا پروردگار برتر اور اس کا شکر ہے۔

تین بار کہے اگر امام نہ ہو۔ تو زیادہ بار کہنا اولیٰ ہے پھر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ بہت بڑا ہے۔

کہہ کر سجدہ سے اٹھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھے اور کہے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ وَعَافِنِیْ ۔
اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے روزی دے اور مجھے ہدایت عطا کر اور درگزر کر مجھ سے اور عافیت میں رکھ مجھ کو ۱۲

پھر دوسرا سجدہ کرے پھر تھوڑا سا بیٹھ کر تکبیر کہے۔ اور پھر کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھے اور الحمد شریف کے پہلے اعوذ باللہ کہہ لے۔ جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو تو بائیں پاؤں پر تشہد کے لیے بیٹھے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ اسی طرح دونوں ہاتھ زانوں پر رکھ لے لیکن داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بند کرے مگر کلمہ شہادت کی انگلی کو سیدھا چھوڑ دے اور جب کلمہ شہادت پڑھے اور الا اللہ کہے تو اس انگلی سے اشارہ کرے۔ لا الہ کہتے ہوئے اشارہ نہ کرے۔ اور انگوٹھے بھی اگر چھوڑے گا تو درست ہے دوسرے تشہد میں بھی ایسا ہی کرے۔ لیکن دونوں پاؤں کو نیچے سے داہنی طرف نکال لے اور بایاں چوتڑ زمین پر رکھے۔ پہلے تشہد میں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کہہ کر اٹھ کھڑا ہو اور دوسرے تشہد میں تمام درود اور دعائیں مشہور پڑھ کر:

اور دعائیں مشہور پڑھ کر:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ   تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

کہے اور داہنی طرف اس طرح منہ پھیرے کہ جو بھی اس کے پیچھے داہنی طرف ہو وہ اس کا نصف چہرہ دیکھ سکے۔ پھر اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے۔ اور ان دونوں طرف سلاموں میں نماز سے باہر آنے کی نیت کرے۔ اور یہ نیت بھی کرے کہ حاضرین و ملائکہ کو بھی سلام کرتا ہوں۔

فصل:

مندرجہ ذیل کام نماز میں مکروہ ہیں بھوک، پیاس، غصہ میں اور پاخانہ پیشاب کی حاجت کے وقت اور ہر ایسے شغل کے وقت جو نماز میں خشوع سے باز رکھے۔ نماز پڑھنا۔ دونوں پاؤں خوب ہلانا۔ ایک پاؤں اٹھا لینا۔ سجدے میں پاؤں کے سرے پر بیٹھنا۔ دونوں چوتڑوں پر بیٹھنا۔ دونوں زانوں سینہ تک لانا اور ہاتھ کپڑے کے نیچے اور آستین کے اندر رکھنا۔ اور سجدے کے وقت کپڑے کو آگے پیچھے سے سمیٹنا اور کپڑے کے نیچے سے کمر باندھنا ہاتھ چھوڑ دینا۔ ہر طرف دیکھنا۔ انگلیاں چٹخانا۔ بدن کھجلانا۔ جمائی لینا۔ داڑھی کے بالوں سے کھیلنا سجدے کے لیے کنکریاں ہٹانا سجدے کی جگہ پھونکنا۔ انگلیاں ملا لینا۔ پیٹھ ٹیڑھی کرنا۔ غرضیکہ آنکھ، ہاتھ اور سب اعضاء ادب سے نماز کی صفت پر رہیں تاکہ نماز پوری ہو۔ اور زادِ آخرت ہونے کے لائق ہو۔ نماز کے ارکان جو بیان کیے گئے اس میں سے چودہ فرض ہیں۔ نیت کرنا۔ پہلی تکبیر۔ قیام۔ الحمد پڑھنا۔ رکوع۔ رکوع میں تعدیل و آرام۔ قومہ یعنی رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہونا۔ قومہ میں آرام لینا۔ سجدہ۔ سجدہ میں آرام لینا۔ جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا آخری کا تشہد۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔ سلام پھیرنا۔ جب سلام پھیرنا۔ تو اتنی باتوں کا لحاظ رکھا تو نماز درست ہوگئی۔ یعنی نماز پڑھنے والا شمشیر گرفت سے بچ گیا۔ لیکن قبول ہونے میں خطرہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی نذر کے لیے ایک لونڈی لے جائے وہ زندہ تو ہو۔ لیکن اس کے کان ہاتھ پاؤں نہ ہوں تو اس میں شک ہے کہ قبول ہو یا نہ ہو۔

نماز کی روح اور حقیقت کا بیان

اے عزیز جان کہ یہ جو کچھ بیان ہوا نماز کی صورت و قالب کا بیان تھا۔ اس صورت کی ایک حقیقت ہے وہ نماز کی روح ہے۔ غرضیکہ ہر نماز اور ذکر کے لیے ایک روح خاص ہے۔ اگر اصل روح نہ ہو تو نماز مردہ انسان کی مانند بے جان بدن ہے اور اگر اصل روح تو ہو۔ لیکن اعمال و آداب پورے نہ ہوں تو نماز اس آدمی

کی طرح ہے جس کی آنکھیں نکل گئی ہوں۔ناک کان کٹے ہوں اور اگر نماز کے اعمال تو پورے ہوں لیکن روح اور حقیقت نہ ہو تو وہ نماز ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص کی آنکھ تو ہو لیکن بصارت نہ ہو۔ کان ہوں سماعت نہ ہو۔نماز کی اصل روح یہ ہے کہ اول سے آخر تک خشوع و حضور قلب رہے۔اس لیے کہ دل کو حق تعالیٰ کے ساتھ راست و درست رکھنا اور یاد الٰہی کو کمال تعظیم و ہیبت سے تازہ رکھنا نماز سے مقصود ہے۔جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔ نماز پڑھا کر میری یاد کے لیے

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو نماز سے رنج و تھکاوٹ کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقط بدن سے نماز پڑھتے ہیں۔دل غافل رہتا ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کی نماز کا فقط چھٹا حصہ یا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے یعنی اس قدر نماز لکھی جاتی ہے۔جس میں حضور قلب موجود ہو اور آپ نے فرمایا ہے کہ نماز اس طرح پڑھنا چاہئیے جس طرح کوئی کسی کو رخصت کرتا ہے۔یعنی نماز میں اپنی خودی اور خواہش بلکہ ماسوی اللہ کو دل سے رخصت کردے اور اپنے کو بالکل نماز میں مصروف کردے۔اور یہی وجہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مصروف گفتگو ہوتے تھے۔جب نماز کا وقت آتا تو آپ مجھے نہیں پہچانتے تھے نہ میں آپ کو یعنی نماز کا وقت آتے ہی معبود برحق کی عظمت و ہیبت ہمارے ظاہر و باطن پر طاری ہو جاتی تھی۔اور حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو۔حق تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔جناب خلیل اللہ حضرت ابراہیم علی انبیاء وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نماز پڑھتے تھے۔تو دو میل سے ان کے دل کا جوش سنائی دیتا تھا۔اور ہمارے حضرت رسول سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء جب نماز شروع کرتے تو آپ کا دل حق منزل اس طرح جوش کھاتا جس طرح پانی بھری ہوئی تانبے کی دیگ آگ پر جوش کھاتی اور آواز دیتی ہے۔شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نماز کا قصد کرتے تو آپ کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی رنگ متغیر ہو جاتا۔اور فرماتے تھے کہ وہ امانت اٹھانے کا وقت آیا۔ جسے ساتوں زمین و آسمان نہ اٹھا سکے۔حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔جسے نماز میں خشوع حاصل نہ ہو اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو نماز حضور قلب کے ساتھ نہ ادا ہو وہ عذاب کے زیادہ نزدیک ہے۔حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں قصداً دیکھے کہ اس کے داہنے بائیں کون کھڑا ہے۔اس کی نماز نہ ہوگی۔حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی حضرت امام شافعیؒ اور اکثر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگرچہ کہا ہے کہ پہلی تکبیر کے وقت اگر دل حاضر اور فارغ ہو تو نماز درست ہو جاتی ہے۔لیکن بضرورت یہ فتویٰ دیا ہے کیونکہ لوگوں پر غفلت غالب ہے اور یہ کہا کہ نماز درست ہو جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ترک نماز

کے جرم سے بچ گیا۔ لیکن زادِ آخرت وہی نماز ہو سکتی ہے جس میں دل حاضر ہو۔ حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور فقط تکبیر اول کے وقت اس کا دل حاضر ہو تو بھی امید ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھنے والے کی نسبت اس کا حال قیامت کے دن بہتر ہوگا۔ لیکن یہ کھٹکا بھی ہے۔ کہ اس کا حال بہتر ہونے کی بجائے بدتر ہو کیوں کہ جو شخص سستی کے ساتھ حاضر خدمت ہو۔ اس پر اس شخص کی نسبت جو بالکل حاضر ہی نہ ہو۔ زیادہ شدت اور سختی ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ جو نماز بے حضور ہے۔ وہ عقوبت و سزا کے بہت زیادہ نزدیک اور ثواب سے دور ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو نماز بے جابات اور بے محل خیالات سے محفوظ نہ رکھے اس کو نماز سے خدا سے دوری کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔ اے عزیز ان آیات اور اقوال سے تجھے یہ معلوم ہوا کہ کامل و جاندار وہی نماز ہے جس میں اول سے آخر تک دل حاضر رہے۔ اور جس نماز میں فقط تکبیر اولی کے وقت دل حاضر ہو۔ اس نماز میں رمق بھر سے زیادہ روح نہیں ہوتی وہ نماز اس بیمار کے مثل ہے جو دم بھر کا مہمان ہو۔

نماز کے ارکان کی روح اور حقیقت کا بیان

عزیز محترم یہ اسرار نماز کا آغاز ہے۔ اب یہ بات جان کہ پہلی آواز جو تیرے کان میں آتی ہے۔ اذان نماز ہے۔ جس وقت تو اذان سنے تو چاہیئے کہ شوق اور دل و جان سے سنے جس کام میں ہو اسے چھوڑ دے امور دنیا سے منہ موڑ لے۔ اگلے لوگوں کا یہی طریقہ تھا۔ یعنی دنیا کے کام چھوڑ کر وہ اذان سننا ضروری سمجھتے تھے۔ لوہار اگر ہتھوڑا اٹھائے ہوتا اذان سنتے ہی رک جاتا۔ پھر اسے نیچے لاکر لوہے پر نہ مارتا۔ موچی اگر چمڑے کے اندر سلائی کر رہا ہوتا تو باہر نکالنا تو در رہے۔ جگہ سے بھی نہ ہلاتا۔ اس منادی سے روز قیامت کی ندا یاد کرتے تھے۔ یہ سمجھ کر اپنا دل خوش کرتے تھے کہ جو کوئی اس وقت اس حکم کی پیروی میں دوڑ جائے گا۔ قیامت کو منادی سے بشارت پائے گا۔ اے عزیز اگر تو اپنے دل کو اس منادی سے خوش و مسرور کرے گا تو منادی سے خوش اور مسرور ہوگا۔

طہارت :

طہارت کا راز یہ ہے کہ تو کپڑے اور بدن کی طہارت کو گویا غلاف کی طہارت سمجھ کر اور توبہ و پشیمانی کرنے اور برے اخلاق چھوڑنے کی شکل میں دل پاک کرنے کو اس ظاہری طہارت کی روح جان اس لیے کہ خدا کی نظر گاہ دل ہے۔ بدن صورتِ نماز کی جگہ دل حقیقت نماز کی منزل ہے۔

ستر عورت :

اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو اعضاء تیرے ظاہر بدن میں لائق ستر ہیں ۔ انہیں لوگوں کی نگاہ سے چھپا اور

اس کا راز اور روح یہ ہے کہ جو امر تیرے باطن میں بُرا ہے۔ اُسے خدا تعالیٰ سے پوشیدہ رکھ اور یہ جان کہ حق تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ اپنے باطن کو اس سے پاک کر دے اور باطن کے پاک ہونے کی صورت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر نادم ہو۔ اور یہ عزم بالجزم کرے کہ آئندہ پھر گناہ نہ کروں گا۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

یعنی توبہ گناہوں کو ناچیز اور نابود کر دیتی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ان گناہوں پر خوف و ندامت کا پردہ ڈال کر اس طرح خستہ و شکستہ اور شرمسار اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہو جیسے کوئی غلام خطا کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر اپنے مالک کے سامنے ڈرتا ہوا آتا ہے اور رسوائی اور ذلّت کے مارے سر نہیں اُٹھاتا۔

قبلہ رُو ہونا:

اس کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ سب طرف سے اپنا منہ پھیر کر قبلہ رو ہو جائے اور راز یہ ہے کہ دل کو دونوں عالم سے پھیر کر خدا کی طرف لے آئے کہ ظاہر و باطن یک سو ہو جائے۔ جس طرح ظاہری قبلہ ایک ہے قبلہ دل بھی ایک ہی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ دل کا اور خیالات میں مشغول ہونا ایسا ہے۔ جیسا مُنہ کو اِدھر اُدھر پھیرنا۔ جس طرح منہ پھیرنے سے نماز کی صورت نہیں رہتی۔ اسی طرح دل بھٹکنے سے نماز کی روح اور حقیقت بھی نہیں رہتی۔ اسی لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص نماز کے لیے کھڑا ہو۔ اس کا منہ و دل اور خواہش ہر ایک خدا کی طرف ہو تو وہ نماز سے اس طرح باہر آتا ہے کہ گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور یقین جان کہ جس طرح قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینا نماز کی صورت کو باطل کر دیتا ہے دل کا منہ حق تعالیٰ کی جانب سے پھیر لینا اور دنیوی خیالات کو دل میں دخل دینا نماز کی روح اور حقیقت کو زائل کر دیتا ہے بلکہ دل کو خدا کی طرف متوجہ رکھنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ ظاہر باطن کا غلاف ہے۔ اور مقصود وہ چیز ہوتی ہے جو غلاف کے اندر ہو۔ اور غلاف کی فی نفسہٖ چنداں قدر نہیں ہوتی۔

قیام:

اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ تو اپنے ڈیل ڈول سے خدا کے سامنے غلام کی طرح سر جھکائے کھڑا ہو۔ اور باطن یہ ہے کہ دل سب حرکتوں سے رُک جائے۔ یعنی سب خیالات سے باز آئے خدا تعالیٰ کی تعظیم اور پورے انکسار کے ساتھ بندگی میں قائم رہے اور قیامت کے دن حق سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے قائم و حاضر ہونا۔ اور اپنی سب پوشیدہ باتوں کو ظاہر ہونا یاد کرے اور سمجھے کہ اس وقت بھی حق تعالیٰ پر وہ سب کچھ ظاہر و عیاں ہے اور میرے دل میں جو کچھ تھا اور ہے خدا تعالیٰ اس کا عالم ہے۔ اور سب اُس پر ظاہر ہے۔ اور میرے ظاہر و باطن سے وہ بالکل آگاہ ہے۔ اکثر بڑے ہی تعجب

کی بات یہ ہے کہ جب کوئی مرد صالح نمازی کو دیکھتا ہے کہ یہ کیسے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ اپنے تمام اعضاء کو مؤدب کر لیتا ہے۔ ادھر اُدھر نہیں دیکھتا نماز میں جلدی کرنے اور دوسری طرف التفات کرنے سے اُسے شرم آتی ہے۔ اور جب تصور کرتا ہے کہ حق تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے۔ تو اس سے نہ شرماتا ہے نہ ڈرتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا نادانی ہو گی کہ بندہ بیچارہ جسے کچھ اختیار نہیں اس سے تو شرم کرے اُس کے دیکھنے سے مؤدب ہو جائے۔ اور مالک الملوک سے کچھ نہ ڈرے۔ اُس کے دیکھنے کو معمولی جانے۔ اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدا سے کیسے شرم کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا جس طرح اپنے گھر والوں میں جو صالح اور متقی ہوتا ہے۔ اس سے تو شرم کرتے ہو اسی طرح خدا تعالیٰ سے بھی شرم کرو۔ اور اسی تعظیم کی وجہ سے اکثر صحابہؓ نماز میں اس طرح ساکن کھڑے ہوتے تھے۔ کہ پرندے اُن سے بھاگتے نہیں تھے اور سمجھتے کہ یہ پتھر ہیں۔ جس کے دل میں خدا کی عظمت و بزرگی سما گئی اور اسے حاضر و ناظر سمجھا۔ اُس کا ہر ہر عضو خاشع اور مؤدب ہو جاتا ہے اسی وجہ سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کو نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتے دیکھتے تو فرماتے کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کا ہاتھ بھی دل کی صفت پر ہوتا۔

رکوع سجود:

بدن سے عاجزی کرنا اس کے ظاہری معنی ہیں۔ اور اس کا اصل مقصود دل کی فروتنی ہے۔ اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ زمین پر منہ رکھنا بہتر بن عضو کو خاک پر رکھنا ہے۔ اور کوئی چیز خاک سے زیادہ ذلیل و خوار نہیں تو رکوع سجود اسی لیے مقرر کیے گئے ہیں تاکہ بندہ جان لے کہ خاک میری اصل ہے۔ اور خاک ہی کی طرف مجھے رجوع کرنا ہے۔ اور اپنی اصل کے موافق تکبر نہ کرے۔ اور اپنی بے کسی اور عاجزی کو پہچان لے۔ اسی طرح ہر ہر کام میں راز اور حقیقت ہے۔ کہ آدمی جب اُس سے غافل ہو گا۔ تو اُسے صورت نماز کے سوا نماز سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

حقیقت قرأت اور اذکار نماز کا بیان:

اے عزیز جان کہ نماز میں جو کلمہ کہنا چاہیئے اس کی ایک حقیقت ہے۔ اُس سے آگاہ رہنا چاہیئے۔ اور ضروری طور پر قائل کا دل بھی اس صفت کے مطابق ہو جائے۔ تاکہ وہ اپنے قول میں صادق ہو۔ مثلاً اللہ اکبر کے یہ معنی ہیں کہ خدا اس سے بزرگتر ہے کہ اُسے عقل اور معرفت سے پہچان سکیں۔ اگر یہ معنی نہ جانے تو جاہل ہے۔ اور اگر یہ تو جانتا ہو مگر اُس کے دل میں خدا سے بزرگ کوئی اور چیز ہو۔ تو وہ اللہ اکبر کہنے میں جھوٹا ہے۔ اس لیے کہا جائے گا کہ حقیقت میں تو یہ کلام سچ ہے۔ لیکن تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور جب آدمی خدا تعالیٰ سے زیادہ کسی اور چیز کا مطیع ہو گا۔ تو اس کے نزدیک وہ چیز خدا سے زیادہ بزرگ ہو گی۔ اور اُس کا معبود اور اللہ وہی ہے

جس کا وہ مطیع ہے۔ جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ — کیا تو نے دیکھا اُسے جس نے ٹھہرا لیا اپنی خواہش کو اپنا خدا۔

اور جب وجہت وجہی کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تمام عالم سے دل پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کیا۔ اگر اُس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تمام عالم سے دل پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کیا۔ اگر اُس کا دل اُس وقت کسی اور طرف لگا ہوا ہو تو اُس کا یہ کلام جھوٹ ہے۔ اور جب خدا سے مناجات کرتے ہیں پہلا ہی کلام جھوٹ ہو تو اُس کا خطرہ ظاہر ہے۔ اور جب حنیفاً مسلماً کہا تو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے۔ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہیں۔ تو چاہیئے کہ وہ اُس صفت سے موصوف ہو۔ یا عزم بالجزم کرے کہ میں اب ایسا ہی ہو جاؤں گا۔ اور جب الحمد شریف کہے تو چاہیئے کہ خدا کی نعمتیں اپنے دل میں تازہ کرے اور اپنے دل کو بالکل شکر گزار بنا لے۔ کہ یہ شکر کا کلمہ ہے اور شکر دل سے ہوتا ہے۔ جب ایاک نعبد کہے تو چاہیئے کہ اخلاص کی حقیقت اُس کے دل میں تازہ ہو اور جب اہدنا کہے تو چاہیے کہ اُس کا دل تضرع اور زاری کرے کیوں کہ وہ خدا سے ہدایت طلب کرتا ہے۔ تسبیح وتہلیل وقرأت وغیرہ ہر ہر کلمہ میں بھی چاہیئے کہ جیسا وہ سمجھتا ہے۔ ویسا ہی ہو جائے گا۔ اور دل کو اس کلمہ کے معنی کی صفت سے موصوف بنا لے اس کی تفصیل لمبی ہے اور آدمی نماز کی حقیقت سے بہرہ مند ہونا چاہیئے تو ایسا ہی ہو جائے جیسا بیان ہوا۔ ورنہ پھر صورت بے معنی پر ہی قناعت کرے۔

حضورِ قلب کی تدبیر کا بیان:

اے عزیز جان کہ نماز میں دو وجہ سے غفلت لاحق ہوتی ہے۔ ایک ظاہر وجہ ہے۔ دوسری باطنی۔ ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھتا ہو جہاں کچھ دکھائی سنائی دیتا ہے۔ اور دل اُس طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل آنکھ کا تابع ہے۔ اس سے چھوٹنے کی تدبیر یہ ہے کہ خالی جگہ نماز پڑھے کہ وہاں کچھ آواز سنائی نہ دے۔ اگر جگہ تاریک ہو یا آنکھ بند کرے تو بہتر ہے۔ اکثر عابدوں نے عبادت کے لیے چھوٹا سا تاریک مکان بنایا ہوتا ہے۔ کیونکہ کشادہ مکان میں دل پراگندہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز ادا کرتے تو قرآن شریف اور تلوار کو اور ہر چیز کو الگ رکھ دیتے تھے کہ اُن کی طرف مشغول نہ ہو جائیں۔ دوسری وجہ جو باطنی ہے یہ ہے کہ یہ پریشان خیال اور پراگندہ خطرے دل میں آئیں۔ اس کا علاج بہت مشکل اور سخت ہے۔ اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو کسی کام کے سبب سے ہوتا ہے کہ اُس کی طرف اس وقت دل مشغول ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اُس کام سے پہلے فراغت کرے پھر نماز پڑھے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ ۵ — یعنی جب نماز اور کھانے کا وقت سامنے ہی آئے

تو پہلے کھانا کھائے
علیٰ ہذالقیاس اگر کوئی بات کہنا ہو تو کہہ لے پھر فراغت سے نماز پڑھ لے۔ دوسری قسم ایسے کاموں کا خیال اور اندیشہ جو ایک ساعت میں تمام نہ ہوں یا خیالات واہیات عادت کے موافق خود بخود دل پر غالب ہو گئے ہوں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ذکر و قرآن جو نماز میں پڑھتا ہے اس کے معنوں میں دل لگائے۔ اور اس کے معنی سوچے تاکہ اس سوچ سے وہ خیالات دور ہو جائیں۔ اگر خیالات بہت غالب نہیں ہیں اور کسی کام کی خواہش بہت زیادہ قوی نہیں ہے تو یہ سوچ اسے روک دے گی۔ اور اگر خواہش قوی ہے تو اس سوچ سے اُس کا خیال نہ دفع ہو گا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ مسہل پئے تاکہ مادہ مرض کو باطن سے قطع کر دے۔ اور اس مسہل کا نسخہ یہ ہے کہ جس چیز کا خیال رہتا ہے اُسے ترک کرے تاکہ اُس کے خیال سے نجات پائے۔ اگر ترک نہ کر سکے گا تو اُس کے خیال سے نجات نہ پائے گا اگر اس کی نماز ہمیشہ دل کی باتوں میں لگی رہے گی۔ اور اس نمازی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھے اور چاہے کہ چڑیوں کا چہچہانا نہ سُنے۔ اور لکڑی اٹھا کر انہیں اڑا دے۔ اور پھر اُسی وقت وہ آ بیٹھیں۔ اگر اُن سے نجات پانا چاہتا ہے تو یہ تدبیر اختیار کرے کہ اُس درخت کو ہی جڑ سے کاٹ ڈالے کہ جب تک درخت رہے گا چڑیوں کا نشیمن رہے گا۔ اسی طرح جب تک اُس کے دل میں کسی کام کی خواہش غالب رہے گی۔ پریشان خیالات بھی ضرور آئیں گے۔ اسی بنا پر تھا کہ جناب سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کے لیے کوئی شخص عمدہ کپڑا ہدیہ اور تحفہ لایا۔ اسمیں ایک بڑا بوٹا عمدہ بنا ہوا تھا۔ نماز میں آپ کی نظر اس بوٹے پر پڑی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اُس کپڑے کو اتار کر اس کے مالک کو دے دیا۔ اور پرانا کپڑا پہن لیا۔

اسی طرح ایک دفعہ نعلین شریف میں نیا تسمہ لگا ہوا تھا۔ نماز میں آپ کی نظر اس پر پڑی تو اچھا معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے نکال دو اور پرانا تسمہ ڈال دو۔ ایک دفعہ نعلین شریف نئی بنی ہوئی تھیں۔ آپ کو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے خدا کے سامنے عاجزی کی۔ کہ یہ نعلین دیکھنے سے وہ مجھے اپنا دشمن نہ ٹھہرالے پھر آپ باہر تشریف لائے تو پہلے جو سائل نظر آیا آپ نے وہ نعلین اُسے عنایت فرما دیں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک عمدہ جانور دیکھا جو درختوں میں اڑتا پھرتا ہے اور راہ نہیں پاتا آپ کا دل اُس کے ساتھ مشغول ہوا یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کا شکوہ کیا اور اُس کے کفارہ میں یہ باغ صدقہ کر دیا۔ اگلے بزرگوں نے اکثر ایسے کام کیے ہیں۔ اور ان کاموں کو حضور قلب کی تدبیر سمجھے ہیں۔ غرضیکہ جب نماز کے پہلے سے خدا کا ذکر دل پہ غالب ہو گا نماز میں بھی حاضر ہو گا۔ جو خیال دل میں سے پہلے مستحکم ہے صرف نماز پڑھنے سے دور نہ ہو گا۔ جو شخص حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اُسے چاہئیے کہ نماز سے پہلے دل کا علاج کرے۔ اور دل کو خالی کرے اور

ہر کام اس طرح ہوتا ہے کہ دنیا کے شغل اپنے دل سے دور کر دے۔ اور بقدر ضرورت دنیا کی چیزوں پر کفایت کرے اتنے اندازہ سے بھی فراغت دل مقصود ہو۔ جب تک یہ امر نہ ہو گا تمام نماز میں حضور قلب کا اندازہ نہ ہو گا۔ کچھ نماز میں ہو گا تو چاہیئے کہ نوافل بڑھائے اور دل حاضر کرے۔ مثلاً چار رکعتوں کو حضور دل حاصل ہو جائے۔ کیونکہ نوافل فرائض کا تدارک کرتے ہیں۔

جماعت کے مسنون ہونے کا بیان:

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک نماز جماعت کے ساتھ تنہا ستائیس نمازوں کی مثل ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے آدھی رات شب بیداری کی۔ اور جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اُس نے گویا ساری رات عبادت کی۔ اور فرمایا کہ جس نے چالیس دن ہر وقت کی نماز جماعت سے پڑھی اور اس کی پہلی تکبیر بھی فوت نہ ہوئی۔ تو اس کے لیے دو قسم کی برأت لکھتے ہیں۔ ایک نفاق سے دوسری دوزخ سے۔ اسی بنا پر تھا کہ پہلے بزرگوں میں جس کی تکبیر اولی فوت ہو جاتی ہے تین دن اپنی تعزیت کرتا تھا۔ اور اگر جماعت فوت ہو جاتی تو سات روز تعزیت کرتا تھا۔ حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں میں لگاتار تیس برس تک آذان سے پہلے مسجد میں آتا رہا۔ اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بے عذر تنہا نماز پڑھے اس کی نماز درست نہیں۔ تو جماعت کو ضروری جاننا چاہیئے۔ اور امامت واقتدار کے آداب یاد رکھنے چاہئیں۔ پہلے یہ کہ لوگوں کی خوشدلی سے امامت کرائے۔ اگر لوگ اس سے کراہت کریں تو امامت سے پرہیز کرنا چاہیئے اور جب اسے امام بنانا چاہیں تو بے عذر پہلوتہی نہ کرے کہ امامت کی بزرگی مؤذن سے زیادہ ہے۔ اور چاہیئے کہ کپڑے پاک رکھنے میں احتیاط کرے۔ اور اوقات نماز کا دھیان رکھے۔ اور اول وقت نماز پڑھے۔ جماعت کے انتظار میں تاخیر نہ کرے۔ کہ اول وقت کی فضیلت جماعت سے زیادہ ہے۔ دو صحابہ کرامؓ جب آجاتے تھے۔ تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے۔ اور کسی جنازہ پر جب چار صحابہ کرام آجاتے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے۔ ایک دن جناب سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو دیر ہو گئی صحابہ کرامؓ نے آپ کی انتظار نہ کی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ہو گئے۔ جب آپ تشریف لائے تو ایک رکعت ہو چکی تھی۔ صحابہ نے جب نماز مکمل کی تو ڈرے آپ نے اُن سے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرو۔ اور چاہیئے کہ خلوص کے ساتھ للہ امامت کرائے۔ امامت کی کچھ مزدوری نہ لے اور جب تک صف سیدھی نہ ہو لے تکبیر نہ کہے اور نماز کے اندر کی تکبیریں بلند آواز سے کہے اور امامت کی نیت کرے کہ جماعت کا ثواب حاصل ہو۔ اگر امامت کی نیت نہ کرے گا۔ جماعت تو درست ہو گی۔ لیکن جماعت کا ثواب نہ ہو گا۔ اور جہری نماز میں قرأت بلند آواز سے پڑھے اور تین دقیقے بجا لائے۔ ایک جب تکبیر اولی کہے اور وجہت وجہی پڑھے اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوں۔ دوسرے جب سورہ فاتحہ پڑھ چکے تو دوسری صورت ٹھہر کر

پڑھے تاکہ جس مقتدی نے سورہ فاتحہ ابھی پوری نہ کی یا بالکل نہ پڑھی ہو وہ پوری پڑھ لے۔تیسرے جب سورۃ تمام کرے تو اتنا ٹھہرے کہ رکوع کی تکبیر سورۃ سے مل نہ جائے اور مقتدی سورۃ فاتحہ کے سوا امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے مگر اس صورت میں کہ دور ہو۔ اور امام کا پڑھنا نہ سُنے۔ اور امام رکوع و سجود ہلکا کرے اور تین بار سے زیادہ تسبیح نہ کہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کی نماز ہلکی اور کامل تر نہ تھی۔اس کا سبب یہ ہے کہ جماعت میں شاید کوئی ضعیف ہو یا کسی کو کچھ کام ہو اور مقتدی کو چاہئے کہ امام کی اقتدا میں ہر رکن ادا کرے۔اس کے ساتھ ادا نہ کرے۔جب تک امام کی پیشانی زمین پر نہ لگ جائے۔مقتدی سجدہ میں نہ جائے اور جب تک امام رکوع کی حد تک نہ پہنچے۔مقتدی رکوع کا قصد نہ کرے کہ اسی کا نام متابعت ہے۔اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع و سجود میں جائے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔اور جب سلام پھیرے تو اس قدر بیٹھے کہ یہ دعا پڑھ لے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ	اے اللہ تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے
وَاِلَیْکَ یَعُوْدُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا	اور تیری طرف پھرتی ہے سلامتی پس زندہ رکھ
بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ	مجھے سلامتی کے اور داخل کر مجھے جنت میں برکت
تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ	والا ہے تو اے پروردگار ہمارے اور تو برتر ہے
وَالْاِکْرَامِ۔	اے بزرگی اور بخشش والے۔۱۲

لوگوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور اہل جماعت امام سے پہلے نہ اٹھیں کہ یہ مکروہ ہے۔

نماز جمعہ کی فضیلت کا بیان

اے عزیز یہ جان کہ جمعہ کا روز مبارک اور افضل دن ہے۔اس کی بڑی فضیلت ہے۔یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔جس شخص نے بے عذر تین جمعے ناغے کیے اُس نے اسلام کی طرف سے منہ پھیر لیا۔اس کا دل زنگ پکڑ گیا۔اور ایک حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ جمعہ کے دن چھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔کہ آتش دوزخ کو روز دوپہر ڈھلے بھڑکاتے ہیں۔اس وقت نماز نہ پڑھو مگر جمعہ کو کہ اس دن نہیں بھڑکاتے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص جمعہ کے دن مرے گا شہید کا ثواب پائے گا نیز عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

شرائط جمعہ:

اے عزیز جان لے کہ جو شرطیں اور نمازوں کی ہیں ان کے سوا چھ شرطیں اور جمعہ کے لیے خاص ہیں۔

پہلی شرط وقت ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً عصر کا وقت داخل ہو جانے کے بعد جمعہ کی نماز کا سلام پھیرے تو جمعہ فوت ہو گیا ظہر ادا کرنی چاہیئے۔ دوسری جگہ شرط ہے۔ کہ یہ نماز صحرا و خیمہ میں درست نہیں ہے۔ بلکہ شہر میں ہوتی ہے۔ یا اُس گاؤں میں جہاں چالیس آزاد عاقل بالغ مرد مقیم ہوں۔ ایسی جگہ اگر مسجد میں نہ ہو تو بھی درست ہے۔ تیسری شرط عدد ہے یعنی جب تک چالیس آزاد مکلف یعنی عاقل بالغ مقیم مرد حاضر نہ ہوں نماز درست نہ ہو گی۔ اگر خطبہ یا نماز میں اس سے کم لوگ ہوں۔ تو یہ ظاہر ہے کہ نماز درست نہ ہو گی۔ چوتھی شرط جماعت ہے کہ اگر یہ گروہ الگ الگ تنہا نماز پڑھے گا۔ تو درست نہ ہو گی لیکن جو آدمی اخیر کی رکعت پائے اُس کی نماز درست ہے اگرچہ دوسری رکعت میں تنہا ہو۔ اور اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دوسری رکعت کا رکوع نہ پائے۔ تو اقتدا کرے اور نماز ظہر کی نیت کرے پانچویں شرط یہ ہے کہ لوگوں نے پہلے جمعہ کی نماز نہ پڑھ لی ہو۔ کیونکہ ایک شہر میں جمعہ کی ایک جماعت سے زیادہ نہ چاہیئے۔ لیکن اگر اتنا بڑا شہر ہے کہ وہاں کی ایک جامع مسجد میں نمازی نہیں سما سکتے یا دقت سے آتے ہیں۔ تو ایک جماعت سے زیادہ میں مضائقہ نہیں۔ اگر ایک ہی مسجد میں سب لوگ بے تکلف سما سکتے ہیں۔ اور دو جگہ نماز پڑھی تو وہی نماز درست ہو گی جس کی تکبیر تحریمہ پہلے کہی گئی۔ چھٹی شرط نماز سے پہلے دو خطبے ہیں۔ اور دونوں فرض ہیں۔ اور دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنا بھی فرض ہے۔ اور دونوں خطبوں میں کھڑا رہنا فرض ہے۔ اور پہلے خطبے میں چار چیزیں فرض ہیں۔ تحمید یعنی حمد کرنا۔ الحمد للہ کہنا کافی ہے۔ اور قرآن شریف کی ایک آیت پڑھنا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا۔ تقویٰ کی وصیت کرنا۔ اُوصِیکُمْ بِتَقْوَی اللہِ کہنا کافی ہے۔ اور دوسرے خطبہ میں بھی چار چیزیں فرض ہیں۔ لیکن آیت کے عوض دعا پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ کی نماز عورتوں، غلاموں، لڑکوں اور مسافروں پر فرض نہیں۔ اور عذر کی وجہ سے ترک جمعہ درست ہے۔ مثلاً کیچڑ۔ بیماری۔ پانی۔ تیمارداری کے عذر سے اگر کوئی بیمار کا سنبھالنے والا نہ ہو۔ لیکن معذور کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ ظہر کی نماز جب پڑھے کہ لوگ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکیں۔

آداب جمعہ:

جمعہ کے ادب کرنا چاہیئے۔ اور جمعہ کے دن یہ دس سنتیں اور آداب نہ بھولے۔ پہلا ادب یہ ہے کہ جمعرات کے دن دل سے اور درستی سامان سے جمعہ کا استقبال کرے مثلاً سفید کپڑے درست کرنا۔ پہلے کام کاج ختم کر دینا کہ صبح کے وقت ہی نماز کی جگہ پر پہنچ سکے اور جمعرات کے دن عصر کی نماز کے وقت خالی بیٹھنا اور تسبیح اور استغفار میں مشغول ہونا۔ کیونکہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اور اس نیک ساعت کے مقابلے میں ہے جو دوسرے دن جمعہ کو ہو گی۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ شب جمعہ کو بیوی سے جماع کرنا سنت ہے۔ تاکہ یہ امر جمعہ کے دن دونوں کے غسل کا باعث بنے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر مسجد کو جلد جانا چاہتا ہے تو صبح ہی غسل کر لے۔ ورنہ تاخیر بہت بہتر ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم بڑی تاکید سے فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ علماء

اس غسل کو فرض سمجھتے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے لوگ اگر کسی سے سخت کلامی کرنا چاہتے تو کہتے تو اُس شخص سے بھی بد تر ہے جو جمعہ کو غسل نہ کرے۔ اگر جمعہ کے دن کوئی شخص ناپاک ہو۔ اور غسل کرے تو اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے غسل کی نیت سے بھی مزید پانی اپنے اوپر ڈالے۔ اور اگر ایک غسل میں دونوں نیتیں یعنی نیت رفع جنابت اور ادائے سنت کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل جمعہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ آراستہ و پاکیزہ اور اچھی نیت کر کے مسجد میں آئے۔ اور پاکیزگی کے یہ معنی ہیں کہ بال منڈائے۔ ناخن کٹوائے۔ مونچھوں کے بال کترائے۔ اگر حمام میں پہلے ہی جا کر یہ امور کر چکا ہے۔ تو کافی ہے اور آراستہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ سفید کپڑے پہنے کیونکہ حق تعالیٰ سب کپڑوں سے زیادہ سفید کپڑوں کو پسند کرتا ہے۔ اور تعظیم اور نماز کی عظمت کی نیت سے خوشبو ملے تاکہ اس کے کپڑوں سے بدبو نہ آئے تاکہ کوئی اُس سے رنجیدہ نہ ہو اور غیبت نہ کرے۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ صبح ہی جامع مسجد میں پہنچ جائے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اگلے زمانے میں لوگ چراغ لے کر مسجد میں جاتے تھے۔ اور راہ میں اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ مشکل سے گزر ہوتا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مسجد میں گئے تو تین آدمی پہلے سے وہاں موجود تھے۔ اپنے اوپر ہوئے۔ اور کہا کہ میں چوتھے درجہ میں ہوا۔ میرا انجام کار کیا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ دین اسلام میں پہلے جو بدعت ظاہر ہوئی وہ یہی ہے کہ لوگوں نے اس سنت کو ترک کر دیا۔ جب یہود و نصاریٰ ہفتہ اتوار کے دن کلیسا اور کنشت یعنی اپنے اپنے عبادت خانوں میں صبح ہی جاتے ہیں۔ اور مسلمان جمعہ کے روز جو ان کا دن ہے سویرے سویرے مسجد میں جانے میں تقصیر کریں تو کیا حال ہوگا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کی پہلی ساعت میں مسجد میں جائے۔ اُس نے گویا ایک اونٹ قربانی کیا۔ جو دوسری ساعت میں جائے اُس نے گویا ایک گائے قربانی کی۔ جو تیسری ساعت میں جائے اُس نے گویا ایک بکری قربان کی۔ جو چوتھی ساعت میں جائے اس نے گویا ایک مرغی قربان کی۔ اور جو پانچویں ساعت میں جائے اس نے گویا ایک انڈا خیرات کیا۔ اور جب خطبہ پڑھنے والا اپنے مکان سے نکلتا ہے تو وہ فرشتے جو فرمانبردار لکھتے ہیں اپنے کاغذ لپیٹ لیتے ہیں۔ اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے بعد آتا ہے نماز کی فضیلت کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ پانچواں ادب اگر دیر سے آئے تو لوگوں کی گردنوں پر پاؤں نہ رکھے۔ یعنی انہیں پھاندے نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا تو قیامت کے دن اُس کو پل بنائیں گے اور لوگ اُس پر سے گزریں گے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایسا کرتے دیکھا اور جب نماز پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے جمعہ کی نماز کیوں نہ پڑھی اُس نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے لوگوں کی گردنوں پہ پاؤں رکھا۔ یعنی جو شخص ایسا کرتا ہے۔ وہ ایسا ہے گویا اُس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ لیکن اگر پہلی صف خالی ہے۔ تو پہلی صف میں جانے کا قصد کرنا درست ہے۔ کیونکہ یہ لوگوں کا قصور ہے کہ پہلی صف کو خالی چھوڑ دیا۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ جو شخص نماز

پڑھتا ہو۔ اس کے سامنے سے نہ گزرے۔ کیونکہ نمازی کے سامنے سے گزرنا ممنوع ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے یہ بہتر ہے کہ آدمی خاک ہو کر برباد ہو جائے۔ ساتواں ادب یہ ہے کہ پہلی صف میں جگہ ڈھونڈے اگر نہ پائے تو جتنا امام کے نزدیک ہو گا بہتر ہے۔ کہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔ لیکن اگر پہلی صف میں لشکری یا وہ لوگ ہوں جو اطلس کے کپڑے پہنے ہوں یا خطبہ پڑھنے والا سیاہ ریشمی کپڑا پہنے ہو۔ یا اُس کی تلوار میں سونا لگا ہو۔ یا کوئی اور بڑائی ہو۔ تو جتنا دور رہے بہتر ہے۔ کیوں کہ جہاں کوئی برائی ہو۔ وہاں قصداً نہ بیٹھنا چاہیئے۔ آٹھواں ادب یہ ہے کہ جب خطبہ پڑھنے والا نکلے تو پھر کوئی نہ بولے۔ اور مؤذن کا جواب دینے اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے۔ اگر کوئی شخص بات کرے تو اشارے سے اُسے چُپ کر دینا چاہیئے۔ زبان سے نہیں۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی خطبہ کے وقت دوسرے سے کہے کہ چُپ رہ یا خطبہ سُن اُس نے بے ہودہ کام کیا۔ اور جس نے اُس وقت بیہودہ بات کہی۔ اُسے جمعہ کا ثواب نہ ملے گا۔ اور اگر خطیب سے دور ہو۔ اور خطبہ نہ سنائی دے تو بھی چپ رہنا چاہیے۔ جہاں لوگ باتیں کرتے ہوں وہاں نہ بیٹھے۔ اور اس وقت نماز تحیۃ المسجد کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھے نواں ادب یہ ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو۔ الحمد۔ قل ھو اللہ۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس۔ سات سات بار پڑھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک شیطان سے پناہ دے گا۔ اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ بے نیاز اے بڑائی والے اے پیدا کرنے والے اے پھیرنے والے اے رحم کرنے والے۔ اے دوست رکھنے والے بے پرواہ کر دے تو مجھے اپنے حلال کی بدولت حرام سے اور اپنے کرم کے طفیل اپنے ماسوا سے۔

اور بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اس دعا کو ہمیشہ پڑھے گا۔ تو جہاں سے اُس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ وہاں سے اُس کی روزی اور اُس کا رزق پہنچے گا۔ اور لوگوں سے بے پرواہ ہو جائے گا۔ پھر چھ رکعت نماز سنت پڑھے کہ اس قدر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ دسواں ادب یہ ہے کہ عصر کی نماز تک مسجد میں رہے۔ اور اگر مغرب کی نماز تک مسجد میں رہے تو بہت بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس بات میں ایک حج اور عمرے کا ثواب ہے اگر مسجد میں نہ رہ سکے اور گھر جائے تو چاہیئے کہ خدا کی یاد سے غافل نہ رہے۔ تاکہ وہ ایک بزرگ ساعت جو جمعہ کے دن ہوتی ہے۔ اُسے غفلت میں نہ پائے۔ اور اُس کی فضیلت سے محروم نہ رہے۔

روز جمعہ کے آداب کا بیان :

بندے کو چاہیئے کہ جمعہ کے روز تمام دن میں سات فضیلتیں طلب کرے ایک فضیلت یہ کہ صبح کو مجلس علم میں حاضر ہو۔ اور قصہ خوانوں کی مجلس سے دور رہے۔ اور ایسے شخص کی مجلس میں حاضر ہو جس کے قال و حال سے رغبت دنیا کم اور محبت آخرت زیادہ ہو۔ جس کے کلام میں یہ اثر نہ ہو۔ اس کی صحبت اور مجلس علم میں بیٹھنا درست نہیں ہے۔ اور جو شخص الیا صاحب تاثیر ہو۔ اس کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ یہ مضمون حدیث شریف میں آیا ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ جمعہ دن ایک ساعت نہایت بزرگ اور معزز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس ساعت میں خدا تعالیٰ سے مراد مانگے گا پوری ہو گی۔ اس ساعت کے تعین میں اختلاف ہے طلوع یا زوال یا غروب آفتاب کے وقت یہ ساعت ہوتی ہے۔ یا جس وقت جمعہ کی آذان ہو۔ یا خطیب کے منبر پر جانے کے وقت یا جمعہ کی نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت پھر عصر کی نماز کے وقت غرض کہ صحیح یہ ہے کہ اس ساعت کا وقت معلوم نہیں شب قدر کی طرح مبہم ہے۔ چاہیئے کہ تمام دن اس ساعت کی تلاش میں رہے۔ اور کسی وقت خدا کی یاد اور عبادت سے خالی نہ رہے تیسری فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کثرت سے بھیجے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کوئی جمعہ کے دن مجھ پر اسی بار درود شریف بھیجے گا۔ اُس کے اسی برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کیونکر بھیجیں۔ آپ نے فرمایا کہ کہو :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّ لِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ وَاَجْزِہٖ اَفْضَلَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اے اللہ تو رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر وہ رحمت جو تیری رضا ہو اور جس سے اُن کا حق ادا ہو اور عطا کر انہیں وسیلہ شفاعت اور بزرگی اور مقام محمود کا وعدہ کیا ہے تو نے اُن سے اور جزا دے انہیں ہماری طرف۔ سے وہ جزا جس کے وہ لائق ہیں۔ اور جزا دے انہیں بہت اچھی جو جزا تو نے کسی نبی کو دی۔ اس کی امت کی طرف سے اور رحمت نازل کر ان کے سب بھائیوں پر اور اچھے کام کرنے والوں میں سے اے بہت بڑے رحم کرنے والے

کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے روز سات بار یہ درود پڑھے اُسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بے شک ہوگی۔ اور اگر:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ	پاک ہے اللہ اور سب تعریف واسطے اللہ کے ہے اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

پڑھے تو بھی کافی ہے چوتھی فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن قرآن شریف کثرت سے پڑھے اور سورت کہف بھی پڑھے حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت وارد ہے۔ اور اگلے عابدوں کی عادت تھی کہ جمعہ کے دن قل ہو اللہ احد، درود شریف استغفار اور

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ	پاک ہے اللہ اور سب تعریف واسطے اللہ کے ہے اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

ہزار ہزار بار پڑھتے۔ پانچویں فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز زیادہ پڑھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی مسجد جامع میں جاتے ہی چار رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں ایک بار الحمد اور پچاس بار قل ہو اللہ احد تو جب تک جنت میں اس کا مقام اُس کو نہ دکھا دیں اور کسی کو نہ بتادیں کہ وہ اس سے کہہ دے اُس وقت تک وہ اس جہان سے نہ جائے گا۔ اور مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن چار رکعت نماز پڑھے اور اس میں چار سورتیں پڑھے انعام کہف طٰہٰ یٰسین۔ اور اگر یہ نہ پڑھ سکے تو لقمان سجدہ اور ملک پڑھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن کبھی صلوٰۃ التسبیح کا ناغہ نہ کرتے تھے۔ اور صلوٰۃ التسبیح مشہور نماز ہے۔ اولیٰ ہے یہ وقت زوال تک نوافل پڑھے اور نماز جمعہ کے بعد عصر کی نماز تک مجلس علم میں جائے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز تک تسبیح و استغفار میں مشغول رہے۔ چھٹی فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن صدقہ کو خالی نہ چھوڑے کچھ نہ ہو تو روٹی کا ٹکڑا ہی سہی جمعہ کے دن صدقہ کی بہت فضیلت ہے۔ جو سائل خطبہ کے وقت کچھ مانگے اسے ڈانٹنا چاہیئے اور اُس وقت کچھ نہ دینا چاہیئے کہ مکروہ ہے۔ ساتویں فضیلت یہ ہے کہ ہفتہ بھر میں جمعہ کے دن کو آخرت کے لیے وقف رکھے باقی دنوں میں دنیا کے کام کرے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خرید و فروخت اور کسب دنیا اس آیت کے معنی نہیں۔ بلکہ طلب علم بھائیوں کی زیارت۔ بیماروں کی عیادت جنازہ کے ساتھ جانا۔ اور جو کام ایسے ہوں وہ اس آیت سے مراد ہیں

مسئلہ: اے عزیز جان کہ نماز میں جو باتیں ضروری ہیں۔ وہ بیان کر دی گئیں۔ اور مزید مسئلوں کی ضرورت ہو تو علماء سے پوچھنا چاہیے۔ کہ اس کتاب میں تمام مسائل کی تفصیل نہیں آسکتی۔ لیکن نماز کی نیت میں اگر وسوسہ واقع ہو تو اس کے تین سبب ہیں۔ یا تو جس کی عقل میں خلل ہے۔ اُسے وسوسہ ہوتا ہے۔ یا جسے وہم ہو یا جو شرع کے احکام سے جاہل ہو۔ اور نیت کے معنی نہ جانتا ہو کہ نیت اس رغبت سے عبارت ہے جو آدمی کو خدا کا حکم بجالانے کے لئے کھڑا کرتی ہے جیسے کوئی شخص تجھ سے کہے کہ فلاں عالم آتا ہے اس کے لئے اُٹھ اور تعظیم کر تو تو اپنے دل میں کہے گا کہ فلاں عالم کے لئے اس کے علم کی عظمت کی خاطر فلاں شخص کے کہنے سے میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور بے اس کے کہ تو دل یا زبان سے کہے یہ نیت خود تیرے دل میں ہوگی۔ اور جو کچھ دل میں تو کہتا ہے وہ نفس کی بات ہے۔ نیت نہیں ہے۔ نیت تو وہ رغبت ہے جس نے تجھے اُٹھا کر کھڑا کیا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ نیت کے بارے میں کیا حکم ہے۔ تو اس قدر جاننا چاہیئے کہ مثلاً ظہر یا عصر کی نماز ہے جب اس سے دل غافل نہ ہو۔ تو اللہ اکبر کہے اور دل غافل ہے تو یاد کرے۔ اور یہ گمان نہ کرے کہ ادا ظہر کے معنی سب ایک بار مفصل دل میں جمع ہوں۔ لیکن جو دل کے نزدیک ہو اُسے باہم جمع کرے۔ نیت اس قدر کافی ہے۔ اس لیے کہ اگر تجھ سے کوئی پوچھے کہ ظہر کی نماز پڑھی۔ تو کہے گا ہاں۔ تو جس وقت ہاں کہتا ہے۔ یہ سب معنی تیرے دل میں موجود ہوتے ہیں۔ مفصل نہیں ہوتے۔ تو تجھے اپنے کو یاد دلانا اُس شخص کے پوچھنے کی مثل ہے۔ اور اللہ اکبر کہنا ایسا ہے جیسا ہاں کہنا اور جو اس سے زیادہ کھوج کرے گا اس کا دل اور نماز دونوں پریشان ہوں گے۔ آدمی کو چاہیئے کہ آسان بات اختیار کرے جس قدر بیان ہوا ہے۔ جب اتنی نیت کر لی پھر کسی حالت میں ہو جانا چاہیئے۔ کہ نماز درست ہو گئی۔ کیوں کہ نماز کی نیت بھی اور کاموں کی نیت کی طرح ہے اسی لیے تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں کسی کو نیت میں وسوسہ واقع نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ کام آسان ہے۔ اور جو کوئی اُسے آسان نہ جانے وہ نادان ہے۔

پانچویں اصل زکوٰۃ کے بیان میں

اے عزیز جان کہ زکوٰۃ ارکانِ مسلمانی ہے۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پانچ اصول پر اسلام کی بنا ہے۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور نماز اور زکوٰۃ روزہ اور حج شریف پر ہے کہ جو لوگ سونا چاندی اپنی ملک میں رکھیں۔ اور زکوٰۃ نہ دیں اُن میں سے ہر ایک کے منہ پر ایسا داغ دیں گے۔ کہ پیٹھ کے پار نکل جائے گا۔ اور پیٹھ پر داغ دیں گے جو سینے کے پار ہو جائے گا۔ اور جو شخص چارپائے ملک میں رکھے اور اُن کی زکوٰۃ نہ دے۔ تو قیامت کے دن ان چارپایوں کو اس پر مسلط کریں گے۔ کہ سینگوں سے

اپنے مالک کو ماریں گے اور پاؤں سے روندیں گے۔ جب ایک بار آگے پیچھے سب اس پر سے گزر جائیں گے۔ تو آگے والے پھر اُسے روندنا شروع کر دیں گے۔ پھر اسی طرح سب اس پر سے گزریں گے۔ یہ عمل جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ سب کا حساب ہو جائے۔ چار پائے پھر پھر کر اُسے پامال کرتے رہیں گے۔ اور یہ مضمون حدیث صحیح میں آچکا ہے۔ لہٰذا مالداروں پر زکوٰۃ کا علم فرض ہے۔

زکوٰۃ کے اقسام اور شرائط کا بیان:

اے عزیز جان کہ چھ قسم کی زکوٰۃ فرض ہے۔

پہلی قسم:

چارپایوں کی زکوٰۃ۔ وہ چار پائے اونٹ۔ گائے۔ بھینس ہیں۔ گھوڑے اور گدھے وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں اور یہ زکوٰۃ چار شرطوں سے فرض ہوتی ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جانور گھر میں نہیں۔ بلکہ چراگاہ میں پلتے ہوں۔ تاکہ اس پہ زیادہ خرچ نہ پڑے۔ اگر سارا سال گھر میں چارہ کھلائے۔ اور اسے خرچ سمجھے تو زکوٰۃ ساقط ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ پورا سال اس کی ملک میں رہے۔ اس لیے کہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی اس کی ملک سے نکل جائیں۔ تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر آخر سال میں بچے پیدا ہوں تو ان کو حساب میں شامل کر لیا جائے گا۔ اور اصل مال کے تابع قرار دے کر ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہو گی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس مال کی بدولت مالدار ہو چکا ہو اور وہ مال اس کے تصرف میں رہا ہو۔ اگر کم ہو گیا یا کسی ظالم نے اس سے چھین لیا ہو تو اس پہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر سب جانور اس فائدہ سمیت جو ان سے حاصل ہوا ہو اُسے واپس کر دیں تو اس پہ گذشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہو گی۔ اور اگر کوئی شخص جتنا مال رکھتا ہے۔ اتنا ہی قرض بھی رکھتا ہے۔ تو صحیح یہ ہے کہ اس پہ زکوٰۃ واجب نہیں۔ حقیقت میں فقیر ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے پاس مال بقدر نصاب ہو۔ جس کے سبب سے مالدار ہوتا ہے۔ تھوڑے مال سے مالدار نہیں ہوتا تو اونٹ جب تک پانچ نہ ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور جب پانچ ہو جائیں تو ایک بکری زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ[۱۵] میں تین[۳] اور بیس[۲۰] میں چار[۴] اور یہ بکری ایک برس سے کم کی نہ ہو۔ اور اگر بکرا ہو تو دو برس سے کم کا نہ ہو۔ اور پچیس اونٹوں میں ایک سالہ اونٹنی دینا واجب ہے۔ اونٹنی نہ ہو تو دو برس کا ایک اونٹ دینا چاہیئے۔ جب تک چھتیس[۳٦] اونٹ نہ ہو جائیں۔ تب تک یہی زکوٰۃ ہے۔ اور چھتیس[۳٦] میں ایک دو سالہ اونٹنی دینا واجب ہے۔ اور چھیالیس میں تین برس کی ایک اونٹنی اور اکسٹھ میں چار سالہ ایک اونٹنی اور چھہتر[٧٦] میں دو۔ دو برس کی دو اونٹنیاں اور اکانوے[۹۱] میں تین[۳] سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سو اکیس[۱۲۱] میں دو[۲]۔ دو سال کی تین اونٹنیاں واجب ہیں۔ پھر یہ حساب کرے کہ ہر چالیس میں دو سالہ اور ہر پچاس[۵۰] میں تین[۳] سالہ اونٹنی دے۔ اور گائے بیل جب تک تیس نہ ہوں۔ ان پہ کچھ زکوٰۃ نہیں۔ جب تیس پورے ہوں۔ تو ان میں ایک۔ ایک سالہ بچھڑا دینا فرض

ہے۔ اور چالیس میں دو سالہ ایک اور ساٹھ میں ایک ایک برس کے ۲ دو بچھڑے بہ حساب کرے کہ ہر تیس میں یک سالہ اور ہر چالیس میں دو سالہ ایک بچھڑا دے۔ لیکن چالیس بکری میں ایک اور ایک سو اکیس ۱۲۱ میں سے دو اور دو سو ایک ۲۰۱ میں سے تین اور چار سو میں اسی حساب سے سینکڑے پیچھے ایک بکری دے۔ بکری ہو تو ایک برس سے کم کی نہ ہو۔ بکرا ہو تو دو برس سے کم کا نہ ہو۔ اگر دو آدمی اپنی اپنی بکریاں اکٹھی رکھتے ہوں تو اگر دونوں صاحب زکوٰۃ ہیں۔ یعنی ایک کافر مکاتب نہ ہو۔ تو دونوں کا حصہ ایک ہی مال کا حکم رکھتا ہے۔ اگر دونوں کا حصہ ملا کر چالیس بکریوں سے زیادہ نہ ہوں۔ تو ہر ایک پر آدھی آدھی بکری واجب ہے۔ اگر دونوں ملا کر ایک سو بیس ۱۲۰ بکریاں ہوں تو اگر دونوں شخص مل کر ایک بکری دیں گے تو بھی کافی ہے۔

دوسری قسم:

غلہ وغیرہ کی زکوٰۃ ہے۔ جس کسی کے پاس آٹھ سو من گیہوں یا جو یا خرما یا منقیٰ یا اور کوئی چیز جو کسی قوم کی قوت اور غذا ہو سکتی ہے۔ اور جس پر وہ لوگ گزارا کر سکتے ہیں۔ جیسے مونگ چنا چاول وغیرہ تو اس میں عشر دینا واجب ہے۔ اور جو چیز قوت و غذا نہ ہو جیسے روئی کتان وغیرہ اس میں عشر واجب نہیں۔ اگر چار سو من گیہوں اور چار سو من جو ہوں تو عشر واجب نہیں۔ اس لیے کہ وجوب زکوٰۃ میں ایک ہی جنس بقدر نصاب ہونا شرط ہے۔ اگر ندی نہر چشمے سے پانی نہ لیا ہو۔ ان سے کھیت وغیرہ نہ سینچا ہو۔ تو بھی عشر واجب نہیں۔ اور زکوٰۃ میں انگور تازہ غیر خشک دینا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ انگور خشک ہو کر منقیٰ نہ ہوتا ہو۔ تو انگور دینا درست ہے۔ اور یہ چاہیئے کہ جب انگور رنگ پکڑے۔ گیہوں جو کا دانہ سخت ہو جائے۔ تو جب تک فقیروں کا حصہ تخمیناً اس میں اندازہ نہ کرے۔ اس وقت اس میں کچھ تصرف نہ کرے۔ جب فقیروں کا حصہ پس انداز کر لیا۔ تو سب میں تصرف کرنا درست ہے۔

تیسری قسم:

سونے چاندی کی زکوٰۃ ہے۔ چاندی کے دو سو درہم میں پانچ درہم آخر سال میں دینا فرض ہے۔ اور خالص سونے کے بیس دینار میں نصف دینار واجب ہوگا۔ اور یہ وہ ایک کی چوتھائی ہے (یعنی دو سو درہم کا دسواں حصہ بیس ہے پانچ درہم بیس کا چوتھائی ہے۔ اسی طرح بیس دینار کا دسواں حصہ دو دینار ہیں نصف دینار دو کی چوتھائی ہے۔) اور سونا چاندی جس قدر زیادہ ہو۔ اسی حساب سے زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ اور چاندی سونے کی برتن اور گھوڑے کے ساز اور اس سونے چاندی میں جو تلوار پر لگا ہو اور جو چیز سونے چاندی کی ناجائز ہو۔ اس میں زکوٰۃ فرض ہے لیکن جو زیور مرد اور عورت کو رکھنا درست ہیں اس میں زکوٰۃ نہیں۔ اور جو سونا چاندی اوروں کے پاس رکھا ہے اور جب چاہے لے سکتے ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

چوتھی قسم:

مال تجارت کی زکوٰۃ ہے جب بیس دینار کے قدر ایک چیز تجارت کی نیت سے مول لے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو وہی بیس دینار کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اور سال بھر میں جو نفع ہو وہ بھی حساب میں شامل کیا جائے گا۔ اور ہر سال کے آخر میں مال کی قیمت معلوم کرنا چاہیئے اگر سرمایہ تجارت سونے چاندی سے ہوا ہے تو اسی سے زکوٰۃ دے اور اگر نقد سے نہیں خریدا تو جو سکہ شہر میں اکثر رائج ہو۔ اس سے زکوٰۃ دے۔ اور اگر کچھ سامان رکھتا ہے اور تجارت کی نیت سے اس کے عوض میں کوئی چیز مول ۔ تو ابتدائے سال میں صرف نیت سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لیکن اگر وہ نقد اور بقدر نصاب ہو تو مالک ہونے کے وقت ہی صاحب نصاب ہو جائے گا۔ اور ہر سال کے اندر تجارت کا ارادہ نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

پانچویں قسم:

زکوٰۃ فطر ہے جو مسلمان عید رمضان کی رات کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کی قوت سے جو عید کے دن کام آئے اور گھر کے کپڑے اور جو چیز ضروری ہو اس سے زیادہ استطاعت رکھتا ہو تو اس پر جنس کے اناج سے جو وہ روزانہ کھاتا ہے۔ ایک صاع[1] اناج دینا واجب ہے اور صاع پونے تین سیر ہوتا ہے اگر گیہوں کھاتا ہو تو جو نہ دینا چاہیئے۔ اگر جو خوراک ہو تو گیہوں نہ دینا چاہیئے۔ اگر ہر قسم کا اناج کھاتا ہے تو اس میں سے جو اناج بہتر ہے۔ اس سے دے۔ اور گیہوں کے بدلے آٹا وغیرہ نہ دینا چاہیئے۔ یہ امام شافعی کے نزدیک ہے اور جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہے جیسے بیوی۔ لڑکے۔ ماں باپ۔ لونڈی یا غلام اگر دو آدمیوں میں مشترک ہو تو اس کا صدقہ فطر دینا دونوں پر واجب ہے اور جو لونڈی غلام کافر ہو اس کا صدقہ واجب نہیں۔ اگر بیوی اپنا صدقہ خود دے تو درست ہے اور اگر شوہر بیوی کی بے اجازت اس کی طرف سے دے تو بھی درست ہے۔ اس قدر احکام زکوٰۃ جاننا ضروری ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورت پیدا ہو تو علماء سے دریافت کرنا چاہیئے۔

زکوٰۃ دینے کی کیفیت:

چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے میں پانچ چیزوں کا خیال رکھے پہلے یہ کہ زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرے کہ میں فرض زکوٰۃ دیتا ہوں۔ یا اگر زکوٰۃ دینے کے لیے وکیل مقرر کرے تو وکیل مقرر کرتے وقت یہ نیت کرے کہ فرض زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لیے میں وکیل مقرر کرتا ہوں یا وکیل کو یہ حکم کردے کہ دیتے وقت فرض زکوٰۃ کی نیت کرنا۔

---

[1] دو سو چوراسی تولے کا ایک صاع ہوتا ہے شاہجہان آبادی سیر اور انگریزی سیر سے تین سیر آدھ پاؤ۔

دوسرے یہ کہ جب سال تمام ہو۔ تو زکوٰۃ دیتے ہیں جلدی کرے کیونکہ بلاعذر دیر نہ کرنا چاہیئے۔ اور صدقہ فطر میں عید سے تاخیر نہ کرے۔ اور رمضان میں ہی جلدی دے دینا بھی درست ہے۔ رمضان سے پہلے دینا درست نہیں۔ اور مال کی زکوٰۃ میں سال بھر جلدی کرنا درست ہے۔ لیکن جس شخص کو زکوٰۃ دی ہے وہ اگر سال گزرنے سے پہلے مرجائے یا مالدار ہو جائے یا کافر ہو جائے تو دوبارہ زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ ہر جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے دے سونا چاندی کے بدلے اور گیہوں جو کے عوض یا اور کوئی مال بمقدار قیمت دینا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں نہ چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ زکوٰۃ اسی جگہ دے جہاں مال ہو۔ کیونکہ وہاں کے محتاج امیدوار رہتے ہیں۔ اگر دوسرے شہر میں بھیج دے گا۔ تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ پانچویں یہ کہ جس قدر زکوٰۃ ہو آٹھ گروہوں میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ اور ہر گروہ کے تین تین آدمیوں سے کم نہ ہوں اور سب چوبیس آدمی ہوں۔ اور زکوٰۃ ایک درہم ہو تو امام شافعی کے نزدیک چوبیس آدمیوں کو پہچانا چاہیئے۔ اس کے آٹھ حصے کرکے ایک ایک حصہ تین تین آدمیوں کو یا اس سے زیادہ کو جیسے چاہے تقسیم کر دے گو برابر نہ ہوں۔ اس زمانہ میں تین گروہ کے لوگ نادر ہیں۔ نمازی، مؤلفۃ القلوب۔ عامل زکوٰۃ مگر فقیر، مسکین مکاتب۔ مسافر قرضدار ہیں سے نہ چاہیئے کہ پندرہ آدمیوں سے کم کو زکوٰۃ دے۔ یہ حکم امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب میں ہے۔ اور شافعی مذہب میں یہ دو مسئلے مشکل ہیں ایک تو یہ کہ زکوٰۃ سب کو دے دوسرا یہ کہ ہر چیز کی زکوٰۃ میں وہی چیز دے اس کا عوض نہ دے اور اکثر شافعی المذہب حضرات اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ لوگ ماخوذ نہ ہوں گے۔

ان آٹھ گروہوں کی تعریف:

پہلی قسم فقیر ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جو نہ کوئی چیز اپنے ملک میں رکھے نہ کوئی کچھ کمائی کر سکے اگر کسی کے پاس ایک دن کا کھانا اور بدن پر پورا لباس ہے تو وہ پورا فقیر نہیں۔ اور اگر آدھے دن کا کھانا اور ادھورا کپڑا ہے۔ یعنی لباس بے پگڑی یا پگڑی بے لباس ہے تو وہ شخص فقیر ہے۔ اور اگر اوزار پاس ہوں تو آدمی کمائی کر سکتا ہے۔ اگر کوئی اوزار نہیں تو وہ بھی فقیر ہے اگر طالب علم ہے اور کمائی کرے۔ تو طلب علم سے محروم رہتا ہے۔ تو وہ بھی فقیر ہے اور اس صفت کے فقیر کمتر ملتے ہیں مگر بچے تو یہ تدبیر ہے کہ عیالدار فقیر ڈھونڈیئے اور لڑکوں کے لیے اس عیالدار فقیر کا حصہ دیا جائے دوسری قسم مسکین ہے۔ جس شخص کا خرچ ضروری آمدن سے زیادہ ہو۔ اگرچہ وہ مکان اور کپڑے رکھتا ہو۔ لیکن مسکین

---

۵۱ یہ تفصیل حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ احناف کے نزدیک صرف ایک مستحق زکوٰۃ کو دے دینا بھی درست ہے۔ ۱۲۔ مترجم غفرلہ!

۵۲ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر جنس کے تین تین آدمیوں کو زکوٰۃ کا مال دینا کوئی شرط نہیں۔ ۱۲

ہے۔ جب ایک سال کی روزی اس کے پاس نہ ہو اور اس کی کمائی سال بھر کو کفایت نہ کرے تو اسے اس قدر دینا درست ہے کہ سال بھر اس کا خرچ چل سکے۔ اگرچہ فرش۔ گھر کے برتن اور کتابیں رکھتا ہو۔ مگر جب سال بھر کے مصارف ضروری کا محتاج ہے۔ تو مسکین ہے۔ ہاں اگر احتیاج سے زیادہ کوئی چیز رکھتا ہو تو محتاج نہیں۔ تیسری قسم۔ کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو مالداروں سے زکوٰۃ لے کر مستحقین تک پہنچاتے ہیں۔ ان کی اجرت مال زکوٰۃ سے دینا چاہیئے۔ چوتھی قسم مؤلفہ قلوب ہیں اور یہ وہ معزز اور شریف مرد ہیں۔ جو مسلمان ہو جائیں۔ اگر ان کو مال دیں گے تو اوروں کو اس لالچ سے مسلمان ہونے کی رغبت ہوگی۔ پانچویں قسم مکاتب ہے اور وہ لونڈی غلام ہے جو اپنے آپ کو خود مول لے لے اور اپنی قیمت دو بار یا زیادہ قسطیں کر کے اپنے مالک کو ادا کرے۔ چھٹی قسم وہ شخص ہے۔ جو نیک کام میں قرضدار ہو گیا ہے یا فقیر ہو یا امیر لیکن قرض کسی مصلحت کے لیے لیا ہو۔ جس سے کوئی فتنہ فرد ہوا۔ ساتویں قسم غازی لوگ ہیں جن کا یومیہ بیت المال سے مقرر نہ ہوا اگرچہ وہ تونگر ہوں لیکن انہیں سامان سفر مال زکوٰۃ سے دینا چاہیئے۔ آٹھویں قسم مسافر ہے کہ سفر میں ہو اور زادِ راہ نہ رکھتا ہو۔ یا اپنے وطن کو سفر کرنے چلا ہو۔ تو راستے کے خرچ اور کرایہ کی مقدار اسے دینا چاہیئے۔ اور جو کوئی کہے کہ میں فقیر یا مسکین ہوں۔ اگر معلوم نہ ہو کہ یہ جھوٹا ہے تو اس کے قول کو سچ ماننا درست ہے۔ اگر نمازی اور مسافر جہاد اور سفر کو روانہ ہوں تو ان سے مال زکوٰۃ واپس لے لینا درست ہے اور دوسری اقسام کے مستحقین کے بارے میں معتمد لوگوں سے دریافت کرے۔

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان:

اے عزیز جان کہ جس طرح نماز کی ایک صورت ہے اور حقیقت ہے اور وہ حقیقت صورت کی روح ہے اسی طرح زکوٰۃ کی بھی ایک صورت اور ایک روح ہے جو کوئی زکوٰۃ کی روح کو نہ پہنچے گا اس کی زکوٰۃ صورت بے روح ہے۔

زکوٰۃ میں تین راز ہیں پہلا راز یہ ہے:

کہ بندوں کو خدا کی محبت کا حکم ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو خدا کے ساتھ محبت کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔ بلکہ مسلمان اس بات کے مامور ہیں کہ کسی چیز کو بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ دوست اور عزیز نہ رکھیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ	یعنی آپ فرما دیں اگر تمہارے باپ تمہارے
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ	بیٹے تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارا
وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	کنبہ اور جو مال کمائے ہیں اور تجارت جس
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	کے بند ہو جانے سے ڈرتے ہو اور گھر جو تم

تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور گھر جو تم کو پسند ہیں بہت پیارے ہیں تمہیں اللہ اس کے رسول اور جہاد سے اس کی راہ میں تو منتظر رہو، یہاں تک کہ لائے اللہ اپنا حکم اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق لوگوں کو۔

غرض کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو یہ دعویٰ نہ کرتا ہو کہ مجھے خدا سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک سمجھتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو اس کی علامت و دلیل کی ضرورت پڑی تاکہ ہر شخص اپنے بے اصل دعویٰ سے مغرور نہ ہو۔ اور مال بھی آدمی کی ایک محبوب چیز ہے۔ تو آدمی کو حق تعالیٰ نے مال سے آزمایا اور فرمایا کہ اگر تو میری دوستی میں سچا ہے تو اپنے ایک معشوق کو مجھ پر فدا کر تاکہ تو اپنا درجہ میری دوستی میں پہنچانے۔ تو جو لوگ اس تہ کو پہنچے اور یہ بھید سمجھ گئے۔ ان کے تین درجے ہو گئے۔ پہلا درجہ صدیق لوگوں کا ہے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتے ہیں سب اس پر نثار کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دو سو درہم میں سے پانچ درہم اس کی راہ میں دینا کنجوسوں کا کام ہے ہم پر لازم ہے کہ محبت میں سب دے دیں۔ جس طرح امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا سارا مال لے آئے آپ نے استفسار فرمایا کہ اے صدیق اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑا۔ عرض کی کہ فقط خدا اور رسول کو چھوڑا ہے۔ بعض نے اپنا نصف مال راہ خدا میں دیا جس طرح امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نصف مال لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاروق بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا عرض کی کہ اسی قدر جس قدر یہاں حاضر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَكُمَا مَا بَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا تَفَاوُتٌ

تم دونوں کے درجوں میں بھی اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلام میں ہے۔

دوسرے درجے پر نیک مرد ہیں جنہوں نے اپنا مال یکبارگی خرچ نہ کیا کہ اس کی قدرت نہ رکھتے تھے لیکن اس کو محفوظ رکھا اور فقیروں کی حاجات اور خیرات کی صورتوں کے منتظر رہے اور اپنے آپ کو فقیروں کے برابر رکھا اور فقط زکوٰۃ پر کفایت کی جو محتاج بھی ان کے پاس پہنچا اسے اپنے اہل وعیال کے برابر رکھا۔ اور خبر گیری کی۔ تیسرا درجہ وہ کھرے لوگ ہیں جو اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتے کہ دو سو درہم میں سے پانچ درہم بطور زکوٰۃ زیادہ دیں۔ انہوں نے فقط فرض پر اکتفا کی اور حکم خدا خوش دلی سے قبول کیا۔ اور جلدی بجا لائے۔ اور زکوٰۃ دے کر فقیروں پر احسان نہ جتایا۔ اور یہ آخری درجہ ہے کہ

دوسو درہم میں سے جو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائے پانچ درہم دینے کو بھی جس کا جی نہ چاہے وہ خدا کی دوستی سے بالکل بے بہرہ ہے۔ اور جو شخص پانچ درہم سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اس کی دوستی نہایت خفیف ہے اور وہ سب دوستوں میں بخیل اور ہلکے درجے کا ہے۔

دوسرا راز :

بخل کی نجاست سے دل پاک کرنا ہے کہ بخل دل میں نجاست کی طرح ہے۔ جس طرح نجاست ظاہری بدن کو نماز کے قابل نہیں رکھتی۔ نجاست بخل دل کو جناب احدیت کے قرب کے لائق نہیں رہنے دیتی اور بے مال خرچ کیے دل بخل کی نجاست سے پاک نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جس سے نجاست صاف ہو۔ اسی وجہ سے زکوٰۃ و صدقہ مال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہے۔ کیونکہ ان کے منصب و مرتبہ پاکیزہ کو لوگوں کے میل سے بچانا چاہیئے۔

تیسرا راز :

شکر نعمت ہے کیونکہ مال دنیا اور آخرت میں مسلمان کے لیے راحت کا سبب ہے۔ تو جس طرح نماز روزہ، حج، نعمتِ بدن کا شکر ہے اسی طرح زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ہے تاکہ جب آدمی اپنے آپ کو مال کی بدولت بے پرواہ دیکھے اور دوسرے مسلمان بھائی کو جو اس کی مانند ہے۔ درماندہ اور عاجز پائے تو اپنے دل میں کہے کہ یہ بھی تو میری طرح خدا کا بندہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس سے بے پرواہ کیا۔ اور اسے میرا محتاج کیا تو میں اس کے ساتھ مہربانی و مدارت کروں مبادا یہ میری آزمائش ہو۔ اور اگر خاطر مدارت میں کوتاہی کروں تو البتہ نہ ہو کہ خدا مجھے اس جیسا اور اسے میرے جیسا کر دے تو آدمی کو چاہیئے کہ زکوٰۃ کے یہ اسرار جانے تاکہ اس کی عبادت صورت بے معنی نہ رہے۔

آدابِ زکوٰۃ کا بیان :

جو شخص چاہے کہ میری عبادت زندہ رہے اور بے روح نہ ہو اور دوگنا ثواب ملے اسے چاہیئے کہ سات ادب اپنے اوپر لازم جانے۔

پہلا ادب :

یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے میں جلدی کرے۔ فرض ہونے سے پہلے ہی سال کے اندر اندر دے دیا کرے اس سے تین فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ اس پر عبادت کے شوق کا اثر ظاہر ہو گا۔ کیونکہ فرض ہونے کے بعد دینا بضرورت ہے۔ اگر نہ دے گا تو عذاب میں پڑے گا اس وقت دینا خوف و عذاب و عقوبت کی بنا

پر ہے۔ دوستی اور محبت سے نہیں۔ اور وہ اچھا بندہ نہیں ہوتا۔ جو ڈر سے کام کرے۔ شفقت اور دوستی سے نہ کرے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ جلدی دینے سے فقیروں کا دل خوش ہوگا خلوص دل سے وہ دعائے خیر کریں گے۔ کہ انہیں اچانک خوشی حاصل ہوئی۔ اور فقیروں کی دعا اس کے حق میں سب آفات سے حصار و حفاظت بنے گی۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ زمانے کی آفات سے بے فکر ہو جائے گا کیونکہ تاخیر کرنے میں بہت سی آفات میں شاید کوئی امر مانع پیش آجائے اور وہ اس خیر سے محروم رہ جائے۔ جب آدمی کے دل میں امرِ خیر کی رغبت پیدا ہو تو اُسے غنیمت جانے کہ یہ اس پر خدائی نظر رحمت ہے اور قریب ہے کہ شیطان اس پر حملہ کر دے۔

فَإِنَّ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ۔ بے شک دل مومن کا دو انگلیوں میں ہے خدا کی انگلیوں میں سے

حکایت:

ایک بزرگ کو پاخانہ میں خیال آیا کہ پیراہن فقیر کو دوں۔ فوراً اپنے مرید کو بلایا اور پیراہن اتار دیا۔ مرید نے کہا یا شیخ باہر نکلنے تک کیوں صبر نہ کیا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ میں ڈرا کہ مبادا میرے دل میں اور کچھ آئے جو مجھے اس امر سے باز رکھے۔

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ ایک بار دینا ہو تو محرم کے مہینے میں دے کہ افضل مہینہ ہے۔ اور شروع سال ہے یا رمضان المبارک میں دے کہ دینے کا وقت جتنا افضل ہوگا ثواب بھی اتنا ہی ملے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ جو کچھ آپ کے پاس ہوتا اللہ دیتے۔ اور رمضان شریف میں کوئی چیز نہ رکھتے بالکل خرچ کر ڈالتے۔

تیسرا ادب:

یہ ہے کہ زکوٰۃ چھپا کر دے۔ اعلانیہ نہ دے تاکہ ریا سے دور اخلاص سے نزدیک رہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینا حق تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ ایک بادشاہ عادل دوسرا وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ اے عزیز جان کہ چھپا کر صدقہ دینے کا یہ مرتبہ ہے کہ قیامت کے دن پوشیدہ صدقہ دینے والا بادشاہ عادل کے درجے پہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو صدقہ چھپا کر نہیں دیا جاتا۔ اسے اعمال ظاہری میں لکھتے اور جو چھپا کر دیا جاتا ہے اسے اعمال باطنی میں درج کرتے ہیں۔ صدقہ دے کر کہے کہ میں نے یہ خیرات کی تو اس صدقہ کو اعمال ظاہری اور باطنی دونوں کی فرد سے مٹا دیتے ہیں

اور ریا کی فردیں لکھ لیتے ہیں۔ اسی لیے اگلے بزرگ صدقہ چھپا کر دینے میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی تو اندھا فقیر ڈھونڈ کر چپکے سے اس کے ہاتھ میں صدقہ دیتا اور منہ سے کچھ نہ بولتا تاکہ وہ بھی نہ جانے کہ کس نے دیا۔ اور کوئی فقیروں کی گذرگاہوں پر ڈال دیتا اور کوئی کسی واسطہ سے دیتا اور کوئی سوتے فقیر کے کپڑے میں اس طرح چپکے سے باندھ دیتا کہ وہ جاگنے نہ پائے۔ یہ سب باتیں اس لیے تھیں کہ فقیر بھی نہ جانے اور دل سے پوشیدہ رکھنا تو بہت ضروری جانتے تھے۔ کیونکہ اگر ظاہر کر کے آدمی صدقہ دے تو دل میں ریا پیدا ہوتا ہے اگر بخل ٹوٹتا ہے تو ریا مضبوط ہوتا ہے۔ اور بخل و ریا وغیرہ سب مہلک چیزیں ہیں۔ بخل بچھو اور ریا سانپ کی مانند ہے۔ جو بچھو سے بھی بڑھ کر ہے۔ جب کوئی شخص بچھو سانپ کو کھلائے گا۔ سانپ کی قوت اور بڑھے گی۔ تو ایک مہلک سے چھوٹے گا۔ دوسرے مہلک سخت کے شکنجے میں پھنسے گا اور ان باتوں کا زخم جواب دل پر ہے۔ جب آدمی قبر میں جائے گا تو وہ زخم سانپ بچھو کے زخموں کی مانند ہوگا۔ جیسا کہ عنوانِ مسلمانی میں ہم بیان کر چکے ہیں تو اعلانیہ صدقہ دینے کا نقصان نفع سے زیادہ ہے۔

چوتھا ادب:

یہ ہے کہ اگر ریا کا بالکل اندیشہ نہ ہو۔ اور اپنے دل کو ریا سے بالکل پاک کر چکا ہو۔ اور یہ سمجھے کہ اگر میں اعلانیہ صدقہ دوں گا تو اور لوگوں کو بھی صدقہ دینے کی رغبت پیدا ہوگی۔ اور میری اقتدا کریں گے تو ایسے شخص کو اعلانیہ دینا بہتر ہے اور ایسا آدمی وہ ہوتا ہے جس کے نزدیک تعریف و مذمت یکساں ہو اور تمام کاموں میں خدا کے جاننے پر ہی اکتفا کرتا ہو۔

پانچواں ادب:

یہ ہے کہ احسان جتا کر اور لوگوں کو سنا کر صدقہ کو ضائع نہ کرے حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۃ	نہ ضائع کرو تم لوگ اپنے صدقات کو احسان جتانے اور دل ستانے سے۔

اذیٰ کے معنی فقیر کو آزردہ کرنا ہے۔ اس طرح کہ اس سے ترشرو ہو یا ناک بھوں چڑھائے یا اسے کلمات سخت کہے۔ یا محتاج جان کر اور سوال کرنے سے اسے ذلیل و خوار سمجھا اور نگاہ حقارت سے دیکھا۔ یہ باتیں دو قسم کی جہالت اور حماقت سے ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مال ہاتھ سے دینا ناگوار ہے اس وجہ سے جھنجھلاہٹ میں آ کر سخت کلامی کی۔ اور جیسے ایک درہم دے کر ہزار لینا ناگوار ہو۔ وہ جاہل و نادان ہے۔ کیوں کہ اگر وہ زکوٰۃ دے گا تو جنت اور خدا کی رضامندی حاصل کرے گا۔ اور اپنے آپ کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ اگر ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے تو زکوٰۃ دینا اسے کیوں ناگوار ہے دوسری حماقت یہ ہے کہ اگر مالدار ہونے کی وجہ سے آدمی اپنے آپ

کو فقیر سے اشرف سمجھے اور یہ نہیں جانتا کہ جو اس سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائے گا وہ اس سے افضل ہے اور اس کا درجہ بہت اعلیٰ ہے اور خدا کے نزدیک ایک فخر اور فضیلت فقیر ہی کو ہے دولت مندی کو نہیں اور فقیری کے افضل ہونے کی دنیا میں یہ دلیل اور علامت ہے کہ امیر کو خدا تعالیٰ نے دنیا اور مال کے اشتغال اور اس کے رنج وملال میں مصروف کر رکھا ہے حالانکہ امیر کو ضرورت کے اندازے سے زیادہ دنیا سے کچھ حصہ نہیں اور امیر پر فرض کر دیا ہے کہ بقدر ضرورت فقیر کو دے۔ تو حقیقت میں حق تعالیٰ نے دنیا میں امیر کو فقیر کا بیگاری بنایا ہے۔ اور آخرت میں امیر کے لیے پانچ سو برس جنت کا انتظار خاص کر دیا ہے۔

چھٹا ادب:

یہ ہے کہ احسان نہ جتلائے اور جہالت احسان جتلانے کی اصل اور دل کی صفت ہے احسان جتلانا یہ ہے کہ سمجھے میں نے فقیر کے ساتھ نیکی کی اپنی ملک سے اسے دولت دی کہ فقیر میرا زیر دست رہے۔ جب یہ سمجھا تو یہ چیز اس بات کی علامت ہے کہ یہ امیدوار ہے کہ فقیر میری زیادہ خدمت کرے اور میرے کاموں میں مستعد رہا کرے۔ اور پہلے مجھے سلام کیا کرے۔ غرضیکہ امید رکھتا ہے کہ میری زیادہ عزت کرے۔ اور اگر وہ فقیر اس کے حق میں کچھ کوتاہی کرے تو پہلے سے زیادہ تعجب کرتا ہے اور چاہے تو یہ بھی کہے کہ میں نے اس کے ساتھ یہ نیکی کی یہ جہالت و نادانی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے اس سے دوستی اور نیکی کی۔ کہ اس سے صدقہ قبول کیا۔ اسے آتش دوزخ سے رہائی عطا کی۔ اور اس کے دل کو بخل کی نجاست سے پاک کیا۔ اگر حجام اس امیر کے پچھنے مفت لگاتا ہے تو اس کا احسان جانتا ہے کہ جو خون میرے ہلاک ہونے کا باعث تھا۔ اس نے مجھے اس سے نجات دی۔ اسی طرح اس کے دل میں بخل اور اس کے پاس مال زکوٰۃ بھی اس کی ہلاکت و نجاست کا باعث تھا۔ کہ فقیر کی وجہ سے اس سے طہارت بھی ہوئی۔ نجات بھی ملی تو امیر کو ایک تو اس وجہ سے فقیر کا احسان مند ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "صدقہ پہلے خدا کے دست رحمت پر رکھا جاتا ہے، پھر فقیر کے ہاتھ آتا ہے۔" تو جب صدقہ حق تعالیٰ کو دیا اور فقیر نے نیابتہً لیا تو دینے والے کو چاہیئے کہ فقیر کا احسان مند ہو نہ کہ اس پر احسان جتلائے۔ آدمی جب اسرار زکوٰۃ میں سے ان تین امور کو سوچے گا تو سمجھ لے گا کہ احسان جتلانا نادانی ہے۔ اگلے بزرگوں نے احسان سے پرہیز کرنے میں بڑی کاوش کی ہے۔ اور فقیر کے سامنے عاجزی اور فروتنی سے کھڑے رہتے ہیں اور گذارش کر کے عرض کی ہے کہ مجھ سے یہ قبول فرمائیے اور نذر رکھنے کی طرح فقیر کے سامنے ہاتھ بڑھایا ہے۔ تاکہ فقیر پیسہ روپیہ اوپر سے اٹھالے۔ اور فقیر کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کے نیچے نہ ہو:

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السُّفْلٰی ۔ اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔

تو کس لائق ہے کہ احسان جتلائے اُمّ المومنین حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما جب کسی فقیر کو کچھ بھیجتیں تو لے جانے والے سے فرما دیتیں کہ فقیر جو دعا دے وہ یاد رکھنا کہ ہر دعا کی مکافات میں ہم بھی اس کے لیے دعا کریں تاکہ صدقہ بے عوض و خالص رہے۔ فقیر سے دعا کا لالچ بھی پسند نہ کرتی تھیں کہ دعا اس نظر سے ہوتی ہے کہ دینے والے نے احسان کیا ہے۔ حقیقت میں احسان کرنے والا فقیر ہے کہ تیری اس خدمت کو اس نے قبول کیا۔

ساتواں ادب:

یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو بہت اچھا بہتر اور حلال ہو وہ فقیر کو دے کیونکہ جس مال میں شبہہ ہو وہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پاک ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ میں پاک ہی چیزوں کو قبول فرماتا ہوں:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ	یعنی جو چیز لوگ تمہیں دیں اور تم اسے کراہت سے لو تو اس کو راہ خدا میں کیوں خرچ کرتے ہو۔

اور جس شخص نے اپنے گھر کی چیزوں میں سے بدتر چیز مہمان کے سامنے رکھی۔ اس نے مہمان کی حقارت کی تو یہ کیونکر درست ہوگا کہ بدتر چیز خدا کی راہ میں دے اور اچھی چیز اس کے بندوں کے لیے رکھ چھوڑے اور بُری چیز دینا اس بات پر دلیل ہے کہ خوش دلی سے نہیں دے رہا اور جو صدقہ خوش دلی سے دیا جائے۔ اس کے قبول نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صدقہ کا ایک درہم ہزار درہم پر فضیلت لے جائے اور وہ درہم وہ ہے جو بہتر ہو اور خوش دلی سے دیا جائے۔

زکوٰۃ کے لیے فقیر کے آداب:

اگرچہ ہر مسلمان فقیر کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص آخرت کی تجارت کرے۔ اسے محنت سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔ اور جب زکوٰۃ درست جگہ صرف ہوگی تو اس کا ثواب کئی گنا بڑھ جائے گا۔ تو چاہیئے کہ پانچ صفات میں سے کسی ایک صفت کا آدمی ڈھونڈے۔ پہلی صفت یہ ہے کہ متقی پرہیزگار ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

أَطْعِمُوا طَعَامَكُمُ الْأَتْقِيَاءَ ؕ	یعنی پرہیزگاروں کو اپنا کھانا کھلاؤ۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کچھ لیتے ہیں اسے خدا کی بندگی میں اپنا مددگار بناتے ہیں۔ دینے والا ان کی عبادت میں شریک رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے عبادت میں اس عابد کی مدد کی ہے۔

حکایت:

ایک امیر ہمیشہ صوفیوں ہی کو صدقہ دیتا اور کہا کرتا تاکہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کا مقصد نہیں رکھتے اگر ان کو کچھ حاجت اور ضرورت ہوتی ہے تو ان کا دھیان بٹ جاتا ہے اور میں ایسے دل کو خدا تعالیٰ کی جناب میں لے جانا ان لوگوں کے ساتھ مراعات کرنے سے بہتر جانتا ہوں جن کا مقصد دنیا ہو۔ یہ حال جب خواجہ جنید قدس سرہ سے لوگوں نے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے دوستوں میں سے ہے یہ شخص پہلے بقال تھا۔ پھر مفلس ہو گیا۔ کیونکہ فقیر جو کچھ اس سے خریدتے اس کی قیمت نہ لیتا تھا۔ حضرت جنید قدس سرہ نے پھر دکان رکھنے کے لیے تھوڑا سا مال اسے دے دیا اور فرمایا کہ تیرے جیسے آدمی کو تجارت میں کبھی نقصان نہ ہو گا۔ دوسری صفت یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والا طالب علم ہو کہ اگر صدقہ دیں گے تو علم حاصل کرنے کی فرصت پائے گا۔ اور دینے والا علم کے ثواب میں شریک ہو گا۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شخص اپنی غریبی اور فقیری کو چھپائے ہو اور شان و شوکت سے بسر کرتا ہو۔ وہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ	گمان کرتے ہیں انہیں ناواقف لوگ غنی گداگری سے بچنے کی وجہ سے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی مفلسی پر تحمل و شوکت کا نقاب ڈالا ہے ایسا نہ چاہیئے کہ ان لوگوں کو چھوڑ کر پیشہ ور فقیروں کو دے۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ عیالدار یا بیمار ہو۔ کیوں کہ جس کسی کو جس قدر حاجت اور رنج و مصیبت زیادہ ہو گی۔ اسی قدر اُسے آرام پہنچانے کا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ پانچویں صفت یہ ہے کہ قرابت والے ہوں کہ انہیں دینا بھی خیرات ہے اور ادائے حقِ قرابت بھی اور جو کوئی خدا کی محبت میں کسی سے رشتہ و تعلق رکھتا ہو۔ وہ بھی قرابت داروں کے درجہ میں ہے جس کسی میں یہ صفات سب کی سب یا اکثر پائی جائیں وہ بہتر ہے جب ایسے لوگوں کو دے گا تو ان کی دعا و ہمت دینے والے کے حق میں قلعہ بن جائے گی۔ یہ نفع اس نفع کے علاوہ ہے کہ بخل کو اپنے دل سے دور کر دیا۔ اور شکر نعمت بجا لایا اور زکوٰۃ سادات کو نہ دے کہ یہ مال لوگوں کے مال کی میل ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو دینے کے لائق نہیں اور کفار کو بھی نہ دے کیونکہ یہ مال کفار کو دینا بُری اور افسوس کی بات ہے۔

زکوٰۃ لینے والے کے آداب:

زکوٰۃ لینے والے کو چاہیئے کہ پانچ چیزوں کی رعایت کرے۔ ایک یہ سمجھے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو محتاج پیدا کیا اس بنا پر اور بندوں کو کثرت سے مال عطا کیا اس نے جس پر بہت مہربانی فرمائی ایسے دنیا اور دنیا کے مال کے بکھیڑوں سے محفوظ رکھا نیز دنیا کے حاصل کرنے کا بوجھ اور مال کی نگہبانی کا رنج و وبال

امیر لوگوں پر ڈالا اور انہیں حکم دیا کہ ہمارے ان بندوں کو جو بہت معزز و ممتاز ہیں بقدر حاجت دیا کریں۔ تاکہ وہ لوگ دنیا کے بار سے نجات پاکر دلجمعی سے عبادت کیا کریں اور جب حاجت کے باعث پراگندہ ہمت اور پریشان خاطر ہوں تو امیروں کے ہاتھ سے انہیں بقدر حاجت پہنچ جایا کرے۔ تاکہ ان کی دعا اور ہمت کی برکت سے امیروں کے اعمال کا کفارہ ہو جائے تو فقیر جو کچھ لیتا ہے اس نیت سے لے کر اپنی حاجت میں خرچ کرے۔ تاکہ عبادت میں فراغت حاصل ہو۔ اور اس نعمت الٰہی کی قدر پہچانے کہ امیروں کو اس کا بیگاری اس لیے بنا دیا ہے کہ وہ عبادت میں مصروف رہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے جن خاص خاص غلاموں کو چاہتے ہیں کہ ہماری خدمت و حضوری سے غیر حاضر نہ ہوں ان کو دنیا کمانے میں مشغول ہونے کے لیے رخصت نہیں دیتے اور ان دہقانوں اور بازاریوں کو جو خدمت خاص کے لائق نہیں۔ ان غلاموں کا بیگاری بناتے ہیں ان سے محصول خراج لے کر غلامانِ خاص کا یومیہ مقرر فرماتے ہیں جس طرح بادشاہ کو سب سے اپنے خواص کی خدمت لینا مقصود ہے اسی طرح حق تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ تمام مخلوق اس کی بندگی کرے۔ اسی لیے فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ — میں نے جن و انس پیدا نہیں کیے مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔ ۱۲

تو فقیر کو چاہیئے کہ جو کچھ لے اسی نیت سے لے اسی لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینے والا لینے والے سے افضل نہیں اگر وہ حاجت کے لیے لے اور یہ لینے والا وہ شخص ہے جس کی یہ نیت ہو کہ لینے سے مجھے عبادت میں فراغت ہو۔

دوسرا یہ کہ جو کچھ لیتا ہے یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ سے لیتا ہے اور امراء کو حکم الٰہی کا مطیع جانے کیونکہ ایک مؤکل اس کے ساتھ لگا دیا ہے تاکہ وہ اسے دے اور اس کا مؤکل ایمان ہے۔ اسی کو دیتا ہے اس طرح کہ اس کی نجات و سعادت خیرات سے وابستہ ہے۔ اگر یہ مؤکل نہ ہوتا تو امیر ایک دانہ بھی کسی کو نہ دیتا تو فقیر پر اس کا احسان ہے۔ جس نے امیر کے ساتھ ایک مؤکل لگا دیا ہے۔ جب لینے والا یہ سمجھا کہ امیر کا ہاتھ واسطہ اور مطیع ہے۔ تو چاہیئے کہ اس وساطت کا خیال کرے اس کا شکر ادا کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

فان من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ — تو بے شک جس نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

اور اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ بندوں کے کاموں کا خالق ہے مگر اس کی یہ بندہ نوازی ہے کہ ان کی تعریف فرماتا اور ان کا شکریہ بجا لاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهٗ أَوَّابٌ — کیا اچھا بندہ ہے بے شک وہ بہت رجوع

کرنے والا ہے

اور فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا — بے شک وہ راستباز نبی تھا۔

اور ایسی آیات اور یہ اس لیے ہے کہ خدا تعالیٰ جسے واسطۂ خیر بناتا ہے اسے معزز کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا:

طوبى لمن خلقته للخير ويسّرت الخير على يديه — خوشی ہے اس کے لیے جسے میں نے نیکی کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ میں نے نیکی آسان کر دی۔

تو جن کو اس نے معزز کیا ان کی قدر پہچاننا ضروری ہے۔ شکر کے یہی معنی ہیں اور فقیر کو چاہیئے کہ دینے والے کے حق میں یہ دعا کرے۔

طهر الله قلبك فى قلوب الابرار وزكّى عملك فى عمل الاخيار وصلى على روحك فى روح الشهداء — نیکوں کے دلوں میں اللہ تیرے دل کو بھی نیک کرے اور پاک لوگوں کے کاموں میں اللہ تیرا عمل بھی پاک کرے اور شہداء کی روحوں میں اللہ تیری روح پر بھی رحمت نازل کرے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر نہ ہو سکے تو اس کے حق میں اتنی دعا کرو کہ جان لو کہ اس کی بھلائی کا عوض پورا ہو گیا۔ اور جس طرح دینے والے کے لیے یہ بات شرط ہے کہ جو کچھ دے اگرچہ زیادہ ہو اسے حقیر جانے اور اس کی کچھ قدر نہ سمجھے اسی طرح لینے والے کا کمال شکر یہ ہے کہ صدقہ کا عیب پوشیدہ رکھے اور تھوڑی چیز کو تھوڑا نہ جانے اور حقیر نہ سمجھے۔

تیسرے یہ کہ جو مال حلال نہ ہو وہ نہ لے۔ ظالم اور سود خور کے مال سے کچھ نہ لے۔ چوتھے یہ کہ جس قدر ضرورت ہو اسی قدر لے۔ اگر سفر کی ضرورت سے لیتا ہے تو زادِ راہ اور کرایہ کے اندازے سے زیادہ نہ لے۔ اگر ادائے قرض کے لیے لیتا ہے تو قرض سے زیادہ نہ لے۔ اگر عیال و اطفال کی کفالت کے لیے دس درہم کافی ہوں تو گیارہ نہ لے کہ وہ ایک درم جو ضرورت سے زیادہ ہے اس کا لینا حرام ہے۔ اور اگر گھر میں کچھ سامان یا کپڑا وغیرہ صرف زیادہ ہو تو چاہیئے کہ زکوٰۃ نہ لے۔

پانچویں یہ کہ اگر زکوٰۃ دینے والا عالم نہ ہو تو اس سے پوچھے کہ یہ جو تو دیتا ہے مساکین کا حصہ ہے یا مثلاً قرضدار کا۔ اگر لینے والا اسی نوعیت کا ہے جس نوعیت والے کا وہ حصہ دیا جاتا ہے اور دینے والا اسے زکوٰۃ کا

آٹھواں حصہ دیتا ہے۔ جو نہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں سب ایک آدمی کو نہ دینا چاہیئے۔

صدقہ اور زکوٰۃ کی فضیلت:

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ دیا کرو۔ اگرچہ آدھا خرما ہو۔ کیونکہ وہ فقیر کو زندہ رکھتا اور گناہ کو یوں مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ اور فرمایا ہے کہ دوزخ سے بچو اگرچہ آدھے ہی خرمے کی بدولت ہو۔ اگرچہ یہ بھی نہ ہو سکے تو میٹھی بات ہی سہی اور فرمایا جو مسلمان اپنے مال حلال سے صدقہ دیتا ہے۔ اسے حق تعالیٰ اپنے دست شفقت و لطف سے اس طرح پرورش فرماتا ہے۔ جیسے تم اپنے چارپایوں کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ چند خرمے کوہِ اُحد کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ جب تک خلائق کا حساب ہو کہ حکم صادر ہو اور فرمایا ہے۔ صدقہ شر کے دروازوں میں سے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا جو صدقہ تندرستی میں دیا جائے۔ جب زندگی کی امید ہو اور افلاس کا ڈر ہو۔ یہ نہیں کہ صبر کرتا رہے جب حلقوم میں دم آ جائے تو کہے کہ یہ چیز فلاں کو دینا یہ فلاں کو۔ کیونکہ رب وہ کہے خواہ نہ کہے وہ چیزیں تو فلاں فلاں کی خواہ مخواہ ہو ہی جائیں گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص اپنے دروازے سے سائل کو محروم پھیرتا ہے سات دن تک اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دو کام اوروں پر نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ اپنے ہی ہاتھ سے کرتے تھے فقیر کو صدقہ اپنے ہی دستِ مبارک سے دیتے۔ اور رات کو وضو کے لیے پانی برتن میں خود رکھتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا ہے جو شخص مسلمان کو کپڑا پہنائے گا۔ جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا دینے والا خدا کی حفاظت میں رہے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پچاس ہزار درہم صدقہ دیے اور اپنے پیراہن میں پیوند لگائے رکھے۔ اور نیا پیراہن اپنے لیے نہ سلوایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے ستر برس عبادت کی۔ اس سے اتنا بڑا ایک گناہ سرزد ہوا کہ وہ سب عبادت برباد اور رائیگاں ہو گئی۔ وہ ایک فقیر کی طرف سے گزرا اور اسے ایک روٹی دی۔ تو حق تعالیٰ نے اس کا وہ گناہ عظیم بخش دیا اور ستر برس کی عبادت اسے واپس کر دی۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی۔ کہ بیٹا تجھ سے جب کوئی گناہ سرزد ہو تو صدقہ دینا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بہت مقدار میں شکر صدقہ دیتے اور فرماتے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ	تم لوگ ہرگز نیکی کے مقام کو نہ پا سکو گے جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے۔

اور حق تعالیٰ جانتا ہے کہ میں شکر کو پسند کرتا ہوں۔ حضرت شعبیؒ نے فرمایا ہے جو کوئی اپنے آپ صدقہ کے ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ جانے۔ جتنا فقیر اس کا محتاج جانتا ہے۔ تو اس شخص کا صدقہ قبول نہیں ہوتا حضرت حسن بصری نے ایک بردہ فروش کے پاس ایک خوبصورت لونڈی دیکھی پوچھا اسے دو درہم سے بیچتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے کہا بھئی خدا تعالیٰ تو حور عین دو حبہ سے بیچتا ہے۔ حالانکہ وہ اس لونڈی سے نہایت خوبصورت ہے۔ یعنی صدقہ کے عوض عنایت فرما دیتا ہے۔

چھٹی اصل روزہ کا بیان

اے عزیز جان کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن روزہ ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک دیتا ہوں۔ مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے۔ اس کی جزا خود میں دیتا ہوں اور فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ط — سوائے اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب دیا جائے گا۔

یعنی جو لوگ خواہشات کو روکتے ہیں ان کی مزدوری حساب میں نہیں آتی اور نہ اندازہ میں سماتی بلکہ حد سے زیادہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اور روزہ نصف صبر ہے اور فرمایا روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے کھانا پینا اور جماع میرے لیے چھوڑ دیا۔ میں ہی اس کی جزا دے سکتا ہوں۔ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ دار کا سونا عبادت۔ سانس لینا تسبیح اور دعا بہترین اجابت ہے اور فرمایا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو قید کر دیتے ہیں اور منادی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر جلد آ کہ تیرا وقت ہے اور اے طالب شر ٹھہر جا کہ تیری جگہ نہیں اور روزہ کی بڑی شان ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ۔ — روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

اگرچہ سب عبادتیں اسی معبودِ حق کے لیے ہیں لیکن یہ تخصیص ایسی ہے۔ جیسے بیت اللہ شریف کو اپنا گھر فرمایا گو تمام عالم اسی کی ملک ہے اور روزہ کی دو خاصیتیں ہیں جن کے باعث جناب صمدیت کی طرف منسوب ہونے

کے لائق ہوا۔ ایک یہ کہ اس کی حقیقت ترک شہوات ہے اور یہ باطنی امر ہے لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے ریا کو اس میں کچھ دخل نہیں دوسرے یہ کہ ابلیس خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اور شہوات ابلیس کا لشکر اور روزہ اس کے لشکر کو شکست دیتا ہے۔ کیونکہ روزہ کی حقیقت ترک شہوات ہے اسی لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان آدمی کے باطن میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے خون بدن میں رواں ہے شیطان کی راہ بھوک سے تنگ کرو اور یہ بھی فرمایا ہے؛

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ۔ روزہ ڈھال ہے۔

یعنی روزہ سپر ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے۔ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کس چیز سے فرمایا بھوک سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ عبادت کا دروازہ ہے یہ سب فضیلتیں اسی وجہ سے ہیں کہ خواہشات عبادات سے مانع ہیں۔ اور سیر ہو کر کھانا خواہش کی مدد ہے اور بھوک خواہشوں کو مار دیتی ہے۔

روزہ کے فرائض؛

روزہ میں دس چیزیں فرض ہیں۔

پہلا رمضان کا چاند ڈھونڈھے کہ انتیس کا ہے یا تیس کا اس بارے میں ایک شاہد عادل کے قول پر اعتماد کرنا درست ہے اور عید کے چاند کے لیے دو گواہ سے کم درست نہیں جو کسی ایسے معتمد شخص سے رمضان کا چاند ہونا سنے جسے وہ سچا جانتا ہو تو اس پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ گو قاضی اس کے قول پر حکم نہ کرے اگر کسی شہر میں چاند دیکھا گیا۔ جو سولہ کوس ایک بستی سے دور ہے تو اس بستی والوں پر روزہ فرض نہ ہوگا۔ اور اگر سولہ کوس سے مسافت کم ہے تو ہوگا۔

دوسرا فرض نیت ہے چاہیئے کہ ہر شب نیت کیا کرے اور یاد رکھے کہ یہ روزہ رمضان کا ہے۔ اور فرض اور ادا ہے۔ جو مسلمان یہ بات یاد رکھے گا۔ اس کا دل نیت سے خالی نہ رہے گا۔ اگر شک کی رات کو یوں نیت کی کہ اگر کل رمضان ہے تو میں روزہ دار ہوں تو نیت درست نہیں۔ اگرچہ رمضان ہو۔ یہاں تک کہ ایک معتمد کے قول سے شک دور ہو جائے اور رمضان کی اخیر رات میں یہ نیت درست ہے۔ اگرچہ شک ہو۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ ابھی رمضان باقی ہے اور جب کوئی شخص اندھیری جگہ میں بند ہو۔ خیال اور سوچ کر کے وقت تجویز کرے۔ اور اسی اعتماد پر نیت کرے تو درست ہے۔ اگر رات کو نیت کر چکا اس کے ساتھ کوئی چیز کھالے تو نیت باطل نہ ہوگی بلکہ عورت اگر یہ سمجھے کہ حیض بند ہو جائے گا اور نیت کر لی۔ اور حیض بند ہو گیا تو روزہ درست ہے۔

تیسرا فرض یہ ہے کہ باہر سے کوئی چیز عمداً اپنے اندر نہ لے جائے۔ فصد لینا۔ پچھنے لگوانا۔ سرمہ لگانا سلائی

کان میں ڈالنا روئی سوراخ ذکر میں رکھنا اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ باطن سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے ٹھہرنے کی جگہ ہو۔ جیسے دماغ، پیٹ، معدہ، مثانہ اور اگر بلا قصد کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے جیسے مکھی غبار یا کلی کا پانی حلق میں پہنچے تو روزہ میں نقصان نہیں مگر یہ کہ کلی میں مبالغہ کیا اور پانی حلق سے لے لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور بھولے سے اگر کچھ کھا لیا تو کچھ قباحت نہیں لیکن اگر صبح و شام کے گمان سے کوئی چیز کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح کے بعد یا غروب آفتاب سے پہلے کھائی تھی تو روزہ قضا کرے۔

چوتھا فرض یہ ہے کہ جماع نہ کرے۔ اگر اس قدر قربت کی کہ غسل واجب ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر روزہ یاد نہ تھا تو نہ ٹوٹے گا۔ اگر رات کو صحبت کی اور صبح کے بعد نہایا تو روزہ درست ہے۔

پانچواں فرض یہ ہے کہ کسی طریقہ سے منی نکالنے کا ارادہ نہ کرے۔ اگر اپنی بیوی سے قربت یعنی مساس بوس و کنار وغیرہ کیا، جماع نہ کیا اور خود جوان ہے اور انزال کا اندیشہ ہے اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

چھٹا فرض یہ ہے کہ عمداً قے نہ کرے بے اختیاری سے ہو تو روزہ باطل نہ ہوگا۔ اور اگر زکام یا اور کسی وجہ سے بلغم کو کھنکھار کے تھوک دیا تو کچھ قباحت نہیں۔ کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے اور اگر منہ میں آنے کے بعد پھر نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ کی سنتیں:

روزہ کی سنتیں چھ ہیں۔ ۱۔ سحری دیر سے کھانا۔ ۲۔ کھجور یا پانی سے جلد افطار کرنا۔ ۳۔ زوال[۵] کے بعد مسواک نہ کرنا۔ ۴۔ فقیر کو کھانا کھلانا۔ ۵۔ قرآن بہت پڑھنا۔ ۶۔ مسجد میں اعتکاف کرنا۔ خصوصاً عشرہ آخر میں جس میں قدر ہوتی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس عشرہ میں آرام اور نیند ترک کر کے عبادت پہ کمر باندھ لیتے آپ اور آپ کے اہل خانہ عبادت سے ایک دم غافل نہ ہوتے شب قدر اکیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں رات ہے اکثر ستائیسویں کی ہوتی ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ اس عشرہ میں مسلسل اعتکاف کرے۔ اگر نذر کا ہے تو لازم ہوگا۔ اعتکاف میں پائخانہ پیشاب کے سوا اور کسی کام کے لیے مسجد سے نہ نکلے اور جتنی دیر وضو میں صرف ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ گھر میں نہ ٹھہرے۔ اور اگر نماز جنازہ یا عیادت مریض یا گواہی یا تجدید طہارت کے لیے نکلے گا۔ تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا مسجد میں ہاتھ دھونا کھانا سونا جانا درست ہے جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو اعتکاف کی تازہ نیت کرے۔

---

۵ احناف کے نزدیک بعد زوال بھی مسواک کرنا جائز اور کار ثواب ہے۔ مسواک نہ کرنا شافعیوں کا مسلک ہے۔ مترجم غفرلہ

روزہ کی فضیلت:

اے عزیز جان کہ روزہ کے تین درجے ہیں۔ ایک عوام کا روزہ دوسرے خواص کا روزہ تیسرے خاص الخواص کا۔ عوام کا روزہ وہ ہے جس کا بیان ہو چکا۔ کھانے پینے جماع کرنے سے باز رہنا اس کا انتہائی مرتبہ ہے اور یہ روزے کا ادنیٰ درجہ ہے خاص الخواص کا روزہ اعلیٰ ترین درجہ ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے دل کو ماسوائے اللہ کے خطرے سے بچائے اور اپنے آپ کو بالکل خدا کے سپرد کر دے اور جو چیز اللہ کے سوا ہے اس سے ظاہراً، باطناً روزہ رکھے۔ اور الگ رہے۔ جب کلام الٰہی اور اس کے متعلقات کے سوا دوسری بات کا خیال کرے گا۔ تو وہ روزہ کھل جائے گا اور غرض دنیوی کا خیال کرنا اگرچہ مباح ہے۔ لیکن اس روزہ کو باطل کر دیتا ہے۔ مگر وہ دنیا جو دین میں مددگار ہو فی الحقیقت دنیا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ علماء نے کہا ہے کہ آدمی دن کو اگر افطاری کی تدبیر کرے تو اس کے نام پر گناہ لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ رزق کے بارے میں جو حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس شخص کو اس کا یقین نہیں۔ یہ مرتبہ انبیاء اور صدیقوں کا ہے۔ ہر ایک اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواص کا روزہ یہ ہے کہ آدمی فقط کھانا پینا جماع کرنا نہ چھوڑ دے بلکہ اپنے تمام جوارح کو حرکات ناشائستہ سے بچائے اور یہ روزہ چھ چیزوں سے پورا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آنکھ کو ایسی چیزوں سے بچائے جو خدا کی طرف سے دل کو پھیرتی ہیں۔ خصوصاً ایسی چیز کی طرف نظر نہ کرے جس میں شہوت پیدا ہوتی ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے۔ جو شخص خوف خدا کے تحت اس سے بچے گا۔ اسے ایمان کا ایسا خلعت عطا فرمائیں گے جس کی حلاوت اپنے دل میں پائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا۔ ہے کہ پانچ چیزیں روزہ کو توڑ ڈالتی ہیں۔ ۱۔ جھوٹ ۲۔ غیبت ۳۔ سخن چینی ۴۔ جھوٹی قسم کھانا ۵۔ شہوت سے کسی کی طرف نظر کرنا۔ دوسری چیز جس سے روزہ پورا ہوتا ہے یہ ہے کہ بیہودہ گوئی اور بے فائدہ بات سے زبان کو بچائے۔ ذکر الٰہی یا تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہے یا خاموش رہے۔ بحث اور جھگڑا بیہودہ گوئی میں داخل ہے لیکن غیبت اور جھوٹ بعض علماء کے مذہب میں روزۂ عوام کو بھی باطل کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور پیاس کے مارے ہلاکت کے قریب ہو گئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ توڑنے کی اجازت چاہی آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا کہ اس میں قے کر دیں ہر ایک کے حلق سے خون کے ٹکڑے نکلے لوگ اس ماجرے سے حیران ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے ان چیزوں سے جو خدا نے حلال کی ہیں روزہ رکھا اور جو اس نے حرام کی ہیں اس سے توڑ ڈالا۔ یعنی کسی کی غیبت کی ہے۔ اور یہ خون آدمیوں کا گوشت ہے جو انہوں نے کھایا۔ تیسرے یہ کہ

کان سے بری بات نہ سنے کیونکہ جو بات کہنا نہ چاہیے وہ سننا بھی نہ چاہیے۔ غیبت اور جھوٹ کا سننے والا بھی کہنے والے کے گناہ میں شریک ہے۔ چوتھے یہ کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کو ناشائستہ حرکتوں سے بچائے جو روزہ دار ایسے برے کام کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار ہونے سے تو پرہیز کرے لیکن زہر کھائے کیونکہ گناہ زہر ہے اور طعام غذا ہے۔ مگر زیادہ کھانے میں نقصان ہے۔ ہاں اصل غذا مضر نہیں اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنھیں بھوک اور پیاس کے سوا روزہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پانچویں یہ کہ افطار کے وقت حرام اور شبہ کی چیز نہ کھائے۔ نیز حلال خالص بھی بہت نہ کھائے اس لیے کہ رات کو دن کا حصہ بھی جب کھائے گا تو کیا فائدہ۔ روزے سے مقصود تو خواہشات کا توڑنا ہے۔ اور دوبارہ کا کھانا ایک ہی بار کھا لینا خواہش میں اضافہ کرتا ہے خصوصاً جب طرح طرح کا کھانا ہو اور جب تک معدہ خالی نہ رہے گا دل صاف نہ ہو گا۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ دن میں زیادہ نہ سوئے جاگتا رہے تاکہ بھوک اور ضعف کا اثر محسوس کرے۔ جب رات کو تھوڑا کھانا کھا کے جلدی نہ سو جائے گا۔ تہجد کی نماز نہ پڑھ سکے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھرا ہوا برتن معدہ سے بدتر نہیں ہے چھٹے یہ کہ افطار کے بعد اس کا دل اس خیال میں رہے کہ نہ معلوم روزہ قبول ہوا یا نہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے دن ایک قوم کے پاس سے گزرے وہ ہنس کھیل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کو گویا ایک میدان بنایا ہے۔ تاکہ اس کے بندے طاعت و عبادت میں پیش قدمی اور اضافہ کریں۔ ایک گروہ سبقت لے گیا اور ایک گروہ پیچھے رہ گیا۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو ہنستے ہیں اور اپنی حقیقت حال نہیں جانتے قسم خدا کی اگر پردہ اٹھ جائے۔ اور حال کھل جائے تو جن کی عبادت مقبول ہے وہ خوشی میں اور جن کی عبادت نامقبول ہے۔ وہ رنج میں مشغول ہو جائیں۔ اور کوئی ہنسی کھیل میں مصروف نہ ہو۔

اے عزیز ان سب باتوں سے تو نے یہ پہچانا کہ جو شخص روزے میں فقط نہ کھانے پینے پر اکتفا کرے اس کا روزہ ایک صورت بے روح ہے۔ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو فرشتوں کی مانند بنائے کہ فرشتوں کو ہرگز خواہش نہیں ہوتی۔ اور چارپایوں کی خواہش غالب ہے۔ اسی لیے وہ ملائک سے دور ہیں۔ اور جس آدمی پر خواہش غالب ہو۔ وہ بھی چارپایوں کے مرتبہ میں ہے۔ جب اس کی خواہش مغلوب ہوگئی تو اس نے فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لی اسی وجہ سے آدمی صفت میں ملائکہ کے قریب ہے۔ مکان میں نہیں اور فرشتے حق تعالیٰ کے نزدیک ہیں۔ تو وہ آدمی بھی حق تعالیٰ کا مقرب ہو جائے گا۔ جب مغرب کی نماز کے بعد اہتمام کرے گا۔ اور جو جی چاہے پیٹ بھر کے کھائے گا۔ تو اس کی خواہش اور زیادہ قوی ہو جائے گی

ضعیف نہ ہوگی۔ اور روزے کی روح حاصل نہ ہوگی۔

قضا، کفارہ، امساک اور فدیہ کا بیان:

اے عزیز جان کہ رمضان میں روزہ توڑ ڈالنے سے قضا اور کفارہ، اور فدیہ لازم آتا ہے۔ لیکن ہر ایک کا مقام علیحدہ ہے۔ جو مکلف مسلمان کسی عذر سے یا بے عذر رمضان میں روزے نہ رکھے۔ اس پر قضا لازم ہے۔ اسی طرح حائض، مسافر، بیمار اور حاملہ اور مرتد پر بھی قضا واجب ہے۔ لیکن دیوانہ اور نابالغ لڑکے پر قضا واجب نہیں۔ اور کفارہ سوا اس عورت کے کہ روزہ دار جماع کرے یا اپنے اختیار سے منی نکالنے اور کسی صورت میں واجب نہیں۔ اور کفارہ یہ ہے کہ ایک لونڈی غلام آزاد کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو مہینے برابر روزے رکھے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مُد اناج ساٹھ مسکینوں کو دے۔ اور مُد ایک تہائی کم ایک سیر ہوتا ہے۔

امساک یعنی باقی دن بھر کھانے پینے جماع سے باز رہنا۔ اس شخص پر واجب ہے جو بے عذر روزہ کھول ڈالے۔ اور حائض اگر دن کو پاک ہو جائے اور مسافر دن کے وقت مقیم ہو جائے اور بیمار اگر دن کو اچھا ہو جائے تو ان پر کسی پر امساک واجب نہیں۔ اگر شک والے دن ایک آدمی نے خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو جو کوئی کھانا کھا چکا ہے اس پر لازم ہے کہ روزہ داروں کی طرح شام تک کچھ نہ کھائے پیئے۔ اور جو روزہ دار سفر کو جائے اسے روزہ کھول نہ ڈالنا چاہیئے۔ اور اگر روزہ نہ کھولا اور دن کو کسی شہر میں جا پہنچا تو بھی روزہ نہ کھولنا چاہیئے اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے سے رکھنا اولیٰ ہے۔ مگر جب طاقت نہ رہے تو فدیہ دے۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مُد اناج فقیر کو دے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت نے بچہ ہلاک ہو جانے کے خوف سے اگر روزہ کھول ڈالا تو اسے قضا کے ساتھ فدیہ دینا بھی واجب ہے۔ اس بیمار پر فدیہ واجب نہ ہوگا۔ جس نے اپنی ہلاکت کے اندیشے سے افطار کیا ہو۔ اور شیخ فانی جو ضعف کے باعث روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس پر قضا کے عوض فدیہ واجب ہے اگر کسی نے قضائے رمضان میں یہاں تک تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آگیا تو اس پر روزے کے عوض قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے۔

فصل:

سال بھر میں جو دن متبرک و افضل ہیں ان میں روزہ رکھنا سنت ہے۔ جیسے عرفہ کا دن، عاشورہ کا دن۔ ذوالحج کے پہلے نو دن یعنی پہلی تاریخ سے نو تاریخ تک اور محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور رجب و شعبان۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے بعد ماہ محرم کا روزہ سب روزوں سے افضل ہے۔ اور پورا محرم روزے رکھنا

لے یہ مسئلہ بھی شافعیوں کے نزدیک ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی صرف قضا واجب ہے۔ مترجم عفرلہ۔

سنت ہے اور پہلے عشرہ میں روزہ رکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماہ محرم کا ایک روزہ اور مہینوں کے بیس روزوں سے بہتر ہے۔ اور رمضان کا ایک روزہ ماہ حرام کے بیس روزوں سے افضل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ماہ حرام میں جمعرات، جمعہ، ہفتہ کو روزہ رکھتا ہے۔ اس کے لیے سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ چار مہینے عزت والے ہیں محرم۔ رجب۔ ذوالعقد اور ذوالحجہ اور اس میں ذوالحجہ افضل ہے۔ کیوں کہ یہ حج کا مہینہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا کے نزدیک کسی وقت کی عبادت ذوالحجہ کے عشرہ اول کی عبادت ذوالحجہ کے عشرہ اول کی عبادت سے زیادہ محبوب اور پیاری نہیں ہے۔ اس میں ایک دن کا روزہ ایک برس کے روزہ کی مثل ہے۔ اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کی مانند ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا جہاد میں اتنی فضیلت نہیں آپ نے فرمایا جہاد میں بھی نہیں، مگر جس شخص کا گھوڑا مارا جائے اور اس کا خون بھی جہاد میں گرایا جائے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر مکروہ ہے کہ رجب کا پورا مہینہ روزے رکھیں تاکہ وہ رمضان کے ساتھ مشابہہ نہ ہو جائے اس وجہ سے ایک دن یا ایک سے زیادہ دن روزے نہ رکھے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب شعبان نصف کو پہنچ جائے تو رمضان تک روزہ نہیں ہے۔ اور آخر شعبان میں افطار کرنا بہتر ہے کہ رمضان اس سے الگ رہے۔ اور آخر شعبان میں رمضان کے استقبال کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ مگر قصد استقبال کے سوا اور کوئی نیت ہو۔ اور مہینے میں ایام بیض کے روزے افضل ہیں۔ اور ہفتہ میں پیر جمعرات جمعہ کے پورا سال لگاتار روزے رکھنا سب روزوں کو شامل ہے۔ لیکن سال بھر میں پانچ دن افطار کرنا ضروری ہے عید الفطر اور عید الاضحی اور ایام تشریق کے تین دن یعنی ذوالحجہ کی گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخ اور چاہیئے کہ اپنے دیر افطار کی ممانعت نہ کرے کہ یہ امر مکروہ ہے۔ اور جو شخص صوم دہر یعنی سال بھر کے روزے نہیں رکھتا وہ ایک دن روزہ رکھے۔ ایک دن افطار کرے۔ یہ صوم داؤد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یونہی روزہ رکھتے تھے۔ اس کی بڑی فضیلت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص نے جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات سے روزے کا بہتر طریقہ پوچھا۔ آپ نے یہی طریقہ صوم داؤدؑ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کی میں اس سے بھی بہتر چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے اور اس سے کمتر یہ ہے کہ جمعرات اور دوشنبہ کے دن روزہ رکھے۔ یہاں تک ماہ رمضان کے نزدیک ہو جائے۔ سال کی ایک تہائی سے اور جب کوئی شخص روزہ کی حقیقت پہچان لے کہ اس سے خواہشات توڑنا اور دل کا صاف کرنا مقصود ہے۔ تو چاہیئے کہ اپنے دل کی حفاظت کرے اس صورت میں کبھی افطار بہتر ہوگا۔ اور کبھی روزہ اسی وجہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہاں تک روزے رکھتے کہ لوگ سمجھتے کبھی افطار نہ فرمائیں گے۔ اور کبھی یہاں تک افطار

کرنے کہ لوگ سمجھتے اب کبھی روزہ نہ رکھیں گے آپ کے روزہ رکھنے کی کوئی ترتیب مقرر نہ تھی اور علماء نے چار دن سے زیادہ برابر افطار کرنا مکروہ جانا ہے اور اس کراہت کو بقرعید اور ایام تشریق سے لیا ہے کہ چار ہی دن ہیں اسی لیے کہ ہمیشہ روزہ نہ رکھنے میں یہ اندیشہ ہے کہ دل سیاہ اور غفلت غالب کر دے اور دل کی آگاہی کمزور پڑ جائے۔

ساتویں اصل حج کا بیان

اے عزیز جان کہ حج ارکانِ اسلام میں سے ہے اور یہ عبادت عمر بھر میں ایک بار فرض ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے حج نہ کیا اور مر گیا اس سے کہہ دو کہ یہودی مرے خواہ نصرانی مرے اور یہ بھی فرمایا ہے جو شخص حج کرے۔ اس کے ساتھ گناہ و بیہودہ باتوں سے بچے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ بہت گناہ ایسے ہیں کہ عرفات میں کھڑے ہونے کے سوا اور کوئی چیز ان کا کفارہ نہیں ہو سکتی۔ اور فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کبھی خوار و ذلیل اور زرد رو نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس دن حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت بے نہایت نازل فرماتا اور بے انتہا گناہ کبیرہ معاف کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو کوئی حج کی فکر میں گھر سے نکلے اور راہ میں مر جائے اس کے لیے قیامت تک ایک حج اور ایک عمرہ ہر سال لکھا جاتا ہے۔ اور جو کوئی کعبہ شریف یا مدینہ شریف میں پہنچ کر مرے وہ قیامت کے دن حساب کتاب سے پاک ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایک حج مبرور (مقبول) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ بہشت کے سوا اور کوئی چیز اس کی جزا نہیں۔ اور فرمایا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ آدمی حج میں مقام عرفات میں کھڑا ہو اور گمان کرے کہ میں بخشا نہیں گیا۔

علی ابن الموفق نامی ایک بزرگ تھے انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک سال میں نے حج کیا عرفہ کی شب دو فرشتے خواب میں دیکھے کہ سبز لباس پہنے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے کہا جانتا ہے اب کی سال کتنے حاجی تھے اس نے کہا نہیں۔ بولا چھ لاکھ پھر کہا یہ جانتا ہے کہ کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا اس نے کہا کہ نہیں کہا کہ چھ آدمیوں کا یہ بزرگ کہتے ہیں میں ان فرشتوں کی باتوں کے خوف سے جاگ پڑا اور نہایت غمگین اور سخت فکر مند ہوا اور اپنے جی میں کہا کہ میں ان چھ آدمیوں میں سے کبھی نہ ہوں گا۔ اس فکر در نج میں مشعر الحرام میں پہنچا وہاں سو گیا۔ ان ہی دونوں فرشتوں کو پھر دیکھا کہ آپس میں وہی باتیں کرتے ہیں اس وقت ایک نے دوسرے سے کہا کہ تجھے معلوم ہے

کہ آج رات خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے۔ دوسرے نے کہا نہیں۔ اس نے کہا ان چھ کے طفیل چھ لاکھ کو بخش دیا۔ پھر میں خواب سے خوش خوش اٹھا اور ارحم الراحمین کا شکر بجالایا۔ حضور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ بندے حج کے ذریعے خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے۔ اگر کم ہوں گے تو فرشتے بھیج دیے جائیں گے کہ چھ لاکھ پورے ہو جائیں۔ اور کعبہ شریف کو عروس جلوہ آرا کے مانند اٹھائیں گے۔ حاجی لوگ اس کے گرد پھرتے اور اس کے پردوں پر ہاتھ مارتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف جنت میں داخل ہو جائے گا اور حاجی لوگ بھی اس کے ساتھ بہشت میں چلے جائیں گے۔

حج کی شرائط:

اے عزیز جان لے کہ جو شخص وقت پر حج کرے گا اس کا حج درست ہوگا۔ شوال، ذوالقعدۃ اور ذوالحج کے نو دن حج کا وقت ہے۔ جب عید فطر کی صبح طلوع ہو اس وقت سے حج کا احرام باندھنا درست ہے۔ اگر اس سے پہلے حج کا احرام باندھا تو وہ عمرہ ہوگا اور سمجھ دار لڑکے کا حج درست ہے۔ اگر شیر خوار ہو اور اس کی طرف سے ولی احرام باندھے اور اسے عرفات پر لے جائے اور سعی اور طواف کرے تو بھی درست ہے۔ تو حج اسلام کی درستی کی شرط فقط وقت ہے لیکن حج اسلام ذمہ سے ساقط و فرض ادا ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ ۱۔ مسلمان ہونا۔ ۲۔ آزاد ہونا۔ ۳۔ بالغ ہونا۔ ۴۔ عاقل ہونا۔ ۵۔ وقت پر احرام باندھنا۔ اگر نابالغ احرام باندھے اور مقام عرفات میں کھڑا ہونے سے پہلے بالغ ہو جائے یا لونڈی غلام آزاد ہو جائے تو حج اسلام ادا ہو جائے گا فرض عمرہ ساقط ہونے کے لیے بھی یہی شرطیں ہیں۔ لیکن عمرہ کا وقت پورا سال ہے۔ دوسرے کی طرف سے نیابتہً حج کرنے کی شرط یہ ہے کہ پہلے اپنا فرض اسلام ادا کرے اگر اسے ادا کرنے سے پہلے دوسرے کی طرف سے حج کی نیت کرے گا تو اسی حج کرنے والے کی طرف سے ادا ہوگا۔ اس دوسرے کی طرف سے ادا نہ ہوگا پہلے حج اسلام ہونا چاہیئے۔ پھر قضا، پھر نذر پھر حج نیابت اور اسی ترتیب سے ادا ہوگا۔ اگرچہ اس کے خلاف نیت کرے اور حج واجب ہونے کی یہ شرطیں ہیں۔ ۱۔ اسلام۔ ۲۔ بلوغ۔ ۳۔ استطاعت۔ استطاعت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ آدمی توانا ہو کہ خود چل کر حج کرے۔ یہ استطاعت تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک تندرستی۔ دوسرے راستہ پر امن ہو تیسرے اس قدر مال دار ہو۔ کہ اگر قرضدار ہو تو قرض ادا کر کے آنے جانے کے مصارف اور آنے تک اہل و عیال کے نفقہ کو مال کفایت کرے اور چاہیئے کہ سواری کا کرایہ بھی ادا کر سکتا ہو اور پیادہ نہ چلنا پڑے۔ دوسری قسم یہ ہے

ے۱ یہ بھی شافعیوں کا مذہب ہے۔ احناف کے نزدیک حج بدل کے لیے یہ شرط نہیں۔ کما فی الہدایہ ۱۲ - مترجم غفرلہ۔

کہ اپنے ہاتھ پاؤں سے حج نہ کر سکے مثلاً فالج کا مارا ہوا ہے یا ایسا صاحبِ فراش ہے کہ تندرست ہونے کی امید نہیں مگر شاذ و نادر تو ایسے شخص کی استطاعت یہ ہے کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ ایک وکیل کو اجرت دے کر روانہ کرے۔ وہ اس معذور کی طرف سے حج کرے اور اگر اس کا بیٹا اس کی طرف سے مفت حج کرنے کو راضی ہو تو لازم ہے۔ کہ اسے اجازت دے کہ باپ کی خدمت موجب شرف و عزت ہے اور بیٹا اگر یہ کہے کہ میں مال دیتا ہوں۔ کسی کو اجرت پر مقرر کرے۔ تو قبول کرنا لازم نہیں کہ اس صورت میں احسان ہوگا اگر غیر اس کی طرف سے مفت حج کرے تو اس کا احسان لینا بھی لازم نہیں۔ جب آدمی کو استطاعت حاصل ہو تو جلدی کرنا چاہیئے اگر تاخیر کرے گا تو بھی درست ہے پھر اگر کسی دوسرے سال حج کرنے کی توفیق حاصل ہوگی تو خیر۔ اور اگر تاخیر کی اور حج کرنے سے پہلے مر گیا تو گنہگار مرا۔ اس کے لڑکے سے نیابتہً حج کرانا چاہیئے۔ گو اس نے وصیت نہ بھی کی ہو۔ کیونکہ یہ اس پر قرض ہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ لکھ بھیجوں کہ جو کوئی اور شہروں میں استطاعت رکھتا ہو اور حج نہ کرے اس سے جزیہ لیا جائے۔

حج کے ارکان:

اے عزیز جان لے کہ حج کے ارکان جن کے بغیر وہ درست نہیں ہوتا پانچ ہیں۔ ۱۔ احرام۔ طواف۔ اس کے بعد سعی اور عرفات[۱] میں کھڑا ہونا۔ اور ایک قول میں بال منڈوانا اور حج کے واجبات جن کے ترک کرنے سے حج باطل نہیں ہوتا۔ لیکن ایک بکرا ذبح کرنا لازم آتا ہے چھ ہیں۔ میقات میں احرام باندھنا۔ اگر وہاں سے بے احرام باندھے گزرے گا تو ایک بکرا ذبح کرنا واجب ہوگا۔ سنگریزے مارنا۔ غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا۔ اور مزدلفہ میں رات قیام کرنا۔ اور اسی طرح منا میں اور وداع کا طواف ایک قول یہ ہے کہ پچھلے چار واجبات اگر ترک کرے گا تو بکرا واجب نہیں سنت ہے اور حج ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ افراد۔ قرآن۔ تمتع افراد سب سے بہتر ہے۔ جیسے پہلا اکیلا حج کرے جب تمام ہو جائے تو حرم سے باہر آئے اور عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ بجا لائے اور عمرہ کا احرام جعرانہ[۲] میں باندھنا تنعیم میں باندھنے سے بہتر ہے اور تنعیم میں باندھنا حدیبیہ میں باندھنے سے افضل ہے۔ اور تینوں مقام سے باندھنا سنت ہے۔ قرآن یہ ہے کہ حج اور عمرہ کی نیت ملا کر کرے اور یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ — اے اللہ میں حاضر ہوں حج اور عمرہ کے لیے۔

۱؎ مکہ معظمہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے۔

۲؎ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک موضع ہے۔

۳؎ مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

۴؎ مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام ہے۔

تاکہ دونوں کا احرام اکٹھا ہو جائے۔ جب حج کے اعمال بجالائے گا تو عمرہ بھی اس میں داخل ہو گا۔ جیسے غسل میں وضو داخل ہوتا ہے جو شخص ایسا کرے گا اس پر ایک بکرا واجب ہو گا۔ لیکن مکہ معظمہ کے رہنے والے پر واجب نہیں اس لیے کہ اسے میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں اس کے احرام کی جگہ مکہ معظمہ ہے جو شخص قِران کرے۔ وہ اگر عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے طواف اور سعی کرے گا۔ تو سعی حج اور عمرہ میں شمار ہو گی۔ لیکن عرفات میں ٹھہرنے کے بعد طواف کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ طواف رکن کی یہ شرط ہے کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد ہو تمتع سے یہ مراد ہے کہ جب میقات کو پہنچے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ معظمہ میں تحلّل[۵] کرے۔ تاکہ قید احرام میں نہ رہے۔ پھر حج کے وقت مکے میں حج کا احرام باندھے اور اس پر ایک بکرا واجب ہو گا۔ اگر نہ ہو سکے تو عید الاضحیٰ سے پہلے تین روزے متواتر خواہ متفرق رکھے اور وطن پہنچ کر سات روزے مزید رکھے اور قِران میں اگر بکرا نہ ہو سکے تو بھی اسی طرح دس روزے رکھے تمتع کی قربانی اس شخص پر لازم آتی ہے جس نے عمرہ کا احرام شوال یا ذیقعد یا ذالحجہ کے عشرہ میں باندھا ہو یا حج میں خلل ڈالا ہو۔ اور حج کا احرام اپنے میقات سے نہ باندھا ہو تو اگر وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا یا مسافر ہے۔ اور حج کے وقت میقات کو گیا۔ یا اتنی مسافت پر گیا تو اس پر بکرا نہ واجب ہو گا۔

حج میں چھ چیزیں منع ہیں ایک لباس پہننا کہ احرام میں پیراہن ازار اور پگڑی نہ چاہیئے۔ بلکہ تہبند چادر اور نعلین چاہیئے اگر نعلین نہ ہو تو چپل ٹھیک ہے۔ اگر تہبند نہ ہو تو ازار درست ہے۔ ہفت اندام کو تہ بند سے ڈھانپنا چاہیئے۔ ہاں سر کھلا رہے۔ عورت کے لیے عادت کے موافق لباس پہننا درست ہے لیکن منہ بند نہ کرنا چاہیے۔ اگر محمل یا سائبان میں ہو تو حرج نہیں۔

دوسرے خوشبو لگانا۔ اگر خوشبو استعمال کی یا لباس پہنا تو ایک بکرا واجب ہو گا۔ تیسرے بال منڈانا ناخن کٹوانا اگر ایسا کیا تو ایک بکرا واجب ہو گا۔ حمام جانا۔ فصد کھلوانا۔ پچھنے لگوانا۔ اس طرح بال کھولنا کہ اکھڑ نہ آئیں درست ہے۔ چوتھے جماع کرنا۔ اگر جماع کرے گا تو ایک اونٹ یا ایک گائے یا سات بکرے واجب ہوں گے اور حج فاسد ہو جائے گا قضا واجب آئے گی۔ لیکن اگر پہلے تحلل کے بعد جماع کیا تو ایک اونٹ واجب ہو گا اور حج فاسد نہ ہو گا۔ پانچویں مجامعت کے مقدمات اور محرکات مثلاً چھونا۔ بوسہ لینا وغیرہ نہ چاہیئے اور جو چیز عورت و مرد کے باہم چھونے میں طہارت کو توڑتی ہو اس میں اور عورت سے حظ اٹھانے میں ایک بکرا واجب ہوتا ہے۔ احرام میں نکاح نہ کرنا چاہیئے اگر کرے گا تو درست نہ ہو گا۔ اسی وجہ سے نکاح کرنے میں بکرا واجب نہیں آتا۔ چھٹے شکار نہ کرنا چاہیے۔ لیکن دریائی شکار جائز ہے۔ اگر خشکی میں

---

[۵] احرام سے باہر نکلنا۔

شدکار کیا تو اس کی مثل بکرا گائے اونٹ جس بہتر جانور سے وہ شکار مشابہہ ہو واجب ہوگا۔

حج کی کیفیت:

اے عزیز جان لے کہ اول سے آخر تک ارکان حج کی کیفیت ترتیب وار جاننا چاہیئے طریقہ مسنون کے موافق فرائض سنتیں آداب ملے جلے پہچاننا چاہئیں کہ جو شخص عادت کی مانند عبادت کرے گا فرائض سنن آداب اس کے نزدیک برابر ہوں گے۔ آدمی مقام محبت میں نوافل وسنت سے پہنچتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فرائض ادا کرنے سے بندوں کو میرے ساتھ بڑا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جو بندہ ہو گا وہ نوافل وسنت کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے سے کبھی آسودہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ میں اس کے کان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ بن جاؤں۔ مجھی سے سنے مجھی سے دیکھے۔ مجھ ہی سے لے اور مجھ ہی سے کہے تو عبادت کے سنن وآداب بجالانا ضروری ہے اور ہر جگہ آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

سامانِ سفر اور راہ کے آداب:

چاہیئے کہ ارادہ حج سے پہلے توبہ کرے۔ لوگوں سے معافی مانگ لے۔ قرض ادا کرے۔ زن وفرزند اور جس جس کا نفقہ اس کے ذمے ہے ان کا نفقہ ادا کرے۔ وصیت نامہ لکھے۔ حلال کی کمائی سے زادراہ لے۔ جس میں شبہ ہو۔ اس مال سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اگر شبہ کا مال خرچ کر کے حج کرے گا۔ تو خوف ہے کہ حج قبول نہ ہو۔ اور اتنا مال اپنے ساتھ لے کہ راہ میں فقیروں سے سلوک کر سکے۔ اور گھر سے نکلنے سے پہلے سلامتی راہ کے لیے کچھ صدقہ دے۔ قوی اور تیز جانور کرائے کا لے۔ اور جو کچھ سامان ساتھ لے جانا چاہتا ہے کرایہ لینے والے کو دکھا دے۔ تاکہ اس کی ناخوشی نہ ہو۔ اور سفر کے امور میں رفیق صالح تجربہ کار اور ہوشیار اختیار کرے۔ کہ دین کی مصلحتوں اور راہ کے نشیب وفراز میں اس کا مددگار ہو۔ دوستوں کو وداع کرے اور ان سے دعائے خیر کا خواستگار ہو اور ہر ایک سے کہے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ	میں اللہ کے حوالے کرتا ہوں تیرا دین تیری امانت اور تیرا انجام کار۔

اور بزرگ اسے یوں جواب دیں

فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَکَنَفِہٖ وَزَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَجَنَّبَکَ عَنِ الرَّدٰی وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَوَجَّھَکَ لِلْخَیْرِ	اللہ نگہبانی کی اور یاری میں توشہ دے تجھے خدا پرہیزگاری کا اور بچائے تجھے ہلاکت سے اور بخشے تیرا گناہ۔ اور متوجہ کرے تجھے نیکی

أَيْنَمَا تَوَجَّهْتَ۔ کی طرف جدھر بھی تو توجہ کرے

اور جب گھر سے نکلے تو دو رکعت نماز پڑھ لے پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھے۔ اخیر میں یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ اَنْتَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ اِحْفَظْنَا وَاِیَّاھُمْ مِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ مَسِیْرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی

اے اللہ تو ساتھی رہے سفر میں اور تو قائم مقام ہے گھر والوں اور اولاد اور مال میں۔ بچا ہمیں اور انہیں ہر بلا سے۔ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے اپنے اس سفر میں فرماں برداری، پرہیزگاری اور وہ کام جس سے تو راضی ہو۔

اور جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو یوں کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں سفر نام اللہ پہ بھروسہ کیا میں نے اور تیرے ہی ساتھ میں نے چنگل مارا اے اللہ توشہ دے مجھے پرہیزگاری کا اور بخش دے میرے لیے میرے گناہ۔ اور متوجہ کر نیکی کی طرف جدھر میں متوجہ ہوں۔ ۱۲

اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ پاک ہے جس نے مسخر کر دیا۔ ہمارے لیے اسے اور نہیں تھے ہم اس پر قدرت رکھنے والے۔ بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف پھرنے والے ہیں۔

سارے راستے میں قرآن کریم پڑھتا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ جب بلندی پر سے گزرے تو کہے:

اَللّٰھُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ۝

اے اللہ تیرے ہی لیے ہے بزرگی۔ سب بزرگیوں پر اور تیرے ہی لیے شکر ہے ہر وقت

اگر راہ میں کچھ خوف و ڈر ہو تو پوری آیت الکرسی اور شھد اللہ تمام آیۃ قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس پڑھے۔

احرام باندھنے اور مکہ شریف میں داخل ہونے کے آداب:

جب میقات میں پہنچے اور وہاں قافلہ احرام باندھے۔ پہلے غسل کرے۔ بال اور ناخن کاٹے۔ جیسا جمعہ شریف کے دن کرتے ہیں۔ اور سلے ہوئے کپڑے اتار ڈالے۔ سفید چادر اور تہ بند باندھے اور احرام سے پہلے خوشبو کا استعمال کرے۔ اور جب چلنے کی نیت سے کھڑا ہو تو اونٹ کو اٹھائے۔ منہ راستے کی طرف کرے۔ اور حج کی نیت کرے اور زبان و دل سے یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔	حاضر ہوں میں اے اللہ حاضر ہوں میں۔ نہیں ہے تیرا کوئی شریک۔ حاضر ہوں بے شک سب تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے نہیں کوئی شریک تیرے لیے۔

اور جہاں کہیں چڑھائی یا اتار آئے کثرت سے قافلے اکٹھے ہوں تو یہ ہی کلمات بلند آواز سے کہتا رہے۔ جب کعبہ شریف کے قریب پہنچے تو غسل کرے اور حج میں نو وجہ سے غسل کرنا سنت ہے۔ احرام۔ دخول مکہ۔ طواف زیارت وقوف عرفہ مقام مزدلفہ۔ اور تین غسل۔ تین جمروں کو پتھر پھینکنے کے لیے اور طواف وداع۔ لیکن جمرۃ العقبہ میں سنگ اندازی کے لیے غسل نہیں جب غسل کر کے مکہ معظمہ میں جائے اور بیت اللہ پر نگاہ پڑے تو گو ابھی شہر میں ہو مگر فوراً یہ پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَ دَارُکَ دَارُ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ عَظَّمْتَہٗ وَ شَرَّفْتَہٗ وَ کَرَّمْتَہٗ اَللّٰھُمَّ فَزِدْہُ تَعْظِیْمًا وَ زِدْہُ تَشْرِیْفًا وَ تَکْرِیْمًا وَزِدْہُ مَھَابَۃً وَ زِدْ مَنْ حَجَّہٗ بِرًّا وَ کَرَامَۃً اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ	کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے اے اللہ تو سلام ہے۔ اور تجھی سے سلامتی ہے اور گھر تیرا گھر ہی سلامتی والا برکت والا ہے تو اے بزرگی اور عزت والے۔ اے اللہ یہ گھر تیرا ہے۔ عظمت دی تو نے اسے اور شرافت دی تو نے اس کو اور کرامت دی تو نے اسے اے اللہ زیادہ کر اس کی تعظیم اور زیادہ کر اس کی تکریم اور زیادہ کر اس کی عظمت اور زیادہ کر نیکی اور بزرگی

وَاَدْخِلْنِیْ جَنَّتَكَ وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

اس شخص کی جس نے اس کا حج کیا۔ اے اللہ کھول دے میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے اور داخل کر مجھے اپنی جنت میں اور پناہ دے شیطان مردود سے۔۱۲۔

پھر بنی شیبہ کے دروازے سے مسجد میں داخل ہو۔ اور حجر اسود کا ارادہ کرے۔ اور بوسہ دے۔ اگر ازدحام کے سبب سے بوسہ نہ دے سکے۔ تو اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اَمَانَتِیْ اَدَّیْتُھَا وَمِیْثَاقِیْ تَعَاھَدْتُہٗ اِشْھَدْلِیْ بِالْمُوَافَاتِ ۃ

اے اللہ اپنی امانت میں نے ادا کی اور اپنا عہد وفا کیا۔ تو میری حق گزاری کا گواہ رہ۔

پھر طواف میں مشغول ہو جائے۔

طواف کے آداب:

اے عزیز جان لے کہ طواف نماز کی طرح ہے اس میں بدن اور کپڑوں کی طہارت اور ستر عورت شرط ہے۔ لیکن بات چیت کی اجازت ہے۔ پہلے سنت اضطباع ادا کرے۔ اضطباع یہ ہے کہ تہ بند کا بیچ داہنے ہاتھ کے نیچے کر کے اس کے دونوں کنارے بائیں کاندھے پر ڈالے۔ اور بیت اللہ کو بہلو کی جانب کرے اس طرح حجر اسود سے طواف شروع کرے کہ اس میں اور بیت اللہ میں تین قدم سے کم فاصلہ نہ رہے۔ تاکہ پاؤں فرش اور پردہ پر نہ پڑے کہ وہ خانہ کعبہ کی حد میں ہے۔ اور جب طواف شروع کرے۔ تو یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًابِكَ تَصْدِیْقًابِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَھْدِكَ وَاِتِّبَاعًالِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اے اللہ یہ طواف تجھ پر ایمان تیری کتاب کی تصدیق۔ تیرے عہد کی وفا اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے ہے۔

اور جب خانہ کعبہ کے دروازے پر پہنچے تو یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُكَ وَھٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَھٰذَا الْاَمْنُ اَمْنُكَ وَھٰذَا مَقَامُ خَلِیْلِكَ الْعَائِذِبِكَ مِنَ النَّارِ۔

اے اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور امن تیرا امن ہے اور یہ جگہ ہے اس کی جو پناہ لینے والا ہے تیرے ساتھ آگ سے۔

اور جب رکن عراقی پر پہنچے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔

اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے شک شرک، نفاق، دشمنی اور برے اخلاق اور بری نگاہ سے گھر والوں اور مال اور اولاد میں۔ ۱۲

اور جب پرنالے کے نیچے پہنچے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ اَللّٰهُمَّ اِسْقِنِیْ بِكَاسِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً لَا اَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا ۝

اے اللہ سایہ عطا کر مجھے اپنے عرش کے نیچے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مگر تیرے عرش کا سایہ اے اللہ پلا مجھے کاسۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا شربت کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوں۔ ۱۲

اور جب رکن شامی پر پہنچے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ اِغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔

اے اللہ اس حج کو مقبول بنا اور سعی و کوشش کو مشکور۔ گناہ بخش اور ایسی تجارت جو تباہ نہ ہو اے غالب اے بخشنے والے بخش تو اور رحم فرما۔ اور جو کچھ تو جانتا ہے۔ اس سے درگزر فرما۔ تو بہت عزت والا بڑا کریم ہے۔

اور جب رکن یمانی پر پہنچے تو یوں کہے:

اللّٰهم انی اعوذبك من الكفر و اعوذبك من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیاء والممات واعوذبك من الخزی فی الدنیا والاخرة

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے پاس کفر سے اور محتاجی اور عذاب قبر سے اور زندگی و موت کے فساد سے اور پناہ مانگتا ہوں میں رسوائی سے دنیا اور آخرت میں۔ ۱۲

اور رکن اور حجر اسود کے درمیان یوں کہے:

اللّٰهم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا برحمتك

اے اللہ ہمارے پروردگار دے ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی اور بچا ہم کو اپنی رحمت سے

عذاب القبور و عذاب النار۔ عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے۔ ۱۲

اسی طرح سات بار طواف کرے ہر بار یہی دعائیں پڑھے۔ ہر گردش کو شوط کہتے ہیں۔ تین شوط میں جلدی اور نشاط کے ساتھ چلے اگر خانہ کعبہ کے پاس ہجوم ہو تو دور ہی طواف کرے تاکہ جلدی جلدی چل سکے۔ اور اخیر کے چار شوط میں آہستہ آہستہ چلے۔ ہر بار حجر اسود کو بوسہ دے۔ رکن یمانی پر ہاتھ پھیرے اور بھیڑ کے باعث اگر ہاتھ نہ پھیر سکے تو ہاتھ سے اشارہ کرے۔ جب ساتوں شوط مکمل ہو جائیں تو بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان کھڑا ہو کر پیٹ سینہ اور داہنا رخسار کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دے۔ اور دونوں ہتھیلیاں دیوار پر رکھ کر اس پہ سر رکھے یا کعبہ شریف کے آستانہ پر رکھے۔ اس مقام کو ملتزم کہتے ہیں۔ اور اس جگہ دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اور یوں دعا مانگے:

اللھم یا رب البیت العتیق اعتق	اے اللہ اے گھر بزرگ کے پروردگار
رقبتی من النار و اعذنی من کلّ	آزاد کر میری گردن نار دوزخ سے اور پناہ
سوء وقنعنی بما رزقتنی و بارک	دے مجھے ہر برائی سے اور قناعت دے
لی فیما اتیتنی۔	مجھے اس چیز پر جو دی تو نے مجھے اور برکت عطا
	کر اس چیز میں جو تو نے دی مجھے۔

اس وقت درود شریف پڑھے اور استغفار کرے اور مراد مانگے۔ پھر مقام کے سامنے کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اس کو دوگانہ طواف کہتے ہیں۔ اسی سے طواف مکمل ہوتا ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون یا دوسری میں الحمد شریف اور قل ہو اللہ پڑھے۔ نماز کے بعد دعا مانگے اور جب ساتواں شوط نہ پھیرے گا ایک طواف مکمل نہ ہوگا۔ ساتوں بار یہی دوگانہ پڑھے۔ اس کے بعد حجر اسود کے پاس جا کر بوسہ دے کر ختم کرے اور سعی میں مشغول ہو۔

سعی کے آداب کا بیان:

چاہیئے کہ صفا نامی جو پہاڑ ہے اس کی طرف جائے۔ اور اتنی سیڑھیوں پر چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آئے۔ پھر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر کہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک	نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی
لہٗ لہٗ الملک ولہٗ الحمد یحیی	شریک نہیں۔ اسی کی ملک ہے اور اسی کے لیے
و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ	تعریف ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور
الخیر و ھو علی کل شیءٍ قدیرٌ	وہ زندہ ہے مرے گا نہیں اسی کے ہاتھ میں خیر ہے

لا الہ الا اللہ وحدہ وصدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللہ مخلصین لہُ الدین ولو کرہ الکافرون ۔	اور وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ اکیلا ہے ۔ اور سچا ہے وعدہ اس کا مدد کی اس نے اپنے بندے کی اور عزت دی اپنے لشکر کو اور اس نے اکیلے شکست دی لشکروں کو ۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ خالص کرنے والے ۔۔۔ کے لیے دین کو اگرچہ بُرا جانیں کافر لوگ ۔ ۱۲

اور دعا کرے ۔ اور جو مراد رکھتا ہو مانگے پھر وہاں سے اترے اور سعی شروع کرے ۔ کہ کوہ مروہ تک پہلے آہستہ آہستہ چلے اور کہے :

رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ۔	پروردگار بخش اور رحم اور درگزر کر اس چیز سے جو تو جانتا ہے بے شک تو بڑا عزت والا بڑا کریم ہے اے اللہ اے ہمارے پروردگار دے تو ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے ۔

اور سبز میل جو مسجد کے کنارے ہے ۔ وہاں تک آہستہ آہستہ چلے اس کے آگے چھ گز کا اندازہ جلدی جلدی چلے یہاں تک کہ دوسرے میل تک پہنچے پھر آہستہ آہستہ چلے یہاں تک کہ کوہ مروہ تک پہنچ جائے اس پر چڑھ کر کوہ صفا کی طرف منہ کرے اور وہی دعائیں پڑھے جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پڑھے ۔ یہ ایک بار ہوا ۔ جب صفا پر جائے گا تو دوبارہ ہو گا ۔ سات بار یوں ہی کرے جب اس سے فراغت ہو تو طواف قدوم اور طواف سعی کرے یہ طواف حج میں سنت ہے ۔ اور وہ طواف جو رکن ہے وقوف عرفات کے بعد ہو گا ۔ اور سعی کے وقت طہارت سنت ہے ۔ اور طواف میں واجب اور سعی اسی قدر کافی ہے ۔ کیونکہ وقوف عرفات کے بعد سعی کرنا شرط نہیں لیکن طواف کے بعد ہونا چاہیئے ۔ گو وہ طواف سنت ہو ۔

وقوف عرفہ کے آداب :

اے عزیز جان لے کہ اگر عرفہ کے دن اہل قافلہ عرفات میں پہنچیں تو طواف قدوم میں مشغول نہ ہوں اگر عرفہ کے دن سے پہلے پہنچیں تو طواف قدوم کر لیں ۔ ترویہ کے دن یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے نکل کر منیٰ میں شب باش ہوں ۔ دوسرے دن عرفات جائیں اور وقوف کا وقت عرفہ کے دن زوال کے

کے بعد سے عید کی صبح روشن ہونے تک ہے۔ اگر صبح کے بعد کوئی شخص پہنچے گا تو اس کا حج فوت ہو گا۔ عرفہ کے دن غسل کرے۔ ظہر کی نماز عصر کی نماز کے ساتھ پڑھے۔ اور دعائیں مشغول ہو۔ اور عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے۔ تاکہ قوت رہے اور خوب دعائیں مانگ سکے کہ حج سے اصل غرض یہی ہے۔ کہ اس سعید و شریف وقت میں عزیزوں کے دل اور ہمتیں جمع ہوتی اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس وقت لا الہ الا اللہ سب اذکار سے بہتر ہے۔ زوال کے وقت سے شام تک تضرع زاری اور استغفار و توبہ نصوح اور گذشتہ گناہوں سے عذر خواہی اور استغفار کرنا چاہیئے۔ اس وقت کے پڑھنے کی دعائیں بہت ہیں۔ ان کا لکھنا موجب طوالت ہے۔ کتاب احیائے علوم میں مذکور ہیں۔ اس میں سے یاد کرنا چاہیئے۔ پھر جو دعا یاد ہو اسے پڑھے کہ سب ادعیہ ماثورہ اس وقت پڑھنا بہتر ہے۔ اگر یاد نہیں کر سکتا تو دیکھ کر پڑھے یا اور کوئی پڑھے۔ اور وہ آمین کہے اور غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے نکلے۔

باقی اعمال حج کے آداب:

عرفات کے بعد مزدلفہ جائے اور غسل کرے۔ اس لیے کہ مزدلفہ حرم میں داخل ہے اور مغرب کی نماز دیر کر کے نماز عشاء کے ساتھ ملا کر آذان و اقامت سے پڑھے۔ اگر ممکن ہو تو اس شب کو مزدلفہ میں شب بیداری کرے۔ کہ یہ رات بابرکت ہے اور یہاں رات کو مقام عبادات میں سے ہے۔ اور جو کوئی یہاں پر مقام نہ کرے گا۔ اسے ایک بکرا ذبح کرنا ہو گا۔ اور منا میں پھینکنے کے لیے وہاں سے ستر کنکر یاں اٹھالے۔ کہ ایسی کنکریاں پتھر وہاں بہت ہوتی ہیں۔ پچھلی رات کو منا کا قصد کرے۔ فجر کی نماز اول وقت پڑھے اور جب مزدلفہ کے اخیر میں جسے مشعر الحرام کہتے ہیں پہنچے تو اجالا ہونے تک ٹھہرے۔ اور دعا مانگتا رہے۔ پھر وہاں سے اس مقام پر پہنچے جس کو وادی محسر کہتے ہیں۔ جانور کو تیز ہانکے اگر پیادہ ہو تو خود جلد چلے۔ یہاں تک کہ وہ میدان طے ہو جائے۔ یہی سنت ہے۔ پھر صبح عید کو کبھی اللہ اکبر کہے کبھی لبیک جب تک کہ اس بلندی پر پہنچے جو قبلہ رو ہونے سے راستے کے داہنے پر واقع ہے۔ اسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو سات پتھر اس جمرہ میں پھینکے اور قبلہ کی طرف منہ رکھنا اولیٰ ہے۔ یہاں لبیک کے بدلے اللہ اکبر کہے اور ہر پتھر پھینکتے وقت یہ کہے:

اللّٰھم تصدیقاً بکتابک واتباعاً لسنۃ نبیک۔	اے اللہ یہ پتھر پھینکنا تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے نبی کی سنت کے اتباع کے لیے ہے۔

جب فراغت حاصل ہو تو لبیک اور اللہ اکبر کہنا موقوف کر دے۔ مگر ایام تشریق کے آخری روز کی صبح تک فرض

نمازوں کے بعد کہا کرے اور وہ دن عید کے روز سے چوتھا دن ہے۔ پھر اپنی قیام گاہ میں جا کر دعا میں مشغول ہو پھر اگر کچھ کرنا ہے تو قربانی کرے اور اس کی شرائط کا لحاظ رکھے۔ اس وقت بال منڈوائے۔ جب کنکریاں پھینکنے اور بال منڈوانے سے فارغ ہوا۔ تو تحلل اُسے حاصل ہوگیا۔ اور ممنوعاتِ احرام مباح ہو گئے۔ مگر جماع اور شکار پھر مکہ معظمہ جا کر طوافِ رکن کرے۔ عید کی آدھی رات گزرنے کے بعد سے اس طواف کا وقت ہے۔ مگر عید کے دن کرنا اولیٰ ہے۔ اور اس طواف کے وقت کی انتہا مقرر نہیں۔ بلکہ جتنی تاخیر کرے گا۔ فوت نہ ہوگا۔ لیکن دوسرا تحلل حاصل نہ ہوگا۔ اور جماع کرنا حرام رہے گا۔ جب یہ طواف بھی اُس طرح ... جس طرح ہم نے طوافِ قدوم کا ذکر کیا۔ تمام ہو گیا۔ تو حج اختتام پذیر ہوگا۔ جماع اور شکار کرنا بھی حلال ہو جائے گا۔ اگر سعی پہلے ہی کر چکا ہے۔ تو پھر نہ کرے ورنہ سعی رکن اس طواف کے بعد کرے۔ اور جب پتھر مار لیے بال منڈوا چکا تو حج مکمل ہو گیا۔ اور احرام سے باہر ہو گیا۔ لیکن ایامِ تشریق میں پتھر پھینکنا اور منیٰ میں شب باش ہونا زوالِ احرام کے بعد ہوتا ہے۔ جب طواف اور سعی سے فارغ ہوا۔ تو عید کے دن منا میں پھر آئے۔ اور وہاں شب باش ہو۔ کہ یہ واجب ہے۔ اور دوسرے دن سورج ڈھلنے سے پہلے پتھر پھینکنے کے لیے غسل کرے اور پہلے جمرہ میں جو عرفات کی طرف ہے۔ سات پتھر پھینکے اور اس وقت قبلہ رو کھڑا رہے اور سورہ بقرہ کے بقدر اندازاً دعا مانگے پھر سات پتھر درمیان کے جمرہ میں پھینکے اور دعا کرے پھر سات پتھر جمرۃ العقبہ میں پھینکے اور اس رات کو منا میں قیام کرے پھر عید کے تیسرے دن بھی اسی ترکیب سے۔ اکیس پتھر ان تینوں جمروں میں پھینکے اگر چاہے تو اسی پہ کفایت کر کے مکہ معظمہ کو جائے اگر غروبِ آفتاب تک وہاں ٹھہرے گا تو اس رات کو بھی وہیں ٹھہرنا واجب ہو جائے گا۔ پھر دوسرے دن پتھر پھینکنا ہوگا۔ حج کا پورا بیان یہی ہے جو مذکور ہوا۔

عمرہ کا بیان :

جب عمرہ بجالانا چاہے تو غسل کر کے احرام کے کپڑے جیسے حج میں پہنتے ہیں پہنے اور مکہ معظمہ سے نکل کر عمرہ کی میقات تک جائے۔ اور وہ جعرانہ۔ تنعیم (تنعیم مکہ سے تین چار کوس کے فاصلے پہ ایک موضع کا نام ہے) اور حدیبیہ (حدیبیہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے دو کوس کے قریب ہے) ہے اور عمرہ کی نیت کرے اور کہے لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ اور مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور پھر مکہ معظمہ میں آئے اور راہ میں لبیک کہے۔ جب مسجد میں داخل ہو تو لبیک کہنا موقوف کر دے۔ اور طواف و سعی کرے۔ جس طرح حج میں مذکور ہوا۔ پھر بال منڈائے۔ عمرہ اس سے مکمل ہوگا۔ عمرہ سال میں ہر وقت کر سکتے ہیں۔ جب کوئی مکہ معظمہ میں رہے اُسے چاہیئے کہ جس قدر ہو سکے عمرے زیادہ کرے۔ ورنہ طواف کرے یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو بیت اللہ شریف کو دیکھا رہے۔ جب خانہ کعبہ کے دروازے کے اندر جائے تو چاہیئے کہ دو ستونوں کے

درمیان نماز پڑھے۔ اور ننگے پاؤں بہت تعظیم وتکریم کے ساتھ اندر جائے اور آب زمزم پیٹ بھر کر پیئے جس نیت سے پیئے گا شفا حاصل ہو گی اور کہے:

اللھم اجعلہ شفاء من کل سقم	اے اللہ تو اس پانی کو ہر بیماری کے لیے
وارزقنی الاخلاص والیقین و	شفا بنا اور مجھے دنیا و آخرت میں اخلاص یقین
المعافاۃ فی الدنیا والاخرۃ۔	اور صحت و عافیت عطا فرما۔۱۲

طواف وداع کا بیان:

جب واپسی کا ارادہ کرے تو پہلے اسباب باندھے اور سب کاموں کے بعد بیت اللہ شریف کو رخصت کرے۔ یعنی سات بار طواف وداع کرے۔ دو رکعت نماز پڑھے۔ جیسا کہ طواف کے حال میں پہلے ذکر ہوا۔ اس طواف میں اضطباع اور جلدی چلنا کچھ ضروری نہیں۔ پھر ملتزم میں جا کر دعا کرے۔ اور کعبہ شریف کو دیکھتا ہوا الٹا پاؤں پھرے۔ یہاں تک کہ مسجد سے باہر آجائے۔

مدینہ منورہ کی زیارت کا بیان:

پھر مدینہ منورہ کو جائے کیونکہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کہ میری زیارت کرے گا اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور فرمایا ہے۔ جو کوئی مدینہ میں آئے اور زیارت کے سوا اس کی کوئی غرض نہ ہو۔ تو حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ مجھے اس کا شفیع کرے گا۔ اور مدینہ منورہ کے راستے میں درود شریف بہت کثرت سے پڑھے۔ اور جب مدینہ منورہ کے درو دیوار سراپا انوار پہ نظر پڑے تو کہے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَجْعَلْہُ	اے اللہ یہ حرم ہے تیرے رسول کا پس کر
لِیْ وِقَایَۃً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ	تو اسے حفاظت دوزخ سے اور امان عذاب سے
وَسُوْٓءِ الْحِسَابِ	اور حساب کی برائی سے۔

پہلے غسل کرے بعدہ مدینہ منورہ میں داخل ہو خوشبو اور سفید پاکیزہ کپڑے پہنے جب اندر داخل ہو۔ تو فروتنی اور توقیر کے ساتھ رہے۔ اور یوں کہے:

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ	اے اللہ داخل کر تو مجھے اچھی طرح اور نکال
اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ	تو مجھ کو اچھی طرح اور کر تو میرے لیے اپنے پاس
مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ہ	سے غلبہ مدد دینے والا۔۱۲

پھر مسجد نبوی میں جا کر ممبر کے نیچے دو رکعت نماز اس انداز سے پڑھے کہ ممبر کا ستون اس کے داہنے کاندھے کے

مقابل ہو کیونکہ وہ حضرت سرورِ کائنات کا موقف اور مقام تھا۔ پھر زیارت کا ارادہ کرے۔ اور مزار اقدس کی طرف متوجہ ہو اور منہ پھیر کر پشت بقبلہ ہو جائے۔ دیوار سراپا انوار پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دینا سنت نہیں۔ بلکہ دور رہنے میں زیادہ تعظیم ہے۔ پھر کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	سلام آپ پر ہو اے اللہ کے رسول سلام آپ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ	پر اے اللہ کے نبی سلام آپ پر اے اللہ کے
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ	دوست سلام آپ پر اے اللہ کے برگزیدہ سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفِيَّ اللّٰهِ	آپ پر اے اولاد آدم کے سردار سلام آپ پر
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ	اے رسولوں کے سردار اور ختم کرنے والے انبیاء
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ	کے اور تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول
وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَرَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	سلام آپ پر اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے دوستوں
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ	پر ایسے دوست کہ پاک ہیں اور آپ کی ازواج
الطَّاهِرِيْنَ وَاَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ	طاہرات پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ جزا دے آپ
اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا	کو اللہ ہماری طرف سے وہ جزا کہ جزا دی کسی
اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا مِنْ اُمَّتِهٖ وَصَلَّى عَلَيْكَ	نبی کو امت سے اور رحمت نازل کرے آپ پر
كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ	اتنی جتنا یاد کرتے ہیں آپ کو یاد کرنے والے
عَنْكَ الْغَافِلُوْنَ.	اور غافل ہیں آپ کی یاد سے غافل لوگ۔

اگر کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے کی وصیت کی ہو تو یوں کہیے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ	سلام آپ پر اے رسول اللہ فلاں آدمی کی طرف
فُلَانٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	سے سلام آپ پر یا رسول اللہ فلاں آدمی
مِنْ فُلَانٍ۔	کی طرف سے۔

پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سلام عرض کرے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ	سلام ہو تم پر اے رسول خدا کے دونوں وزیر
اللّٰهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ	اور جب آپ زندہ رہے دین قائم کرنے میں
مَا دَامَ حَيًّا وَالْقَائِمَيْنِ بَعْدَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ	اُن کی مدد کرنے والے اور آپ کے وصال
بِاُمُوْرِ الدِّيْنِ تَتَّبِعَانِ فِيْ ذٰلِكَ بِاٰثَارِهٖ	کے بعد آپ کی امت میں امورِ دین کے ساتھ

تعملاَنِ بِسُنَّتِہٖ فَجَزَا کُمَا اللّٰہُ خَیْرَ مَاجَزَا وَزَرَا النَّبِیِّ عَلٰی دِیْنِہٖ۔

قائم رہنے والے۔ اس بارے میں آپ کے آثار و نشانات کی پیروی کرنے والے۔ آپ کی سنت پر عمل کرنے والے۔ تو جزا دے تم دونوں کو اللہ تعالیٰ اس سے بھی بہتر جزا جو اُس نے اپنے کسی نبی کو اُس کی اُمت کی طرف سے دی۔

پھر وہاں کھڑے کھڑے جتنی دعا مانگی جائے مانگے پھر وہاں سے نکل کر بقیع کے قبرستان میں جائے۔ بزرگواروں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی زیارت کرے۔ جب مدینہ منورہ سے واپس ہونے لگے۔ تو محبوب ربّ العالمین کی زیارت سراپا البشارت کے ذریعے سعادت کونین حاصل کرکے رخصت اور وداع کرے۔

حج کے اسرار

اے عزیز جان لے کہ یہ جو بیان ہوا۔ حج کے ارکان و اعمال کی صورت ہے۔ ان میں سے ہر ایک رکن میں ایک راز اور سر ہے۔ اور ہر ایک کی ایک حقیقت ہے۔ عبرت اور امور آخرت کی یاد آوری اس سے اصل مقصود ہے، حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس طرح پیدا ہوا ہے جیسا کہ مسلمانی کے عنوان میں مذکور ہو چکا ہے اور یہ بھی آغاز کتاب میں ذکر ہو چکا کہ خواہش کی اطاعت اس کے لیے موجب ہلاکت ہے۔ جب تک اپنے اختیار میں ہے۔ اس کا کوئی فعل حکم شرع سے نہیں بلکہ خواہش کی پیروی سے ہے۔ اور اس کا کام بندے والا کام نہیں اور بندگی کے سوا اور کسی کام میں اس کے لیے کوئی سعادت و وقار نہیں۔ اس بنا پر تھا کہ خدا تعالیٰ نے پہلی امتوں میں ہر اُمت کو رہبانیت و سیاحت کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ عبادت کرنے والے آبادی سے نکل جاتے۔ لوگوں سے انقطاع صحبت کرتے اور پہاڑوں پر جا کر تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے دین میں سیاحت و رہبانیت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اُس کے عوض ہمیں جہاد اور حج کا حکم ہے تو خدا تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے اس امت کو حج کا حکم فرمایا کہ اس میں مجاہدہ کا مقصد بھی حاصل ہے اور عبرتیں بھی موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ نے کعبہ شریف کو بزرگی عنایت فرمائی۔ اپنی طرف منسوب کیا۔ اور اس کو بادشاہوں کی در دولت کی مثل بنایا اطراف و جوانب کو اس کا حرم ٹھہرایا۔ اس کی تعظیم و عزت کے لیے وہاں کے شکار اور اشجار کو حرام کر دیا عرفات شریف کو در دولت سلطانی کے جلو خانے کی طرح حرم کے سامنے بنایا۔ تاکہ ہر طرف سے تمام عالم بیت اللہ کا قصد کرے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ مکان اور خانہ کعبہ میں رہنے سے منزہ اور پاک ہے لیکن جب آدمی کو شوق بنہایت اور آرزوئے بنہایت لاحق ہو۔ تو جو بھی چیز دوست کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ وہ جان و دل سے مرغوب اور مطلوب ہوتی ہے۔ تو مسلمانوں نے اس اشتیاق میں اپنے اہل و عیال اور وطن و مال کو چھوڑا جنگلوں

کے خوف و خطر گوارا کیے۔ غلاموں اور نوکروں کی طرح بر حق اور مالک مطلق کے آستانہ کا قصد کیا۔ اور اس عبادت
میں اُن کو ایسے کاموں کا حکم ہوا جو عقل میں نہیں آسکتے جیسے کنکر پھینکنا اور صفا اور مروہ میں دوڑنا۔ یہ اس لیے نہیں
ہوا کہ جو کچھ عقل میں آسکتا ہے۔ نفس کو بھی اس کے ساتھ کچھ اُنس ہوتا ہے۔ اس لیے ہوا کہ جو اس کام اور اس کی
وجہ کو جانتا ہے۔ مثلاً جانتا ہے کہ زکوٰۃ دینے میں محتاجوں کی مدد و مدارات ہے۔ اور نماز میں معبود حقیقی کے سامنے
فروتنی اور روزہ میں شیطان کے لشکر کی شکست ہے۔ تو ممکن ہے کہ آدمی کی طبیعت عقل کے موافق حرکت کرے
اور کمال بندگی یہ ہے۔ کہ بندہ محض حکم مالک سے ہی کام کرے۔ اور اس کے باطن میں اس کام کی کوئی محرک نہ ہو
پتھر پھینکنا اور دوڑنا اسی قبیل سے ہے۔ کہ بندگی کے سوا اور کسی وجہ سے آدمی نہیں کر سکتا۔ اس لیے رسول مقبول صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاص کر حج کی شان میں زبان فیض ترجمان پر آیا۔ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا!
آپ نے اس کا نام عبودیت اور بندگی رکھا۔ اور بعض لوگ جو حیران ہیں کہ حج کے اعمال سے کیا مقصود مراد ہے
تو ان کی یہ حیرانی غفلت کے باعث سے ہے۔ حقیقت حال سے یہ لوگ بے خبر ہیں۔ کہ بے مطلبی اُس کا مطلب
اور بے غرضی اُس سے غرض ہے۔ تا کہ اس سے بندگی ظاہر ہو اور بندہ کی نظر محض حکم مالک پر رہے۔ اس میں
کسی طرح طبیعت اور عقل کا فعل نہ ہو تا کہ آدمی اپنے آپ کو باقی مطلق میں بالکل فنا کر دے کہ نیستی اور بے نصیبی ہی
آدمی کی سعادت ہے تا کہ اس سے حق اور فرمان حق کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔

حج کی عبرتیں:

یہ ہیں کہ اس سفر کو ایک اعتبار سے سفر آخرت تک کی طرح بنایا ہے۔ کیوں کہ اس سفر سے خانہ مقصود
ہے اور اُس سفر سے صاحب خانہ اس سفر کے حالات مقدمات سے اُس سفر کے حالات یاد کرنے چاہئیں
جب اپنے اہل و عیال دوست و احباب کو الوداع کرے تو سمجھے یہ رخصت اُس کی مانند ہے جو سکرات موت
میں ہو گی۔ اور اس سفر سے پہلے تمام علائق سے فارغ البال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آخر عمر میں بھی چاہیے کہ تمام
دنیا سے دل کو خالی کرلے ورنہ سفر آخرت تکلیف دہ بن جائے گا۔ اور جب ہر طرح اُس سفر کا توشہ اور ہر قسم
کا زاد راہ مہیا کرتا اور ہوشیار رہتا ہے اور ہر طرح کی احتیاط کرتا ہے۔ کہ جنگل بیابان میں کہیں بے سامان
نہ ہو جائے تو خیال کرنا چاہیئے کہ میدان حشر بہت بڑا اور بہت ہولناک ہے۔ وہاں توشہ اور زاد راہ آخرت
کی بڑی ضرورت ہے۔ اور جب اس سفر میں جلدی خراب ہو جانے والی چیز ساتھ نہیں لیتا کہ جانتا ہے کہ یہ
میرا ساتھ نہ دے گی اور توشہ اور زاد راہ کے لائق نہیں اسی طرح جس عبادت میں ریا اور نقص کو دخل ہو
وہ بھی زاد آخرت کے لائق نہیں اور جب سواری پہ بیٹھے تو چاہیئے کہ جنازہ کو یاد کرے کیونکہ یقیناً جانتا ہے
کہ سفر آخرت میں بھی سواری ہو گی۔ اور ممکن ہے کہ سواری سے اترنے نہ پائے کہ وقت جنازہ آجائے اور

چاہیئے کہ سفرِ حج ایسا ہو کہ زادِ سفرِ آخرت بن سکے۔ اور جب احرام کے کپڑے مہیا کرے کہ نزدیک پہنچتے ہی روزمرہ کے کپڑے اتار کر انہیں پہنے گا اور وہ دو سفید چادریں ہیں۔ تو چاہیئے کہ کفن یاد کرے کہ وہ بھی دنیا کے لباس کے خلاف ہے۔ اور جب پہاڑ کی گھاٹیاں اور جنگل کے خطرناک مقامات دیکھے تو منکر نکیر اور قبر کے سانپ بچھو یاد کرے۔ کہ قبر سے حشر تک بہت بڑا جنگل ہے اور اس میں بہت سی گھاٹیاں ہیں۔ اور جس طرح بے رہبر جنگل کی آفتوں سے بچنا ممکن نہیں۔ اسی طرح عبادت کے بغیر قبر کے خوف سے بچنا ممکن نہیں۔ اور جیسے جنگل میں اہل وعیال دوست آشنا سے چھوٹ کر تنہا ہوتا ہے۔ قبر میں بھی اسی طرح اکیلا ہوگا۔ اور جب لبیک کہنا شروع کرے تو خیال کرے کہ خدا تعالیٰ کی نِدا کا جواب ہے۔ قیامت کے روز اُسے اسی طرح ندا آئے گی اُس خوف کا خیال کرے۔ اور اس نِدا کے خطر میں ڈوبا رہے۔

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا چہرہ احرام کے وقت زرد ہو جاتا۔ اور بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا۔ اور لبیک نہ کہہ سکتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ لبیک کہوں۔ اور لا لبیک ولا سعدیک جواب آئے۔ اتنا کہا اور اونٹ پر سے بے ہوش کر گر پڑے۔

ابن الحواری جو حضرت ابو سلیمان دارانی کے مرید تھے حکایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان نے اُس وقت لبیک نہ کہا۔ اور ایک میل چل کر آپ کو غش آگیا۔ جب ہوش آیا تو فرمایا خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ کہ اپنی امت کے ظالموں سے کہہ دے کہ مجھے یاد نہ کریں۔ اور میرا نام نہ لیں کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اُسے یاد کرتا ہوں۔ اگر یاد کرنے والے ظالم ہیں۔ تو میں انہیں لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ اور فرمایا میں نے سُنا ہے کہ جو کوئی حج کا خرچ مالِ مشتبہ سے لیتا ہے اور لبیک کہتا ہے۔ اُس کو جواب دیتے ہیں:

لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ حَتّٰى تَرُدَّ مَا فِي يَدَيْكَ ؕ یعنی تیرا لبیک اور سعدیک کہنا ناپسند ہے یہاں تک کہ واپس کرے تو اُسے جو تیرے قبضہ میں ہے۔

اور طواف وسعی اس کے مشابہ ہیں۔ جیسے غریب، محتاج، ناچار لوگ سلاطین کے درِ دولت پر جاتے اور محل کے گرد غرض حاجت کا موقع ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اور جلو خانے میں آتے جاتے اور اپنا مددگار اور شفیع ڈھونڈتے ہیں۔ انہیں اُمید ہوتی ہے کہ شاید بادشاہ کی نظر ہم پر پڑ جائے۔ اور ہمیں ایک نظر دیکھ لے صفا مروہ کے درمیان کا میدان جلوخانے سلطانی کے مانند ہے۔ عرفات میں لوگوں کا کھڑا رہنا۔ اطراف جہان سے لوگوں کا مجتمع ہو کر آنا۔ مختلف زبانوں میں دعائیں مانگنا عرصاتِ قیامت کے مانند ہے۔ وہاں بھی تمام عالم جمع ہوگا۔ اور ہر ایک کو اپنی اپنی فکر دامنگیر ہوگی۔ ہر شخص امید وبیم میں ہوگا۔ کہ میں مقبول ہوا یا

یا مردود اور پتھر مارنے سے ایک تو اظہار بندگی مقصود ہے۔ دوسرے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مشابہت ہے کہ وہاں پر ابلیس آپ کے سامنے آیا تھا کہ وسوسہ میں ڈالے۔ آپ نے اس پر پتھر پھینکے تھے۔ اے عزیز اگر تیرے خیال میں یہ بات آئے۔ کہ ابلیس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی دیا تھا۔ ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہم بے فائدہ پتھر کیوں ماریں۔ تو اس خطرہ کو وسوسہ شیطانی جان اور بے تامل پتھر مار کر شیطان کی پیٹھ توڑ۔ پتھر مارنے سے شیطان کی پیٹھ ٹوٹتی ہے۔ اور تو بندہ فرمانبردار ہو جا۔ جو حکم تجھے ہوا بجا لا۔ اور اپنے آپ کو بالکل خداوند کریم کے تصرف میں دے دے۔ اور یہ جان لے کہ پتھر مارنے سے بے شک میں نے شیطان کو مغلوب و مقصور کر لیا۔ حج کی عبرتوں کا اس قدر بیان اس لیے ہوا کہ اگر کوئی شخص اس راہ کو پہچانے گا۔ تو جس قدر اُس کا ذہن روشن، شوق کامل اور سعی و کوشش بلیغ ہے۔ اسی قدر اُسے یہ معنی دکھائی دیں گے۔ اور ہر امر میں سے حصہ پائے گا۔ کہ روح عبادت یہی ہے اور یہ باتیں معلوم ہونے سے کاموں کی ظاہری صورت سے معنوں کی طرف بہت ترقی کرے گا۔

آٹھویں اصل تلاوت قرآن مجید

اے عزیز جان لے کہ قرآن شریف پڑھنا سب عبادتوں سے بہتر ہے۔ خصوصاً نماز میں کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اُمت کی عبادتوں میں سب سے افضل تلاوت قرآن ہے۔ اور فرمایا جس شخص کو حق تعالیٰ نے نعمت قرآن عطا فرمائی ہو۔ اور وہ سمجھے کہ اور کسی کو اس سے بہتر کوئی چیز ملی ہے۔ تو اس نے اُس چیز کی تحقیر کی جس کی خدا تعالیٰ نے تعظیم و توقیر کی اور فرمایا کہ اگر مثلاً قرآن کو کسی کھال میں رکھیں تو آگ اس کے قریب بھی نہ جائے گی اور فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن سے بڑھ کر حق تعالیٰ کے ہاں شفیع نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس کو تلاوت قرآن دعا مانگنے سے باز رکھے تو شکر گزاروں کے لیے جو بڑا ثواب ہے میں وہ اُسے دوں گا۔ اور فرمایا دلوں میں لوہے کی طرح زنگ لگتا ہے، لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ چھوٹتا کاہے سے ہے فرمایا قرآن شریف پڑھنے اور موت کو یاد کرنے سے اور فرمایا میں دنیا سے جا رہا ہوں اور تم میں دو واعظ و ناصح چھوڑے جاتا ہوں وہ ہمیشہ تمہیں پند و نصیحت کرتے رہیں گے۔ ایک گویا اور دوسرا خاموش ہے۔ گویا تو قرآن مجید ہے۔ اور موت خاموش ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید پڑھو کہ ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں بطور ثواب ملتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک لام ایک حرف اور م ایک حرف ہے۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا عرض کی یا اللہ کس چیز کے ذریعے سے تیرے

ساتھ تقرب افضل ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے کلام قرآن کے ذریعے سے میں نے عرض کی کہ خواہ معنی سمجھتا ہو خواہ نہیں ارشاد ہوا ہاں معنی سمجھے خواہ نہ سمجھے۔

غافلوں کی تلاوت کا بیان:

اے عزیز جان کہ جس نے قرآن پڑھا اُس کا بڑا درجہ ہے۔ اُسے چاہیئے کہ قرآن شریف کی عزت کا خیال رکھے ناشائستہ باتوں سے بچا رہے۔ ہر وقت آداب سے رہے۔ ورنہ معاذ اللہ اس بات کا خوف ہے۔ کہ مبادا قرآن شریف اس کا دشمن ہو جائے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں منافق اکثر قرآن خواں لوگ ہوں گے۔

ابو سلیمان درانی کا قول ہے کہ دوزخ کا فرشتہ سب فرشتوں کی نسبت مفسد قرآن خوانوں کو جلد پکڑے گا۔ توریت میں لکھا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ اگر تیرے بھائی کا خط تجھے پہنچے۔ تو اگر راہ میں ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ تو راستہ سے الگ ہو بیٹھتا ہے۔ اور اس کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اس میں غور و تامل کرتا ہے۔ اور یہ کتاب میرا خط ہے تجھے میں نے لکھا اس میں غور و تامل کرے۔ اور اس پر کاربند ہو۔ اور تو اس سے انکار کرتا ہے۔ اور اس پر عمل نہیں کرتا اور جو تو پڑھتا بھی ہے۔ تو غور و تامل نہیں کرتا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگلے لوگ قرآن شریف کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ خط آیا ہے۔ رات کو اس میں غور و تامل کرتے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اس کا درس اختیار کیا ہے۔ اس کے حروف کے زیر وزبر درست کرتے ہو۔ اور اس پر عمل کرنے میں سُستی کرتے ہو۔ الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط پڑھنا نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا ہے۔ پڑھنا یاد رکھنے کے لیے ہے۔ اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لیے۔ جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اُس کے مالک کا خط آئے اور اُس میں اُس غلام کی نسبت احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اُس خط کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف خوب درست ادا کرے اور ان احکام میں سے جو اس میں لکھے ہیں۔ کچھ بجا نہ لائے تو بلاشبہ وہ غلام عقوبت و سزا کا مستحق ہے۔

تلاوت قرآن کے آداب:

ظاہر میں چھ چیزیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اول یہ کہ تعظیم سے پڑھے۔ پہلے وضو کرے اور قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور عجز و انکسار کے ساتھ پڑھے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی نماز میں کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھتا ہے اُس کے لیے ہر ہر حرف کا ثواب سو سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جو بیٹھ کر نماز میں پڑھتا ہے تو پچاس پچاس نیکیاں لکھی

جاتی ہیں۔ اور اگر باوضو ہو کر نماز کے علاوہ پڑھے تو پچیس پچیس نیکیاں اور اگر وضو بھی نہ ہو تو دس دس نیکیوں سے زیادہ نہیں لکھتے۔ اور اگر رات کی نماز میں پڑھے تو بہت افضل ہے۔ کہ دل جمعی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اس کے معنوں میں غور کرے۔ جلد ختم ہونے کی فکر میں نہ رہے۔ بعض لوگ ایک روز میں ختم کرتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی تین دن سے کم وقت میں قرآن شریف ختم کرے تو علم دین جو قرآن میں ہے وہ اسے حاصل نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر

اذا زلزلت الارض ؏ القارعۃ ؏ میں آہستہ پڑھوں اور غور و تامل کروں۔ تو سورہ بقر اور سورۂ آل عمران جلدی پڑھنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی کو جلدی جلدی قرآن شریف پڑھتے سُنا تو فرمایا یہ شخص نہ قرآن پڑھتا ہے نہ خاموش ہے۔ اگر عجمی ہو کہ قرآن شریف کے معنی نہیں جانتا تو بھی قرآن شریف کی عظمت کے لیے آہستہ اور ٹھہر کے پڑھنا افضل ہے۔ تیسرے یہ کہ روئے کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو تکلف کر کے قصداً رونا لاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ سبحان الذی میں جو آیۂ سجدہ ہے۔ جب اسے پڑھو تو سجدہ کے لیے جلدی نہ کرو۔ تاوقتیکہ رو نہ لو۔ اگر کسی کی آنکھ نہ روئے تو چاہیئے کہ اُس کا دل روئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قرآن رنج کے لیے نازل ہوا ہے۔ جب اسے پڑھو تو اپنے آپ کو غمگین کرو۔ اور جو قرآن کے وعدہ وعید اور احکام میں تامل کرے گا اور اپنی عاجزی اور ناچاری دیکھے گا۔ تو ضرور اندوہ گین ہوگا۔ بشرطیکہ اس پر غفلت نہ غالب ہو۔ چوتھے یہ کہ ہر آیت کا حق ادا کرے۔ کیونکہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عذاب کی آیت پر پہنچتے استعاذہ کرتے یعنی خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب رحمت کی آیت پر پہنچتے تو خدا تعالیٰ سے رحمت مانگتے۔ اور تنزیہہ کی آیت پر پہنچ کر تسبیح کرتے اور قرآن حکیم کو شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے اور جب تلاوت سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ وَاجْعَلْہُ	اے اللہ مجھ پر رحم کر قرآن کے طفیل اور
لِیْ اِمَامًا وَّ نُوْرًا وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً	بنا اسے میرے لیے امام نور اور ہدایت اور
اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ وَ	رحمت۔ اے اللہ یاد دلا مجھے جو میں اس سے
عَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ	بھول گیا۔ اور سکھا مجھے اس سے جس سے میں
تِلَاوَتَہٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ	جاہل ہوں۔ اور توفیق دے تو مجھے اس کی تلاوت
النَّھَارِ وَاجْعَلْہُ حُجَّۃً لِّیْ یَا رَبِّ	کی رات کی گھڑیوں اور دن کے کناروں میں۔ اور

العَالَمِیْنَ ۔ نہ تو اسے حجت میرے لیے اے رب العالمین۔

اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو سجدہ کرے ۔ پہلے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے۔ پھر سجدہ کرے ۔ نماز کی شرطیں یعنی طہارت اور ستر عورت وغیرہ سجدۂ تلاوت میں بھی ملحوظ ہیں۔ فقط اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرنا بے تشہد و سلام کافی ہے۔ پانچواں یہ کہ ریا کا شبہ و اندیشہ ہو یا کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ پڑھے کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ چپکے قرآن پڑھنے کو چلا کر پڑھنے پر ایسی فضیلت ہے ۔ جیسے چھپا کر صدقہ دینے کو علانیہ دینے پر۔ اگر ریا اور دوسرے کی نماز میں فتور پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ بلند آواز سے پڑھے تاکہ اور لوگ بھی سنیں اور انہیں بھی واقفیت حاصل ہو۔ ہمت جمع ہو۔ شوق بڑھے نیند بھاگ جائے اور سونے والے جاگ پڑیں۔ اگر یہ سب نیتیں جمع ہوں تو ہر ہر نیت پر ثواب پائے گا۔ اور اگر دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے۔ کہ آنکھ کو بھی کام میں لگایا۔ لوگوں نے کہا ہے۔ کہ ایک قرآن شریف دیکھ کر ختم کرنا سات ختموں کے برابر ہے۔ علمائے مصر میں سے ایک عالم حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا دیکھا کہ سجدے میں پڑے ہیں اور قرآن شریف سامنے رکھا ہے۔ فرمایا فقہ نے تمہیں قرآن شریف سے باز رکھا جب میں عشاء کی نماز پڑھتا ہوں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔ اور صبح تک بیدار رہتا ہوں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تشریف لے گئے ۔ دیکھا کہ ابوبکر صدیق رات کے وقت نماز میں آہستہ آواز سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ آہستہ کیوں پڑھتے ہو۔ عرض کی اس وجہ سے کہ جس کے حضور میں مناجات کر رہا ہوں وہ سنتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا چلا کر کیوں پڑھتے ہو عرض کی کہ سوتوں کو جگاتا شیطان کو بھگاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں آدمی اچھا کرتے ہیں تو ایسے اعمال نیت کے تابع ہیں چونکہ دونوں حضرات کی نیت درست تھی۔ دونوں طرح سے ثواب ملے گا۔ چھٹے یہ کہ کوشش کرے کہ خوش آوازی سے پڑھے ۔ کیونکہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ رضی کے مولیٰ کو دیکھا کہ خوش آوازی سے قرآن شریف پڑھتا ہے فرمایا؛

الحمد للہ الذی جعل فی امتی مثلہ — اس خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے شخص کو داخل کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آواز جتنی اچھی ہو گی قرآن کا اثر بھی زیادہ ہو گا۔ سنت یہ ہے کہ خوش الحانی سے پڑھے کلمات و حروف میں بہت الحان کرنا جیسے قوالوں کی عادت ہے مکروہ ہے۔

تلاوت کے آداب باطن :

چھ ہیں۔ اول یہ کہ کلام کی عظمت پہچانے حق سبحانہ تعالیٰ کا کلام جانے اور یقین کرے کہ یہ کلام قدیم اور

حق تعالیٰ کی صفت ہے اس کی ذات سے قائم ہے اور زبان پر جاری ہوتا ہے یہ حروف ہیں۔ اور جیسے زبان سے آگ کہنا آسان ہے۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے۔ لیکن اصل آگ کی طاقت نہیں۔ اسی طرح ان حروف کے معنی کی اصل حقیقت اگر ظاہر ہو جائے تو ساتوں زمین اور ساتوں آسمانوں کو اس کی تجلی کی تاب و طاقت نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط

اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو بے شک دیکھتے تم۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کو ڈرنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا خدا کے خوف سے۔

لیکن قرآن کی عظمت اور جمال کو حروف کے لباس میں پوشیدہ کیا ہے۔ تاکہ زبان اور دلوں کو اس کی طاقت ہو لباس حروف کے سوا بندوں کی طرف اس عظمت و جمال کو پہنچانے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حروف کے سوا اور بھی کوئی بڑا کام ہے جس طرح جانوروں کو ہانکنا، ادب سکھانا۔ اور ان سے کام کہنا آدمی کے کلام اور الفاظ سے ممکن نہیں۔ کیونکہ انہیں انسانی باتیں سمجھنے کی طاقت نہیں۔ ضرورۃً چارپایوں کی آواز سے ملتی ہوئی آواز مقرر کی کہ جانوروں کو اس آواز سے جتائیں۔ اور یہ اس آواز کو سن کر کام کریں۔ لیکن اس کام کی حکمت و رعایت جانور نہیں جانتے کیونکہ بیل کو جو آواز دیتے ہیں تو وہ زمین کو نرم کرتا ہے۔ لیکن زمین نرم کرنے کی حکمت و مصلحت نہیں جانتا۔ کہ اس سے یہ مقصود ہے کہ مٹی میں ہوا جائے اور دونوں میں پانی ملے۔ تاکہ تینوں جمع ہوں تو وہ مجموعہ بیج کی غذا ہو کر اسے پرورش کرے اکثر آدمیوں کا حصہ قرآن شریف سے بھی آواز اور ظاہری معنوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہاں تک کہ بعض آدمی قرآن مجید کو فقط حروف اور آواز ہی سمجھے ہیں۔ یہ سمجھنا نہایت ضعیف بات اور خراب دلی ہے اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی یہ سمجھے کہ آتش کی حقیقت فقط الف تے شین ہے یہ نہ سمجھے کہ آتش اگر کاغذ کو چھپائے تو جلا دے اور کاغذ اس کی تاب نہیں لا سکتا۔ لیکن یہ حروف ہمیشہ کاغذ میں لکھے رہتے ہیں مگر کچھ اثر نہیں کرتے اور جس طرح ہر بدن کے لیے روح ہے اور وہ بدن اس کے ذریعے سے باقی رہتا ہے حروف کے معنی بھی روح کے مانند ہیں اور حروف ڈھانچہ ہیں اور ڈھانچے کو روح کی بدولت عظمت و عزت ہوتی ہے اور حروف کو معانی کے سبب سے شرف ہے۔ اس کتاب میں اس کی پوری تحقیق بیان کرنا ممکن نہیں دوسرا ادب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت بجالائے کہ یہ اس کا کلام ہے۔ قرآن شروع کرنے سے پہلے دل میں حاضر کرے اور سمجھے کہ کس کا کلام پڑھ رہا ہے۔ اور کتنے بڑے کام کے لیے بیٹھتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ۝ نہ چھوئیں اسے مگر پاک لوگ۔

اور جس طرح ظاہر قرآن کو نہیں چھوتا مگر پاک ہاتھ سے اسی طرح حقیقت کلام کو نہیں پاتا مگر وہ دل جو اخلاق بد کی نجاست سے طاہر و پاکیزہ اور تعظیم و توقیر کے نور سے منور و آراستہ ہو۔ اسی بنا پر تھا۔ کہ عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مصحف کھولتے تو ان پر غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے:

ھُوَ کَلَامُ رَبِّیْ۔ وہ میرے پروردگار کا کلام ہے۔

اور کوئی شخص قرآن مجید کی عظمت نہیں جان سکتا تاوقتیکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت نہ پہچانے اور حق تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں حاضر ہوتی تاوقتیکہ آدمی اس کے صفات و افعال میں نہ سوچے۔ جیسے عرش، کرسی، سات زمین، سات آسمان، اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں جیسے فرشتے، جن، بشر، حیوانات، حشرات الارض، جمادات، نباتات اور انواع مخلوقات ان سب کو خیال میں لائے اور سمجھے کہ یہ قرآن اس ذات کا کلام ہے جس کے قبضے میں یہ سب کچھ بلکہ ساری مخلوقات ہے۔ اگر سب کو ہلاک کر ڈالے تو اسے کچھ خوف و ڈر نہیں۔ اور اس کے کمال میں کچھ نقصان نہ آئے گا۔ سب کا خالق، حافظ، رازق وہی ہے۔ ان سب باتوں کا خیال کرے تو اس کی عظمت و بزرگی کا کچھ نہ کچھ حصہ آدمی کے دل میں آئے گا۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ پڑھنے میں دل حاضر رہے غافل نہ ہو۔ نفس کی باتیں اسے ادھر ادھر نہ لے جائیں اور جو کچھ غفلت سے پڑھا اسے نہ پڑھنے کے برابر جانے اور پھر سے پڑھے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی سیر کے لیے باغ میں گیا اور وہاں کے عجائب و غرائب سے غافل رہا۔ اور باہر چلا آیا کیونکہ قرآن مجید مومنوں کا تماشہ گاہ ہے اس میں بہت عجائب اور حکمتیں ہیں اگر کوئی اس میں غور کرنا شروع کر دے۔ تو پھر اور کسی چیز کی طرف مشغول نہ ہو۔ تو جو شخص قرآن شریف کے معنی نہ سمجھے وہ بڑا کم نصیب ہے۔ لیکن چاہیئے کہ اس کی عظمت دل میں رکھے۔ تاکہ خیال اور طرف نہ بٹے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنی کا خیال کرے تاکہ معنی سمجھ میں آئیں۔ اگر ایک بار نہ سمجھے دوبارہ پڑھے اور اگر اس سے کچھ لذت حاصل ہوتی ہے تو بھی اعادہ کرے۔ زیادہ پڑھنے سے یہ اولیٰ اور افضل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز میں یہ آیت بار بار پڑھتے تھے۔

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم ۝ اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو غالب حکمت والا ہے ۱۲۔

اور بیس۲۰ بار بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اعادہ فرماتے اور حضرت سعیدؒ بن جبیر نے اس آیت میں پوری ایک رات بسر کی۔

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ تم جدا ہو جاؤ آج اے بدکار لوگو۔

اگر کوئی شخص ایک آیت پڑھے اور دوسری آیت کے معنوں کا دھیان کرے تو اس نے اس آیت کا حق ادا نہیں کیا۔

اخبار میں وارد ہے کہ حضرت عامر ابن عبداللہ وسواس کا گلہ شکوہ کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کیا دنیوی وسوسے آتے ہیں جواب دیا اگر میرے سینہ میں چھری ماریں تو نماز میں دنیوی خیال لانے سے مجھے یہ زیادہ آسان ہے بلکہ مجھے یہ خیال زیادہ رہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے کیسے کھڑا ہوں گا۔ اور کس طرح وہاں سے پھروں گا۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ ان خیالات کو بھی بزرگ لوگ وسواس جانتے تھے۔ اس بنا پر کہ آدمی جو آیت نماز میں پڑھے۔ چاہیئے کہ اس وقت اس کے معنوں کے سوا اور کچھ خیال نہ کرے۔ جب اور بات کا خیال کیا۔ اگرچہ وہ دین کی بات ہی ہو۔ تو بھی وسوسہ ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ ہر آیت میں اس کے معنوں کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے جب حق تعالیٰ کی صفات کی آیتیں پڑھے۔ تو صفات کے اسرار میں تامل اور غور کرے کہ قدوس عزیز جبار حکیم وغیرہ کے کیا معنی ہیں اور جب حق تعالیٰ کے افعال کی آیات پڑھے۔ مثلاً:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۝ پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو۔

تو عجائب خلق سے خالق کی عظمت کا تصور کرے۔ اور اس کا کمال علم و قدرت ذہن میں لائے۔ حتیٰ کہ یہ کیفیت ہو جائے کہ جس چیز میں دیکھے خدا ہی کو دیکھے۔ سب اس کے ساتھ دیکھے۔ اور اسی سے دیکھے جب یہ آیت پڑھے ؎

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ بے شک پیدا کیا ہم نے آدمی کو نطفہ سے۔

تو نطفہ کے عجائبات کا خیال کرے کہ ایک طرح کے قطرہ پانی سے کیسی کیسی مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً گوشت، پوست، رگیں، ہڈیاں وغیرہ یوں ہی اعضاء جیسے سر ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان وغیرہ کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر عجیب عجیب قوتیں جیسے سمع، بصر، حیات وغیرہ کس طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ اور قرآن مجید کے سب معنی بیان کرنا مشکل ہے اس قدر بیان سے صرف فکر اور غور پر آگاہ کرنا مقصود ہے تین افراد کو قرآن شریف کے معنی معلوم نہیں ہوتے۔ ایک وہ جو ظاہر تفسیر نہ پڑھا ہو۔ اور عربی زبان نہ جانتا ہو۔ دوسرے وہ جو کسی گناہ کبیرہ پر مصر ہو۔ کسی بدعت کا اعتقاد اس کے دل میں جاگزین ہو۔ اس کا دل گناہ اور بدعت کی ظلمت سے تاریک ہو گیا ہو۔ تیسرے وہ جس نے علم کلام میں کوئی عقیدہ پڑھا۔ پھر اس پر اٹکا اور ٹھہرا ہوا ہے۔ اور اس کے دل میں اس اعتقاد کے خلاف جو کچھ آتا ہے اس سے نفرت کرتا ہے۔ تو ممکن نہیں کہ ایسا شخص اس ظاہری اعتقاد سے

سے پھرے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ اس کا دل بھی مختلف صفات کی طرف پھرتا رہے جس طرح آیات کے معنٰے مختلف آتے ہیں۔ مثلاً جب خوف کی آیت پر پہنچے تو دل پہ خوف وہراس اوہ مدقت غالب ہو۔ اور جب رحمت کی آیات پر پہنچے تو فرحت وانبساط دل میں پیدا ہو۔ اور جب حق تعالیٰ کی صفات سنے تو عین تواضع وانکسار بن جائے۔ اور جب کفار کے وہ اقوال سنے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی خیاب کے لائق نہیں کہتے جیسے اس کا شریک اور فرزند ہونا تو آواز ہلکی کرے۔ اور شرم وخجالت سے پڑھے اسی طرح ہر آیت کے معنی ہیں۔ اور جو معنی کا مقتضیا ہے اسی صفت پر ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ آیت کا حق ادا ہو۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ قرآن اس طرح پڑھے گو یا حق تعالیٰ سے سنتا ہے۔ اور فرض کرے کہ فی الحال اسی سے سنتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ اور کچھ حلاوت نہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سنتا ہوں۔ پھر آگے یہ عا اور فرض کیا کہ حضرت جبرائیل امین ؑ سے سنتا ہوں۔ اور زیادہ حلاوت پائی۔ پھر آگے پڑھا اور بڑے مرتبے کو پہنچا اب اس طرح پڑھتا ہوں گو یا بے واسطہ حق سبحانہ تعالیٰ سے سنتا ہوں۔ اب وہ لذت پاتا ہوں کہ ہرگز نہ پائی تھی۔

نویں اصل ذکرِ الٰہی

اے عزیز جان کہ حق تعالیٰ کو یاد کرنا تمام عبادات کا خلاصہ اور رجان ہے کیونکہ نماز اسلام کا ستون ہے اس سے بھی یادِ الٰہی مقصود ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ	بے شک نماز باز رکھتی ہے۔ بدی اور برائی سے اور بے شک ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے

اور تلاوت قرآن سب عبادتوں سے اس لیے افضل ہے کہ وہ خدائے عزوجل کا کلام ہے۔ حق تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے خدا کے ذکر کی تازگی کا سبب اور واسطہ ہے اور روزہ سے شہوت اور خواہش کا توڑنا مقصود ہے۔ دل ہجوم شہوت سے نجات پا جانا۔ صاف ہو کہ خدا تعالیٰ کے ٹھہرنے کا مقام بن جاتا ہے۔

ف خدا کی یاد سب عبادتوں کی جان ہے۔

اس لیے کہ جب تک شہوات و خواہشات سے بھرا ہوا ہے اس سے ذکر الٰہی ناممکن ہے اور ذکر اس میں اثر نہیں کرتا اور حج جو خانہ خدا کی زیارت کا نام ہے اس سے بھی صاحب خانہ کی یاد اور اس کی ملاقات کا شوق پیدا کرنا مقصود ہے تو ذکر الٰہی تمام عبادتوں کا سر اور خلاصہ ہے بلکہ اسلام کی اصل اور جڑ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور بر عین ذکر ہے اور عبادتیں اس ذکر کی تاکید و مضبوط کرنے والی ہیں۔ اور تیرے ذکر کا ثمرہ یہ ہے کہ خدا تجھے یاد کرتا ہے۔ اس سے زیادہ ثمرہ اور نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ　　تم مجھے یاد کرو تاکہ میں تمہیں یاد کروں۔

خدا کو ہمیشہ یاد کرنا چاہیے۔ اگر ہمیشہ نہ ہو تو اکثر اوقات میں تو ہو کہ آدمی کی فلاح اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ　　اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

یعنی فلاح کی امید رکھتے ہو تو کثرتِ ذکر اس کی کنجی ہے۔ بہت ذکر کرو تھوڑا سا نہیں۔ اکثر اوقات کرو کبھی کبھی نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا　　جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے
وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ۔　　اور اپنے پہلوؤں پر،

ان بندوں کی تعریف فرمائی۔ جو کھڑے بیٹھے سوتے کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ　　اسے یاد کر زاری سے اور ڈرتے ہوئے
خِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ　　اور پوشیدہ صبح و شام اور کسی وقت غافل
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝　　نہ ہو۔

جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ سب کاموں سے افضل کون سا کام ہے۔ آپ نے فرمایا مرتے وقت ذکر الٰہی سے تر زبان ہونا۔

جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند کریم کے نزدیک جو کام بہترین اعمال اور مقبول ہے۔ اور تمہارے لیے بزرگ ترین درجہ ہے۔ اور سونا چاندی صدقہ دینے سے بہتر۔ اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ اس طرح جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کہ تم ان کی گردنیں مارو۔ وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ اس کام سے میں تمہیں آگاہ کردوں۔ جاں نثاروں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے۔ وہ کیا کام ہے آپ نے فرمایا۔

ف جو خدا کا ذکر کرے خدا اس کا ذکر کرتا ہے۔

ذکرِ الٰہی یعنی حق تعالیٰ کو یاد کرنا۔آپ نے فرمایا جس کو میرا ذکر دعا مانگنے سے باز رکھے ۔میرے نزدیک اس کا انعام اور اس کو عطا کرنا مانگنے والوں کے انعام و عطا سے بہتر ہے اور فرمایا خدا کو یاد کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے مُردوں میں زندہ اور جیسے سوکھی گھاس میں ہرا درخت اور جہاد سے بھاگ جانے والوں میں ثابت قدم غازی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اہل جنت کو کسی امر پر حسرت نہ ہوگی مگر دنیا میں جو ساعت یادِ الٰہی سے غفلت میں گزری ہوگی اس پہ حسرت ہوگی۔

ذکر کی حقیقت:

اے عزیز جان کہ ذکر کے چار درجے ہیں۔ایک یہ کہ فقط زبانی ذکر ہو۔دل اس سے غافل اور بے فکر ہو اس کا اثر کم ہوتا ہے مگر بالکل بے اثر نہیں۔اس لیے کہ جو زبان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو۔اس کو اس زبان پر جو بیہودہ باتوں میں مصروف یا بالکل معطل اور بیکار ہو۔فضیلت ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں تو ہو لیکن قرار نہ پکڑے۔اور نہ گھر کرے ایسا ہو کہ دل کو تکلف سے ذکر کے ساتھ مشغول رکھیں۔کہ اگر یہ جہد اور تکلف نہ ہو تو دل غفلت یا نفس کے خطروں سے پھر اپنی طبیعت کے موافق ہو جائے۔تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں گڑ گیا ہو اور ایسا غالب اور متمکن ہو گیا ہو کہ اور کام کی طرف اسے تکلف سے مشغول کریں۔یہ بڑی بات ہے۔چوتھا درجہ یہ ہے کہ جس کا ذکر مطلوب ہے وہی دل میں بس چکا ہو۔اور وہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور ذکر دل میں نہ ہو اس لیے کہ جس شخص کا دل مذکور یعنی خدا کو دوست رکھتا ہے اس میں اور اس شخص میں جس کا دل ذکر کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہے۔بلکہ کمال یہ ہے کہ ذکر اور ذکر کا خیال بھی دل سے بالکل جاتا رہتا ہے۔مذکور ہی مذکور رہ جائے۔کیونکہ ذکر عربی ہو یا فارسی کلام سے خالی نہ ہوگا۔بلکہ عین کلام ہوگا۔اور اصل یہ ہے کہ عربی اور فارسی سخن وغیرہ جو کچھ ہے سب سے دل خالی ہو۔اور سب وہی ہو جائے۔ دل میں کسی چیز کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔فرطِ محبت جس کو عشق کہتے ہیں یہ امر اس کا نتیجہ ہے یعنی اس سے حاصل ہوتا ہے اور عاشق ہمیشہ معشوق ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ایسا ہوتا ہے کہ اس کے تصور اور کمال خیال میں اس کا نام بھی بھول جاتا ہے۔جب ایسا مستغرق اور محو ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور غیرِ حق جو کچھ ہے سب کو بھول جائے تو تصوف کے پہلے راستے پر آئے گا۔صوفیہ صافیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حالت کو فنا اور نیستی کہتے ہیں۔یعنی جو کچھ ہے سب اس کے ذکر سے نیست اور خود بھی نیست ہو گیا،کہ اپنے آپ کو بالکل بھول گیا۔اور جس طرح حق تعالیٰ کے بہت سے عالم ایسے ہیں کہ ہمیں ان کی خبر نہیں اور وہ ہمارے حق میں نیست ہیں اور جن سے ہم آگاہ ہیں اور ہمیں جن کی خبر ہے وہ ہمارے نزدیک ہست ہیں۔اگر یہ عالم جو خود خلق کے نزدیک موجود ہیں کسی کو بھول گئے۔تو اس کے نزدیک نیست ہو گئے۔ اور جب اپنی خودی بھولے گا تو خود بھی اپنے نزدیک نیست ہو گیا۔اور خدا کے سوا

جب کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی تو حق تعالیٰ ہی اس کے نزدیک ہست اور اس کے سامنے موجود ہے۔

اے عزیز جس طرح تو جب نگاہ اٹھائے اور زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے وہی دیکھے اس کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے تو یہی کہے گا کہ اس کے سوا عالم ہستی نہیں اور تمام عالم یہی ہے۔ اسی طرح یہ ذاکر بھی خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور کہتا ہے کہ ہمہ اوست یعنی اللہ ہی اللہ ہے۔ سوا اللہ کے کچھ نہیں۔ اس مقام پر اس کے اور خدا کے درمیان جدائی باقی نہیں رہتی۔ اور یگانگی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ توحید اور وحدانیت کا پہلا عالم ہے یعنی جدائی اٹھ جاتی ہے جدائی اور دوری سے کچھ خبر ہی نہیں رہتی۔ اس لیے کہ جدائی وہ جانتا ہے۔ جو دو چیزیں جانے۔ اپنے آپ اور خدا کو پہچانے اور یہ شخص اس وقت آپ سے بے خبر ہے۔ ایک کے سوا دوسرے کو پہچانتا ہی نہیں تو جدائی کیونکر جانے گا۔ آدمی جب اس درجہ پہ پہنچتا ہے۔ تو فرشتوں کی صورتیں اس پہ ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ فرشتے اور انبیاء علیہ السلام کی روحیں اچھی صورتوں میں اسے نظر آنے لگتی ہیں۔ جناب احدیت کے لیے جو چیزیں خاص ہیں وہ منکشف ہوتی ہیں اور بڑے بڑے احوال ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کا بیان ممکن نہیں جب پھر اپنے میں آتا ہے اور دوسرے کاموں سے آشنا ہوتا ہے تو اس کا اثر اس میں رہتا ہے اور اس حالت کا شوق غالب ہو جاتا ہے۔ اور دنیا و مافیہا اور جن کاموں میں لوگ مشغول ہیں وہ سب اُسے ناگوار و ناپسند ہوتے ہیں۔ اپنے ظاہر سے تو آدمیوں میں ہوتا ہے مگر دل سے غائب رہتا اور نگاہ تعجب سے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ دنیا کے کام میں مشغول ہیں اور رحمت و حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس لیے کہ جانتا ہے کہ یہ لوگ کتنے بڑے اور عمدہ کام سے محروم ہیں۔ اور لوگ ہنستے ہیں کہ وہ خود بھی دنیا کے کاموں میں کیوں مشغول نہیں ہوتا۔ اور بُرا گمان کرتے ہیں۔ کہ اسے دیوانگی لاحق ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے درجے کو نہ پہنچے اور یہ حالات و مکاشفات اس پہ منکشف نہ ہوں لیکن ذکر الٰہی اس پہ غالب اور مستولی ہو جائے تو یہ بھی کیمیائے سعادت ہے۔ اس لیے کہ جب ذکر غالب ہوگا۔ تو انس و محبت مستولی ہو گی۔ اور دل پہ چھا جائے گی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ دوست رکھے گا اور اصل سعادت یہی ہے کیونکہ جب خدا کی طرف رجوع ہوگا تو موت سے اس کے دیدار کی بنا پہ کمال لذت بقدر محبت حاصل ہو گی۔ اور جس کی محبوبہ و معشوقہ دنیائے دوں ہے اور جو اس پیرزال پہ عاشق و مفتون ہے وہ باندازہ عشق و محبت اس کی فرقت میں رنج و اذیت اٹھائے گا۔ جیسا عنوان مسلمانی میں بیان ہو چکا ہے تو اگر کوئی شخص بہت ذکر کرتا ہے۔ اور وہ احوال جو صوفیہ کو ظاہر ہوتے ہیں اس پہ ظاہر و نمودار نہ ہوں تو چاہیے کہ بیزار نہ ہو کہ سعادت اس حال پر موقوف نہیں۔ اس لیے کہ جب دل ذکر کے نور سے آراستہ ہوا تو کمال سعادت پہ تیار ہوا اور جو کچھ اس جہان میں اسے ظاہر نہ ہوگا۔ مرنے کے بعد ظاہر ہوگا۔ تو آدمی کو چاہیے کہ مراقبۂ دل کا التزام رکھے تاکہ خدا سے لگا رہے۔

اور کبھی غافل نہ ہو۔ اس لیے کہ دائمی ذکر حضرت الٰہیت اور عجائب ملکوت کی کنجی ہے۔ یہ جو جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنت کے باغات کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ خدا کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سب عبادتوں کا خلاصہ ہے۔ اور حقیقی ذکر یہ ہے کہ امامر دنواہی کے وقت خدا کو یاد کرے۔ گناہ سے ہاتھ کھینچے۔ حکم الٰہی بجا لائے۔ اگر ذکر اس بات پہ آمادہ نہ کرے تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ذکر سخن نفس اور بے حقیقت تھا۔

تسبیح، تہلیل، تحمید، صلوٰۃ، اور استغفار کے فضائل

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جو نیکی کرتا ہے اسے قیامت کے دن ترازو میں رکھیں گے۔ مگر کلمہ لا الہ الا اللہ کہ اگر اسے میزان میں رکھیں تو سات زمینیں اور سات آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان سب سے اس کا وزن زیادہ ہو۔ اور فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والا اگر صدقِ دل سے کہتا ہے اور زمین کی خاک کے برابر گناہ رکھتا ہے۔ تو بھی اسے بخش دیں گے۔ اور فرمایا کہ جس نے خلوص سے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔ اور فرمایا جو:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ لہ الملك و لہ الحمد وھو علی کل شیئٍ قدیرٌ ۔	نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اکیلا ہے وہ نہیں ہے کوئی شریک اس کا اسی کے واسطے ہے بادشاہی اسی کے لیے ہے سب تعریف اور وہ ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا ہے۔

ہر روز سو بار پڑھے۔ تو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو گناہ مٹائے جائیں گے اور رات تک یہ کلمہ شیطان سے اس کے لیے حصار ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے جو شخص یہ کلمہ کہے۔ اس نے گویا فرزندان اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کیے۔

تسبیح و تحمید کا بیان:

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ایک دن میں:

سبحان اللہ و بحمدہٖ ۔	پاک ہے اللہ اور اس کی حمد کے ساتھ اسے یاد کرتا ہوں۔

سو بار کہے۔ اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ کثرت میں دریا کی کشادگی کے برابر ہوں اور فرمایا جو

جو کوئی ہر نماز کے بعد تنتیس ۳۳ بار سبحان اللہ۔ تنتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور تنتیس ۳۳ بار اللہ اکبر کہے اس کے بعد اس کلمے سے سو پورا کرے:

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر

تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر دریا کے جھاگ کے برابر ہوں۔ اور روایت ہے کہ ایک مرد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ دنیا نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ میں تنگدست، محتاج اور عاجز ہو گیا ہوں۔ میں کیا کروں۔ فرمایا تو کدھر ہے۔ ملائکہ کی اس صلوٰۃ اور خلق کی اس تسبیح سے کیا بے خبر ہے۔ جس کی بدولت وہ روزی پاتے ہیں۔ اس نے عرض کی وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ استغفر اللہ۔ پاک ہے اللہ اور اس کی حمد کے ساتھ اسے یاد کرتا ہوں۔ پاک ہے اللہ بڑا اور اس کی تعریف کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ اس سے بخشش چاہتا ہوں۔

فجر کی نماز کے پہلے سو بار پڑھا کر۔ تا کہ دنیا خواہ مخواہ تیری طرف متوجہ ہو۔ اور حق تعالیٰ ہر کلمہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ وہ قیامت تک تسبیح کیا کرتا ہے۔ اور اس کا ثواب تجھے ملے گا۔ اور فرمایا یہ کلمات باقیات الصالحات ہیں:

سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

اور فرمایا میں یہ کلمات کہتا ہوں اور جو چیزیں گردش آفتاب کے نیچے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ ان کو پسند رکھتا ہوں اور فرمایا خدا کے نزدیک یہی چار کلمے سب کلموں سے بہتر ہیں۔ اور فرمایا دو کلمے ہیں کہ زبان پر ہلکے اور میزان میں گراں اور خدا کو بہت پسند ہیں:

فقرا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ آخرت کا ثواب تو سب امیروں نے لے لیا۔ کیونکہ جو عبادت ہم کرتے ہیں وہ تو وہ بھی کرتے ہیں اور اس کے علاوہ صدقہ خیرات بھی دیتے ہیں۔ اور ہم صدقہ نہیں دے سکتے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری محتاجی کے سبب تمہاری ہر تسبیح و تہلیل اور ہر تکبیر صدقہ ہے۔ اور ہر امر معروف اور نہی منکر بھی صدقہ ہے۔ اور اگر کوئی تم میں سے ایک لقمہ اپنے عیال کے منہ میں دیتا ہے وہ بھی صدقہ ہے۔

اے عزیز جان کہ درویشی کے حق میں تسبیح و تہلیل کی فضیلت اس بنا پر زیادہ ہے کہ اس کا دل دنیا کی ظلمت

سے تاریک نہیں۔ بلکہ بہت صاف ہوتا ہے۔ ایک کلمہ جو وہ کہتا ہے۔ اس تخم کی مثل ہے۔ جو پاک زمین میں ڈالا جائے بہت اثر کرتا۔ اور بہت پھل دیتا ہے۔ اور جو ذکر اس دل میں ہوتا ہے۔ جو دنیا کی خواہشوں سے بھرا ہوا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے وہ بیج جو کھاری زمین میں بویا جائے۔ کہ اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

درود شریف کا بیان:

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے۔ خوشی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر تھے۔ فرمایا جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ پیغام لائے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کیا اس امر پر تم کفایت نہیں کرتے کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے تم پر ایک بار درود بھیجے گا۔ میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں گا۔ اور جو ایک بار سلام بھیجے گا۔ میں دس بار اس پر سلام بھیجوں گا۔ اور فرمایا جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ تمام ملائکہ اس پر درود بھیجتے ہیں خواہ بہت درود بھیجیں خواہ کم۔ اور میرا بڑا مقرب وہ ہے۔ جو مجھ پر بہت درود بھیجے۔ اور جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس برائیاں اس سے مٹائی جاتی ہیں۔ اور فرمایا کہ جو کوئی کچھ لکھتا ہے اور اس میں مجھ پر درود لکھتا ہے۔ تو جب تک میرا نام اس پر لکھا پاتے ہیں۔ ملائکہ اس کے لیے مغفرت طلب کیا کرتے ہیں۔

استغفار کا بیان:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قرآن شریف میں دو آیتیں ہیں جو کوئی گناہ کر کے ان دونوں آیات کو پڑھ کر استغفار کرے۔ اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے۔ وہ دو آیتیں یہ ہیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ؁

وہ لوگ جب کرتے ہیں برا کام یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر یاد کرتے ہیں۔ اللہ کو پھر بخشش چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی۔ اور کون بخشتا ہے گناہوں کو مگر اللہ اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو انہوں نے کیا۔ اور وہ جانتے ہیں۔

اور دوسری آیت یہ ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؁

جس نے برا کام کیا یا ظلم کیا اپنی ذات پر پھر بخشش مانگی اللہ سے پائے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا۔

اور حق تعالیٰ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ — پس تسبیح کر تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور مغفرت چاہ اس سے۔

اسی سبب سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرماتے تھے،

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ — پاک ہے تو اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں میں تیری

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ — اے اللہ بخش دے مجھے بے شک تو تو بہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ۱۲

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کوئی استغفار کرے اور کسی تکلیف میں ہو۔ خوش ہو جائے گا۔ اور جہاں سے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو روزی پائے گا۔ اور فرمایا میں دن بھر میں ستر بار توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ تو معلوم ہوا کہ دوسروں کو کسی وقت بھی توبہ و استغفار سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ اور فرمایا جو کوئی سوتے وقت تین بار:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہ — مغفرت چاہتا ہوں اللہ سے ایسا اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔

کہے تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ کثرت میں دریا کی کشادگی۔ میدان کی ریت، درخت کے پتوں اور دنیا کے دنوں کے برابر ہوں۔ اور فرمایا ہے جو بندہ گناہ کرتا ہے۔ اور خوب طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھتا اور استغفار کرتا ہے۔ اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

آدابِ دعا کا بیان:

اے عزیز تو جان کہ تضرع و زاری سے دعا کرنا عبادت اور انسان کو خدا کے قریب کرتا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دعا عبادتوں کا مغز و خلاصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات سے عبودیت مقصود ہوتی ہے۔ اور عبودیت یہ ہے کہ بندہ اپنی شکستگی، عاجزی اور خدا کی قدرت و عظمت دیکھے اور جانے اور دعا ان دونوں باتوں کو شامل ہے۔ تضرع اور زاری جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے۔ دعا میں آٹھ آداب نگاہ میں رکھنے چاہئیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ افضل اوقات میں دعا کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً عرفہ، رمضان المبارک جمعہ صبح کے وقت۔ رات کے درمیان۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ افضل حالات کو نگاہ میں رکھے جیسے غازیوں کے جنگ کرنے کا وقت بارش کے وقت اور فرض نماز کے بعد کا وقت کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ان اوقات میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اذان اور تکبیر کے درمیان اور روزہ دار ہونے کی حالت میں اور اس وقت جب دل بہت نرم ہو۔ اس لیے کہ دل کی رقت خدا تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت کھلنے کی دلیل ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور آخر کو منہ پہ پھیرے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اس بات سے بہت بلند و برتر ہے کہ جس ہاتھ کو اس کی طرف اٹھائیں وہ اُسے خالی پھیرے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کوئی دعا کرے گا تین چیزوں سے خالی نہ رہے گا۔ یا اس کا گناہ معاف فرمایا جائے گا۔ یا فوراً کوئی چیز اسے پہنچے گی یا آئندہ۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ دعا میں شک نہ کرے۔ بلکہ دل اسی بات پہ جمائے کہ ضرور قبول ہو گی۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰہَ وَ اَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ — دعا کرو تم اللہ سے در آنحالیکہ تم اس کی قبولیت کا یقین رکھتے ہو۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ دعا خشوع خضوع اور حضورِ قلب سے کرے۔ اور تکرار کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو دل غافل ہو۔ اس کی دعا نہیں سنی جاتی۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ دعا میں لجاجت و تکرار کرے۔ اور اس میں لگا رہے دعا کرنا نہ چھوڑے۔ یہ نہ کہے کہ ہم نے بہت دفعہ دعا کی اور قبول نہ ہوئی۔ اس لیے کہ قبولیت کا وقت اور اس کی مصلحت خدا بہتر جانتا ہے۔ جب دعا قبول ہو تو یہ کہنا سنت ہے:

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصّالحات — شکر اللہ کا جس کی نعمت کے ساتھ تمام ہوتی ہیں نیکیاں۔ ۱۲

اگر دعا قبول ہونے میں دیر لگے تو کہے:

الحمد للہ علی کل حالٍ — ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ دعا سے پہلے تسبیح اور درود شریف پڑھے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے پہلے یوں فرماتے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلَی الْوَھَّابُ — پاک ہے میرا رب بڑے مرتبے والا بخشش دینے والا۔

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی دعا سے پہلے درود پڑھے گا اس کی دعا مقبول ہو گی حق سبحانہ تعالیٰ بڑا کریم ہے ایسا نہیں کہ دو دعاؤں میں سے ایک کو قبول اور دوسری کو رد کر دے یعنی درود قبول فرمائے اور اصل مقصد نہ برلائے۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ دعا سے پہلے توبہ کرے گناہوں سے قدم باہر رکھے اور دل کو بالکل خدا کے حوالے کر دے اس لیے کہ اکثر دعاؤں کے رد ہونے کا سبب دل کی غفلت اور گناہوں کی ظلمت ہوتی ہے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اسرائیل کے زمانے میں کال پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی تمام امت کے ساتھ تین مرتبہ دعائے باراں کے لیے نکلے دعا قبول نہ ہوئی۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ تمہارے گروہ میں ایک چغل خور ہے۔ جب تک وہ رہے گا۔ میں دعا قبول نہ کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوندا وہ کون شخص ہے بتلا کہ میں اسے نکال دوں۔ ارشاد ہوا کہ میں غمازی سے منع کرتا ہوں۔ خود کیوں کروں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ سب لوگ غمازی سے توبہ کرو۔ غرض سب نے توبہ کی۔ تو باران رحمت نازل ہوا۔ مالک ابن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار بنی اسرائیل میں قحط پڑا لوگ بار ہا دعائے باراں کے لیے گئے۔ دعا قبول نہ ہوئی۔ ان کے پیغمبر پر وحی آئی کہ ان لوگوں سے کہہ کہ تم دعا کے لیے ایسی حالت میں نکلے ہو کہ تمہارے بدن نجس اور پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور ہاتھ خون ناحق میں آلودہ ہیں۔ ایسے نکلنے سے میرا غصہ تم پر اور زیادہ ہوا۔ میرے سامنے سے دور ہو۔

متفرق دعاؤں کا بیان:

اے عزیز جان کہ ماثورہ دعائیں جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اور صبح و شام اور بعد نمازوں کے اوقات مختلف میں جن کا پڑھنا سنت ہے۔ بہت ہیں۔ ان میں سے اکثر کتاب احیاء العلوم میں جمع کی ہیں۔ اور چند بہت عمدہ دعائیں کتاب بدایۃ الہدایۃ[1] میں مذکور ہیں جسے منظور ہو ان کتابوں میں سے یاد کرے اس لیے کہ اس کتاب میں ان دعاؤں کا لکھنا طوالت کا سبب ہوگا۔ ان میں سے اکثر دعائیں مشہور اور ہر ایک کو یاد ہیں۔ چند دعائیں جن کا حوادث امور میں پڑھنا سنت ہے اور لوگوں کو کم یاد ہیں بیان کی جاتی ہیں کہ لوگ یاد کرلیں اور ان کے معنی سمجھ لیں اور وقت پر پڑھا کریں۔ اس لیے کہ کسی وقت بھی بندہ کو اپنے خدا سے غافل نہ ہونا چاہیے اور تضرع دعا سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ جب گھر سے باہر جائے تو کہے:

---

[1] ناچیز مترجم کتاب ہذا نے بدایۃ الہدایۃ کا بھی ۱۹۶۳ء میں سلیس اردو ترجمہ کیا اور "وسیلہ نجات" کے نام سے شائع کیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ساتھ نام اللہ کے۔ اے اللہ پناہ لیتا ہوں میں تیرے پاس اس بات سے کہ گمراہ ہو جاؤں میں یا گمراہ کیا جاؤں یا ظلم کروں میں یا ظلم کیا جاؤں یا ایذا دوں میں کسی کو یا ایذا پہنچائے کوئی مجھے۔ نکلتا ہوں میں ساتھ نام خدا مہربان رحم کرنے والے کے۔ نہیں بچاؤ ہے اور نہیں ہے قوت بھلائی پر مگر اللہ کی مدد سے۔

مسجد میں داخل ہونے کے وقت یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اے اللہ رحمت نازل کر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل پر اور سلام بھیج اے اللہ بخش دے میرے لیے گناہ اور کھول میرے لیے دروازے اپنی رحمت کے۔

اور اپنا داہنا قدم پہلے رکھے۔ جب ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں واہی تباہی باتیں ہوتی ہوں۔ تو یہ کہنا ان کا کفارہ ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ عَمِلْتُ سُوْءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

پاک ہے تو اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں میں، تیری گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو مغفرت چاہتا ہوں میں تجھ سے اے اللہ توبہ کرتا ہوں میں تیری طرف کام کیے میں نے برے اور ظلم کیا میں نے اپنی ذات پر بخش دے تو مجھ کو تحقیق کوئی بخشنے والا نہیں مگر تو۔

جب بازار جائے تو یہ کہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْ هٰذَا الثَّوْبَ فَلَكَ الْحَمْدُ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ -

اے اللہ پہنایا تو نے مجھے یہ کپڑا پس تیرا شکر ہے مانگتا ہوں میں تجھ سے اس کی نیکی اور اس چیز کی نیکی جس کے واسطے بنایا گیا ہے ۔۱۲ اور اس کے شر سے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں:

جب نیا چاند دیکھے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالسَّلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ -

اے اللہ اس چاند کو ہنا ہم پر امن، ایمان اور سلامتی و اسلام کا اے چاند میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے ۔۱۲

جب آندھی آئے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ

اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اچھائی اس ہوا کی اور اچھائی اس چیز کی جو بھیجی ہے تو نے اس کے ساتھ اور پناہ مانگتا ہوں میں اس کی برائی اور اس چیز کی برائی سے جو تو نے بھیجی اس کے ساتھ۔

جب کسی کے مرنے کی خبر سنے تو یہ کہے:

سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

پاک ہے وہ زندہ رب جو نہ مرے گا بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

جب خیرات دے تو یہ کہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ -

اے اللہ قبول فرما تو ہم سے بے شک تو ہے سننے جاننے والا۔

جب کچھ نقصان ہو تو یہ کہے:

عَسٰى رَبُّنَا اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ -

تو قریب ہے کہ رب ہمارا بدلہ دے اچھا اس سے بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف پھرنے

والے ہیں۔۱۲

جب کوئی نیا کام شروع کرے تو یہ کہے:

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

اے ہمارے پروردگار دے ہمیں اپنی طرف سے رحمت اور مہیا کر ہمارے لیے ہمارے کام میں درستی۔۱۲

جب آسمان کی طرف دیکھے تو یہ کہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تَبَارَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا۔

اے پروردگار ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے اس کو باطل، پاک ہے تو بچا ہم کو عذاب دوزخ سے برکت والا ہے وہ جس نے پیدا کیے آسمان میں برج اور ان میں آفتاب اور ماہتاب روشن کیے۔

جب آسمان گرجنے کی آواز سنے تو یہ کہے:

سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔

پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی بیان کرتا ہے رعد اس کی تعریف کے ساتھ اور ملائکہ اس کے ڈر سے۔

جب کہیں بجلی گرے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

اے اللہ نہ قتل کر ہمیں اپنے غضب سے اور نہ ہلاک کر تو ہم کو اپنے عذاب سے اور عافیت دے ہمیں اس سے پہلے۔

پانی برستے وقت یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ سَقْيًا هَنِيْئًا وَّمُبَارَكًا نَّافِعًا وَّاجْعَلْهُ سَبَبَ رَحْمَتِكَ وَلَا تَجْعَلْهُ سَبَبَ عَذَابِكَ۔

اے اللہ کر تو اس مینہ کو سیرابی اور خوشی دینے والا اور مینہ نفع دینے والا کر اسے سبب اپنی رحمت کا ذریعہ بنا۔ اور تو اسے اپنے عذاب کا باعث نہ بنا۔

غصہ کے وقت یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	اے اللہ بخش دے تو گناہ میرا اور دور کر غصہ میرے دل کا اور چھڑا مجھ کو شیطان مردود سے۔

ہیبت اور خوف کے وقت یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَنَدْرَءُ بِكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ۔	اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے ان کی بدی سے اور پیش کرتے ہیں ہم تجھے ان کے مقابلے میں۔

جب کہیں درد ہو تو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سات بار:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔	پناہ مانگتا ہوں میں اللہ اور اس کی قدرت کے پاس اس چیز کی برائی سے جسے میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔

جب کوئی رنج پہنچے تو یہ کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ لا الٰہ الا اللہ ربُّ العرشِ العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السمٰوٰت و رب العرشِ الکریم۔	اے اللہ تحقیق میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا۔ اور تیری لونڈی کا فرزند ہوں پیشانی میری تیرے دستِ قدرت میں ہے جاری ہے میرے حق میں تیرا حکم، جاری ہے مجھ پر تیری مرضی، مانگتا ہوں میں تجھ سے بطفیل ہر نام کے جو رکھا تو نے اپنی ذات کا اور اسے تو نے اپنی کتاب میں اتارا۔ اور دی تو نے اسے اپنے علم غیب میں جگہ یہ کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے دل کا نور اور خلاصی میرے رنج سے نجات اور رے جانے والا میرے اندوہ و ملال کا بنا سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر اچھی کی میری خلقت
اللّٰھم انی عبدك وابن عبدك و ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی قضائك اسئلك بكل اسم سمیت به نفسك وانزلته فی كتابك واعطیته احدا من خلقك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القران ربیع قلبی و نور صدری وجلاء غمی و ذهاب حزنی و همی۔	

جب آئینہ دیکھے تو یہ کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَاَحْسَنَ خَلْقِیْ وَ صَوَّرَنِیْ فَاَحْسَنَ صُوْرَتِیْ۔

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر اچھی کی میری خلقت اور پُتلا بنایا میرا۔ پھر اچھی کی میری صورت۔

جب کوئی غلام مول لے تو اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَ خَيْرَ مَا جُبِلَ عَلَيْهِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا جُبِلَ عَلَيْهِ۔

اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس غلام کی اچھائی اور اس امر کی اچھائی جس پہ وہ پیدا کیا گیا۔ اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس غلام کی برائی اور اس امر کی برائی سے جس پہ وہ پیدا کیا گیا۔

سوتے وقت کہے:

رَبِّ بِاسْمِكَ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ هٰذِهٖ نَفْسِیْ اَنْتَ تَتَوَفّٰهَا لَكَ مَحْيَاهَا وَ مَمَاتُهَا اِنْ اَمْسَكْتَهَا فَاغْفِرْ لَهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔

پروردگار میرے تیرے نام کے ساتھ رکھا میں نے پہلو اپنا۔ اور تیرے نام کے ساتھ اٹھاؤں گا اسے یہ ہے میری ذات تو ہی مار ڈالتا ہے اسے تیرے ہی لیے ہے زندگی اور موت اس کی اگر بند کرے تو اسے بخش دے اسے اور اگر چھوڑ دے اسے تو نگہبانی کر اس کی جس طرح کہ نگہبانی کرتا ہے تو نیک بندوں کی

جب جاگے تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَ السُّلْطَانُ وَ الْعَظْمَةُ لِلّٰهِ وَ الْعِزَّةُ وَ الْقُدْرَةُ لِلّٰهِ اَصْبَحْنَا عَلٰی

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا۔ بعد اس کے کہ مار ڈالا تھا ہمیں اس کی طرف ہی اٹھنا ہے۔ صبح کی ہم نے فطرت اسلام اور کلمہ اخلاص اور

فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَ دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔	اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی امت پر درآں حالیکہ وہ موحد مسلمان تھے مشرکین میں سے نہ تھے۔

دسویں اصل ترتیب اوراد میں

اسے عزیز جان لے کہ جو کچھ عنوان مسلمانی میں بیان ہوا ہے اس سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ آدمی کو اس عالم سفر میں کہ خاک و آب سے عبارت ہے، تجارت کے لیے بھیجا ہے ورنہ اس کی روح کی حقیقت علوی ہے وہیں سے آئی اور وہیں واپس جائے گی اور اس تجارت میں عمر اس کی پونجی ہے اور یہ پونجی ہمیشہ گھٹ رہی ہے۔ اگر اس سے ہر لحہ فائدہ نہ اٹھائے تو یہ پونجی ضائع ہو جائے گی۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ	قسم ہے زمانے کی بے شک آدمی نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔

اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کا سرمایہ برف ہو اور گرمی کے موسم میں فروخت ہو۔ اور کہتا ہو کہ اے مسلمانو! اس شخص پر مہربانی کرو جس کا سرمایہ پگھلا جا رہا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ عمر کا سرمایہ بھی پگھل رہا ہے کیونکہ تمام عمر گنتی کے چند سانس ہی ہیں۔ جس کا حساب و شمار خدا ہی جانتا ہے۔ تو جن لوگوں نے اس کام کا خطرہ اور انجام دیکھ لیا۔ وہ اپنے دلوں کی نگہبانی کرتے رہے۔ کیونکہ ہر سانس کو سعادت ابدی کے حصول کے لیے گوہر قابل سمجھے اور اس گوہر پر اس سے زیادہ تر مہربان تھے۔ جتنا کوئی زر و سیم کے سرمایہ پر مہربان ہو۔ اور یہ شفقت اس طرح تھی کہ رات دن کے اوقات کو انھوں نے نیکیوں پر تقسیم کیا ہوا تھا ہر چیز کا ایک ایک وقت مقرر کر رکھا تھا اس میں اوراد و وظائف جدا جدا ہوئے تھے۔ تاکہ ان کا کوئی وقت بے کار نہ جائے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ آخرت کی سعادت اُس کو حاصل ہو گی جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ خدا کی محبت و انس اُس پر غالب ہو اور یہ انس دوام ذکر و فکر کی مداومت تخم سعادت ہے اور ترک دنیا اور ترک شہوات و معاصی اس لیے ہوتا ہے کہ آدمی ذکر و فکر کے لیے فراغت پائے اور ذکر دائمی کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کا ورد کیا کرے نہ زبان سے نہیں دم بہ کہ

دل سے بھی نہ کرے کہ دل کا ورد بھی نفس کی بات ہے۔ بلکہ اسی طرح مشاہدہ میں رہے۔ کبھی غافل نہ ہو۔ یہ بہت مشکل ہے کہ اپنے دل کو ہر وقت ایک حالت پر رکھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ اکثر لوگ اس سے عاجز ہیں اس لیے مختلف اوراد مقرر کیے گئے ہیں بعض تمام بدن سے متعلق ہیں۔ جیسے نماز بعض زبان سے جیسے قرآن مجید اور تسبیح پڑھنا۔ بعض دل سے جیسے ذکر کرنا کہ دل بھی مصروف رہے۔ اس طرح ہر وقت نیا شغل رہے گا۔ اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ایک تو خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے تمام اوقات آخرت کے کاموں میں نہ صرف کر سکے تو اکثر اوقات تو صرف کرے۔ تاکہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ اگر آدھا وقت دنیا اور معاملات سے متمتع ہونے میں صرف کرے گا۔ اور دوسرا نصف کار آخرت میں تو اس بات کا ڈر ہے کہ دوسرا پلہ جھک جائے۔ کیونکہ طبیعت اس چیز کی معاون اور مددگار ہوتی ہے۔ جو مطابق طبع ہے اور دل کو دین کے کاموں میں لگانا طبیعت کے خلاف اور دینی کام میں خلوص مشکل ہے۔ اور جو کام بے خلوص ہو وہ بے فائدہ ہے تو اعمال کی کثرت چاہیئے۔ تاکہ ان میں سے کوئی ایک تو خلوص کے ساتھ ہو۔ لہٰذا اکثر وقت دین کے کاموں میں مصروف رہنا چاہیئے اور دنیا کے کام اس کی تبعیّت میں کرنا چاہیئے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝	اور رات کی کچھ گھڑیوں میں تسبیح کیا کر اور دن کے کناروں میں تاکہ تو راضی ہو۔

اور فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝	اور یاد کر نام اپنے رب کا صبح و شام اور کچھ اس کی رات میں عبادت کر اور تسبیح کر اس کی کافی رات تک۔

اور فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝	سوتے تھے وہ لوگ رات کا تھوڑا حصہ۔

ان سب آیات میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اکثر اوقات یاد الٰہی میں گزرنے چاہئیں اور یہ بات بغیر اس کے کہ آدمی دن رات کے وقت تقسیم کرے۔ میسر نہیں آسکتی۔ اس بناء پر تقسیم اوقات کا بیان بھی ضروری ہے۔

دن کے اوراد کا بیان:

اے عزیز جان کہ دن کے پانچ اوراد ہیں پہلا ورد صبح سے طلوع آفتاب تک ہے یہ ایسا مبارک

اور افضل ذنسنت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی ارشاد فرمایا:

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۔ ۔ ۔ ۔ قسم ہے صبح کی جب پھٹتی ہے۔

اور فرمایا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتا ہوں رب صبح کے ساتھ۔

اور فرمایا: فَالِقُ الْإِصْبَاحِ پھاڑنے والا

یہ سب آیات اسی ذنسنت کی عظمت و بزرگی بیان کرتی ہیں ۔ چاہیے کہ آدمی اس ذنسنت اپنے تمام انفاس کی نگہبانی کرے۔ جب خواب سے بیدار ہو تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۔ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے جگایا ہمیں مارنے کے بعد اور اسی کی طرف ہے اٹھنا۔

آخر تک یہ دعا پڑھے ۔ اور کپڑے پہن کر ذکر و دعا میں مشغول ہو۔ کپڑے پہننے میں ستر عورت اور تعمیل حکم کی نیت کرے ۔ ریا و رعونت سے بچے پھر پائخانے جائے ۔ اور بایاں پاؤں پہلے رکھے ۔ وہاں سے نکل کر جیسا اوپر بیان ہوا ہے ۔ سب دعاؤں اور اذکار سمیت وضو اور مسواک کرے پھر فجر کی نماز سنت گھر پڑھ کر مسجد میں جائے۔ اس لیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے ۔ اور وہ دعا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے ۔ سنت کے بعد پڑھے ۔ وہ دعا کتاب بدایۃ الہدایۃ میں مذکور ہے[1] دیکھ کر یاد کرے ۔ پھر سکون و وقار سے مسجد کو جائے اور داہنا پاؤں پہلے رکھے ۔ اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے اور پہلی صف کا قصد کرے فجر کی سنت پڑھے اگر گھر میں سنت پڑھ چکا ہے تو نماز تحیۃ المسجد[2] پڑھے جماعت کے انتظار میں بیٹھے ۔ تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو ۔ اور نماز فرض پڑھ کر طلوع آفتاب تک مسجد

---

[1] ناچیز نے ۱۹۶۳ء میں حضرت مصنف قدس سرہ کی اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا اور درج شدہ دعاؤں کو نمایاں کر کے لکھا بدایۃ الہدایہ کے اردو ترجمہ معروف بہ وسیلہ نجات کی چند کاپیاں موجود ہیں ۔ نئے اضافات کے ساتھ نئی طباعت کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچائے ۔ مترجم غفرلہ۔

[2] مسلک حنفیہ میں طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے بیس منٹ تک ہر قسم کے نوافل کی ممانعت ہے لہٰذا حنفی حضرات اپنے مسلک پہ عمل کریں ۱۲ مترجم غفرلہ۔

مسجد میں بیٹھا رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھنے کو چار غلام آزاد کرنے سے میں زیادہ پسند کرتا ہوں، طلوع آفتاب تک چار چیزوں دعا، تسبیح اور استغفار، تلاوت قرآن اور تفکر میں مشغول رہے ۔ نماز فرض کا سلام پھیر کر دعا شروع کرے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک پر۔ اے اللہ تو سلام ہے تجھی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹتی ہے ۔ زندہ رکھ ہم کو سلامتی کے ساتھ اور داخل کر ہمیں جنت میں ۔ برکت والا ہے تو اے بزرگی اور عزت والے ۔

پھر ادعیہ ماثورہ پڑھنا شروع کرے ۔ دعاؤں کی کتاب سے یاد کرے ۔ جب دعاؤں سے فارغ ہو تو تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو ۔ ہر ایک کو سو بار یا ستر دفعہ یا دس مرتبہ کہے اور جب دس ذکر دس بار ہوں گے تو سو مرتبہ ہو جائے گا ۔ اس سے کم نہ چاہیئے ۔ ان دس ذکر کے فضائل میں بہت احادیث وارد ہیں ۔ طوالت کے خیال سے ہم نے ان احادیث کا ذکر نہیں کیا ۔ پہلا ذکر یہ ہے :

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے وہ کوئی شریک نہیں اس کا اسی کی بادشاہی ہے ۔ اور اسی کے لیے تعریف ہے ۔ زندہ کرتا اور مارتا ہے ۔ وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا ۔ اس کے ہاتھ میں نیکی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

دوسرا ذکر:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

نہیں کوئی معبود مگر اللہ بادشاہ حق ظاہر کرنے والا ۔ ۱۰

تیسرا ذکر:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

پاک ہے اللہ ہر حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اللہ بڑا ہے ۔ برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت و طاقت

نہیں مگر اللہ کی توفیق سے جو بلند اور عظمت والا ہے۔

چوتھا ذکر:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ۔

پاک ہے اللہ تعالیٰ اور وہی حمد کے لائق ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ عظمت والا اور حمد وثناء کے لائق۔

پانچواں ذکر:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ:

ہمارا اور ملائکہ کا رب (اللہ تعالیٰ) پاک اور بہت پاک ہے۔

چھٹا ذکر:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

پاک ہے ہمارا رب اور ملائکہ اور روح کا رب۔

ساتواں ذکر:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ۔

اے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔ نہ سپرد کر مجھ کو میرے نفس کی طرف ذرا بھی اور اچھے کر تو میرے سب کام۔ ۱۲

آٹھواں ذکر:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اے اللہ کوئی نہیں روکنے والا اسے جو تو نے عطا کیا اور کوئی نہیں عطا کرنے والا اسے جو تو روک دے۔ نہیں نفع دیتا دولت مند کو تیرے مقابلے میں اس کا مال۔ ۱۲

نواں ذکر:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل کر۔

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

خدا کے نام سے وہ خدا کہ زمین و آسمان میں اس کے نام کے ساتھ کوئی چیز ضرر و نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

ان دس کلمات کو دس دس بار پڑھے۔ یا جس قدر ہو سکے پڑھے۔ ہر ایک کی فضیلت الگ اور اُنس ولذت جدا ہے اس کے بعد قرآن مجید پڑھنے میں مشغول ہو اگر قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ تو قوارع (جھنجھوڑنے والی آیات) قرآن یعنی آیتہ الکرسی۔ آمن الرسول، شھد اللہ اور قل اللھم مالک الملک اور سورہ حدید کا شروع اور سورہ حشر کا آخر یاد کر کے پڑھا کرے اگر ایسی چیز پڑھنا چاہے جو فکر و دعا اور قرآن کی جامع ہے تو حضرت ابراہیم تیمی کو حضرت خضر علیہ السلام نے مکاشفہ میں جو سکھایا وہ پڑھے۔ اس میں بڑی فضیلت ہے۔ اسے مُسَبَّعات عشر کہتے ہیں وہ دس دس چیزیں ہیں کہ ہر ایک سات بار پڑھی جاتی ہیں۔ الحمد للہ۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس قل ھو اللہ۔ قل یا ایھا الکافرون آیتہ الکرسی یہ چھ چیزیں قرآن میں سے ہیں۔ اور چار ذکر ہیں ایک: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

دوسرا: اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ۔

تیسرا: اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات

اے اللہ بخش دے تو مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔ ۱۲

چوتھا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَافْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اے اللہ بخش دے تو مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور کر تو میرے ساتھ اور ان کے ساتھ جلدی اور دیر میں دنیا اور آخرت میں وہ امر جو تیری شان کے لائق ہے اور نہ کر تو ہمارے ساتھ اے ہمارے مالک وہ امر جس کے ہم لائق ہیں۔ بے شک تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ان مسبعات عشر کی فضیلت میں ایک بڑی روایت۔ احیائے علوم میں مذکور ہے جب اس سے فارغ ہو تو تفکر میں مشغول ہو۔ تفکر کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں ان کا ذکر آئے گا۔ لیکن جو فکر ہر روز کرنا

ضروری ہے۔ یہ ہے کہ موت اور اجل کے نزدیک ہونے کا تفکر کرے اپنے دل میں کہے یہ امر ممکن ہے کہ اجل میں ایک دن سے زیادہ باقی نہ رہا ہو۔ اس تفکر کا بڑا فائدہ ہے۔ اس لیے کہ مخلوق دنیا کی طرف۔ فقط درازی امید کی وجہ سے متوجہ ہے اگر اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ ایک مہینے یا ایک برس میں مر جائیں گے۔ تو جس دنیوی امر میں مشغول ہیں اس سے دور بھاگیں۔ اور ایک دن میں بھی مر جانا ممکن ہے۔ باایں ہمہ لوگ ایسے کاموں کی تدبیر میں مشغول ہیں جو دس برس تک کام آئیں۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ؕ

کیا نہیں دیکھتے سلطنتیں زمین و آسمان کی اور جو کچھ خدا نے پیدا کیا۔ کسی چیز سے اور شاید کہ ان کا وقت قریب آ گیا ہو۔

جب دل کو صاف کر کے آدمی یہ تامل کرے گا۔ تو زاد آخرت مہیا کرنے کی رغبت دل میں پیدا ہو گی اور چاہیئے کہ یوں فکر کرے کہ آج کتنی نیکیاں جمع کر سکتا ہے اور کن کن گناہوں سے پرہیز کر سکتا ہے۔ ایام گذشتہ میں کیا کیا کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں جن کا تدارک ضروری ہے ان سب باتوں کے لیے تفکر و تدبیر کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کو کشف حاصل ہو۔ تو ملکوت آسمان و زمین اور ان کے عجائبات دیکھے بلکہ جلال و جمال الٰہی ملاحظہ کرے۔ یہ تفکر سب عبادات و تفکرات سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ اس کی بدولت خدا تعالیٰ کی عظمت دل پر غلبہ کرتی ہے اور جب تک عظمت غالب نہ ہو۔ محبت کا غلبہ نہیں ہوتا۔ اور کمال محبت میں کمال سعادت ہے۔ لیکن ہر ایک کو یہ مقام نہیں حاصل ہوتا تو اس کے عوض خدا کی نعمتیں جو اس کے شامل حال ہیں سوچے اور ان مصیبتوں کا تفکر کرے جو اس جہان میں ہیں۔ اور ان سے وہ محفوظ ہے۔ مثلاً بیماری محتاجی وغیرہ تاکہ سمجھے کہ مجھ پر شکر واجب ہے شکر اس طرح ادا ہو گا کہ احکام بجا لائے۔ گناہوں سے دور رہے الغرض ایک ساعت ان افکار میں رہے کہ طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک فجر کی سنت و فرض کے سوا اور کوئی نماز درست نہیں اس کے بجائے ذکر فکر ہے۔

دوسرا ورد طلوع آفتاب سے وقت چاشت تک ہے اگر ممکن ہو تو جب تک آفتاب ایک نیزہ بلند ہو مسجد میں ٹھہرے اور تسبیح میں مشغول رہے۔ جب وقت مکروہ گذر جائے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر دن چڑھے نماز چاشت افضل ہے اس وقت چار یا چھ یا آٹھ رکعت نماز پڑھے کہ یہ سب منقول ہیں یا جب آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان نیک کاموں میں جو خلق اللہ سے متعلق ہیں مشغول ہو جیسے بیمار پرسی کرنا جنازے کے ساتھ جانا۔ مسلمانوں کے کام کرنا۔ علماء کی محفل میں حاضر ہونا۔

تیسرا ورد وقت چاشت سے ظہر کی نماز تک ہے یہ ورد لوگوں کے حالات کے مطابق مختلف ہے اور

چار حالتوں سے خالی نہیں پہلی حالت یہ ہے کہ آدمی تحصیل علم کی قدرت رکھتا ہو تو کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں بلکہ ایسے شخص کو لازم ہے کہ نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی علم سیکھنے میں مشغول ہو۔ مگر ایسا علم پڑھے۔ جو آخرت میں کام آئے۔ نافع[1] آخرت وہ علوم ہیں جو رغبت دنیا کو ضعیف اور رغبت آخرت کو قوی کریں علوم کے عیوب و آفات کو واضح کریں اور اخلاص کی صرف دعوت دیں لیکن جو علوم مناظرے و مباحثے اور غصے کا باعث ہوں نیز تاریخ قصص کا علم جو آراستگی اور محض تقریر بازی سے متعلق ہے دنیا کی حرص اور زیادہ کرتا ہے۔ اور دل میں غرور و حسد کا تخم بوتا ہے۔ وہ نافع علم۔ احیاء العلوم، جواہر القرآن اور اس کتاب میں مذکور ہے سب علوم سے پہلے اسے حاصل کرے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی تحصیل علم کی قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن ذکر، تسبیح، عبادت میں مشغول ہو سکتا ہے۔ تو یہ بھی عابدوں کا درجہ ہے اور یہ بڑا مقام ہے خصوصاً جب ایسے ذکر میں مشغول ہو سکے۔ جو دل پر غالب ہو۔ اور اس میں گھر کرے۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جائے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ ایسے کام میں جس سے لوگوں کے لیے راحت و آرام ہو مشغول ہو۔ جیسے صوفیا فقہا اور فقرا کی خدمت کرنا یہ نفل نمازوں سے افضل ہے۔ کہ یہ عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کی راحت کا سامان بھی۔ اور عبادت پر ان کی معاونت بھی اور ان حضرات کی دعا کی برکت میں بڑا اثر ہے چوتھی حالت یہ ہے کہ اس کام پر بھی نہ قادر ہو تو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کسب میں مشغول ہو۔ اگر کسب میں امانت کرے اور لوگ اس کے ہاتھوں اور زبان سے سلامت رہیں اور حرص دنیا اسے زیادہ طلبی میں نہ ڈال دے اور ضرورت کے اندازہ پر قناعت کرے۔ تو وہ شخص بھی اگر سابقین مقربین سے نہ ہو گا تاہم عابدوں میں داخل ہو گا اور اصحاب الیمین کے درجے پہ پہنچے گا۔ اور درجہ سلامت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا کمترین درجات سے ہے جو شخص ان چار حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں اپنے اوقات صرف نہ کرے گا۔ وہ تباہ حال اور شیطان کے تابعین میں سے ہے۔

چوتھا ورد وقت زوال سے نماز عصر تک ہے۔ وقت زوال سے پہلے قیلولہ کرنا چاہیئے اس لیے کہ قیلولہ رات کی نماز کے لیے ایسا ہے جیسے روزہ کے لیے سحر کھانا۔ اگر رات کو عبادت گزار نہ ہو تو قیلولہ مکروہ ہے کیونکہ زیادہ سونا مکروہ ہے۔ جب قیلولہ سے بیدار ہو تو چاہیئے کہ وقت سے پہلے طہارت کرے اور یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ مسجد میں پہنچ کر اذان سنے اور نماز تحیۃ المسجد پڑھے اور مؤذن کو جواب دے۔ اور فرض سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے۔ اور لمبی کر کے پڑھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یہ چار رکعت لمبی پڑھتے اور

---

[1] نافع آخرت وہ علوم ہیں جو دنیا کی رغبت کو کم کریں اور رغبت آخرت کو قوی کریں۔ ۱۲

فرماتے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جو کوئی یہ چار رکعت نماز پڑھتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے اور رات تک دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں پھر امام کے ساتھ فرض اور دو رکعت سنت پڑھے۔ پھر عصر کی نماز تک علم سکھانے یا مسلمانوں کی مدد کرنے یا ذکر تلاوت قرآن یا بقدر حاجت حلال کمائی کرنے کے سوا اور کسی دنیوی کام میں مشغول نہ ہو۔

پانچواں ورد عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک ہے چاہیئے کہ عصر کی نماز سے پہلے مسجد میں آئے چار رکعت نماز پڑھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالیٰ اس پر رحمت فرماتا ہے جو فرض عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتا ہے۔ جب نماز فرض سے فارغ ہو تو جو ہم بیان کر چکے ہیں ان کاموں کے سوا اور کسی امر دنیوی میں مشغول نہ ہو پھر نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جائے۔ تسبیح و استغفار میں مصروف ہو اس لیے کہ اس وقت کی فضیلت بھی صبح کے وقت کے برابر ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ	اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ آفتاب
الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا	نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے۔

اس وقت والشمس۔ واللیل۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس پڑھنا چاہیئے اور آفتاب ڈوبتے وقت میں استغفار میں ہونا چاہیئے غرضیکہ سب اوقات منضبط و منقسم رہیں۔ اور ہر وقت وہ کام کرے جو تقاضائے وقت کے مطابق ہو اس سے ظاہری عمر میں برکت ہوتی ہے اور جس شخص کے اوقات نظم و ضابطے کے تحت نہ ہوں گے بلکہ جس کام کا اتفاق ہوا وہ کرلیا اس کی عمر ضائع ہو جائے گی۔

رات کے تین اوراد:

پہلا ورد مغرب کی نماز سے عشا کی نماز تک ہے ان دونوں نمازوں کے درمیان میں جاگتے رہنے کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آیۂ کریمہ:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ	الگ ہوتے ہیں پہلو ان کے خواب گاہ سے

اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چاہیئے کہ عشاء کی نماز تک نماز ہی میں مشغول رہے۔ بزرگوں نے دن کو روزہ رکھنے سے زیادہ اس امر کو افضل قرار دیا ہے اور اس وقت کھانا نہیں چکھنا ہے۔ اور وتر سے فارغ ہو کر گپ شپ لہو ولعب میں مشغول نہ ہو۔ کہ سب اعمال و اشتغال کا خاتمہ اسی پہ ہوتا ہے اور ان کاموں کا انجام کار خیر پر ہونا چاہیئے۔

دوسرا ورد سونا ہے۔ اگرچہ بلند عبادات سے نہیں۔ لیکن اگر آداب و سنن سے آراستہ ہو تو منجملۂ عبادات ہے۔ سنت یہ ہے کہ قبلہ رو سوئے پہلے داہنے کروٹ سوئے جس طرح مردے کو قبر میں سلاتے

ہیں۔ خواب کو موت کا بھائی اور بیداری کو حشر کے برابر سمجھے اور ممکن ہے جو روح خواب میں قبض ہو جاتی ہے واپس نہ آئے تو چاہیئے کہ کارِ آخرت درست ہوں بایں طور کہ طہارت کے ساتھ سوئے توبہ کرکے عزم بالجزم کرے کہ اگر صبح اٹھنا نصیب ہوا تو پھر گناہ نہ کروں گا۔ اور تکیہ کے نیچے وصیت نامہ لکھ کر رکھے اور تکلف سے نیند نہ لائے۔ نرم بچھونا نہ بچھائے تاکہ نیند غلبہ نہ کرے۔ کیونکہ سونا عمر کو بیکار کھونا ہے۔ دن رات میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سونا چاہیئے۔ کہ چوبیس گھنٹے کا تیسرا حصہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب ایسا کرے گا۔ تو اگر ساٹھ برس کی عمر پائے گا تو اس میں سے بیس برس کا زمانہ نیند کی نذر ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ پانی اور مسواک اپنے ہاتھ سے اپنے قریب رکھ لے تاکہ رات کو یا صبح سویرے نماز کے لیے اٹھے تو وضو کا آرام ہو۔ قیام شب کا یا صبح اٹھنے کا قصد کرے کہ جب یہ قصد کرے گا تو اگر نیند غالب بھی ہو جائے اور یہ شخص وقت سے زیادہ بھی سو جائے تو بھی ثواب حاصل ہو گا۔ اور جب زمین پہ پہلو رکھے تو کہے:

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ۔

اے میرے رب میں نے تیرے نام سے پہلو بستر پہ رکھا اور تیرے نام سے ہی اٹھاؤں گا۔

جیسا کہ دعاؤں میں مذکور ہے اور آیۃ الکرسی، امن الرسول، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور تبارک الذی پڑھے تاکہ ذکر و طہارت کے عالم میں سوئے۔ جو شخص اس طرح سوتا ہے اس کی روح کو عرش پہ لے جاتے ہیں اور جب تک جاگے اس کو نماز ادا کرنے والوں میں لکھتے ہیں۔

تیسرا ورد تہجد ہے اور وہ نمازِ شب ہے۔ چاہیئے کہ آدھی رات کو اٹھے کہ پچھلی آدھی رات کو دو رکعت نماز پڑھنا اور بہت سی نمازوں سے بہتر و افضل ہے کہ اس وقت دل صاف ہوتا ہے اور دنیا کا کوئی مشغلہ نہیں ہوتا۔ رحمت الٰہی کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ رات کی نماز کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ کتاب احیائے علوم میں وہ سب احادیث مذکور ہیں غرض دن رات کے ہر وقت میں ایک کام مقرر و معلوم ہونا چاہیئے۔ کوئی وقت بیکار نہ کھونا چاہیئے۔ جب ایک شبانہ روز ایسا کیا تو آخر عمر تک ہر روز ایسا ہی کیا کرے۔ اگر یہ اس پہ دشوار ہو تو بڑی امید نہ رکھے۔ اپنے دل میں یہ کہے کہ آج کے دن تو ایسا کر لوں شاید آج ہی رات مر جاؤں۔ آج کی رات توبہ کر لوں شاید کل ہی مر جاؤں۔ ہر روز ایسا ہی کہے۔ جب اوراد کی پابندی سے کمزور ہو جائے تو اپنے آپ کو سفر میں سمجھے اور آخرت کو اپنا وطن جانے سفر میں تکالیف و مصائب ہوتے ہیں۔ فراغت اور آسودگی اسی میں ہے کہ مسافر جلدی قدم اٹھائے اور اپنے وطن میں آرام پائے عمر کی مقدار ظاہر و واضح ہے کہ عمر جاودانی جو آخرت میں ملے گی اس کی نسبت کتنی ہے۔ اور کیا ہے۔ اگر کوئی

شخص دس برس کی راحت کے لیے ایک سال رنج واذیت برداشت کرے تو تعجب کی کون سی بات ہے پھر لاکھ برس بلکہ ہمیشہ کی راحت کے لیے سو برس رنج اور اذیت اٹھانا مقام تعجب کب ہے۔

کیمیائے سعادت اردو کا رکن عبادات ختم ہوا۔

بفضل تعالی ومنہ واحسانہ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

رُکنِ دوم

یہ رُکن معاملات میں ہے

اس کی بھی دس اصلیں ہیں

اصل اوّل :۔ کھانا کھانے کے آداب

اصل دوم :۔ آداب نکاح

اصل سوم :۔ آداب کسب تجارت

اصل چہارم :۔ طلب حلال

اصل پنجم :۔ مخلوق کے ساتھ میل جول

اصل ششم :۔ آداب گوشہ نشینی

اصل ہفتم :۔ آداب سفر

اصل ہشتم :۔ آداب سماع

اصل نہم :۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اصل دہم :۔ حکومت واقتدار کے آداب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

دوسرا رکن معاملات کا بیان

پہلی اصل: کھانا کھانے کے آداب

اے عزیز جان کہ ذریعہ عبادت بھی عبادت میں داخل ہے اور زادِ راہ بھی راہ ہی میں شامل ہے۔ تو راہ دین میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ بھی دین میں سے ہے اور راہ دین میں کھانا کھانے کی ضرورت ہے کیونکہ خدا کا دیدار سب سالکوں کا مقصود و مطلوب ہے۔ اس کا تخم علم و عمل ہے اور علم و عمل پہ ہمیشگی بدن سلامت رہے بغیر محال ہے اور بدن کی سلامتی کھانے پینے کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا راہ دین کے لیے کھانا کھانے کی ضرورت ہے تو یہ بھی دین میں سے ہوگا۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا   حلال و طیب کھانا کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔

کھانے اور اچھا کام کرنے کو اس آیتہ میں حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ساتھ بیان فرمایا تو جو کوئی اس نیت سے کھانا کھائے کہ مجھے علم و عمل کی قوت اور آخرت کی راہ چلنے کی قدرت حاصل ہو اس کا کھانا بھی عبادت ہوگا۔ اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مسلمان کو ہر چیز پہ ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ پہ بھی جو وہ اپنے منہ میں رکھے یا اپنے اہل و عیال کے منہ میں دے۔ اور یہ اس لیے فرمایا کہ ان سب کاموں سے راہ آخرت ہی مسلمان کو مقصود ہوتی ہے۔ اور کھانا کھانا راہِ دین سے ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی حرص سے نہ

کھائے کسب حلال سے بقدر ضرورت کھائے اور کھانا کھانے کے آداب ملحوظ رکھے :

کھانا کھانے کے آداب :

اے عزیز جان کہ کھانا کھانے میں کئی چیزیں سنت ہیں بعض کھانے سے پہلے بعض بعد اور بعض درمیان میں جو کام کھانے سے پہلے مسنون ہیں ان میں سے :

پہلا یہ ہے کہ ہاتھ منہ دھوئے کہ کھانا کھانا جب زاد آخرت کی نیت سے ہو تو عین عبادت ہے پہلے ہاتھ منہ دھونا وضو کے مانند ہے۔ نیز اس طرح ہاتھ منہ پاک بھی ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو کوئی کھانے سے پہلے ہاتھ دھویا کرے گا وہ افلاس و تنگدستی سے بے فکر رہے گا۔

دوسرا یہ کہ کھانا دستر خوان پر رکھے۔ خوان[۱] پر نہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ کیونکہ سفرہ (دستر خوان) سفر یاد دلاتا ہے۔ اور سفر دنیا آخرت یاد دلاتا ہے۔ اور دستر خوان پر کھانا تواضع و انکساری سے قریب ہے۔ اگر خوان پر کھانا رکھ کر کھائے گا۔ تو بھی درست ہے اس کی نہی نہیں آئی۔ لیکن دستر خوان پر کھانا اگلے بزرگوں کی عادت تھی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دستر خوان ہی پر کھانا نوش فرمایا ہے۔

تیسرا یہ کہ اچھی طرح داہنا زانو اٹھائے بائیں پسلی دبا کر بیٹھے تکیہ لگا کر نہ کھائے اس لئے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا اور بندوں کے طریقوں سے کھاتا ہوں۔

چوتھا یہ کہ یہ نیت کرے کہ قوت عبادت کے لیے کھاتا ہوں۔ خواہش کے لیے نہیں ابراہیم ابن شیبان نے فرمایا اسی برس ہو چکے ہیں کوئی چیز میں نے خواہش نفس کے تحت نہیں کھائی اس نیت کی درستی کی علامت یہ ہے کہ تھوڑا کھانے کا ارادہ کرے کہ زیادہ کھا جانا آدمی کو عبادت سے روکتا ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے۔ چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو آدمی کی پیٹھ سیدھی رکھیں کافی ہیں اگر اس پر قناعت نہ ہو سکے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے ہے۔ یعنی دو حصہ پیٹ کھانے پانی سے بھرے اور ایک حصہ سانس لینے کی خاطر خالی رکھے۔

پانچواں یہ کہ جب تک بھوک نہ ہو کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ کھانے سے پہلے جو چیز یں سنت ہیں ان میں سے بہترین سنت بھوک ہے اس لیے کہ بھوک سے پہلے کھانا مکروہ بھی ہے اور مذموم بھی جو کوئی کھانا شروع کرتے وقت بھی بھوکا ہو۔ اور کھانے سے ہاتھ کھینچتے وقت بھی بھوکا رہتا ہو وہ ہرگز طبیب کا محتاج نہ ہو گا۔

---

[۱] دستر خوان کپڑا وغیرہ ہے جو زمین پر بچھایا جاتا ہے۔ خوان میز وغیرہ اونچی چیز کو کہتے ہیں۔

چھٹا یہ کہ جو کچھ حاضر ہو اس پر قناعت کرے عمدہ کھانا نہ ڈھونڈے اس لیے کہ مسلمان کو عبادت کی حفاظت مقصود ہوتی ہے نہ کہ عیش و عشرت اور روٹی کی تعظیم سنت ہے کہ آدمی کی بقا اسی سے ہے اور روٹی کی بڑی تعظیم یہ ہے کہ اُسے سالن وغیرہ کے انتظار میں نہ رکھیں بلکہ نماز کے انتظار میں بھی نہ رکھیں۔ جب روٹی حاضر ہو تو پہلے اسے کھالیں پھر نماز پڑھیں۔

ساتواں یہ کہ جس کسی کے ساتھ آدمی کھاتا ہے۔ جب تک وہ نہ آئے تب تک کھانا شروع نہ کرے۔ کہ تنہا کھانا اچھا نہیں۔ اور کھانے میں جتنے افراد زیادہ ہوں اتنی برکت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھانا ہرگز تناول نہ فرماتے تھے۔

کھانے کے وقت کے آداب:

یہ ہیں کہ اول بسم اللہ کہے آخر کو الحمد للہ اور بہتر یہ ہے کہ پہلے نوالے میں کہے بسم اللہ دوسرے میں بسم اللہ الرحمٰن تیسرے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور زور سے کہنا چاہیئے کہ اوروں کو بھی یاد آجائے۔ داہنے ہاتھ سے کھائے نمک سے شروع کرے اور نمک ہی پر ختم کرے۔ کہ یہ حدیث شریف میں آیا ہے تاکہ وہ پہلے ہی حرص کو اس طرح توڑے کہ خواہش کے خلاف ایک لقمہ لے چھوٹا نوالہ اٹھائے اور خوب چبائے جب تک پہلا نوالہ نہ نگل جائے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ اور کسی کھانے کا عیب نہ نکالے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کا ہرگز عیب نہ نکالتے اگر اچھا ہوتا تو نوش فرماتے ورنہ ہاتھ روک لیتے۔ اور اپنے سامنے سے کھائے۔ مگر طباق کے ادھر ادھر سے میوہ لے کر کھانا درست ہے۔ کہ وہ انواع واقسام پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ثرید[1] کو پیالے کے بیچ سے نہ کھائے۔ کنارے سے کھائے۔ اور روٹی کو بیچ سے نہ کھائے بلکہ کنارے سے لے کر اور گرد سے توڑ توڑ کر کھائے چھری سے روٹی اور گوشت کے ٹکڑے نہ کرے پیالہ وغیرہ جو چیز کھانے کی نہیں روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے جو نوالہ وغیرہ گر پڑے اسے اٹھائے اور صاف کر کے کھائے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ اگر چھوڑ دے گا تو شیطان کے لیے چھوڑا ہوگا۔ انگلی پہلے منہ سے چاٹے پھر اپنے کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے تاکہ کھانے کا نشان نہ رہ جائے۔ کیونکہ شاید اس میں برکت باقی ہو۔ گرم کھانے میں پھونکے نہیں۔ بلکہ تامل کرے کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اگر خرما یا انگور یا وہ چیز جو شمار کرنے کے لائق ہو تو طاق کھائے۔ سات گیارہ یا اکیس تاکہ اس کے سب کام خدا تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کریں۔ کیونکہ خدا طاق

---

[1] سالن میں روٹی کے ٹکڑے کر کے ڈال دیے جائیں تو اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں۔

ہے۔اس کا جوڑا نہیں۔اور جس کام کے ساتھ خدا کا ذکر کسی طرح سے بھی نہ ہو وہ کام باطل اور بے فائدہ ہو گا۔ اسی بنا پر طاق جفت سے اولیٰ ہے کہ حق تعالیٰ سے مناسبت رکھتا ہے۔خرمے کی گٹھلی خرمے کے ساتھ ایک طباق میں اکٹھا نہ کرے اور ہاتھ میں لٹے نہ رہے۔علیٰ ہذالقیاس وہ چیز جس کا پھوک پھینکتے ہوں، کھانا کھانے میں بہت پانی نہ پئے۔

پانی پینے کے آداب:

یہ ہیں کہ پانی کا برتن داہنے ہاتھ میں لے بسم اللہ کہے اور آہستہ پئے۔کھڑے لیٹے لیٹے نہ پئے۔پہلے دیکھ لے کہ اس میں تنکا یا کیڑا نہ ہو اگر ڈکار آئے تو کوزہ کی طرف سے منہ پھیرے۔اگر ایک دفعہ سے زیادہ میں پینا چاہتا ہے تو تین دفعہ کر کے پئے ہر بار بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے اور کوزہ کے نیچے دیکھتا ہے تاکہ پانی کہیں نہ ٹپکے جب پی چکے تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔	تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اسے میٹھا خوشگوار بنایا اپنی رحمت سے اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کڑوا اور کھاری نہ بنایا۔۱۲

کھانے کے بعد کے آداب:

یہ ہیں کہ پیٹ بھرنے سے پہلے ہی ہاتھ کھینچے انگلی کو منہ سے صاف کرے پھر دسترخوان میں پونچھے روٹی کے ٹکڑے چن لے۔کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔جو کوئی ایسا کرے گا۔اس کی گزران میں وسعت ہو گی۔اور اس کی اولاد بے عیب و سلامت رہے گی اور وہ ٹکڑے حور عین کا مہر ہو گا۔پھر خلال کرے۔جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر آئے اسے نگل جائے۔اور جو کچھ خلال کے ساتھ آئے اسے پھینک دے اور برتن کو انگلی سے صاف کرے۔کہ حدیث شریف میں آیا ہے "جو شخص برتن پونچھ لیتا ہے تو برتن اس کے حق میں یوں دعا کرتا ہے۔کہ اے پروردگار جس طرح اس نے مجھے شیطان کے ہاتھ سے چھڑایا۔تو اسے آتش دوزخ سے آزاد کر۔اور اگر برتن کو دھو کر اس کا دھوان پی جائے تو ایسا ثواب ہو گا گویا ایک غلام آزاد کیا۔کھانے کے بعد کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا وَھُوَ سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا۔ اس کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اور	سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا اور پلایا۔ہمیں اور کافی ہوا ہمارے لیے اور پناہ دی ہم کو اور وہ ہمارا سردار اور ہمارا صاحب ہے۔

اور لاپلاخف پڑھے۔ اگر حلال کا کھانا کھایا ہو تو شکر کرے اور شبہ کا کھانا کھایا ہو تو روئے اور غم کرے کہ جو شخص کھاتا اور روتا ہے وہ اس شخص کا سا نہیں جو کھاتا اور غفلت کے سبب سے ہنستا ہے۔ جب ہاتھ دھونے لگے تو اشنان بائیں ہاتھ میں لے پہلے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بے اشنان ملے۔ دھوئے پھر منہ اشنان میں انگلی ڈبوئے پھر ہونٹ اور دانت اور تالو پر رکھ کر خوب ملے اور انگلیوں کو دھوئے پھر منہ کو اشنان سے دھولے

کسی کے ساتھ کھانا کھانے کے آداب:

تنہا ہو یا کسی کے ساتھ کھانا کھائے یہ آداب جو بیان ہو چکے ہیں ان کا تو بہر حال دھیان رکھے لیکن اگر کسی کے ساتھ کھانا کھائے تو سات آداب اور ملحوظ رکھے۔

پہلا یہ کہ جو شخص عمر یا علم یا پرہیزگاری میں یا اور کسی وجہ سے بڑھ کر ہو جب تک وہ کھانے کو ہاتھ نہ بڑھائے اس وقت تک یہ بھی ہاتھ نہ لپکائے۔ اگر خود سب سے بڑھ کر ہو تو اوروں کو انتظار میں نہ رکھے۔

دوسرا یہ کہ چپ نہ رہے کیونکہ یہ اہل عجم کی عادت ہے بلکہ متقی اور پرہیزگاروں کے قصے حکایات اور کلام حکمت و شریعت میں سے اچھی اچھی باتیں کرے واہیات خرافات نہ بکے۔

تیسرا یہ کہ ہم پیالہ کا دھیان رکھے تاکہ اس سے زیادہ نہ کھا جائے۔ اگر کھانا مشترک ہے تو یہ حرام ہے بلکہ خود کم کھائے اور اپنے ساتھی کو زیادہ دے اور اچھا کھانا اس کے سامنے بڑھائے اگر ساتھی آہستہ آہستہ کھاتا ہے تو اس سے اصرار کرے کہ اچھی طرح خوشی سے کھائے مگر تین بار سے زیادہ کھاؤ کھاؤ نہ کرے کہ اس سے زیادہ کہنا الحاح وافراط ہے اور قسم نہ دے اس لیے کہ کھانا قسم دلانے سے کم شان رکھتا ہے۔

چوتھا یہ کہ ساتھی کو اس سے کھاؤ کھاؤ کہنے کی حاجت نہ پڑے۔ بلکہ جس طرح وہ کھاتا ہے اسی طرح اس کا ساتھ دے۔ اور اپنی عادت سے کم نہ کھائے اس لیے کہ یہ ریا ہے اور تنہائی میں بھی اپنے آپ کو اسی طرح باادب رکھے جس طرح لوگوں کے سامنے مؤدب رہتا ہے تاکہ جب لوگوں کے ساتھ ہو تو ادب سے کھانا کھا سکے۔ اور اگر دوسرے کو زیادہ کھلانے کی نیت سے خود کم کھائے گا۔ تو بہتر ہے اور اگر اوروں کی خوشی کے لیے زیادہ کھائے گا تو بھی بہتر ہے حضرت ابن مبارک فقیروں کی دعوت کرتے اور خرمے ان کے آگے دھرتے اور کہتے جو زیادہ کھائے گا ایک ایک گٹھلی کے پیچھے اسے ایک ایک درہم دوں گا۔ پھر گٹھلیاں گنتے کہ کس کے پاس زیادہ ہیں اور ہر گٹھلی کے پیچھے اسے ایک

۱ے ایک کھاری تیز کھاری زمین میں اگتی ہے اس سے کپڑا دھوتے ہیں تو صابن کی طرح صاف کرتی ہے اور اگر اس کو جلا دیں تو پتھر کی مانند ہو جایا کرتی ہے۔ عام زبان میں اسے سجی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (لاغیاث اللغات)

درم دیتے ۔

پانچواں یہ کہ نگاہ نیچی رکھے ۔ اوروں کے نوالے کو نہ دیکھے اگر لوگ اس کا ادب اور ملاحظہ کرتے ہیں تو اوروں سے پہلے خود ہاتھ نہ کھینچے ۔ اگر اوروں کے نزدیک کچھ حقیر ہے تو پہلے ہاتھ روک کے دیکھے تا کہ آخر کو اچھی طرح کھا سکے ۔ اگر اچھی طرح نہیں کھا سکتا تو عذر بیان کر دے ۔ تا کہ دوسرے شرمندہ نہ ہوں ۔

چھٹا یہ کہ جس امر سے لوگوں کی طبیعت کو کراہت و نفرت ہو وہ نہ کرے ۔ برتن میں ہاتھ نہ جھٹکے برتن کی طرف منہ اتنا نہ جھکائے کہ منہ سے جو نکلے وہ برتن میں جائے ۔ اگر منہ سے کچھ نکالے تو منہ کو پھیر لے ۔ چکنا نوالہ سرکہ میں نہ ڈبوئے جو نوالہ دانت سے کاٹا ہوا سے برتن میں نہ ڈالے کہ ان باتوں سے لوگوں کی طبیعت نفرت کرے گی ۔ اور گھنونی قسم کی باتیں نہ کرے ۔

ساتواں یہ کہ اگر طشت میں ہاتھ دھوئے تو لوگوں کے سامنے طشت میں نہ تھوکے ۔ جو شخص معزز ہو اسے مقدم کرے ۔ اگر لوگ اس کی تعظیم کریں تو مان لے اور داہنی طرف سے طشت کو گھمائے ۔ سب کے ہاتھوں کا دھوون جمع کرے ۔ اگر ایک کے ہاتھ کا دھوون الگ نہ پھینکے کہ یہ اہل عجم کی عادت ہے اگر سب لوگ ایک ہی بار ہاتھ دھولیں تو بہت اولی اور فروتنی سے نزدیک تر ہے اگر کلی کرے تو آہستہ کرے تا کہ چھینٹ نہ اڑے کسی آدمی اور فرش پر نہ پڑے جو شخص ہاتھ پر پانی ڈالتا ہے بیٹھنے سے اس کا کھڑا رہنا اولی تر ہے یہ سب آداب حدیث میں وارد ہوئے ہیں انسان و حیوان میں ان ہی آداب سے فرق ہوتا ہے کہ حیوان جس طرح اس کا جی چاہتا ہے کھاتا ہے ۔ بات نہیں جانتا ۔ خدا نے اس کو یہ تمیز ہی نہیں دی ۔ اور انسان کو چونکہ یہ تمیز عنایت ہوئی ہے اگر وہ اس پہ کاربند ہوگا تو عقل و تمیز کی نعمت کا حق اس نے ادا نہ کیا اور کفران نعمت کا مرتکب ہوا ۔

دوستوں اور دینی بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانے کی فضیلت :

اے عزیز جان کہ کسی دوست کی ضیافت کرنا ۔ کثیر مقدار میں صدقہ دینے سے بھی افضل ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے تین چیزوں کا بندہ سے حساب نہ لیں گے ۔ ایک تو جو کچھ سحری کے وقت کھائے گا ۔ دوسرے جس سے روزہ افطار کرے گا ۔ تیسرے جو کچھ دوستوں کے ساتھ کھائے گا حضرت جعفر ابن محمد صادق رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں ۔ جب دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ دستر خوان پہ بیٹھے تو جلدی نہ کرو تا کہ دیر ہو ۔ کہ اس قدر زندگی کا حساب نہ ہوگا حضرت حسن بصری فرماتے ہیں بندہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے اور اپنے ماں باپ کو کھلاتا ہے اس کا حساب ہوگا ۔ جو کھانا دوستوں کے ساتھ کھاتا ہے ۔ اس کا حساب نہ ہوگا ۔ ایک بزرگ کی عادت تھی کہ جب بھائیوں کے سامنے دستر خوان بچھاتے تو بہت سا کھانا لگاتے اور کہتے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کھانا دوستوں کے آگے بڑھے اس کا حساب نہ ہوگا ۔ میں چاہتا ہوں کہ جو کھانا دوستوں کے سامنے سے بڑھاؤں ۔ اس میں سے کھاؤں ۔ امیر المومنین حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک صاع کھانا بھائیوں کے سامنے رکھنا مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ ایک غلام آزاد کر دوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے بنی آدم میں بھوکا ہوا اور تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ آدمی عرض کرے گا۔ بارخدایا تو کیونکہ بھوکا ہوا۔ تو تو عالم کا مالک ہے تجھ کو کھانے کی کچھ حاجت نہیں ارشاد ہوگا تیرا بھائی بھوکا تھا تو اگر اس کو کھانا دیتا تو گویا مجھ کو دیتا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا پانی دیتا ہے حق تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے سات خندق دور رکھتا ہے۔ ہر ایک خندق کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے اور فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ تم میں وہ شخص بہتر ہے جو کھانا بہت دے۔

جو دوست ایک دوسرے کی ملاقات کو جائیں ان کے کھانا کھانے کے آداب

اے عزیز جان کہ اس صورت میں چار ادب ہیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ قصداً کھانے کے وقت کسی کے پاس نہ جائے کہ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص بے بلائے کسی کا کھانا کھانے کا قصد کرے وہ جانے میں گنہگار ہوگا۔ اور کھانے میں حرام خور اگر اتفاقاً کھانے کے وقت جا پہنچے تو بے کہے نہ کھائے۔ اور اگر کہیں کہ کھاؤ اور وہ جانے کہ دل سے نہیں کہتے ہیں تو بھی کھانا نہ چاہیئے۔ لیکن لطائف الحیل کے ساتھ انکار کرے۔ مگر جس دوست پر اعتماد اور جس کے دل سے آگاہ ہے اس کے گھر قصداً کھانے کی نیت سے جانا درست ہے۔ بلکہ دوستوں میں یہ امر سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک کے وقت حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری اور حضرت ابو الهثیم ابن التیهان کے گھر تشریف لے گئے اور مانگ کر کھانا نوش فرمایا۔ یہ امر خیر ہر میزبان کی اعانت ہے۔ بشرطیکہ معلوم ہو کہ وہ راغب ہے۔ کسی بزرگ کے تین سو ساٹھ دوست تھے۔ وہ بزرگ ہر شب ایک دوست کے گھر رہتے۔ کسی بزرگ کے تیس دوست تھے کوئی بزرگ سات دوست رکھتے تھے۔ ہر شب ایک دوست کے گھر رہتے یہ دوست ان بزرگوں کے لیے گویا کسب و صنعت تھے اور ان کی عبادت میں سبب فراغت تھے۔ بلکہ جب دینی دوستی ہو گئی تو اگر دوست گھر میں نہ ہو تو بھی اس کے کھانے میں سے کھا لینا درست ہے۔ جناب سرور انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ الثناء حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کا کھانا نوش فرمایا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ اس سے خوش ہوں گے۔ حضرت محمد بن واسع صاحب ورع بزرگ تھے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کے گھر تشریف لے جاتے اور جو کچھ پاتے کھاتے جب حضرت

حسن بصری اپنے گھر تشریف لاتے تو اس سے بہت خوش ہوتے۔ ایک گروہ نے حضرت سفیان ثوری کے گھر میں ایسا ہی معاملہ کیا۔ جب حضرت سفیان تشریف لائے تو فرمایا کہ تم لوگوں نے اگلے بزرگوں کے اخلاق مجھ کو یاد دلائے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آئے تو جو کچھ حاضر ہو اس کے سامنے لا رکھے۔ کچھ تکلف نہ کرے اگر اپنے اہل وعیال کی ضرورت کے مطابق ہو زیادہ نہ ہو تو اسے رکھ چھوڑے۔ ایک شخص نے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی آپ نے فرمایا تین شرائط سے تیرے گھر آؤں گا ایک یہ کہ بازار سے کچھ نہ لائے دوسری یہ کہ جو کچھ گھر میں ہو اس میں سے کچھ بچھ نہ لے جا۔ تیسری یہ کہ اپنے اہل وعیال کا پورا حصہ بچا۔ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے لوگ جو ایک دوسرے سے چھوٹ گئے ہیں تکلف کے سبب چھوٹ گئے ہیں اگر درمیان سے تکلف اٹھ جائے تو بے دھڑک ایک دوسرے سے مل سکتا ہے۔ ایک دوست نے ایک بزرگ سے تکلف کیا انہوں نے فرمایا تم جب اکیلے ہوتے ہو تو ایسا نہیں کھاتے اور میں بھی اکیلے میں ایسا نہیں کھاتا تو جب ہم اور تم اکٹھے ہوا تو یہ تکلف کرنا کیوں چاہیئے یا تم تکلف ختم کر دو یا میں آنا موقوف کر دوں۔ حضرت سلمان رضؓ کہتے ہیں۔ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں فرمایا ہے کہ تکلف نہ کرنا جو کچھ حاضر ہو اس سے بھی نہ دریغ کرنا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روٹی کا ٹکڑا اور خشک چھوہارے ایک دوسرے کے سامنے لاتے اور فرماتے ہم نہیں جانتے کہ وہ شخص بڑا گنہگار ہے جو ما حضر کرنا حقیر جان کر سامنے نہ لائے۔ یا وہ شخص جس کے سامنے حاضر کریں اور وہ اسے حقیر جانے حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام روٹی کا ٹکڑا اور جو ترکاری بوتے تھے دوستوں کے سامنے رکھتے اور فرماتے اگر حق سبحانہ وتعالیٰ تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ کرتا تو میں تکلف کرتا۔ کچھ لوگوں میں باہم جھگڑا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو تلاش کیا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں وہ لوگ آپ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ آپ کو تو نہ پایا۔ ایک خوبصورت عورت دیکھی متعجب ہوئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر ہو کر ایسی عورت پری طلعت کے ساتھ عیش وعشرت کرتے ہیں جب آپ کو ڈھونڈا تو ایک جگہ مزدوری کو گئے ہوئے تھے۔ آپ کو وہاں کھانا کھاتے پایا ان لوگوں نے آپ سے باتیں کیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کھانا کھالو۔ جب اٹھے تو وہاں سے ننگے پاؤں چلے ان لوگوں کو آپ سے ان تینوں کاموں کا سرزد ہونا محل تعجب معلوم ہوا۔ عرض کی یا حضرت یہ کیا باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خوبصورت عورت اس لیے رکھتا ہوں کہ میرے دین کو بچائے۔ میری آنکھ اور دل کہیں نہ لگ جائے۔ اور تم سے کھانے کو جو نہ کہا تو اس لیے کہ یہ میری مزدوری تھی۔ کہ کام کروں اگر کم کھاتا تو کام میں تقصیر کرتا اور کام کرنا مجھ پر فرض تھا اور ننگے پاؤں اس لیے چلا کہ اس زمین کے مالکوں میں جھگڑا ہے۔ میں نے نہ چاہا کہ اس زمین کی مٹی میرے جوتے

بیں بھرے اور دوسرے کی زمین میں جائے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کاموں میں صدق درا ستی تکلف کرنے سے بہتر ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ جب جانے کہ میزبان پر دشوار ہوگا تو اس پر حکومت نہ کرے جب مہمان کو دو چیز دل میں اختیار دیں تو جو چیز میزبان پر زیادہ آسان ہو اسے اختیار کرے۔ اس لیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں ایسا ہی کرتے تھے۔ کوئی شخص حضرت سلیمان کے پاس گیا۔ انہوں نے جو کی روٹی کا ٹکڑا اور نمک اس شخص کے سامنے لاکر رکھ دیا وہ بولا اگر نمک میں سعتر ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت سلمان اور کوئی چیز پاس نہ رکھتے تھے آفتابہ گرو رکھ کر سعتر مول لائے وہ شخص جب روٹی کھا چکا تو کہنے لگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقْتَنَا — شکر ہے اس اللہ کا جس نے قناعت دی مجھ کو اس چیز پر جو روزی مجھے دی۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر تجھ میں قناعت ہوتی تو میرا آفتابہ گرو رکھنے کی نوبت نہ آتی مگر جہاں جانے کہ میزبان کو دقت نہ ہوگی بلکہ خوش ہوگا۔ تو اس سے مانگنا درست ہے۔ حضرت امام شافعی بغداد میں زعفرانی کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ زعفرانی روز کھانے کی اقسام لکھ کر پکانے والے کو دے دیتا ایک دن امام صاحب نے ایک قسم کا کھانا دستخط خاص سے اس میں بڑھا دیا۔ جب زعفرانی نے اس کتبہ کو لونڈی کے ہاتھ میں دیکھا بہت خوش ہوا اور شکرانہ میں اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ صاحب خانہ اگر مہمانوں کا حکم بجا لانے پر دل سے راضی ہو تو مہمانوں سے پوچھے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اور کس چیز کی آرزو کرتے ہو۔ اس لیے کہ جو ان کی آرزو بر لانے میں کوشش و مستعدی کرتا ہے ہزار ہزار نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھتے۔ اور ہزار ہزار برائیاں اس کے اعمال نامہ سے مٹا دیتے۔ اور ہزار ہزار درجہ بلند کرتے ہیں اور تین جنتوں میں سے اسے حصہ دیتے ہیں۔ ایک فردوس دوسری عدن تیسری خلد لیکن مہمان سے یہ پوچھنا کہ فلانی چیز لاؤں یا نہ لاؤں مکروہ اور برا ہے۔ بلکہ جو کچھ موجود ہے لے آئے اگر مہمان نہ کھائے تو لے جائے۔

میزبانی کی فضیلت:

اے عزیز جان کہ جو بیان کیا گیا اس صورت میں تھا کہ کوئی شخص بے بلائے ملاقات کو آئے دعوت کرنے کا حکم اور ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مہمان خود آ جائے تو کچھ تکلف نہ کر اور اگر تو بلائے تو کچھ اٹھا نہ رکھ

ف۱ ایک قسم کی پتی ہے جس سے فقیر لوگ روٹی کھاتے ہیں۔ ۱۲۔

یعنی جو تکلف تجھ سے ہو سکے کر اور ضیافت کی بڑی فضیلت ہے اور یہ عرب کی عادت ہے کہ وہ لوگ سفر میں ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں۔ اور ایسے مہمان کا حق ادا کرنا اہم ہے اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص مہماندار نہیں اس میں خیر نہیں۔ اور فرمایا ہے مہمان کے واسطے تکلف نہ کرو"، کیونکہ جب تکلف کرو گے تو اس کے ساتھ دشمنی رکھو گے۔ اور جو شخص مہمان سے دشمنی رکھتا ہے وہ خدا کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے خدا اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ خدا اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ اگر کوئی غریب مہمان آ پہنچے تو اس کے لیے قرض لے کر تکلف کرنا درست ہے۔ لیکن دوستوں کے بیٹے جو ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں تکلف نہ کرنا چاہیئے کہ تکلف کرنے کرتے محبت ہی جاتی رہے گی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا فلاں یہودی سے کہو کہ مجھے آٹا قرض دے میں رجب کے مہینے میں ادا کر دوں گا۔ کہ ایک مہمان میرے پاس آیا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا جب تک کچھ گرو نہیں رکھو گے نہ دوں گا۔ حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ میں واپس آیا اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں اس کا جواب عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ واللہ میں آسمان میں امین ہوں زمین میں امین ہوں اگر وہ دے دیتا تو میں ادا کر دیتا۔ اب میری وہ زرہ لے جا اور گرو رکھ لا میں لے گیا اور گرو رکھ کر لایا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مہمان کو ڈھونڈنے ایک دو میل جاتے۔ جب تک مہمان نہ ملتا۔ کھانا نہ کھاتے ان کے صدق و خلوص کی برکت سے آج تک ان کے مشہد میں رسم ضیافت باقی ہے حتیٰ کہ کوئی رات مہمان سے خالی نہیں جاتی۔ اور کبھی سو دو سو مہمان آ رہتے ہیں۔ بہت سے گاؤں اس مقصد کے لیئے وقف ہیں۔

دعوت اور اسے قبول کرنے کے آداب:

جو شخص دعوت کرتا ہے اس کے لیئے یہ سنت ہے کہ نیک لوگوں کے سوا اور کو نہ بلائے۔ کیونکہ کھانا کھانا قوت بڑھاتا ہے اور فاسق کو کھانا دینا فسق میں اس کی مدد کرنا ہے اور فقیروں کو بلائے امیروں کو نہ بلائے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ طعام ولیمہ سب کھانوں سے بدتر ہے جس کے لیے امیروں کو بلائیں اور فقیروں کو محروم رکھیں۔" اور فرمایا ہے تم لوگ دعوت کرنے میں بھی گناہ کرتے ہو۔ ایسے شخص کو بلاتے ہو جو نہ آئے اور جو آنے والا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو۔ اور چاہیئے کہ یگانوں اور نزدیک کے دوستوں کو نہ بھولے کہ وحشت کا سبب ہوگا۔ دعوت سے تکبر و بڑائی کا ارادہ نہ کرے ادائے سنت اور فقراء کی راحت کا خیال کرے جسے جانے کہ دعوت قبول کرنا اسے دشوار ہے اسے نہ بلائے۔ کہ اسے تکلیف ہو گی۔ اور جو شخص اس کی دعوت قبول کرنے میں رغبت نہ کرے۔ اس کی بھی دعوت نہ کرے۔ کہ وہ اگر مان بھی لے گا تو کھانا کراہت سے کھائے گا۔ اور یہ امر خطا کا سبب ہو گا۔ دعوت کرنے کا:

پہلا ادب یہ ہے کہ فقیر و امیر میں کچھ فرق نہ کرے فقیر کی دعوت سے بے پروائی نہ کرے۔ اس لیے

کہ جناب سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام فقیروں کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا گزر ایک محتاج قوم کی طرف ہوا وہ لوگ روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ عرض کی کہ اے فرزند رسول آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جائیے۔ آپ سواری پر سے اتر کر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب نوش فرما چکے تو اُن لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ کل تم میری دعوت قبول کرو۔ دوسرے دن اُن کے لیے عمدہ کھانا پکوایا اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر نوش فرمایا۔

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ اگر جانتا ہے کہ میزبان مجھ پر احسان جتائے گا اور رسمی میزبانی جانے گا تو اس سے حیلے بہانے سے معذرت کر دے اور دعوت قبول نہ کرے بلکہ میزبان کو چاہیے کہ مہمان کے قبول کرنے کو اپنے لیے موجب فضیلت جانے اور اس کا احسان مانے علیٰ ہذالقیاس اگر جانتا ہے کہ اس کے کھانے میں شبہ ہے یا وہاں کا انداز بُرا ہے مثلاً اس جگہ فرش اطلسی ہے۔ چاندی کی انگیٹھی یا دیوار اور چھت میں جانوروں کی تصویر ہے یا راگ مع مزامیر ہے یا کوئی مسخرہ پن کرتا ہے۔ یا فحش بکتا ہے یا جوان عورتیں مردوں کو دیکھنے آتی ہیں۔ یہ سب بری باتیں ہیں ایسی جگہ نہ جانا چاہیئے اسی طرح اگر میزبان بدعتی یا ظالم یا فاسق ہو یا ضیافت سے اس کا مقصد لاف و تکبر ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کرے۔ اگر دعوت قبول کی اور وہاں کوئی بری بات دیکھی اور منع نہیں کر سکتا تو وہاں سے چلا جانا واجب ہے۔

تیسرا ادب:

یہ ہے کہ راہ دور ہونے کے سبب سے دعوت رد نہ کرے۔ بلکہ عادت کے مطابق جتنی راہ چلنے کی برداشت ہے اس کا متحمل ہو جائے توریت میں ہے کہ بیمار پرسی کے لیے ایک میل جا۔ جنازے کے ساتھ دو میل جا مہمان کے لیے تین میل جا دینی بھائی کی ملاقات کے لیے چار میل جا۔

چوتھا ادب:

یہ ہے کہ روزے کی وجہ سے دعوت رد نہ کرے بلکہ اس میں شرکت کرے۔ اگر میزبان کی خوشی ہو تو خوشبو اور اچھی باتوں پر قناعت کرے کہ روزہ دار کی میزبانی یہی ہے۔ اگر رنجیدہ ہو تو روزہ کھول ڈالے۔ کہ مسلمان کا دل خوش کرنے کا ثواب روزہ سے بہت زیادہ ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر جو میزبان کی رضامندی کے لیے روزہ نہ کھول ڈالے اعتراض کیا ہے۔ اور فرمایا کہ تیرا بھائی تو تکلیف کرے اور تو کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ پیٹ کی خواہش مٹانے کے لیے دعوت قبول نہ کرے۔ کہ یہ جانوروں کا کام ہے۔

بلکہ اتباع سنت نبوی کی نیت کرے۔ اور اسباب سے بچنے کی نیت کرے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص دعوت نہ قبول کرے گا۔ وہ خدا اور رسول کا گنہگار ہو گا اسی سبب سے علماء کے ایک گروہ نے کہا کہ دعوت
قبول کرنا واجب ہے اور دعوت قبول کرنے میں مسلمان بھائی کے اعزاز و اکرام کی نیت کرے۔ حدیث شریف میں ہے
کہ جو شخص کسی مومن کا اعزاز و اکرام کرے اس نے خدا کا اعزاز و اکرام کیا اور مسلمان کا دل خوش کرنے کی نیت کرے
حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو کوئی مسلمان کو خوش کرے اس نے خدا کو خوش کیا اور ملاقات میزبان کی نیت کرے
اس لیے کہ دینی بھائیوں کی ملاقات عبادات میں سے ہے اور اپنے آپ کو غیبت سے بچانے کی نیت کرے
تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ فلاں شخص بدخوئی اور تکبر کی وجہ سے نہ آیا۔ دعوت میں جانے کی یہ چھ نیتیں ہیں۔ ہر ایک نیت کے
عوض ثواب حاصل ہو گا۔ اور ایسی نیتوں کی بدولت مباح چیزیں قرب خدا کا باعث ہوتی ہیں۔ بزرگان دین نے
کوشش کی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں ان کی ایسی نیت ہو جیسے دین سے مناسبت ہو تاکہ ان کا کوئی دم
ضائع نہ جائے۔

میزبان کے ہاں حاضر ہونے کے آداب:

یہ ہیں کہ میزبان کو منتظر نہ رکھے۔ جانے میں جلدی کرے۔ اچھی جگہ نہ بیٹھے۔ جہاں میزبان کہے وہاں بیٹھے
اگر اور مہمان مقام صدر میں اسے بٹھالیں تو انکار نہ کرے۔ عورتوں کے حجرے کے برابر نہ بیٹھے۔ جہاں سے کھانا
لاتے ہیں ادھر بار بار نہ دیکھے۔ جب بیٹھے تو جو شخص قریب تر ہے اس کی مزاج پرسی کرے۔ اگر کوئی امر خلاف
شرع دیکھے تو انکار کرے۔ اگر اس امر کو منع نہ کر سکے تو وہاں سے اٹھ جائے۔

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر چاندی کی سرمہ دانی بھی دیکھے تو چاہیے کہ اٹھ
کھڑا ہو اگر مہمان رات رہنا چاہے تو میزبان کا ادب ہے کہ اسے قبلہ اور طہارت کی جگہ بتا دے۔ کھانا رکھنے کے
آداب یہ ہیں۔ کہ جلدی کرے۔ یہ امر مہمان کے اکرام میں سے ہے تاکہ مہمان کھانے کا انتظار نہ کرے۔ اگر بہت لوگ
آچکے ہیں اور ایک باقی ہو تو حاضرین کی رعایت زیادہ بہتر ہے۔ مگر جب فقیر نہ آیا ہو اور انتظار نہ کرنے سے دل شکستہ
ہو جائے گا تو اس کی خوشی کی خاطر نیت سے تاخیر بہتر ہے۔

حاتم اصم نے فرمایا ہے جلدی شیطان کا کام ہے مگر پانچ چیزوں میں جلدی چاہیے۔ ۱۔ مہمان کو کھانا کھلانے
میں۔ ۲۔ مردہ کی تجہیز میں۔ ۳۔ لڑکیوں کے نکاح میں۔ ۴۔ قرض ادا کرنے میں۔ ۵۔ گناہوں سے توبہ کرنے میں اور
دعوت ولیمہ میں جلدی کرنا سنت ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے میوہ لائے اور دسترخوان کو ترکاری سے خالی نہ رکھے اس
لیے کہ حدیث شریف میں ہے: دسترخوان پر جب ہری چیز ہوتی ہے تو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں! اور اچھا کھانا آگے

رکھنا چاہیئے تاکہ اس سے آسودہ ہو جائیں۔ بہت سے کھلانے والوں کی یہ عادت ہے کہ ثقیل غذا آگے رکھتے ہیں تاکہ مہمان بہت نکھا سکے یہ مکروہ ہے اور بعض کی یہ عادت ہے کہ یکبارگی سب طرح کے کھانے رکھ دیتے ہیں تاکہ جس کا جو جی چاہے کھائے۔ جب طرح طرح کی چیزیں رکھیں تو جلدی نہ اٹھائے اس لیے کہ شاید کوئی ایسا ہو کہ ابھی سیر نہ ہوا ہو۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ تھوڑا کھانا نہ رکھے۔ کہ اس میں بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ بھی نہ رکھے کہ اس میں تکبر ہے مگر اس نیت سے زیادہ کھانا رکھنے میں مضائقہ نہیں کہ جو کچھ بڑھ جائے گا اس کا حساب نہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سا کھانا رکھا حضرت سفیان ثوری نے اُن سے فرمایا۔ کیا تمہیں اسراف کا خوف نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ضیافت کے کھانے میں اسراف ہوتا ہی نہیں۔ اور چاہیئے کہ اپنے اہل و عیال کا حصہ پہلے نکال لے۔ تاکہ اُن کی نظر دسترخوان پر نہ رہے۔ کیونکہ جب کچھ نہ بچے گا تو وہ مہمان کا شکوہ کریں گے۔ اس امر میں مہمان کے ساتھ خیانت ہوتی ہے۔ اور یہ امر درست نہیں۔ کہ مہمان کھانا باندھ لے جائے جیسے بعض صوفیوں کی عادت ہے۔ مگر یہ کہ میزبان اُن کی شرم کا لحاظ نہ کرے۔ اور صاف کہہ دے یا یہ جانتے ہوں کہ میزبان دل سے راضی ہے تو کھانا باندھ لے جانا درست ہے۔ بشرطیکہ اپنے ہم پیالہ کے ساتھ ظلم نہ کرے۔ اس لیے کہ اگر زیادہ لے جائے گا تو حرام ہو جائے گا۔ اگر میزبان کی مرضی نہ ہو۔ تو بھی حرام ہے۔ اس میں اور چوری سے لے جانے میں کوئی فرق نہیں۔ اور جو کچھ وہ شخص جو ہم پیالہ ہے شرم سے چھوڑے خوشی خاطر سے نہ چھوڑے وہ بھی حرام ہے۔

ضیافت خانہ سے باہر آنے کے آداب:

یہ ہیں کہ اجازت سے نکلے اور میزبان کو چاہیئے کہ اپنے گھر کے دروازے تک مہمان کے ساتھ آئے۔ اس لیے کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کرتے تھے۔ اور چاہیئے کہ میزبان اچھی طرح بات کہے اور کشادہ پیشانی رہے۔ اگر مہمان اس سے قصور دیکھے تو معاف کرے کہ حُسنِ خلق سے چھپا دے کہ حُسنِ خُلق بہت سی عبادات سے بہتر ہے۔

حکایت:

ایک شخص نے لوگوں کی دعوت کی اس کا بیٹا باپ کی بے اطلاع حضرت جنید قدس سرہ کو بھی بلا لایا۔ آپ جب اُس کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔ اُس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا۔ آپ پھر آئے لڑکا پھر دوبارہ بلانے آیا آپ تشریف لے گئے۔ پھر اُس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا۔ آپ پھر آئے اس طرح چار بار حضرت جنید قدس سرہ تشریف لائے تاکہ اُس لڑکے کا دل خوش ہو اور ہر بار پلٹ گئے تاکہ اس کے باپ کا دل خوش ہو۔ حالانکہ آپ اس سے فارغ تھے اور ہر دو قبول میں آپ کو عبرت ہوتی تھی کہ اس امر کو منجانب اللہ دیکھتے تھے۔

دوسری اصل آدابِ نکاح کا بیان

اے عزیز یہ بات جان کہ کھانا کھانے کی طرح نکاح کرنا بھی راہِ دین سے ہے۔ کیونکہ راہِ دین کو جس طرح انسانیت کی بقا کی ضرورت ہے اور زندگی بے کھانے پینے کے محال ہے۔ اسی طرح آدمی کی جنس اور نسل کی بقا کی بھی حاجت ہے اور یہ بے نکاح ممکن نہیں۔ تو نکاح اصل وجود کا سبب اور طعام بقائے وجود کا سبب ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کے لیے نکاح کو مباح کیا ہے۔ شہوت کے لیے نہیں بلکہ شہوت کو بھی اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ تاکہ نکاح کا تقاضی ہو اور لوگ نکاح کریں اور راہ دین پر چلنے والے پیدا ہوں۔ اور راہ دین پر چلیں۔ اس لیے کہ خالق نے تمام کو دین ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ — اور نہیں پیدا کیا ہیں نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ عبادت کریں میری۔

اور جتنے آدمی زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت ربوبیت کے بندے بڑھتے اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ,,نکاح کرو تاکہ زیادہ ہو کر میں قیامت کے دن تمہارے سبب سے اور پیغمبروں کی امت پر فخر کروں گا۔ حتیٰ کہ اس عمل کے سبب بھی فخر کروں گا جو اپنی ماں کے پیٹ سے گر جائے تو جو شخص یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ اولاد بڑھے اور خدا کی بندگی کرے اُس کا بڑا ثواب ہے۔ اس لیے باپ کا بڑا حق ہے اور استاد کا حق اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے کہ باپ پیدائش کا سبب ہے۔ اور استاد راہِ دین پہچانتے کا۔ اسی بنا پر علماء کا ایک گروہ قائل ہوا ہے کہ نکاح کرنا نوافل عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔ اور جبکہ معلوم ہو گیا کہ نکاح کرنا راہِ دین میں سے ہے تو اس کے آداب کی تفصیل جاننا بھی ضروری ہے اس کی تفصیل تین بابوں میں معلوم ہوگی۔ پہلا باب نکاح کے فوائد و آفات کے بیان میں۔ دوسرا باب عقد نکاح کے آداب کے بیان میں۔ تیسرا باب نکاح کے بعد معاشرت وگزران کے آداب ہیں۔

پہلا باب نکاح کے فوائد و آفات کے بیان میں۔ اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ نکاح کی فضیلت اُس کے فوائد کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کے پانچ فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ اولاد ہے۔ اولاد کے سبب سے چار طرح کا ثواب ہے۔ پہلا ثواب یہ ہے کہ آدمی کا پیدا ہونا اور بقائے نسل جو حق تعالیٰ کو محبوب و مرغوب ہے۔ اُس کے کوشش کرتا رہے گا اور جو شخص حکمت آفرینش پہچانے گا اُسے اس بات میں کوئی شک نہ رہے گا کہ یہ بات حق تعالیٰ کی محبوب ہے۔ جب مالک اپنے بندے کو قابل زمین کاشت کے لیے دے۔ بیج عنایت کرے بیلوں کی جوڑی۔ گوئی اور آلات زراعت عطا کرے اور اُس پہ

ایک ارادہ مسلط کرے۔ کہ اُسے کھیتی کرنے میں مشغول رکھے تو گر مالک زبان سے نہ کہے لیکن غلام اگر عقل رکھتا ہے۔ تو اس کا مطلب و مقصد جان جائے گا کہ مجھ سے کھیت جتوانا۔ بیج کاشت کرانا۔ درخت پیدا کرانا مقصود ہے خداوند کریم نے بچہ دان پیدا کیا۔ آلات مباشرت پیدا کیے۔ مردوں کی پشت عورتوں کے سینہ میں اولاد کا بیج پیدا کیا شہوت کو مرد اور عورت پر مسلط کیا۔ تو ان باتوں سے جو مقصود الٰہی ہے۔ وہ کسی عقل مند سے پوشیدہ نہیں۔ اگر کوئی شخص بیج یعنی نطفہ ضائع کرے۔ اور شہوت کو کسی حیلہ سے ٹال دے۔ تو وہ پیدائش کے مقصد سے منحرف رہے گا۔ اس واسطے صحابہ کرام اور اگلے بزرگ بے نکاح اپنے سے نفرت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں طاعون میں مریں۔ اور خود اُن کو طاعون ہوا۔ فرمایا جب تک میں مروں میرا نکاح کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ بے جورو مر جاؤں۔ دوسرا ثواب یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنے میں نکاح کے ذریعے سے کوشش کرتا ہے گا۔ تاکہ آپ کی اُمت زیادہ ہو۔ کہ اُس کے سبب سے آپ فخر کریں گے۔ اس لیے آپ نے بانجھ عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا کہ اُس کے اولاد نہیں ہوتی۔ اور فرمایا اگر کھجور کی چٹائی گھر میں پڑی ہو تو بانجھ عورت سے بہتر ہے اور فرمایا عورت بدصورت جننے والی خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا شہوت کے لیے نہیں ہے اس لیے کہ شہوت کی خاطر خوبصورت عورت بدصورت سے بہتر ہے

تیسرا ثواب یہ ہے کہ اولاد سے دعا حاصل ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے جن نیکیوں کا ثواب منقطع نہیں ہوتا ان میں سے ایک اولاد بھی ہے۔ کہ باپ کی موت کے بعد اُس کی دعا برابر جاری رہتی اور باپ کو پہنچتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کو نور کے طباقوں میں رکھ کر مردوں کو دکھاتے ہیں۔ اس طرح سے وہ راحت پاتے ہیں۔

چوتھا ثواب یہ ہے کہ لڑکا ہو اور باپ کے سامنے مر جائے تاکہ وہ اُس مصیبت کا رنج برداشت کرے اور لڑکا قیامت میں اُس کی شفاعت کرے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچے سے کہیں گے کہ جنت میں جاؤ تو مچل جائے گا۔ اور کہے گا کہ اپنے ماں باپ کے بغیر ہرگز اندر نہ جاؤں گا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کپڑے کو پکڑ کر کھینچا۔ اور فرمایا جس طرح میں تجھے کھینچتا ہوں اسی طرح بچہ اپنے ماں باپ کو جنت میں کھینچتا ہے۔ نقد میں شریف میں آیا ہے کہ بچے جنت کے دروازے پر جمع ہوں گے۔ اور دفعتاً چلانا اور رونا شروع کریں گے اور اپنے ماں باپ کو ڈھونڈیں گے۔ حتیٰ کہ ماں باپ کو حکم ہوگا۔ کہ تم لڑکوں کی جماعت میں جاؤ۔ اور ہر بچہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے گا۔

حکایت:

ایک بزرگ نکاح کرنے میں عذر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ قیامت ہے۔

اور لوگ پیاس کے مارے بیتاب ہیں۔ لڑکوں کا ایک گروہ ہے اُن کے ہاتھوں میں چاندی سونے کے کٹورے ہیں۔ اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ اُس بزرگ نے بھی پانی مانگا انہیں کسی لڑکے نے نہ دیا اور کہا کہ ہم میں تیرا بیٹا کوئی نہیں ہے۔ وہ بزرگ جب خواب سے بیدار ہوئے اسی وقت نکاح کیا

دوسرا فائدہ نکاح میں یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کی حفاظت کرتا اور شہوت جو ہتھیار ہے شیطان کا۔ اُسے اپنے سے دور کرتا ہے۔ اسی لیے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ جس نے نکاح کیا اُس نے اپنے آدھے دین کو حفاظت میں کر لیا۔ اور جو شخص نکاح نہیں کرتا گو فرج کو بچالے لیکن اکثر ہے۔ کہ آنکھ کو بد نگاہ سے اور دل کو وسواس سے نہیں بچا سکتا۔

نکاح اولاد کی نیت سے کرے شہوت کے لیے نہیں اس لیے کہ جو کام مالک کو محبوب و مرغوب ہے فرمانبرداری کے لیے یوں نہیں ہوتا ہے۔ کہ شہوت ٹالنے کی نیت کرے۔ کیونکہ شہوت کو اس لیے پیدا کیا ہے۔ کہ متقاضی ہو اگرچہ اس میں اور حکمت بھی ہے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ اس میں بڑا مزہ رکھا ہے۔ تاکہ وہ مزا آخرت کے مزوں کا نمونہ ہو جس طرح آگ کو اس لیے پیدا کیا کہ اُس کی تکلیف رنج آخرت کا نمونہ ہو۔ اگرچہ مباشرت کی لذت اور آگ کی اذیت آخرت کی لذت و مصیبت کے سامنے حقیر و ناچیز ہے اور جو کچھ پیدا فرمایا ہے خالق کے ہاں اُس کی بہت سی حکمتیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک ہی چیز میں بہت سی حکمتیں ہوں۔ جو عالموں اور بزرگوں ہی پر ظاہر ہوں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورت کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔ جب کسی کو کوئی عورت اچھی معلوم ہو تو چاہیئے کہ اپنے گھر جائے اور اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے۔ کہ اس بات میں سب عورتیں برابر ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے نکاح کی بدولت عورتوں سے موانست ہوتی ہے اور اُن کے پاس بیٹھنے سے اُن کے ساتھ مزاح کرنے سے دل کو راحت ہوتی ہے اور اس آسائش کے ذریعے سے شوقِ عبادت تازہ ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ عبادت میں رہنا اداسی لاتا ہے۔ اس میں آدمی دل گرفتہ ہو جاتا ہے۔ یہ آسائش اس قوت کو پھیر لاتی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے راحت و آسائش دل سے دفعتہً نہ چھین لو کہ اس سے دل نابینا ہو جائے گا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وقت مکاشفہ میں اتنا بڑا کام آپڑتا کہ آپ کا جسم نازک اس کا متحمل نہ ہو سکتا حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے؛

کلمینی یا عائشۃ اے عائشہ میرے ساتھ باتیں کرو۔

اس سے آپ کی غرض یہ ہوتی تھی کہ اپنے آپ کو تقویت دیں تاکہ وحی کا بار اٹھانے کی قوت پیدا ہو جائے جب آپ کو پھر اس عالم میں لاتے اور وہ قوت تمام ہو جاتی تو اس کا شوق آپ پر غالب ہوتا اور فرماتے ارحنا یا بلالؓ یہاں تک کہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی دماغ کو خوشبو سے قوت دیتے۔ اسی لیے فرمایا ہے؛

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَا کُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ط

یعنی تمہاری دنیا سے تین چیزوں کو حق تعالیٰ نے میرا محبوب کیا ہے۔ خوشبو کو عورتوں کو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں۔ ہے۔

اور نماز کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ مقصود یہ ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے۔ اور خوشبو اور عورتیں بدن کی آسائش کے واسطے ہیں تاکہ نماز کی طاقت پیدا ہو۔ اور آنکھوں کی روشنی جو نماز میں ہے۔ وہ حاصل ہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و مال و اسباب جمع کرنے سے منع کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دنیا کے بعد ہم لوگ کیا چیز اختیار کریں۔ فرمایا:

لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ لِسَانًا ذَاکِرًا وَّقَلْبًا شَاکِرًا وَّزَوْجَۃً مُّؤْمِنَۃً۔

زبان ذاکر اور دل شاکر اور عورت پارسا اختیار کرے۔

یہاں عورت کو ذکر و شکر کے ساتھ بیان فرمایا۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ عورت گھر کی غم خواری کرتی ہے۔ کھانا پکانا برتن دھونا جھاڑو دینا ایسے کاموں کے لیے کفایت کرتی ہے۔ اگر مرد ایسے کاموں میں مشغول ہو گا تو علم و عمل اور عبادت سے محروم رہے گا۔ اس لیے دین کی راہ میں عورت اپنے خاوند کی یار و مددگار ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نیک عورت امور دنیا سے نہیں ہے۔ بلکہ اسباب آخرت سے ہے۔ یعنی تجھے فارغ البال رکھتی ہے۔ تاکہ آخرت کے کاموں میں مشغول رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ کہ ایمان کے بعد نیک عورت سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔

پانچواں فائدہ عورتوں کے اخلاق پہ صبر کرنا ہے اور ان کی ضروریات مہیا کرنا اور ان کو راہِ شرع پر قائم رکھنا اور یہ بڑی کوشش پہ موقوف ہے۔ اور یہ کوشش بہترین عبادت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے بیوی کو نفقہ دینا خیرات دینے سے بہتر ہے۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اہل و عیال کے لیے کسب حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چند بزرگوں کے ساتھ جہاد میں مشغول تھے۔ کسی نے پوچھا کوئی ایسا کام بھی ہے جو جہاد سے بہتر ہو۔ بزرگوں نے فرمایا جہاد سے بہتر ہم کوئی کام نہیں جانتے۔ حضرت ابن المبارک نے فرمایا میں جانتا ہوں وہ کام یہ ہے کہ جس کے اہل و عیال ہوں وہ ان کو درستی کے ساتھ رکھے اور جب رات کو اٹھے لڑکوں کو ننگا کھلا دیکھے انہیں کپڑا اڑھا دے۔ اس کا یہ عمل جہاد سے افضل ہو گا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں تین خصلتیں ہیں۔ جو مجھ میں نہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے لیے اور اپنے زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرتے ہیں۔ میں فقط اپنے ہی لیے کسب کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گناہوں میں ایک گناہ ایسا ہے۔ کہ عیال داری

کے رنج ومشقت کے سوا اور کچھ اس کا کفارہ نہیں۔

حکایت :

ایک بزرگ تھے اُن کی بیوی فوت ہوگئی دوسرے نکاح کے لیے لوگ بضد ہوئے۔ مگر وہ راغب نہ ہوئے اور فرمایا تنہائی میں حضورِ قلب اور دلجمعی بہت ہے۔ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور مردوں کا ایک گروہ آگے پیچھے اترتا ہے اور ہوا میں جاتا ہے۔ جب اُن کے پاس آئے تو ایک نے کہا کہ کیا یہ وہی مردِ شوم ہے دوسرے نے کہا ہاں کہ یہ وہی مردِ شوم ہے۔ چوتھے نے کہا ہاں وہی ہے۔ یہ بزرگ اُن لوگوں کی ہیبت سے خواب میں ڈرے اور کچھ نہ پوچھ سکے۔ ان سب کے بعد ایک لڑکا تھا اُس سے پوچھا کہ ان لوگوں نے شوم کس کو کہا۔ اُس نے کہا کہ تم ہی کو تو کہا ہے۔ اس لیے کہ پہلے تمہارے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر لے جاتے تھے اب نہ معلوم تم نے کیا کیا ہے۔ کہ ایک ہفتہ ہوا کہ تمہیں مجاہدین کے زمرے سے نکال دیا ہے وہ بزرگ جب بیدار ہوئے تو فوراً نکاح کیا۔ تاکہ پھر مجاہدین میں داخل ہو جاؤں۔ ان فوائد کے پیش نظر نکاح کی خواہش کرنا چاہئے۔

نکاح کی آفات :

تین ہیں۔ ایک یہ کہ شاید کسب حلال نہ کر سکے۔ خصوصاً اُس زمانہ میں اور شاید عیال داری کے سبب سے شبہے یا حرام کا مال پیدا کرے۔ یہ امر اُس کے دین کی تباہی اور عیال واطفال کی خرابی کا باعث بنے گا۔ اور کوئی نیکی اس کا تدارک نہیں کرتی۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بندے کے نیک عمل پہاڑ کے برابر ہوں گے اُسے ترازو کے پاس ٹھہرا کر پوچھیں گے کہ تو نے اپنے عیال کو نفقہ کہاں سے دیا اُس سے اس بات کی پکڑ ہوگی۔ اور اس کی تمام نیکیاں اس وجہ سے رائیگاں ہو جائیں گی۔ اُس وقت منادی ندا کرے گا۔ دیکھو یہ وہ شخص ہے کہ اس کے عیال اس کی تمام نیکیاں کھا گئے اور یہ گرفتار ہوا۔ حدیث شریف میں ہے "قیامت کے دن بندے سے پہلے اس کے عیال جھگڑیں گے۔ اور کہیں گے کہ بار خدایا اس کا ہمارا انصاف کر کہ اس نے ہم کو حرام کھانا کھلایا ہم نہ جانتے تھے اور جو بات سکھانے کی تھی وہ ہمیں نہیں سکھائی ہم جاہل رہ گئے" تو جو شخص حلال تر کہ نہ پائے یا مال حلال نہ کمائے اُسے نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ مگر جب کہ یقیناً جانتا ہو کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا میں مبتلا ہوگا۔

دوسری آفت یہ ہے کہ عیال کا حق بجا نہیں لایا جا سکتا مگر حسن خلق سے اور اُن کی بے محل باتوں پر صبر کرنے اور برداشت کرنے سے اور ان کے کاموں کے نتائج بھگتنے پر آمادہ رہنے سے اور یہ امور ہر ایک سے نہیں ہو سکتے شاید عیال کو ستائے اور گناہگار ہو جائے۔ یا اُن کی خبر نہ لے انہیں تباہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بیوی بچوں سے بھاگے گا اُس کی مثال بھگوڑے غلام کی سی ہوگی۔ جب تک بیوی بچوں کے پاس نہ جائے۔ نماز روزہ کچھ قبول

نہیں ہوتا۔ غرض ہر ایک آدمی کا نفس ہے جب تک اپنے نفس سے نہ بر آئے اولیٰ یہ ہے کہ پرائے نفس کا ذمہ نہ اٹھائے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے ہو۔ فرمایا کہ میں اس آیت سے ڈرتا ہوں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ عورتوں کا مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کیوں نکاح کروں مجھے نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کا حق ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

تیسری آفت یہ ہے کہ دل جب اہل و عیال کے کام کی فکر میں ڈوبتا ہے آخرت کے خیال اور زادِ آخرت کی تیاری اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز یادِ الٰہی سے روک رکھے۔ وہ تیری ہلاکت کا سبب ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۔ اے مسلمانو: نہ غافل کرے تم کو مال تمہارا اور اولاد تمہاری یاد خدا سے۔ ۱۲۔

تو جس شخص کو یہ خیال ہو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عیال داری کا شغل خدا سے مہجور نہ کرتا تھا۔ اُس طرح مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اور جانے کہ اگر میں نکاح نہ کروں گا تو ہمیشہ خدا کی یاد اور بندگی میں رہوں گا اور حرام سے بچوں گا تو نکاح نہ کرنا افضل ہے۔ اور جسے زنا کا خوف ہو۔ اسے نکاح کرنا بہتر ہے۔ اور جسے اُس کا خوف نہ ہو اسے نکاح نہ کرنا افضل ہے۔ مگر وہ شخص جو کسب حلال پر قادر اور اپنے خلق نیک و شفقت و مہربانی پر اعتماد رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ نکاح مجھے یادِ الٰہی سے باز نہ رکھے گا۔ اگر میں نکاح کروں گا تب بھی ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہوں گا اُس کے لیے نکاح کرنا اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

(پس جسے زنا کا خوف ہو اُسے نکاح کرنا افضل ہے اور جسے یہ خوف نہ ہو اُسے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔)

دوسرا باب:

عقد نکاح کی کیفیت اور آداب میں اور اُن صفتوں کے بیان میں جن کا عورت میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نکاح کی شرطیں پانچ ہیں۔ پہلی شرط ولی ہے کہ بے ولی نکاح درست نہیں۔ جس عورت کا ولی نہ ہو بادشاہ وقت اُس کا ولی ہے۔ دوسری شرط عورت کی رضامندی ہے۔ لیکن جب عورت کم سن ہو تو اگر اُس کا باپ یا دادا نکاح کرے تو اُس کی رضامندی شرط نہیں ہے۔ تاہم اولیٰ یہ ہے کہ اُس کو خبر دیں اگر چپ رہے تو کافی ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ دو گواہ عادل حاضر ہوں۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ متقی اور پرہیزگاروں کی جماعت اُس وقت موجود ہو فقط دو گواہوں

پر اکتفا نہ کریں۔ اگر وہ دو مرد موجود ہوں۔ جن کا حال پوشیدہ ہے۔ اور اُن کا فسق مرد اور عورت کو معلوم نہیں۔ تو نکاح درست ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس طرح تزویج کا لفظ صراحتہً کہا جائے اسی طرح شوہر اور عورت کا ولی خواہ اُن کا دکیل ایجاب وقبول کا لفظ بھی صراحتہً کہے یا اُس کی فارسی کہے اور سنت یہ ہے کہ نکاح کے خطبہ کے بعد ولی یوں کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ فلاں عورت کا نکاح اتنے مہر پر تیرے ساتھ کر دیا اور شوہر کہے کہ اس نکاح کو میں نے اتنے مہر پر قبول کیا عقد سے پہلے عورت کو دیکھ لینا بہتر ہے۔ تاکہ پسند کرے پھر عقد کرے کہ اس میں محبت و الفت کی بڑی اُمید ہے۔ اور چاہیئے کہ نکاح سے فرزند پیدا ہونا اور دل اور آنکھ کو بُرے کاموں سے بچانا مقصود ہو بالکل حظ وحرص ہی مقصود نہ ہو۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ عورت کا ایسا حال ہو کہ اس سے نکاح کرنا حلال ہو بنیس[۲۰] صفتوں کے قریب ہیں جن کے باعث نکاح حرام ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جو عورت دوسرے کے نکاح یا عدت میں ہو۔ یا مرتدہ یا بت پرست یا زندیق ہو یعنی قیامت اور رسول پر ایمان نہ رکھتی ہو۔ یا اباحتی ہو یعنی اجنبی مردوں کے ساتھ میل بیٹھنا اور نماز نہ پڑھنا اس کے نزدیک درست ہو اور کہے کہ میرے نزدیک یہ درست ہے اور آخرت میں اس امر پر عذاب نہ ہوگا یا نصرانیہ یا یہودیہ ہو یا ایسے کی نسل سے جس نے جناب ختم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی رسالت کے بعد نصرانیت یا یہودیت اختیار کی ہو یا لونڈی ہو اور مرد آزاد عورت کے مہر دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ یا زنا کا خوف نہ رکھتی ہو یا مرد اس کا مالک ہو کل کا مالک ہو۔ خواہ بعض کا یا قرابت میں مرد کی محرم ہو یا دودھ پینے کے سبب اس پر حرام ہو گئی یا قرابت کے سبب سے اس پر حرام ہے۔ مثلاً اس کی بیٹی یا ماں یا دادی سے پہلے نکاح کر کے یہی مرد صحبت کر چکا ہے۔ یا اُس مرد کے بیٹے یا باپ کے نکاح میں یہی عورت آچکی ہے یا اُس مرد کی چار بیویاں موجود ہیں۔ یہ پانچویں ہوتی ہے۔ یا اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ کو اپنے نکاح میں رکھتا ہے۔ کیونکہ دو بہنوں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ و بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا درست نہیں۔ وہ دو عورتیں جن میں ایسی قرابت ہو کہ ایک کو مرد اور ایک کو عورت فرض کریں۔ تو دونوں مرد اور عورت مفروضہ میں نکاح درست نہ ہو اُن دونوں عورتوں کو بھی نکاح میں جمع کرنا درست نہیں ہے یا یہ عورت اُس مرد کے نکاح میں تھی اُس نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یا تین بار خرید و فروخت کی ہے۔ ایسی عورت جب تک دوسرا خاوند نہ کرے گی پہلے مرد پر حلال نہ ہوگی یا اُن دونوں میں لعان واقع ہوا ہے۔ یا مرد عورت کا محرم یا حج وعمرہ کا احرام باندھے ہو یا وہ عورت کم سن یتیم ہو۔ کہ کم عمر یتیمہ جب تک بالغ نہ ہوئے اُس کا نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ ایسی سب عورتوں کا نکاح باطل ہے۔ نکاح حلال اور درست ہونے کے یہی شرائط ہیں۔ جن صفات و خوبیوں کا عورت میں دیکھ لینا سنت ہے۔ وہ آٹھ ہیں۔

پہلی صفت پارسائی ہے اور یہی اصل ہے۔ اس لیے کہ اگر عورت پارسا نہ ہو اور شوہر کے مال میں خیانت

کرے تو شوہر فکر مند رہے گا۔ اور اگر اپنی عصمت میں خیانت کرے گی اور مرد خاموش رہے گا۔ تو حمیت دین کا نقصان ہے۔ لوگوں میں ذلیل اور بدنام ہوگا۔ اور اگر خاموش نہ رہے گا تو زندگی تلخ ہو جائے گی اور اگر طلاق دے گا تو شاید اُس کے دل سے لگی ہو۔ خوبصورت عورت ناپرہیزگار کی بُری بلا ہے (زن خوبصورت اگر ناپارسا ہے تو بُری بلا ہے۔ نکاح سے قبل عورت کو دیکھ لینا امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔) جب ایسی ہو تو اُسے طلاق دینا بہتر ہے مگر یہ کہ دل سے لگی ہو۔ ایک شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی بیوی کی ناپارسائی کا شکوہ کیا آپ نے فرمایا اُسے طلاق دے دے۔ اُس نے عرض کی یا حضرت میں اُس سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اُسے طلاق نہ دینا۔ اگر طلاق دے گا تو اُس کے بعد مصیبت میں پڑے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی جمال یا مال کی خاطر کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے گا۔ تو وہ دونوں سے محروم رہے گا۔ اور جب دین کے لیے نکاح کرے گا تو دونوں مقصد بر آئیں گے۔

دوسری صفت حُسن خلق ہے کہ بدمزاج عورت ناشکر گزار اور زبان دراز ہوتی ہے۔ اور بے جا حکومت کرتی ہے۔ ایسی عورت کے ساتھ زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اور دین میں خلل پڑتا ہے۔

تیسری صفت جمال ہے۔ جو محبت والفت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھ لینا سنت ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انصار کی عورتوں کی آنکھ میں ایک چیز ہے۔ کہ دل اس سے نفرت کرتا ہے۔ جو کوئی اُن کے ساتھ نکاح چاہے۔ پہلے انہیں دیکھ لے بزرگوں کا قول ہے کہ عورت کو بے دیکھے جو نکاح ہوتا ہے اُس کا انجام پریشانی اور غم ہے۔ اور جو حضرت نے فرمایا ہے کہ عورت کی طلب دین کے لیے کرنی چاہیے۔ جمال کے لیے نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ فقط جمال کے لیے نکاح نہ کرے نہ یہ کہ جمال ڈھونڈے ہی نہیں۔ اگر نکاح کرنے سے فقط فرزند اور اتباع سنت کسی شخص کا مقصود ہے۔ جمال نہیں چاہتا تو یہ پرہیزگاری ہے۔ امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کانی عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس کی بہن جو خوبصورت تھی اس کی خواہش نہ کی۔ کیوں کہ آپ نے سُنا تھا کہ یہ کانی عقل میں اُس خوبصورت سے بہتر ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ مہر کم ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں وہ بہت بہتر ہے جس کا حسن وجمال زیادہ اور مہر کم ہو۔ بہت مہر باندھنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کا دس درہم مہر باندھا ہے اور اپنی بیٹیوں کا مہر چار سو درہم سے زیادہ نہیں باندھا۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ بانجھ نہ ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھجور کی پرانی چٹائی جو گھر کے کونے میں پڑی ہو۔ بانجھ عورت سے بہتر ہے۔

چھٹی صفت یہ کہ عورت باکرہ یعنی کنواری ہو۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ بڑی جست ہوگی اور جو عورت ایک

شوہر کو دیکھ چکی ہے۔ اکثر اس کا دل اُسی طرف رہتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غیر کنواری عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا۔ تو نے باکرہ کے ساتھ کیوں نکاح نہ کیا۔ وہ تیرے ساتھ کھیلتی اور تو اُس کے ساتھ۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ عورت شریف النسب ہو دین داری اور پرہیزگاری کے لحاظ سے کیونکہ بد اصل عورت بد اخلاق ہوا کرتی ہے۔ اور شاید اس کے اخلاق اولاد میں اثر کریں۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ عورت عزیزہ و قریبی نہ ہو کہ حدیث شریف میں ہے اُس سے ضعیف لڑکا پیدا ہوگا۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ عزیزہ عورتوں کے حق میں شہوت بہت کم ہوتی ہے۔ عورتوں کی صفات یہی ہیں۔ اُس ولی پر جو اپنی لڑکی کا نکاح کرتا ہے واجب ہے کہ اُس کی صلاح و فلاح کا لحاظ رکھے ایسے شخص کو اختیار کرے جو شائستہ ہو بد خو زشت رو اور جو روٹی کپڑا نہ دے سکے اُس سے پرہیز کرے۔ مرد اگر عورت کا کفو نہ ہوگا تو نکاح درست نہیں اور فاسق و بدکار کے ساتھ نکاح کرنا بھی درست نہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اپنی لڑکی کا نکاح فاسق کے ساتھ کر دیا۔ اُس کا قطع رحم ہو جائے گا۔ اور فرمایا نکاح لونڈی پن ہے ہوشیار رہ کر اپنی لڑکی کو کس کی لونڈی بناتا ہے۔

تیسرا باب:

نکاح سے آخر تک عورتوں کے ساتھ معاشرت کے آداب میں اے عزیز جان کہ یہ بات جب معلوم ہو چکی کہ دین کے اصول میں سے ایک اصل نکاح بھی ہے۔ تو آدمی کو چاہیئے کہ دین کے آداب اس میں نگاہ رکھے۔ ورنہ آدمیوں کے نکاح اور جانوروں کی جفتی میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ لہٰذا نکاح میں بارہ آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

پہلا ادب ولیمہ کا کھانا ہے۔ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا تھا۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ۔ یعنی دعوت ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔

اور جس کو بکری ذبح کرنے کی قدرت نہ ہو وہ کھانے کی جو چیز دوستوں کے سامنے رکھے گا وہی ولیمہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام المومنین حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ تو خرمے اور جو کے ستو سے دعوت ولیمہ کی تو جس قدر ممکن ہو تعظیم نکاح کے لیے اُسی قدر ولیمہ کرے اگر تاخیر ہو تو ایک ہفتہ سے زیادہ نہ گزرنے پائے۔ دف بجانا اور اُسیج سے اعلان کرنا سنت ہے (دف بجا کر اعلان نکاح اور خوشی کرنا سنت ہے) کیونکہ روئے زمین پر آدمی سب مخلوق سے زیادہ عزت دار ہے۔ اور نکاح اس کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے۔ تو یہ خوشی بجا ہے اور ایسے وقت سماع اور دف سنت ہے ربیع بنت معوذ سے روایت ہے

فرماتی ہیں کہ جس رات میں دلہن بنی اُس کے دوسرے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کنیزیں دَف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ جب آپ کو دیکھا تو اشعار میں آپ کی تعریف کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا تم جو پہلے کہتی تھیں آپ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے کہ آپ کی تعریف عمدہ بات ہے۔ اُسے بے ہودہ باتوں کے ساتھ ملانا درست نہیں۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ نیک خو رہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اُن کو تکلیف نہ دیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مرد عورتوں کا رنج برداشت اور اُن کے حکم محال اور ناشکری پر صبر کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے عورتوں کو ضعف اور چھپانے کی چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اُن کے ضعف کا علاج خاموشی ہے۔ اور چھپانے کی تدبیر یہ ہے کہ اُن کو گھر میں بند رکھیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنی بیوی کی بدخصلتی پر صبر کرے اُس کو اتنا ثواب ملے گا۔ جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو اُن کی مصیبت پر ملا۔ لوگوں نے سُنا کہ جناب رحمتہ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات شریف کے وقت آہستہ آہستہ یہ تین باتیں فرماتے تھے۔ نماز پڑھا کرو۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ بھلائی کیا کرو۔ اور عورتوں کے بارے میں اللہ ہی اللہ ہے یہ تمہاری قیدی ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا نباہ کرو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے غصہ پر تحمل فرماتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی نے غصہ سے اُن کو جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بد زبان تو جواب دیتی ہے وہ بولیں ہاں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تم سے افضل ہیں۔ آپ کی ازدواج مطہرات آپ کو جواب دیتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو حفصہؓ پر افسوس ہے کہ فرمانبردار نہ ہو۔ پھر اپنی بیٹی حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھیں۔ دیکھ کر کہنے لگے خبردار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دیا کرو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کی برابری نہ کرنا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دوست رکھتے ہیں۔ اور اُن کی نازبرداری کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ ۔	یعنی تم میں وہ بہتر ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہے۔ اور میں اپنی بیویوں کے ساتھ تم سے بہتر ہوں۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی کرے اُن سے رکا نہ رہے۔ اور اُن کی عقل کے موافق رہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ اتنی خوش طبعی نہ کرتا جتنی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑے کہ دیکھیں۔ کون آگے نکل جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ دوبارہ دوڑنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے

نکل گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پہلے کا بدلہ ہو گیا۔ یعنی اب ہم تم برابر ہو گئے۔ ایک دن حبشیوں کی آواز سنی کہ کھیلتے اور کودتے ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تم چاہتی ہو کہ دیکھو وہ بولیں۔ ہاں آپ نزدیک تشریف لائے۔ اور ہاتھ پھیلایا حضرت صدیقہؓ آپ کے بازو پہ ٹھوڑی رکھ کر دیر تک دیکھتی رہیں آپ نے فرمایا یا عائشہ ابھی بس نہ کرو گی جب وہ چپ ہو رہیں۔ تین بار آپ نے فرمایا تب انہوں نے بس کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوصف سختی اور تیزی کے جو ہر کام میں رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مرد اپنی اہلیہ کے ساتھ لڑکوں کی طرح اور خانہ داری کے بارے میں مردوں کی طرح رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرد کو چاہیئے کہ جب گھر میں آئے ہنستے ہوئے آئے جب باہر جائے چپ جائے۔ اور جو کچھ پائے کھائے جو نہ پائے اُسے نہ پوچھے چوتھا ادب یہ ہے کہ ٹھٹھا اور کھیل اس درجہ نہ بڑھائے کہ اس کا ڈر جاتا رہے۔ اور برے کاموں میں عورتوں کے ساتھ موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی کام آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تو تنبیہہ کر دے۔ کیوں کہ اگر شبہہ دے گا تبع ہو جائے گا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ — مرد غلبہ رکھنے والے ہیں عورتوں پر
یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَۃِ ۔ — بیوی کا غلام بدبخت ہے۔

اس لیے بیوی کو چاہیئے کہ خاوند کی لونڈی بنی رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ عورتوں سے مشورہ کرو۔ لیکن اُن کے کہنے کے خلاف عمل کرو۔ حقیقت میں عورتوں کی ذات نفس سرکش کے مانند ہے اگر ذرا بھی مرد اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دے گا تو ہاتھ سے جاتی رہیں گی۔ اور حد سے گزر جائیں گی۔ اور تدارک مشکل ہو جائے گا۔ غرضیکہ عورتوں میں ایک طرح کی کمزوری ہے تحمل و برداشت اس کا علاج ہے اور کجی بھی ہے۔ تدبیر و حکمت اُس کی دوا ہے مرد کو چاہیئے کہ طبیب حاذق کی طرح رہے۔ ہر بات کا فوراً علاج کرے۔ لیکن چاہیئے کہ صبر و تحمل زیادہ رکھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ عورت کی مثال ایسی ہے۔ جیسی پسلی کی ہڈی اگر تو اُسے سیدھا کرنا چاہے گا تو ٹوٹ جائے گی۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے غیرت کی بات میں اعتدال ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ جو چیز بلا اور آفت کا باعث ہو اُس سے عورت کو منع کرے۔ اور حتی المقدور باہر نہ نکلنے دے۔ چھت اور دروازے پہ نہ جانے دے۔ تاکہ وہ نامحرم مرد اور نامحرم مرد اُس کو نہ دیکھ سکے۔ اور کھڑکی دروازے سے مردوں کا تماشہ دیکھنے کی اجازت نہ دے کہ تمام آفات آنکھ سے پیدا ہوتی ہیں۔ گھر میں بیٹھے نہیں پیدا ہوتیں۔ بلکہ کھڑکی۔ روشندان چھت، دروازے سے پیدا ہوتی ہیں۔ عورت کے تماشہ دیکھنے کو معمولی بات نہ سمجھے اور بلا وجہ اُس سے بدگمان ہونا اور اس کی مذمت کرنا

اور حد سے زیادہ اُس سے شرم و غیرت رکھنا بھی نہ چاہیئے۔ ہر امر کا بھید دریافت کرنے میں اصرار نہ کرے۔ ایک مرتبہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شام کے قریب سفر سے واپس آئے اور فرمایا آج کی رات کوئی شخص اپنے گھر میں اچانک نہ جائے کل تک یہیں ٹھہرو اُن میں سے دو آدمیوں نے حکم عدولی کی دونوں نے اپنے اپنے گھر میں بُرا کام دیکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ عورتوں پر غیرت کا بار حد سے زیادہ نہ رکھو کہ یہ امر لوگوں کو معلوم ہوگا تو طعنہ زنی کریں گے۔ بڑی غیرت یہ ہے کہ نامحرم پر عورت کی نظر نہ پڑنے دے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ عورتوں کے حق میں کیا چیز بہتر ہے۔ حضرت بی بی فاطمہ نے فرمایا یہ بہتر ہے کہ نامحرم مرد اُن کو نہ دیکھے اور کسی غیر مرد کو وہ نہ دیکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی۔ حضرت بی بی فاطمہ کو گلے لگا کر فرمایا بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ یعنی تو میری جگر پارہ ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو دیکھا کر کھڑکی سے جھانکتی ہے۔ اُسے دیکھا کہ سیب میں سے ایک ٹکڑا خود کھایا اور ایک ٹکڑا غلام کو دیا۔ اس پر بھی مارا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ عورتوں کو اچھے کپڑے نہ پہناؤ تاکہ وہ گھر میں بیٹھیں۔ کیونکہ جب اچھے کپڑے پہنیں گی تو باہر جانے کی آرزو پیدا ہوگی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجد میں جائیں اور پچھلی صف میں رہیں۔ صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے وقت میں منع کر دیا۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ ہمارے دور کی عورتیں کس حالت پر ہیں۔ تو مسجد میں آنے دیتے اب مسجد و مجلس میں جانے مردوں کو دیکھنے سے منع کرنا بہت ہی ضروری ہے مگر بڑھیا پرانی چادر اوڑھ کر جائے تو مضائقہ نہیں۔ اکثر عورتوں کے حق میں مجلس اور نظارہ سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ جہاں کہیں فتنہ کا ڈر ہو وہاں عورت کو جانے دینا درست نہیں۔ ایک اندھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں آیا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عورتیں وہاں بیٹھیں تھیں نہ اٹھیں اور کہا کہ یہ اندھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اندھا ہے تو تم بھی کیا اندھی ہو۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ مرد عورت کو نفقہ اچھی طرح دے۔ تنگی نہ کرے اور فضول خرچی بھی نہ کرے اور یقین رکھے کہ بیوی کو نفقہ دینے کا ثواب خیرات کے ثواب سے زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس کسی نے ایک دینار جہاد میں دیا۔ ایک دینار کا غلام مول لے کر آزاد کیا۔ ایک دینار کسی مسکین کو دیا۔ اور ایک دینار اپنی بیوی کو دیا۔ تو یہ دینار ثواب میں سب سے افضل ہے۔ اور چاہیئے کہ مرد اچھا کھانا اکیلا نہ کھائے اگر کھایا ہے تو چھپائے اور جو کھانا نہیں پکا سکتا۔ اس کی تعریف عورتوں کے سامنے نہ کرے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہفتہ بھر میں ایک بار حلوا پکائے یا مٹھائی بنائے۔ دفعۃً شیرینی چھوڑ دینا بے مروتی ہے اگر کوئی مہمان نہ ہو تو اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھائے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو گھر والے آپس میں

مل کر کھاناکھاتے ہیں۔ اُن پر حق تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے۔ اور فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ جو نفقہ دے حلال کمائی سے پیدا کر کے دے۔ کیونکہ گھر والوں کو حرام مال سے پرورش کرنا بڑی خیانت ہے۔ اور ظلم کا موجب ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی ظلم اور خیانت نہیں۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ علم دین جو نماز طہارت، اور حیض وغیرہ میں کام آتا ہے۔ عورتوں کو سکھائے اگر نہ سکھائے گا تو باہر جا کر عالم سے پوچھنا عورت پر واجب اور فرض ہے۔ اگر شوہر نے اسے سکھا دیا ہے تو اس کی بے اجازت باہر جانا اور کسی سے پوچھنا درست نہیں اگر دین سکھانے میں قصور کرے گا تو خود گنہگار ہو گا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا — اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ جب غروب آفتاب سے پہلے حیض بند ہو جائے تو نماز عصر کی قضا ضروری ہے۔ اکثر عورتیں اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ اگر دو بیویاں ہیں تو اُن کے درمیان عدل و انصاف کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مرد ایک بیوی کی طرف مائل رہے گا قیامت کے دن اُس کا آدھا بدن ٹیڑھا ہو گا یعنی عطیہ دینے اور رات کو پاس رہنے میں دونوں سے مساوات کا لحاظ رکھے۔ لیکن محبت اور مباشرت کرنے میں عدل واجب نہیں کہ یہ امر اپنے اختیار میں نہیں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب ایک بی بی کے پاس رہتے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب سے زیادہ پیار کرتے اور فرماتے کہ یا اللہ جو امر میرے اختیار میں ہے میں اُس کی کوشش کرتا ہوں لیکن دل میرے اختیار میں نہیں ہے اگر کوئی شخص کسی عورت سے سیر ہو جائے اور اُس کے پاس جانے کو جی نہ چاہے تو اُسے طلاق دے دے قید میں نہ رکھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینا چاہا۔ کہ وہ بوڑھی ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی میں نے اپنی باری حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی آپ مجھے طلاق نہ دیجئے۔ تاکہ قیامت کے دن آپ کی ازواج مطہرات میں میرا حشر ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی عرض قبول فرمائی۔ اور انہیں طلاق نہ دی۔ دو شب حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اور ایک ایک شب اور بیبیوں کے پاس رہنے لگے۔

نواں ادب یہ ہے۔ کہ اگر بیوی خاوند کی اطاعت نہ کرے اور نہ اُس کی طاقت رکھے تو خاوند اُس سے بنرمی وشفقت اپنی اطاعت کروائے اگر فرمانبرداری نہ کرے تو خاوند غصہ کرے۔ اور سونے کے وقت اُس کی طرف پُشت کر کے سوئے اگر اس طرح بھی مطیع نہ ہو تو تین راتیں اس سے علیحدہ سوئے۔ اگر یہ امر بھی مفید ثابت نہ ہو

تو اُسے مارے مگر منہ پر نہ مارے اور اتنے زور سے نہ مارے کہ زخمی ہو جائے۔ اگر نماز یا دین کے کسی اور کام میں قصور کرے تو مہینہ بھر تک اس سے خفا رہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ایک پورا مہینہ سب بیبیوں سے ناراض رہے تھے۔

دسواں ادب یہ ہے کہ صحبت کرنے میں قبلہ کی طرف سے منہ پھیرے۔ پہلے پہل بات چیت، کھیل پیار، بوس و کنار سے اُس کا دل خوش کرے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مرد کو نہ چاہیئے کہ اپنی عورت پر جانور کی طرح گرے۔ صحبت سے پہلے قاصد ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ قاصد کیا ہے آپ نے فرمایا بوس و کنار جب کرنا چاہے تو کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ!

اور اگر قل ہو اللہ پڑھے تو بہتر ہے۔ اور کہے:

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مِمَّا رَزَقْتَنَا	اے اللہ دور رکھ مجھے شیطان سے اور دور رکھ شیطان کو اس چیز سے جو تو نے مجھے عطا کی ہے۔

کہ حدیث شریف میں ہے۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا اُس کے ہاں جو فرزند پیدا ہوگا، شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اور انزال کے وقت اس آیت کریمہ کا دھیان رکھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ط	سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو پس کر دیا اُسے نسب اور سسرال والا۔

اور جب منزل ہونے لگے تو رُکے تا کہ عورت کو بھی انزال ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تین چیزیں مرد کی عاجزی کی نشانی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو دیکھے کہ اُس سے دوستی رکھتا ہے۔ اور اُس کا نام دریافت نہ کرے، دوسری یہ کہ کوئی بھائی اس کی تعظیم و تکریم کو رد کر دے۔ تیسری یہ کہ بوس و کنار سے پہلے بیوی سے صحبت کرنے لگے۔ اور جب اس کی حاجت روائی ہونے لگے تو صبر نہ کرے کہ عورت کی بھی حاجت روائی ہو جائے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے۔ کہ چاند رات اور پندرھویں شب اور مہینے کی آخر رات صحبت کرنا مکروہ ہے۔ کہ ان راتوں میں صحبت کرنا مکروہ ہے۔ کہ ان راتوں میں صحبت کرنے کے وقت شیطان حاضر ہوتے ہیں۔ اور حالت حیض میں صحبت سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ لیکن حیض والی عورت کے ساتھ برہنہ سونا درست ہے۔ اور حیض کے بعد غسل سے پہلے بھی صحبت نہ کرنا چاہیئے۔ جب ایک بار صحبت کر چکے اور دوبارہ ارادہ کرے۔ تو چاہئے کہ اپنا بدن دھو ڈالے اگر ناپاک آدمی کوئی چیز کھانا چاہے تو چاہیئے کہ وضو کرلے

اور اگر سونا چاہے تو بھی وضو کرے ۔ اگرچہ نجس رہے گا ۔ کہ سنت یہی ہے ۔ اور غسل سے پہلے بال نہ منڈوائے ناخن نہ کٹوائے تاکہ جنابت کی حالت میں اس سے بال و ناخن جدا نہ ہوں ۔ اور چاہئیے کہ منی بچہ دان میں گرائے پھیر نہ دے اور اگر عزل کرے (بالفتح بیکار اور بیکار کرنا) تو صحیح یہ ہی ہے ۔ کہ حرام نہیں ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرد نے پوچھا یا رسول اللہ ایک لونڈی میری خادمہ ہے ۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو کیوں کہ پھر کام نہیں کر سکے گی ۔ آپ نے فرمایا عزل کرے اگر تقدیر میں ہے تو خود بخود بچہ پیدا ہو گا پھر وہ شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ بچہ پیدا ہوا ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے :

كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ — ہم عزل کرتے تھے ۔ قرآن اترتا تھا ۔ ہمیں ممانعت نہیں ہوئی ۔

گیارھواں ادب یہ ہے کہ جب اولاد ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہے ۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص ایسا کرے گا تو لڑکا بچپن کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا اور اچھا نام رکھنا چاہئیے ۔ حدیث شریف میں ہے عبداللہ اور عبدالرحمن اور اس طرح کے نام خدا کے نزدیک سب ناموں سے افضل ہیں ۔ لڑکا اگر پیٹ سے گر پڑے یعنی اگر حمل ساقط ہو جائے تو بھی اس کا نام رکھنا سنت ہے ۔

اور عقیقہ سنت مؤکدہ ہے ۔ لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا اور لڑکے کے لیے دو بکرے ذبح کرنا چاہئیے اور اگر ایک ہو تو بھی اجازت ہے ۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے ۔ عقیقہ کے بکرے کی ہڈی نہ توڑنا چاہئیے اور سنت یہ ہے کہ جب لڑکا پیدا ہو تو اس کے منہ میں میٹھی چیز ڈالیں ۔ ساتویں دن اس کے بال منڈوائیں اور اس کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کریں ۔ اور چاہیے کہ آدمی لڑکی سے کراہت اور لڑکے سے بہت خوشی نہ کرے آدمی نہیں جانتا کہ بھلائی کس میں ہے ۔ لڑکی بہت مبارک ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور ان کے سبب محنت اٹھائے تو اس مہربانی کے عوض جو وہ کرتا ہے ۔ حق تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا ۔ کسی نے عرض کی اگر ایک ہی ہو فرمایا تو بھی ۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ جس شخص کے ایک لڑکی ہو وہ رنجور ہے ۔ جس شخص کے دو ہوں وہ گرانبار ہے جس کے تین ہوں ۔ اے مسلمانوں اس کی مدد اور اعانت کرو (جس مسلمان کی تین لڑکیاں ہوں مسلمانو اس کی مدد کرو ۔) کہ وہ میرے ساتھ جنت میں ہے ۔ جیسے دو انگلیاں یعنی مجھ سے نزدیک رہے گا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص بازار سے میوہ مول لے کر گھر آئے ۔ وہ ثواب میں صدقہ کی طرح ہے ۔ چاہئیے کہ پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو جو لڑکی کو خوش کرے گا وہ ایسا ہے جیسا خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا اور جو خدا کے خوف سے روئے اس پر آتشِ دوزخ حرام ہو جاتی ہے ۔

بارھواں ادب یہ ہے کہ حتی الامکان بیوی کو طلاق نہ دے۔ کہ طلاق دینا اگرچہ مباح ہے۔ لیکن حق تعالیٰ اُس سے راضی نہیں۔ طلاق کا لفظ زبان پر لانا عورت کے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ اور کسی کو تکلیف دینا کیسے درست ہوگا۔ مصرعہ گر ضرورت بود روا باشد (مگر بوقت ضرورت جائز ہے۔) جب طلاق کی ضرورت پڑے تو چاہیئے کہ ایک طلاق سے زیادہ نہ دے۔ کہ یکمشت تین طلاقیں دینا مکروہ ہے۔ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔ اور پاکی کے ایام میں اگر صحبت کی ہے تو بھی حرام ہے۔ اور چاہیئے کہ شفقت کے طور پر طلاق میں کچھ عذر معذرت کرے۔ غصہ و حقارت کے لہجہ میں طلاق نہ دے۔ اور طلاق کے بعد عورت کو تحفہ دے تاکہ اس کا دل خوش ہو اور عورت کی پوشیدہ باتیں کسی سے نہ کہے۔ اور یہ ظاہر نہ کرے کہ میں فلاں عیب کے باعث طلاق دیتا ہوں۔ ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا تو کیوں طلاق دیتا ہے۔ کہا میں اپنی بیوی کا راز فاش نہیں کر سکتا۔ جب طلاق دے چکا تو لوگوں نے پوچھا تو نے کیوں طلاق دی۔ اُس نے کہا مجھے پرائی عورت سے کیا کام کہ اُس کا بھید ظاہر کروں

فصل:

یہ جو بیان کیا گیا۔ شوہر پر بیوی کا حق ہے۔ لیکن بیوی پر شوہر کا بہت زیادہ حق ہے۔ کیوں کہ حقیقت میں بیوی خاوند کی لونڈی ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر خدا کے سوا اور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو بیویوں کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ بیوی پر خاوند کے جو حق ہیں اُن میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی گھر بیٹھے خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے۔ کھڑکی میں اور چھت پر نہ آئے۔ پڑوسیوں سے دوستی اور بہت باتیں نہ کیا کرے۔ بلا ضرورت اُن کے گھر نہ جائے۔ اپنے خاوند کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ کہے اُس سے اور خاوند سے صحبت اور نباہ کرنے میں جو بے تکلفی ہوتی ہے کسی سے نہ کہے ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کی طالب رہے۔ خاوند کے حال میں غیبانہ ذکر کرے خاوند سے نرمی سے پیش آئے۔ خاوند کا دوست دروازہ کھٹکھٹائے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نام نہ پہچانے کہ یہ صاحب خانہ کی بیوی ہے خاوند کے سب دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اُسے نہ پہچانیں۔ جو کچھ میسر ہو اس پر خاوند کے ساتھ قناعت کرے۔ زیادہ طلبی نہ کرے۔ خاوند کا حق اپنے عزیزوں سے زیادہ جانے۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ایسا صاف ستھرا رکھے جیسا صحبت کے لیے ہونا چاہیئے۔ اور جو کام اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے وہ خود کرے۔ خاوند کے سامنے اپنے حسن و جمال پر فخر نہ کرے۔ خاوند کے احسان کی ناشکری نہ کرے یہ نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہر وقت خرید و فروخت اور طلاق کا سوال بلا وجہ نہ کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نے دوزخ میں نگاہ ڈالی تو وہاں بہت سی عورتوں کو پایا اس کا سبب پوچھا معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں پر لعن طعن اور ان کی ناشکری کرنے کی سزا میں گرفتار ہیں۔

تیسری اصل کسب و تجارت کے آداب میں

اے عزیز یہ بات جان کہ دنیا راہ آخرت کی منزل ہے۔ اور آدمی کو کھانے پینے کی حاجت ہے اور کھانا پینا بے کسب ممکن نہیں تو کسب کے آداب بھی جاننا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو ہمہ تن دنیا کمانے میں مصروف کرے گا وہ بدبخت ہوگا۔ اور جو شخص خدا پہ توکل کر کے اپنے آپ کو بالکل آخرت کے کام بنانے میں مصروف کرے گا وہ نیک بخت ہے۔ لیکن درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آدمی دنیا کمانے میں بھی مصروف ہو اور آخرت کے کام بنانے میں بھی مگر مقصود آخرت ہی ہو اور دنیا کمانا فقط آخرت کے کام بنانے میں فراغت حاصل ہونے کے لیے ہو کسب کے وہ احکام و آداب جن کا جاننا ضروری ہے۔ ہم پانچ بابوں میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باب کسب کی فضیلت اور ثواب کے بیان میں:

اے عزیز جان کہ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو لوگوں سے بے پرواہ رکھنا اور کسب حلال سے ان کی کفالت کرنا راہ دین میں جہاد کرنا ہے اور بہت سی عبادات سے افضل ہے۔ ایک دن جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے۔ صبح تڑکے ایک قوی جوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا افسوس یہ اس قدر سویرے راہ خدا میں اٹھا ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو کیوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ یا بیوی لڑکوں کو لوگوں سے بے پروا کرنے جاتا ہے۔ تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے۔ اور اگر تفاخر اور لاف زنی تونگری کے لیے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لوگوں سے بے پرواہ ہونے یا اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی غرض سے دنیا میں طلب حلال کرتا ہے۔ قیامت کے دن اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہوگا اور فرمایا کہ سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین و شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور فرمایا ہے پیشہ ور مسلمان کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور فرمایا پیشہ ور کی کمائی سب چیزوں سے حلال ہے۔ اگر وہ نصیحت بجالائے اور فرمایا تجارت کرو کیونکہ روزی کے دس حصے ہیں۔ نو حصے فقط تجارت میں ہیں۔ اور فرمایا ہے جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ حضرت علیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا پوچھا تو کیا کام کرتا ہے عرض کی عبادت کرتا ہوں۔ پوچھا روزی کہاں سے کھاتا ہے عرض کی میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیا کر دیا کرتا ہے۔ حضرت علیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کسب نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ حق تعالیٰ روزی دیتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ آسمان پر سے سونا چاندی نہیں بھیجتا۔ یعنی اس بات کی اُسے قدرت ہے مگر کسی حیلہ سے روزی کا دینا اُس کی عادت ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ

بیٹا کسب نہ چھوڑنا کہ جو شخص لوگوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اُس کا دین تنگ ہو جاتا ہے۔ عقل ضعیف ہو جاتی ہے۔ مروت زائل ہو جاتی ہے۔ لوگ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا عابد بہتر ہے یا تاجر امانت دار اُس بزرگ نے فرمایا تاجر امانت دار بہتر ہے۔ کہ وہ جہاد میں ہے۔ کیوں کہ شیطان ترازو اور لین دین کے پردے میں اُس کا در پئے رہتا ہے لیکن وہ اُس کے خلاف کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے "میں کسی جگہ اپنی موت کو اس سے زیادہ دوست نہیں رکھتا کہ میں بازار میں اپنے عیال کے لیے طلب حلال میں مصروف رہوں اور میری موت آجائے۔ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا آپ اُس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو عبادت کے لیے مسجد میں بیٹھ رہے اور کہے خدا مجھے رزق دے گا۔ امام صاحب نے فرمایا وہ جاہل ہے شرع نہیں جانتا اس لیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میری روزی میرے نیزہ کے سایہ میں رکھی ہے۔ یعنی جہاد کرنے میں اور اوزاعی نے حضرت ابراہیم ادھم قدس سرہ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا گردن پر اٹھائے ہیں۔ پوچھا آپ کا یہ کسب کب تک ہوگا۔ آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج و تکلیف کو دور کر سکتے ہیں فرمایا چپ رہو کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی طلب حلال کے لیے ذلیل جگہ کھڑا ہوگا۔ اس کے لیے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَکُوْنَ مِنَ	یعنی خدا مجھ سے یہ نہیں فرماتا کہ مال جمع کر اور
التَّاجِرِیْنَ وَلٰکِنْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ سَبِّحْ	سوداگروں میں سے ہو بلکہ یہ فرماتا ہے تسبیح کر
بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ وَ	اپنے پروردگار کی اور سجدہ کرنے والوں میں سے
اعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔	ہو اور اپنے پروردگار کی عبادت کر آخیر عمر تک

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عبادات کرنا کسب سے بہتر ہے

جواب: یہ ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ جو شخص اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے کافی مال رکھتا ہو اس کے لیے بالاتفاق عبادت کسب سے بہتر ہے۔ اور جو کسب کفایت و ضرورت کی مقدار سے زیادہ طلبی کے لیے ہو اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ بلکہ اس میں نقصان ہے۔ اور دنیا سے دل لگانا ہے ایسا کسب سب گناہوں کا سردار ہے اور وہ شخص جو مال نہیں رکھتا مگر مال صالح سے اس کی بسر اوقات ہوتی ہے۔ اُسے کسب نہ کرنا اولیٰ ہے۔ اور یہ چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے۔ ایک وہ شخص جو ایسے علم میں مشغول ہو جس سے لوگوں کو دینی نفع ہو مثلاً علام شرعیہ یا دنیا کا فائدہ ہو جیسے علم طب اور دوسرا وہ شخص جو عہدہ قضا اور وقف و مصالح خلق میں مشغول ہو تیسرا وہ شخص جو اُس خانقاہ میں جو عابدوں کے لیے وقف ہو بیٹھ کر اوراد و عبادت ظاہری میں مشغول رہے۔ چوتھا وہ شخص جس کے باطن میں صوفیائے حالات و مکاشفات کا راستہ کھلا ہو۔

ایسے لوگوں کو کسب معاش نہ کرنا اولیٰ ہے۔ تو اگر اُن کی روزی لوگوں کے ہاتھ سے پہنچتی ہو اور ایسا زمانہ ہو کہ بے سوال کیے اور بے احسان مانے لوگ خود ایسے نیک کاموں میں رغبت رکھتے ہوں تو اس صورت میں کسب معاش نہ کرنا بہتر ہے۔

حکایت:

اگلے زمانے میں ایک بزرگ تھے اُن کے تین سو ساٹھ دوست تھے وہ بزرگ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے اور سال بھر ہر رات ایک دوست کے مہمان رہتے۔ اُن کے دوستوں کی یہ عبادت تھی کہ انہیں فارغ البال رکھتے یہ امر اس وجہ سے تھا کہ خیر کا دروازہ لوگوں پہ کھلا رہے۔ ایک بزرگ کے تیئس[۳۰] دوست تھے۔ مہینہ بھر ہر رات ایک دوست کے پاس رہتے۔ لیکن جب ایسا زمانہ ہو کہ بے سوال کیے اور ذلت اٹھائے لوگ دینے کی طرف راغب نہ ہوں۔ تو اپنی بسر اوقات کے لیے کسب کرنا بہتر ہے۔ کیوں کہ سوال کرنا بُرا کام ہے۔ اور بضرورت حلال ہوتا ہے۔ مگر وہ شخص جو عظیم المرتبہ ہو اور اس کے ذریعے سے بہت فائدہ ہو۔ اور تلاش روزی میں اُس کی تھوڑی سی ذلت ہو تو اُس وقت ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کے لیے کسب معاش نہ کرنا اولیٰ ہے۔ لیکن وہ شخص جس سے ظاہری عبادت کے سوا اور کوئی فیض وفائدہ نہیں ہوتا اُسے کسب کرنا اولیٰ ہے۔ اور جو شخص عین کسب معاش میں دل خدا کے ساتھ مشغول رکھتا ہے۔ اُس کے لیے کسب معاش بہتر ہے کیونکہ یاد خدا سب عبادتوں کی حقیقت ہے اور کسب معاش میں بھی وہ دل خدا کے ساتھ مشغول رکھ سکتا ہے۔

دوسرا باب علم کسب میں تاکہ شرائط شرعیہ کے مطابق ہو:

اے عزیز جان کہ یہ ایک بہت بڑا باب ہے۔ ہم نے اُس کا بیان کتب فقہ میں کیا ہے۔ اس کتاب میں بقدر حاجت بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ ضروری مسائل جان لیں۔ اور اگر کچھ مشکل درپیش ہوں تو پوچھ سکیں۔ جو اس قدر بھی نہ جانے وہ حرام و بیاج میں مبتلا ہوگا۔ تو جاننا چاہیئے کہ کسب تجارت اکثر چھ قسم کا ہوتا ہے۔ بیع[۱] ۔ ربوٰا[۲] ۔ سلم[۳] ۔ اجارہ[۴] ۔ قراض[۵] ۔ شرکت[۶] تو ہم ان اقسام کی تمام شرائط بیان کرتے ہیں۔

پہلا عقد بیع ہے۔ بیع کے مسائل جاننا فرض ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو اس سے سروکار ہو سکتا ہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں جاکر درے مارتے اور فرماتے کہ مسائل بیع سیکھے بغیر کوئی شخص اس بازار میں لین دین نہ کرے۔ ورنہ دانستہ نادانستہ سود میں مبتلا ہو جائے گا۔

اے عزیز جان کہ بیع کے تین رکن ہیں۔ ایک مول لینے والا اور بیچنے والا جنہیں عاقد کہتے ہیں۔ دوسرا مال تجارت اُسے معقود علیہ کہتے ہیں۔ تیسرا رکن لفظ بیع ہے۔ پہلا رکن عقد بیع کرنے والا عاقد ہے۔ اُسے چاہیئے کہ پانچ قسم کے لوگوں سے معاملہ نہ کرے۔ لڑکے۔ دیوانے۔ لونڈی۔ غلام۔ اندھے۔ حرام کھانے والے سے جو لڑکا بالغ نہ ہو۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کی بیع باطل ہے۔ گو ولی کے حکم سے ہو۔ اور دیوانہ کا بھی یہی حکم ہے آدمی

جو کچھ اُن سے مول لے گا وہ اگر ضائع ہو جائے تو مول لینے والے پہ تاوان ہوگا اگر انہیں کچھ دے گا تو اُس کا تاوان اُن سے نہیں لے سکتا کیونکہ اُس نے خود انہیں دے کر مال ضائع کیا اور لونڈی غلام کی بیع اُس کے مال کی اجازت کے بغیر باطل ہے۔ قصاب۔ نان بائی۔ بنیئے وغیرہ جب تک مالک سے اجازت نہ لے لے تب تک انہیں لونڈی غلام سے معاملہ کرنا درست نہیں۔ یا کوئی عادل خبر دے یا شہر میں مشہور ہو کہ اس کو اس کے مالک نے معاملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے تو اگر مالک کی اجازت کے بغیر اُس سے کچھ لیں گے تو اُن پہ تاوان ہوگا اور اگر اُسے کچھ دیں گے تو جب تک وہ آزاد نہ ہو جائے اُس سے تاوان نہیں مانگ سکتے۔ اندھے کا کیا ہوا معاملہ باطل ہے مگر اس صورت میں کہ ایک وکیل بینا مقرر کرے وہ جو کچھ لے گا اس پہ تاوان لازم آئے گا کیونکہ وہ مکلف اور آزاد ہے۔

حرام کھانے والے جیسے ترک۔ ظالم۔ چور۔ سود دینے والے۔ شراب بیچنے والے۔ ڈاکو۔ گویے۔ نوحہ خوانی کرنے والے۔ جھوٹی گواہی دینے والے اور رشوت کھانے والے ان سب کے ساتھ معاملہ درست نہیں ہے اگر لین دین کرے اور تحقیق ہو کہ اُن سے جو کچھ خریدا ہے اُن ہی کی ملک ہے تو حرام نہیں درست ہے اور اگر یقین ہو کہ جو چیز لی وہ ان کے ملک کی نہیں تو معاملہ باطل ہے اور مشتبہ ہو تو پھر یہ دیکھے کہ اگر زیادہ مال حلال ہے تھوڑا حرام کا مال ہے تو معاملہ درست ہے۔ تاہم شبہ سے خالی نہیں۔ اور اگر زیادہ حرام کا مال ہے تھوڑا سا مال حلال ہے تو ہم ظاہراً معاملہ کو حرام نہیں کر سکتے۔ یہ شبہ حرام کے قریب ہے۔ اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے۔

یہود اور نصاریٰ کے ساتھ اگرچہ معاملہ کرنا درست ہے۔ لیکن قرآن شریف اُن کے ہاتھ بطور ہدیہ نہ دے۔ یہود اور نصاریٰ کے ہاتھ قرآن شریف ہدیہ نہ کرے۔ یعنی نہ بیچے۔ اور مسلمان لونڈی غلام اُن کے ہاتھ نہ فروخت کرے اور اگر حربی ہو تو ہتھیار بھی اُن کے ہاتھ نہ بیچے کہ یہ معاملہ ظاہر مذہب کی رو سے باطل ہے اور بیچنے والا گناہ گار ہوگا۔ اہل اباحت بے دین ہیں اُن کے ساتھ لین دین باطل ہے۔ ایسے لوگوں کا قتل کرنا اور مال لے لینا حلال ہے۔ بلکہ جو لوگ کسی چیز کے مالک نہیں اور اُن کا نکاح باطل ہے اور ان کا حکم مرتدوں کے مانند ہے۔ اور جو شخص شراب پینے۔ نامحرم عورتوں کے پاس بیٹھنے اور نماز نہ پڑھنے کو ان سات شبہات میں سے کسی ایک شبہ کے باعث جو عنوان مسلمانی میں مذکور ہوئے درست جانے وہ زندیق ہے۔ اُس سے لین دین اور نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔

دوسرا رکن مال ہے جس پر عقد منعقد ہوتا ہے اس میں چھ شرائط ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مال نجس نہ ہو۔ لہٰذا کتے۔ سور۔ گوہ۔ ہاتھی کی ہڈی۔ شراب۔ مردار۔ روغن مردار کی بیع باطل ہے۔ ہاں پاک روغن میں اگر نجاست پڑ جائے تو اُس کی بیع حرام نہیں ہے۔ اس طرح جو کپڑا ناپاک ہو جائے لیکن مشک نافہ اور تخم ابریشم کی بیع درست ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں پاک ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مال میں کچھ منفعت مقصود پائی جاتی ہے تو چوہے۔ سانپ، بچھو اور حشرات الارض کی بیع باطل ہے۔ کھیل تماشہ کرنے والوں کو سانپ میں جو نفع ہے۔ وہ شرع میں باطل ہے۔ گیہوں کہ ایک دانہ یا اور کوئی چیز جس میں معتد بہ فائدہ نہ ہو اُس کی بیع باطل ہے۔ مگر بلی، شہد کی مکھی، چیتا، شیر، بھیڑیا وغیرہ جس کی ذات میں یا چمڑے میں منفعت ہو تو بیع درست ہے۔ طوطے، مور اور خوبصورت چڑیوں کی بیع درست ہے کہ ان سے یہ منفعت ہوتی ہے۔ کہ آدمی کو ان کے دیکھنے سے راحت پیدا ہوتی ہے۔ اور بربط۔ چنگ و رباب کی بیع باطل ہے۔ ان چیزوں سے منفعت اٹھانا حرام ہے۔ اور ان کا نفع کالعدم ہے۔ اور لڑکوں کے کھیلنے کے لیے مٹی کے کھلونے جو بناتے ہیں اگر حیوان کی صورت بنائی ہے۔ تو اس کی قیمت حرام ہے۔ اور اس کا توڑنا واجب ہے۔ درخت اور پھول پتی بنانا درست ہے۔ کہ اُس کپڑے کا تکیہ بچھونا درست ہے۔ جس طباق اور کپڑے میں تصویر اس کی بیع درست ہے۔ کہ اُس کپڑے کا تکیہ بچھونا بنانا درست ہے۔ پہننا درست نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مال بیچنے والے کی ملک ہو کیونکہ اگر دوسرے کا مال بے اجازت بیچے گا تو بیع باطل ہے۔ گو خاوند کا مال ہو خواہ باپ یا بیٹے کا ہو۔ اور اگر بیچنے کے بعد مالک نے اجازت دی تو بھی بیع درست نہ ہوگی کہ پہلے سے اجازت چاہیئے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ ایسی چیز بیچے جو مول لینے والے کو حوالے کر سکے۔ تو جو لونڈی غلام بھاگ گیا ہو۔ اور جو مچھلی پانی میں اور چڑیا ہوا میں، اور بچہ پیٹ میں اور نطفہ گھوڑے کی پیٹھ میں ہو اس کی بیع درست نہیں۔ کیونکہ اُس کا فوراً حوالے کر دینا بیچنے والے کے اختیار میں نہیں۔ اور جو بال جانور کی پیٹھ پر یا جو دودھ تھن میں ہو اس کی بیع بھی باطل ہے۔ کیونکہ جب تک حوالہ کرے گا نیا دودھ جو پیدا ہوتا ہے۔ اُس میں یہ دودھ مل جائے گا اور مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن میں رکھی ہوئی چیز کی بیع بھی باطل ہے۔ اور اس لونڈی کی بیع بھی باطل ہے۔ جو بچے کی ماں بن چکی ہو یعنی اُم ولدہ۔ کیونکہ وہ مشتری (خریدنے والے) کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔ نیز وہ لونڈی جس کا بچہ چھوٹا ہو اس بچے کو علیحدہ کر کے صرف لونڈی کی بیع یا لونڈی کے بغیر صرف بچے کی بیع بھی منع ہے۔ کیونکہ ان دونوں ماں بیٹا میں جدائی ڈالنا حرام ہے۔

۵۔ عین مال۔ اس کی مقدار اور اس کی صفت و حالت بھی معلوم ہونا بیع کے لیے ضروری ہے۔ عین مال نہ جاننے کی صورت میں یہ ہے کہ مثلاً کہے اس ریوڑ میں سے ایک بکری۔ یا اس گٹھڑی میں سے ایک تھان جو تو چاہے گا دوں گا اس طرح کی بیع باطل ہے۔ اگر فروخت کرنا چاہتا ہے تو چاہیئے کہ الگ کر کے اس کی طرف اشارہ کر کے فروخت کرے اور اگر یوں کہے کہ اس "زمین میں سے دس گز میں نے تیرے ہاتھ فروخت کر دی جس طرف سے چاہے لے لے۔ تو یہ بیع بھی باطل ہے۔ مقدار معلوم کرنے کی وہاں ضرورت ہے جہاں مال آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔ مثلاً فروخت کرنے والا کہے میں نے

تیرے ہاتھ اتنے کو فلاں چیز فروخت کی جتنے کو فلاں نے فروخت کی ہے۔ یا فلاں چیز کے ہموزن سونے اور چاندی کے عوض اور عین و ثمن دونوں کی مقدار معلوم نہ ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ لیکن اگر کہے کہ اتنے گیہوں اتنے بھر سونے یا چاندی کے عوض میں نے تیرے پاس فروخت کیے اور خریدار دیکھ رہا ہو تو یہ بیع درست ہے۔

شے کی صفت وحالت کا جاننا اس طرح ہوتا ہے کہ جو چیز پہلے دیکھی نہیں اُسے دیکھ لے یا بہت عرصہ پہلے دیکھی تھی اور اس مدت میں وہ چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جانے والی ہو تو اس کی بیع بھی باطل ہے اور جو کپڑا ٹاٹ یا موٹے کپڑے میں لپٹا ہو۔ یا گندم ابھی خوشوں میں ہو تو اس کی بیع بھی باطل ہے۔ اور جب لونڈی خرید کرے تو اس کے سر کے بال اور ہاتھ پاؤں جو بردہ فروش عادۃً دیکھتے ہیں، دیکھ لے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز دیکھنے سے رہ جائے گی تو بیع باطل ہو گی۔ اور اگر کوئی مکان خریدا اس کا ایک حصہ و درجہ بھی اگر دیکھنے سے رہ گیا تو بیع باطل ہے۔ ہاں اخروٹ، بادام، سبزی، انار اور مرغی کا انڈا اگر چھلکے میں بند ہیں تو مصلحتاً ان کی اسی طرح بیع درست ہے۔ اسی طرح تر سبزی کچے اخروٹ اگر چھلکے میں ہوں تو ان کی بیع بھی درست ہے۔ فقاع (ایک قسم کی گھاس) کی بیع باطل ہے کہ وہ پوشیدہ ہوتی ہے۔ البتہ اجازت کے ساتھ اس کا استعمال مباح ہے۔

۶۔ خریدی چیز پر جب تک قبضہ نہ ہو آگے اس کی بیع درست نہیں۔ پہلے قبضے میں لائے پھر فروخت کرے

بیع کا تیسرا رکن:

عقد ہے۔ زبان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے یہ چیز فروخت کی اور خریدار کہے میں نے خریدی۔ یا یوں کہے فلاں چیز کے عوض میں نے یہ چیز تجھے دی اس کے جواب میں وہ کہے میں نے قبول کی۔ یا کوئی اور ایسا لفظ زبان سے کہے جو بیع کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ اگرچہ صریح بیع کا لفظ نہ ہو۔ لہٰذا اگر بیین و دین سے پہلے کوئی لفظ نہ بولا ہو تو بیع درست نہ ہو گی۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں بے لفظ بولے خرید و فروخت کا رواج ہو چکا ہے۔ ہاں معمولی درجے کی چیزوں میں درست ہے کہ اس کا رواج ہو چکا ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہا مذہب بھی یہی ہے اور شافعی حضرات نے بھی رخصت کے طور پر اس قول کو پسند کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق تین وجہ سے اس پر فتویٰ دینا بعید نہیں ہے۔

۱۔ اس کی ضرورت وحاجت عام ہو چکی ہے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بھی اس کا رواج تھا۔ کہ لفظ بیع کی بہ تکلف ضرورت کو دشوار جانتے ہوتے تو ضرور اُسے نقل کرتے چھپا کر نہ رکھتے۔

۳۔ اگر ایک بات کا رواج پڑ جائے تو اسے قول کے قائم مقام کر لینا ناروا نہیں۔ جیسا کہ ہدیہ میں۔ ظاہر ہے کہ لوگ جو کچھ بطور ہدیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ اس میں ایجاب و قبول کا تکلف نہ ہوتا تھا۔ اور ہر

زمانے میں ایسا ہی رواج رہا ہے۔ اور جس چیز میں عوض نہ ہو اس میں مطابق عادت صرف فعل سے ملک حاصل ہو جاتی ہے۔ تو بیع میں کہ عوض (قیمت) موجود ہے۔ فقط فعل سے ملک کا حاصل ہو جانا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن ہدیے میں عادت و رواج کے مطابق تھوڑے اور زیادہ میں فرق نہیں کیا گیا۔ مگر قیمتی شے میں لفظ بیع کا رواج تھا مثلاً مکان زمین۔ پانی، غلام، جانور اور قیمتی کپڑا۔ تو ایسی چیزوں میں اگر خرید و فروخت کا لفظ نہ کہا جائے گا۔ تو یہ سلف کے خلاف عادت ہوگا۔ اور اس طرح ملک حاصل نہ ہوگی۔ تاہم گوشت، روٹی، میوہ اور دیگر معمولی اور متفرق چیزیں جو خریدی جاتی ہیں۔ ان میں حسب عادت و رواج اجازت دے دینا بے دلیل نہیں۔ اور معمولی اور قیمتی اشیاء کے مدارج ہیں۔ لہٰذا اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ چیز معمولی اشیاء میں سے ہے یا نہیں۔ اور ان درجات کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا تو احتیاط ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

واضح رہے کہ اگر کسی نے گندم کی ایک مانی (دس من) خریدی مگر لفظ بیع و شرا نہ کہا تو اس کی ملک نہ ہوگی۔ کہ یہ معمولی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ تاہم اس میں سے کھانا اور اس میں تصرف کرنا حرام ہے۔ کیونکہ خود بائع کے سپرد کرنے کی وجہ سے اباحت و جواز حاصل ہو چکا ہے۔ اگرچہ ملک حاصل نہیں ہوئی۔ اگر اس میں سے کسی کی دعوت و مہمان کرے گا تو اس کا کھانا حلال و درست ہے۔ کیونکہ مالک کا خریدنے والے کے سپرد کر دینا قرینہ حالیہ کے طور پر اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس کے لیے حلال کر دیا ہے۔ مگر بشرط عوض۔ اور اگر صراحتہ کہتا کہ میرا اناج مہمان کو دے پھر تاوان ادا کر تو درست ہوتا۔ اور تاوان لازم ہوتا۔ جب اس نے اس فعل کو دلیل قرار دیا تو یہاں بھی جواز حاصل ہو گیا۔ لفظ بیع نہ کہنے سے یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ شے اس کی ملک نہیں ہوتی۔ اور وہ خریدنے والا آگے فروخت کرنا چاہے تو فروخت نہیں کر سکتا۔ اور خریدنے والے کے اس سے کھا لینے سے قبل اگر مالک واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ جس طرح وہ کھانا جو دسترخوان پہ چنا جائے اور کھانا شروع کرنے سے قبل دسترخوان سے اٹھالے تو ایسا کر سکتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ بیع اس صورت میں درست ہے جبکہ کوئی شرط (فاسد) نہ لگائے۔ کیونکہ اگر اس نے مثال کے طور پہ لکڑی کا گٹھا خریدا اور بیچنے والے کو اس شرط کا پابند کیا کہ اُسے میرے گھر پہنچا یا مثلاً گندم خریدی اور شرط لگائی کہ اس کا آٹا پیس دے۔ یا مجھے قرض دے۔ یا کوئی اور شرط لگائے۔ ان سب صورتوں میں بیع باطل ہو گی۔ مگر چھ شرائط لگانے سے باطل نہ ہوگی۔ ایک یہ کہ یہ شرط لگائے۔ فلاں چیز میرے پاس رہن رکھ۔ یا کسی کو گواہ بنا یا فلاں شخص کو ضامن بنا۔ یا ابھی قیمت ادا کر اتنے عرصے تک مجھے منظور نہیں یا تین دن یا اس سے کم میں ہم دونوں کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں۔ چھٹے یہ کہ غلام اس شرط پر خریدے کہ وہ لکھنا یا کوئی پیشہ جانتا ہو تو ایسی شرائط بیع کو باطل نہیں کرتیں۔

دوسرا عقد ربوا (سود) ہے۔ یہ نقد اور غلہ دونوں میں ہوتا ہے۔ مگر نقد میں دو چیزیں حرام ہیں۔ ایک

ادھار فروخت کرنا کیونکہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں جب تک دونوں موجود نہ ہوں اور ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے قبضہ نہ کر لے۔ اگر اس مجلس بیع میں قبضہ نہ کریں گے تو بیع باطل ہوگی۔ دوسرے یہ کہ سونا چاندی سونے چاندی کے عوض فروخت کرے تو اس میں زیادتی حرام ہے۔ اور اس دینار کو جو ثابت ہو اس دینار یا پیسے کے عوض فروخت کرنا درست نہیں جو ثابت نہ ہو۔ اور کھرے کو کھوٹے کے عوض زیادتی کے ساتھ بھی فروخت نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ کھرا کھوٹا اور سالم و شکستہ برابر ہونا چاہیے۔ اور اگر کوئی کپڑا سالم دینار سے خریدا اور پھر اسے ٹوٹے ہوئے دینار یا اس کی مقدار پیسوں سے فروخت کر دیا تو درست ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ہر یوہ کے سونے کو جس میں چاندی ملی ہوتی ہے کھرے سونے چاندی سے فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی ہر یوہ کے سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے۔ بلکہ چاہیے کہ درمیان میں کوئی چیز اور بھی ہو۔ اور جس نقرہ یا طلائی چیز کا سونا چاندی کھرا نہ ہو اس کا بھی یہی حال ہے۔ اسی طرح اگر موتی کی لڑی میں سونا ہو تو اس کو سونے کے عوض فروخت کرنا درست نہیں۔ اسی طرح سونے کی تاروں والا کپڑا سونے کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں۔ مگر جب کہ کپڑے میں زر قیمت کے برابر اور جلانے کے بعد اتنا ہی سونا نکلے اور اگر اناج کی دو جنسیں ہوں تو بھی اناج اناج کے عوض ادھار فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ ایک ہی مجلس میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اور ایک ہی جنس ہو جیسے گندم کے عوض گندم فروخت کی تو بھی ادھار جائز نہیں اور نہ ہی زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔ بلکہ ناپ میں برابر ہو تول میں برابر ہونا بھی کفایت نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شے کی برابری اور مساوات اس کے حال کے مطابق دیکھی جائے گی جس اندازہ کی عادت ہو۔ تو قصاب کو گوشت کے عوض بکرا دینا۔ نانبائی کو روٹی کے عوض گندم دینا۔ تیلی کو تیل کے عوض ثابت تل دینا اور ناریل دینا جائز نہیں اور نہ ہی یہ بیع درست ہے اور منعقد ہوگی۔ اور جو شخص بیع تو نہ کرے مگر اس ارادے سے دے کہ اس کے عوض روٹی لے تو اس کا کھانا مباح اور جائز ہے۔ مگر یہ روٹی اس کی ملک نہ ہوگی۔ اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہ ہوگا اور نانبائی کے لیے اس گندم میں تصرف تو جائز ہے مگر اسے فروخت نہیں کر سکتا بلکہ روٹی لینے والے کی گندم نانبائی کے ذمہ اور نانبائی کی روٹی روٹی لینے والے کے ذمہ باقی رہتی ہے۔ جب چاہیں ایک دوسرے سے مانگ سکتے ہیں۔ اگر ایک نے دوسرے کو صاف کر دیا تو کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اس شرط پہ تجھے معاف کیا کہ تو بھی معاف کر دے تو باطل ہے۔ اور اگر یہ شرط صراحتہً نہ لگائی اور یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے معاف کیا اور دوسرے کو معلوم ہے کہ اس کے دل میں یہ شرط ہے کہ اس ایک من گندم کے بغیر اسے نہیں دے گا تو اس طرح معافی نہ ہوگی۔ تو یہ معافی اُس جہان میں اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان حاصل ہے۔ کہ یہ رضامندی فقط زبانی ہے نہ دل سے۔ اور جو رضامندی دل سے نہ ہو وہ اُس جہان میں کام نہ آئے گی۔ ہاں اگر اس طرح کہے

کہ تو مجھے معاف کرے یا نہ کرے میں نے معاف کر دیا اور دل میں بھی یہی بات ہو تو جائز ہے۔ پھر اگر دوسری جانب والا بھی چھوڑ دے تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ اور اگر ایک دوسرے کو معاف نہ کرے اور دونوں کی چیزیں مقدار اور قیمت میں برابر ہوں تو دنیا میں ان سے کچھ جھگڑا نہیں اور اس جہان میں بدلہ متصور ہو جائے گا۔ اگر کچھ کمی زیادتی ہے دنیا میں جھگڑے اور جہانِ آخرت میں حق دار کے حق کا ڈر ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ اناج سے جو چیز بنتی ہے اُسے اسی اناج کے عوض فروخت نہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو چیز گندم سے بنتی ہے جیسے آٹا، روٹی، خمیر اُسے گندم کے بدلے فروخت نہ کرنا چاہیئے۔ علیٰ ہذا القیاس انگور کو سرکہ اور شہد کے بدلے دودھ کو پنیر کے بدلے اور مکھن کے عوض فروخت کرنا درست نہیں۔ بلکہ انگور کو انگور کے عوض اور تر کھجور کو تر کھجور کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں۔ جب تک کہ انگور کا منقیٰ نہ بن جائے۔ اور تر کھجور خشک کھجور نہ بن جائے۔ اس کی تفصیل دراز ہے۔ جو کچھ بیان کیا گیا سیکھنا ضروری تھا۔ جب کوئی ایسا موقعہ پیش آئے۔ جس کا اُسے علم نہ ہو تو علماء کرام سے دریافت کرے۔ اور اس بات سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ حرام میں مبتلا نہ ہو جائے۔ دریافت کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ کیونکہ جس طرح علم پر عمل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

تیسرا عقد:

سَلَم ہے۔ اس میں دس شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ عقد میں کہے مثلاً یہ چاندی یا یہ سونا یا یہ کپڑا جیسا بھی ہو اس خریدار کے لیے سلم کے طور پر میں نے دیا۔ اور جس صفت کی گندم مقصود و مطلوب ہو اس چیز کی قیمت سے بدلے جا سکیں۔ اور صفت بحسب عادت کہنا ضروری سمجھا جاتا ہو تو سب واضح طور پر کہہ دے تاکہ دوسری جانب والے کو پتہ چل جائے اور وہ کہے میں نے قبول کیا۔ اور اگر لفظ سلم کے بدلے کہے کہ اس طرح کی چیز میں نے مول لی تو بھی درست اور ٹھیک ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز دے بے حساب کیے نہ دے بلکہ اس کا ناپ تول کرے۔ اگر واپس کرنے کی ضرورت پڑے تو پتہ ہو کہ کتنی دی تھی اور کتنی لینی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مجلس عقد میں راس المال (روپے) اس کے حوالے کر دے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ سلم ایسی چیز میں کرے جس کے حال وصف وغیرہ سے معلوم ہو جائے۔ جیسے اناج یا روٹی جانور کے بال، ریشم۔ دودھ۔ گوشت حیوان مگر جو چیز کئی چیزوں سے مل کر بنی ہو اور ان کی مقدار الگ الگ معلوم نہ ہو۔ جیسے مختلف اشیاء سے مرکب خوشبو یا ہر ایک چیز سے علیحدہ مرکب ہو جیسے تیر کی کمان یا بنی ہوئی ہو کفش

موزہ۔ جوتا۔ تراشا ہوا تیر ان سب میں بیع سلم باطل ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء صفت پذیر نہیں۔ بیان سے ان کی پوری کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور صحیح یہ ہے کہ روئی میں سلم جائز ہے۔ اگرچہ نمک اور پانی کی اس میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ مگر وہ مقدار مقصود نہیں۔ اور جہالت پیدا نہیں کرتی جو جھگڑا کا باعث بنے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ اگر وعدہ پر خریدتا ہے تو مدت معلوم ہونی چاہیئے۔ یہ نہ کہے کہ غلہ تیار ہونے تک کیونکہ یہ ہمیشہ ایک وقت میں نہیں ہوتا۔ اور اگر کہے نوروز تک اور نوروز مشہور ہو یا یہ کہے کہ جمادی الاول تک۔ تو درست ہے اور اسے جمادی الاول پر عمل کریں گے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ اس چیز میں سلم کرے جسے وقت وعدہ میں موجود پاتا ہو۔ اگر میوہ میں سلم کرے گا تو جب تک وہ میوہ پختہ نہ ہو سلم باطل ہے۔ اگر اس وقت اکثر پک گیا ہے تو درست ہے۔ پھر اگر کسی آفت اور حادثے کے باعث دیر ہو جائے تو اگر اس کی مرضی ہو تو مہلت دے ورنہ بیع فسخ کر کے مال واپس لے لے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ پہلے دریافت کرے کہ کہاں دی جائے گی۔ شہر یا گاؤں میں جہاں سپرد کرنا ممکن ہو وہ جگہ مقرر کر لے تاکہ اس کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی جھگڑا پیدا ہو۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ کسی معین کی طرف اشارہ نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ اس باغ کے انگور یا اس زمین کے گیہوں کہ یہ باطل ہے۔

نویں شرط یہ ہے کہ ایسی چیز میں سلم نہ کرے جو نایاب ہو جیسے بڑے موتی کا دانہ جو بے نظیر ہو یا خوبصورت لونڈی یا حسین لڑکا یا اس طرح کی اور چیزیں۔

دسویں شرط یہ ہے کہ کسی اناج میں سلم نہ کرے جب کہ راس المال اناج ہو جیسے جو گندم، باجرہ وغیرہ کہ ان میں سلم نہ کرے۔

چوتھا عقد:

اجارہ ہے۔ اس کے دو رکن ہیں۔ ایک اجرت دوسرا منفعت۔

پہلا رکن: اجرت، عاقد اور لفظ عقد کا وہی حکم ہے کہ بیع میں مذکور ہوا۔ اور اجرت کا حال بھی معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسائل بیع میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر کوئی مکان تعمیر پر کرایہ کو دے تو جائز اور درست نہیں کیونکہ تعمیر نامعلوم ہے۔ اور اگر یہ کہہ دے کہ مثلاً دس درہم صرف کر کے تعمیر کرائے تو یہ بھی درست نہیں۔ کہ تعمیر فی نفسہ مجہول چیز ہے۔ اور جو قصاب کہ بکر اصاف کرتا ہے اس کی مزدوری میں کھال دینی اور پیس ہاری کی پسائی میں چوکر، بھوسی یا ذرا سا آٹا دینا درست نہیں۔ جو چیز مزدور کے کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں سے مزدوری دینی جائز نہیں ہے اور اگر یہ کہے کہ یہ دوکان میں نے مہینے بھر کے لیے ایک دینار کرایہ پر تجھے دی تو یہ امر بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اجارہ کی مدت

معلوم نہیں ہوتی۔ یہ کہنا چاہیئے کہ ایک سال یا دو سال کے لیے کرایہ پہ دی تاکہ اجارہ کی ساری مدت معلوم ہو جائے۔

دوسرا رُکن: منفعت ہے واضح ہو کہ جو اس مباح اور معلوم ہو اور اس میں کچھ محنت و مشقت ہو اور اس میں نیابت کی بھی گنجائش ہو اس میں اجارہ درست ہے۔ مگر پانچ شرائط ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ اس عمل میں قدر و قیمت اور رنج و محنت ہو۔ اگر کوئی دکان کے سنوارنے کے لیے کرایہ پر دے یا کپڑا سکھانے کے لیے درخت یا سونگھنے کے لیے کوئی سیب کرایہ پر دے یہ اجارہ باطل ہے کیونکہ ان کاموں کی کچھ قدر و قیمت نہیں یہ گندم کے ایک دانہ فروخت کرنے کی طرح ہے۔ اگر کوئی آڑھتی یا دلال البیاشان دشوکت والا ہو کہ اس کی ایک ہی بات سے مال فروخت ہو جاتا ہو۔ اور اس کی مزدوری مقرر کر دے تاکہ وہ ایک بات کہہ دے اور مال بک جائے۔ تو یہ اجارہ باطل ہے اور مزدوری حرام ہے کہ اس میں کوئی مشقت و محنت نہیں۔ بلکہ آڑھتی اور دلال کے لیے اس وقت مزدوری حلال ہوتی ہے۔ جب اس سے بہت سی باتیں کرنی پڑیں بہت سا چلنا پھرنا پڑے یہاں تک کہ اس میں محنت مشقت اور دشواری ہو اس صورت میں بھی اجرت مثل سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور یہ جو عادت مقرر ہو چکی ہے کہ پانچ درہم سینکڑہ لیتے ہیں اور مال کے اندازے کے مطابق لیتے ہیں محنت کے مطابق نہیں لیتے۔ یہ اجرت حرام ہے۔ پس آڑھتیوں اور دلالوں کا مال جو اس طرح حاصل کرتے ہیں مال حرام ہے دلال اس مال حرام سے دو طریقوں سے بچ سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ اُسے دے دیا جائے لے لے تکرار نہ کرے اپنی محنت کے مطابق طلب کرے قیمت کی مقدار پہ جھگڑا نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ پہلے کہہ دے کہ جب یہ چیز بیچ فروخت کر دوں گا تو ایک درہم یا دینار لوں گا۔ وہ شخص راضی ہو جائے گا تو دلال یہ نہ کہے قیمت میں سے پانچ درہم سینکڑہ لوں گا۔ کیوں کہ وہ مجہول ہے۔ معلوم نہیں خریدار کتنے کو خریدے گا۔ اس کا یہ کہنا باطل ہے اسے اس کی محنت کے مطابق اجرت دینے کے سوا اور کچھ دینا لازم نہ ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اجارہ منفعت پہ ہو نہ عین شے پہ۔ اگر باغ یا انگور کا درخت اجارہ پہ لیا تاکہ میوہ لے یا گائے اجارہ پہ لی تاکہ دودھ حاصل کرے یا گائے اجارے پہ دی کہ وہ گھاس دانہ کھلائے اور آدھا دودھ لے یہ سب اجارے باطل ہیں کیونکہ چارہ اور دودھ وغیرہ سب مجہول ہیں مگر عورت کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے اجارہ درست ہے کیونکہ اصل مقصود بچہ کی نگہبانی ہے اور اس کا تابع دودھ ہے۔ جیسے کاتب کی سیاہی۔ درزی کا دھاگہ کہ اس قدر مجہول عمل کے ساتھ بھی جائز ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ ایسے کام پہ اجارہ کرے جو کام اُس کے سپرد کرنا ممکن و مباح ہے سا گر کمزور آدمی کو ایسے کام پہ مقرر کیا جو اس سے نہیں ہو سکتا۔ تو یہ باطل ہے۔ یا حیض والی عورت کو مسجد صاف کرنے کے لیے اجرت پہ مقرر کیا تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اس کو یہ فعل کرنا حرام ہے اگر کسی کو تندرست بچے کے دانت اکھاڑنے کو

یا صحیح سلامت ہاتھ کاٹنے کو یا بالیاں پہنانے یا کان چھید وانے کی اجرت پہ مقرر کرے تو یہ سب باطل ہے۔ کیونکہ یہ باتیں شرع میں درست نہیں۔ ایسے کاموں کی اجرت لینا حرام ہے۔ اسی طرح گودنے والوں کا حکم ہے۔ مردوں کے لیے اطلس کی ٹوپی ریشمی قبا جو درزی سیتے ہیں ان کی اجرت حرام ہے۔ نہ ایسے کاموں کا اجارہ درست ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اگر کسی نے کسی کو نٹ بازی سکھانے کے لیے مقرر کیا تو یہ حرام اور اس کا تماشا بھی حرام ہے۔ کیونکہ جو ایسا کرے گا وہ اپنی جان کے خطرے میں ہے۔ اور جو شخص تماشا دیکھنے کھڑا ہوگا وہ اس کے خون میں شریک ہوگا۔ لوگ اس کا تماشا دیکھنا چھوڑ دیں یا نہ دیکھیں تو وہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالے۔ جو ایسے نٹوا (دوبخو) کو کچھ دے گا تو وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ لوگ بے فائدہ اور خطرناک کام کرتے ہیں۔ اسی طرح مسخرے گویے اور نوحہ گر اور ہجو کرنے والے شاعر کو مزدوری دینا حرام ہے۔ قاضی کو حکم دینے کے عوض اور گواہ کو گواہی کے عوض اجرت دینا حرام ہے۔ مگر قاضی کو چک یا قبالہ یا فرمان کی لکھائی کی اجرت دینا جائز ہے۔ کیونکہ کتابت اس کے ذمہ واجب نہیں بشرطیکہ اوروں کو ان کاغذات کے لکھنے سے نہ روکے۔ اکیلا آپ ہی لکھے۔ اور اس کاغذ کی مزدوری جو گھڑی بھر میں لکھا ہے دس دینار یا ایک دینار مانگے تو حرام ہے۔ اگر اوروں کو منع نہ کرے اور یہ کہہ دے کہ میں اپنے ہی خط سے لکھوں گا اور دس دینار لوں گا تو اس صورت میں جائز اور درست ہے۔ اگر کوئی اور لکھے اور یہ فقط دستخط یا مہر لگائے اور اس کا معاوضہ طلب کرے اور کہے کہ یہ مجھ پہ لازم وضروری نہیں تو یہ حرام ہے۔ کیونکہ اس قدر کام جس سے لوگوں کے حقوق مستحکم ہوں قاضی پر واجب ولازم ہے۔ اگر واجب نہ بھی ہو یہ محنت ایک دانۂ گندم کی طرح ہے۔ جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس نشانی یا مہر یا دستخط کی قدر وقیمت اس وجہ سے ہے کہ حاکم شرع کا خط ہے۔ جو شخص جاہ و مرتبہ کے لحاظ سے حاکم ہو اُسے اجرت لینی مناسب نہیں۔ مگر قاضی کے وکیل کی اجرت حلال ہے بشرطیکہ ایسے قاضی کا وکیل نہ ہو۔ جو حقداروں کے حقوق تباہ کرتا ہو۔ چاہیئے کہ حق کے فیصلہ کرنے والے کا وکیل بنے اور اسے حق ثابت کرنے والا جانے یا اس بات سے بے علم ہو کہ یہ حق ضائع کرنے والا ہے۔ بشرطیکہ جھوٹ نہ بولے اور دھوکہ نہ دے اور حق چھپانے کا ارادہ نہ کرے۔ بلکہ باطل دور کرنے کا ارادہ کرے۔ اور جب حق ظاہر ہو جائے تو خاموشی اختیار کرے۔ اور ایسی بات کا انکار کرنا درست ہے۔ جس کے اقرار سے کوئی حق ضائع ہو رہا ہو۔ اور اس ثالث کو جو جھگڑنے والوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ دونوں سے لینا جائز نہیں۔ کیونکہ ایک جھگڑے میں کام تردد سے نہیں کر سکتا۔ مگر ایک کی طرف سے کوشش کرکے ایسی محنت ومشقت اٹھائے جس کی اجرت وقیمت ہو تو اس کی اجرت حلال اور جائز ہوگی۔ بشرطیکہ جھوٹ جو حرام ہے اس سے اجتناب کرے اور دغے بازی سے بھی بچے اور دونوں کی طرف سے جو حق ہو اسے پوشیدہ نہ کرے۔ اور ہر ایک کو بلاوجہ نہ ڈرائے۔ اور وہ صلح پر راضی ہوں۔ کیونکہ اگر وہ حقیقت حال جانتے تو صلح پہ آمادہ نہ ہوتے اور ایسے ثالث سے صلح ہو بھی نہیں سکتی۔ اکثر ثالثی ظلم اور جھوٹ

ذریب سے خالی نہیں ہوتی - یہ اجرت حرام ہے - جب ثالث جان لے کہ ایک فریق کا حق درست ہے۔ تو اسے یہ جائز نہیں کہ حقدار کو کسی حیلہ بہانہ سے ایسی بات پر مجبور کرے کہ وہ حق سے کم پر صلح کرے۔ ہاں اگر یہ جانتا ہو کہ یہ اس پر ظلم کرے گا تو کسی طریقہ سے ڈرائے تاکہ وہ اس بُرے ارادے سے باز آجائے۔ اس میں اسے اجازت ہے اور جس پر دیانت مخالف ہو اور جانتا ہے کہ جو بات وہ زبان پر لائے گا اس کا حساب اس سے لیا جائے گا۔ کہ کیوں اس طرح کہا اور کس بنا پر کہا۔ صحیح کہا یا جھوٹ۔ اور اس بارے میں اچھا ارادہ رکھتا تھا۔ یا بُرا تو ممکن نہیں کہ ایسے شخص سے ثالثی یا وکالت یا حکم و تورع پذیر یہ ہو۔ لیکن وہ شخص جو امیروں سے کسی کام میں سعی و کوشش کر کے اجرت وصول کرتا ہے تو یہ درست کرتا ہے۔ بشرطیکہ ایسا کام کرے جس میں دقت اور تکلیف ہو۔ اور فخر و جاہ اور اپنے تاثر و رسوخ کی اجرت و قیمت وصول نہ کرے اور جس کام میں اجرت لینا درست ہے اس میں گفتگو اور سعی اور کوشش کرے۔ اگر ظالم کی فتح یابی یا حرام روزینہ کے لیے کہے یا سچی گواہی کو چھپائے یا حرام کے لیے گفتگو کرے تو گناہگار ہو گا اور اس کی اجرت حرام ہے۔ اجارہ کے باب میں ان احکام کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ دینے والا اور لینے والا دونوں گناہگار ہوتے ہیں۔ اور اس کی تفصیل دراز ہے۔ مگر اس کتاب میں اس قدر بیان کردہ مسائل سے ناواقف آدمی مشکل مقامات جان لے گا اور یہ بات بھی جان لے گا کہ فلاں بات اور فلاں مسئلہ جاننا ضروری ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ کام اس پر پہلے سے واجب و لازم نہ ہو۔ کیونکہ واجب میں نیابت نہیں اگر نمازی کو جہاد کے لیے اجرت دے کر مقرر کیا تو درست نہیں کیونکہ جب وہ صف جنگ میں جائے گا تو خود اس پر لڑنا ضروری ہو جائے گا۔ قاضی اور گواہ کی اجرت بھی اسی بنا پر درست نہیں اور کسی کو نماز یا روزہ کے لیے اجرت ادا کرنا تاکہ وہ اس کی جگہ نماز روزہ ادا کرے جائز نہیں کہ ان کاموں میں نیابت درست نہیں۔ اور حج کے لیے اس شخص سے اجرت لینا درست ہے جو معذور اور عاجز ہو۔ اور تندرست ہونے کی امید نہ ہو۔ قرآن مجید کی تعلیم اور وہ علم جو راہ دین میں مددگار ہو اس کے سکھانے کی اجرت حق کرنا جائز ہے اور قبر کھودنا، مردے کو نہلانا۔ جنازہ اٹھانا۔ اگرچہ فرض کفایہ ہے مگر ان کی اجرت لینا بھی درست اور روا ہے۔ نماز تراویح کی امامت کی اجرت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی اجرت حرام نہیں۔ یہ اس تکلیف کے مقابلے میں ہے کہ وقت پہچان کرتا ہے۔ وہ اجرت اذان و غیرہ کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ مگر یہ اجرت کراہت و شبہ سے خالی نہیں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ عمل معلوم ہو جب کوئی جانور کرایہ پر لے تو اسے دیکھ لینا چاہیئے اور کرایہ والا معلوم کرے کہ کتنا بوجھ اور کب سوار ہو گا۔ اور کتنے دن اسے اس کام میں مصروف رکھے گا۔ اور اس باب میں جو عرف و عادت ہو وہی کافی ہے اگر زمین ٹھیکہ پر لے تو یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ میں فلاں چیز کاشت کروں گا۔ کیونکہ چنے کی کاشت کرنے سے زمین کو گندم کاشت کرنے کی نسبت زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ ہاں اگر عادت ہو تو وضاحت ضروری نہیں

اسی طرح ہر طرح کے اجارہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علم ہو تاکہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ اور جس اجارے میں ایسی جہالت پائی جاتی ہو جس سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہو تو وہ اجارہ باطل ہے۔

پانچواں عقد:

عقدِ قراض ہے۔ اس کے تین رکن ہیں۔

پہلا رکن۔ سرمایہ ہے۔ چاہیئے کہ سرمایہ نقد ہو جیسے سونا چاندی اور درہم وغیرہ۔ کپڑا اور سامان وغیرہ نہ ہو۔ نیز چاہیئے کہ وزن بھی معلوم ہو اور کام کرنے والے کے حوالے کرے اگر مالک یہ شرائط لگائے کہ میں اسے اپنے پاس رکھوں گا تو درست نہیں۔

دوسرا رکن۔ نفع ہے۔ چاہیئے کہ جو کچھ عامل کو ملے وہ اس کے علم میں ہو۔ مثلاً نصف ہے یا تیسرا حصہ۔ اگر کہے کہ دس درہم میرے یا تیرے ہیں اور باقی مال ہم تم آپس میں بانٹ لیں گے تو یہ باطل ہے۔

تیسرا رکن۔ عمل ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ وہ تجارت کا عمل ہو۔ یعنی خرید و فروخت ہو۔ نہ کہ پیشہ وری۔ اگر گندم نانبائی کو دے کہ روٹی پکا کر نفع کے دو حصے کرے تو یہ درست نہیں۔ اور تیلی کو اسی اس صورت پہ دے تو بھی درست نہیں۔ اگر تجارت میں یہ شرط لگائے کہ فلاں کے سوا اور کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرے یا فلاں کے سوا اور کسی سے نہ خریدے تو یہ شرط بھی باطل ہے۔ نیز ہر وہ بات جو معاملہ بیع و شراء وغیرہ میں تنگی پیدا کرتی ہے اس کی شرط کرنا بھی درست نہیں۔ اور عقد قراض یہ ہے کہ یوں کہے کہ یہ مال میں نے تجھے دیا تاکہ تو تجارت کرے۔ ہم تم آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ وہ کہے میں نے اسے قبول کیا جب عقد ہو جائے گا تو عامل (کام کرنے والا) خرید و فروخت میں اس کا وکیل متصور ہوگا۔ مالک کو اختیار ہے جب چاہے معاملے کو فسخ کر دے۔ جب مالک معاملے کو فسخ کرے اس وقت اگر سارا مال مع نفع نقد ہو تو نفع نصف نصف تقسیم کریں۔ اور اگر مال جنس اور نفع ہو تو عامل پہ یہ واجب ہے کہ اتنا مال فروخت کرے جتنا اس کا سرمایہ تھا۔ زیادہ فروخت نہ کرے۔ جب سرمایہ کے برابر کھرا کر لے تو باقی مال تقسیم کر لیں اس باقی کا فروخت کر دینا عامل پہ لازم نہیں۔ اور جب پورا ایک سال گزر جائے۔ تو ادائے زکوٰۃ کے لیے مال کی قیمت لگانی چاہیئے۔ اس کی قیمت جاننا ضروری ہے۔ عامل کے حصہ کی زکوٰۃ عامل پہ ہے۔ عامل کو بے اجازت مالک سفر کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ سفر بلا اجازت اختیار کرے گا تو مال کا تاوان اس پہ آئے گا اور اگر مالک کی اجازت سے سفر کرے گا تو سارا خرچ اس مالِ تجارت سے ہوگا۔ جیسا کہ ناپ تول۔ باربرداری۔ کرایہ بھاڑے وغیرہ کا خرچہ اور جب سفر سے واپس لوٹے تو دسترخوان لوٹا وغیرہ جو کچھ مال میں سے لے کر خریدا تھا اس سب مال میں داخل ہو جائے گا۔

چھٹا عقد:

عقد شرکت ہے۔ جب مال مشترک ہو تو از روئے شرکت ایک دوسرے کو تصرف کی اجازت دے اگر دونوں کا مال برابر

ہے نفع نصف نصف بانٹ لیں - اور جو اگر مال کم زیادہ ہے تو نفع بھی اس کے مطابق کم زیادہ ہوگا - اور رقم واپس لینے کی اجازت نہیں - اور اس صورت میں زیادہ نفع کی شرط جائز ہے - جب کہ محنت کرنے والا محنت زیادہ کرتا ہو - اور یہ شرکت یا تو شرکت قراض ہوگی - یا باہم آپس میں تین اور طرح کی شرکتیں بھی مروج ہیں اور وہ باطل اور ناجائز ہیں - ایک مزدوروں اور پیشہ ور لوگوں کی آپس میں شرکت کہ باہم شرط لیتے ہیں کہ جو کچھ کمائیں گے مشترک ہوگا - یہ شرکت باطل ہے - کیونکہ ہر ایک مزدور کی مزدوری اس کی اپنی خالص ملک ہے - دوسری شرکت مفاوضت جو دو آدمیوں کے پاس جو کچھ ہو سامنے رکھ دیں اور کہیں کہ جو نفع نقصان ہوگا اس میں ہم تم شریک ہیں - یہ بھی باطل و ناروا ہے - تیسری شرکت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مالدار ہو اور دوسرا اثر ورسوخ والا - مال والا صاحب اثر ورسوخ کے کہنے سے مال فروخت کرے اور اس کا نفع دونوں لیں - یہ شرکت بھی باطل و ناجائز ہے - معاملات کے بارے میں اس قدر جاننا ضروری ہے - کہ اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے - ان صورتوں کے علاوہ اور صورتیں نادر ہیں - جب آدمی اس قدر جان لے گا تو اور صورتیں جان سکے گا - اور اگر اتنی مقدار مسائل بھی نہ جانے گا تو حرام میں گرفتار ہوگا - اور اپنے اس حرام میں گرفتار ہونے کا اسے شعور بھی نہ ہوگا - اور اس کی بے علمی کا عذر ناقابل سماعت ہوگا -

تیسرا باب معاملے میں عدل و انصاف ملحوظ رکھنے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ظاہر شرع کے مطابق معاملے کے درست ہونے کی شرائط تھیں بہت سے معاملات و مسائل ایسے ہیں جن میں فتوٰی ہم تو یہی دیں گے کہ یہ معاملہ شرعاً درست ہے - لیکن اس معاملے کا مرتکب خدا تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار ہوگا - اور یہ وہ معاملہ ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کو تکلیف و اذیت پہنچتی ہو - یہ دو قسم ہے ایک عام ایک خاص - عام کی دو صورتیں ہیں -

پہلی صورت - احتکار - یعنی غلہ خرید کر اس نیت سے ذخیرہ کر لینا کہ جب مہنگا ہوگا تو فروخت کروں گا - ایسے ذخیرہ اندوز کو محتکر کہتے ہیں - اور محتکر لعنت کا مستحق ہے - حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جو شخص چالیس روز اس نیت سے اناج رکھ چھوڑے کہ مہنگا ہوگا تو فروخت کروں گا وہ اگر تمام اناج خیرات کر دے گا تو بھی اس کا کفارہ نہ ہوگا -

نیز ارشاد فرمایا جو شخص چالیس دن اناج ذخیرہ کر کے رکھ چھوڑے خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے - یہ بھی ارشاد فرمایا جس نے اناج خریدا اور کسی شہر میں لے گیا اور اس وقت مروجہ نرخ پر فروخت کر دیا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے وہ سارا اناج خیرات کر دیا اور ایک روایت میں ہے گویا اس نے ایک لونڈی غلام آزاد کیا -

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا فرمان ہے جو شخص چالیس دن اناج رکھ چھوڑے گا اس کا دل سیاہ ہو جائے گا۔ آپ کو کسی شخص نے ایک ذخیرہ اندوز کی خبر دی آپ نے فرمایا جا کر اسے آگ لگا دو۔ سلف صالحین میں سے کسی نے اپنے وکیل کے ہمراہ فروخت کے لیے غلہ بصرے بھیجا جب وکیل بصرے پہنچا تو اتفاق سے وہاں غلہ بہت سستا ہو چکا تھا۔ وکیل ایک ہفتہ وہاں ٹھہرا اس کے بعد دگنی قیمت پر وہ غلہ فروخت کیا اور اس بزرگ کو جس کا غلہ تھا خط لکھا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے۔ اس بزرگ نے جواب میں لکھا میں نے اس تھوڑے نفع پر قناعت کر لی تھی جو دین کی سلامتی کے ساتھ ہو۔ تیرا ایسا کرنا مناسب نہ تھا۔ زیادہ نفع کے عوض تو نے دین برباد کر دیا۔ یہ کام جو تو نے کیا ہے بڑا گناہ ہے۔ اب تیرے لیے مناسب ہے کہ سارا مال خیرات کر دے۔ تاکہ اس گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اور شاید ایسا کرنے کے باوجود ہم اس فعل بد کی نحوست سے نہ چھوٹ سکیں۔

جاننا چاہیئے کہ اس فعل کے حرام ہونے کا باعث وسبب مخلوق خدا کو ضرر ونقصان رسانی کا ارادہ وعمل ہے۔ کیونکہ روزی سے انسان کی زندگی وابستہ ہے۔ اگر کثرت سے لوگ غلے کی خرید وفروخت کریں تو مباح اور درست ہے اور اگر ایک ہی آدمی خرید کر کے ذخیرہ کرے تو باقی لوگوں کو دستیاب نہ ہو گا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص مباح پانی کو روک لے تاکہ لوگ پیاس سے تنگ آ کر زیادہ قیمت دے کر خریدیں۔ اسی نیت سے اناج خریدنا بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر غلہ ایک شخص کی اپنی ملک ہے تو اسے اختیار ہے۔ جب چاہے فروخت کرے اسے جلدی فروخت کر دینا لازم نہیں۔ اگرچہ تاخیر نہ کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ لیکن اگر اس کے دل میں یہ خواہش ہو کہ غلہ گراں ہو تو فروخت کروں تو اس کی یہ خواہش ایک بُری خواہش ہے۔ دوائیں وغیرہ جن کی اکثر وبیشتر ضرورت و حاجت نہیں پڑتی انہیں گراں ہونے کی نیت سے رکھ چھوڑنا حرام نہیں ہے۔ لیکن اناج کا اس نیت سے ذخیرہ کرنا حرام ہے۔ اور وہ چیزیں جو ضرورت وحاجت میں اناج کے قریب ہیں جیسے گھی گوشت وغیرہ ان میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے ایسا کرنا ان میں بھی کراہت سے خالی نہیں۔ اگرچہ اناج کے درجہ سے کم بُرا ہے۔ البتہ اناج کا ذخیرہ کرنا بھی اس کو ممنوع ہے۔ جب تک کہ اس کی قلت ہو اور اگر ہر سال آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے تو جمع کرنا حرام نہیں کہ اس طرح کے جمع کرنے میں کسی کا نقصان نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی حرام ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ گرانی کا خیال ضرور رہتا ہے۔ اور لوگوں کی تکلیف کا منتظر رہنا بُری بات ہے۔ سلف صالحین نے دو قسم کی تجارت مکروہ قرار دی ہے۔ ایک اناج کی دوسری کفن کی۔ کیونکہ لوگوں کی تکلیف اور موت کا منتظر رہنا بہت بُری بات ہے۔ دو اور پیشوں کو بھی بُرا جانتے تھے۔ ایک قصاب کا پیشہ۔ کہ اس سے دل سخت ہوتا ہے دوسرے سنار کا پیشہ کہ یہ زینت کا سبب ہے

دوسری نوع، جس کی اذیت وتکلیف عام ہوتی ہے۔ وہ کھوٹے روپے پیسے کا معاملہ ہے۔ کیونکہ لینے

والے کو اگر معلوم نہ ہوگا تو دینے والا اس پر ظلم کرے گا اور اگر اسے علم ہوگا تو شاید وہ آگے اور لوگوں کو دغا اور فریب دے اور وہ آگے کسی اور کو اس طرح مدت دراز تک دغا بازی کا سلسلہ قائم رہے گا۔ جس نے سب سے پہلے دغا بازی کا آغاز کیا اخیر تک سب کا گناہ اس کے ذمے بھی ہوگا۔ اسی لیے کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ایک کھوٹا درہم دینا سو درہم چرانے سے بدتر ہے۔ کیونکہ چوری کا گناہ اسی وقت تک ہے۔ اور کھوٹے پیسے کا گناہ ممکن ہے موت کے بعد تک جاری رہے۔ اور وہ شخص بہت ہی بدبخت ہے جو مر جائے مگر اس کا گناہ نہ مرے۔ اور اس گناہ کا سو برس تک موجود رہنا ممکن ہے۔ اور ایسے شخص کو قبر میں عذاب ہوتا رہے گا۔ جس کے ہاتھ سے اس گناہ کی ابتدا ہوئی تھی۔

کھوٹے چاندی سونے میں چار چیزیں معلوم کرنا ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ کھوٹا روپیہ پیسہ جس تک پہنچے اسے چاہیئے کہ کنویں وغیرہ میں ڈال دے۔ اور کسی کو یہ کہہ کر بھی نہ دے کہ یہ کھوٹا پیسہ ہے۔ کہ شاید وہ آگے دغابازی کا سلسلہ جاری کرے۔ دوسری بات یہ ہے دکاندار کے لیے ضروری ہے کہ کھرے پیسے کے پرکھنے کا طریقہ سیکھے۔ تاکہ کھوٹے سکے کو پہچان سکے۔ یہ اس لیے ضروری نہیں کہ خود نہ لے بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے اور مسلمان کا حق ضائع نہ کرے۔ جو شخص کھرے کھوٹے کی پہچان کرنا نہ سیکھے گا اور دھوکہ سے کھوٹا روپیہ اس کے ہاتھ سے نکلے تو گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ ہر اس معاملے اور کام کا علم حاصل کرنا واجب ہے جو بندے کو درپیش ہو۔ تیسرے یہ کہ کھوٹا سکہ اس نیت سے لے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً سَهْلَ الْقَضَاءِ وَسَهْلَ الْاِقْتِضَاءِ۔	رحم فرمائے خدا تعالیٰ اس شخص پر جو ادا کرنے میں بھی آسانی کرے اور واپس لینے میں بھی آسانی کا رویہ اختیار کرے۔

تو بہت بہتر ہے۔ لیکن اس ارادہ سے کہ کنویں میں پھینک دے گا۔ لیکن اگر خدشہ ہو کہ خرچ کر دے گا تو چاہیئے کہ نہ لے اگرچہ دیتے وقت یہ کہہ بھی دے کہ کھوٹا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کھوٹا سکہ وہ ہے جس میں سونا چاندی بالکل نہ ہو۔ لیکن جس سکے میں سونا چاندی ہو۔ اگرچہ ناقص ہو اس کا کنویں میں پھینک دینا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر خرچ کرے تو اس میں دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ بتا دے پوشیدہ نہ رکھے۔ دوسرے اس کو دے جس کی امانت و دیانت پر اسے اعتماد ہو تا کہ وہ آگے کسی سے فریب نہ کرے۔ اور اگر اسے علم ہو کہ جس کو دے رہا ہوں وہ خرچ کرے گا اور نقص ظاہر نہیں کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کے پاس انگور فروخت کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ یہ اس سے شراب تیار کرے گا۔ یا ایسے شخص کے پاس اسلحہ فروخت کرے جس کے متعلق معلوم ہو کہ

ڈاکہ زنی کرے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ معاملات میں امانتداری ملحوظ رکھنے کو دشوار جانتے ہوئے سلف صالحین نے فرمایا ہے۔ کہ امانتدار تاجر عابد سے افضل ہے۔

دوسری قسم ظلم خاص ہے۔ اور یہ اسی پر ہوتا ہے جس سے معاملہ اور کاروبار ہو۔ اور جس معاملے کی بنیاد ضرر و نقصان رسانی پر ہو وہ ظلم اور حرام ہے۔ خلاصہ امر یہ ہے کہ جو بات اپنے ساتھ ہونے کو روا نہ رکھتا ہو وہ بات خود کسی مسلمان سے روا نہ رکھے۔ کیونکہ جو شخص دوسرے مسلمان کے لیے وہ بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند نہیں کرتا اس کا ایمان ناقص و ناتمام ہے۔ اس کی تفصیل چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اپنے مال کی اس کی اصل زینت سے زیادہ تعریف نہ کرے کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور فریب و ظلم بھی۔ بلکہ اس کی جائز اور صحیح تعریف بھی نہ کرے۔ جب کہ خریدار جانتا ہو۔ کہ یہ بے ہودہ اور بے فائدہ گفتگو میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ انسان زبان پہ کوئی بات نہیں لاتا مگر اس کے پاس ایک منتظر نگہبان تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

تو انسان جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ کیوں کی۔ اس وقت بے ہودہ گفتگو کرنے والے کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور قسم کھانا اگر جھوٹی ہو تو گناہ کبیرہ ہے۔ اور اگر سچی ہو تو معمولی کام کے لیے خدا کا نام لینا بے حرمتی میں داخل ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے ان تاجروں پر افسوس ہے جو لا واللہ اور بلی واللہ کہتے ہیں۔ اور پیشہ وروں پر افسوس ہے جو کہتے ہیں کل کر دیں گے کل کر دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا مال قسم کے ذریعے فروخت کرے اور اسے رواج دے۔ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نگاہ رحمت نہ ڈالے گا۔

حکایت:

حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ ریشم کی تجارت کرتے تھے۔ مگر اس کی صفت اور تعریف نہ کرتے۔ ایک دن جامہ دان سے ریشم نکال رہے تھے کہ ان کے شاگرد نے کہا اے اللہ مجھے بہشتی لباس عطا فرما۔ آپ نے اس کی یہ بات سنتے ہی جامہ دان رکھ دیا اور ریشم فروخت نہ کیا۔ اور ڈر گئے کہ یہ کلمہ اپنے مال کی تعریف میں داخل نہ ہو جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خریدار سے اپنے مال کا کوئی عیب و نقص پوشیدہ نہ رکھے۔ بلکہ اس کے متعلق سب کچھ دیانتداری اور سچائی سے کہہ دے۔ اگر چھپائے رکھے گا تو یہ خیانت ہوگی اور خیر خواہی کو نظر انداز کرنے کی بات ہوگی اور یہ شخص ظالم و گناہگار ہوگا۔ اور اگر کپڑے کی اچھی طرف دکھائی یا اندھیری جگہ میں کپڑا دکھایا تاکہ اچھا نظر آئے یا جوتے اور موزے کا اچھا پیر دکھایا تو ایسی تمام صورتوں میں وہ ظالم و خائن متصور ہوگا۔

ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو گندم فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے گندم کے ڈھیر کے اندر جو دست مبارک ڈالا تو دیکھا کہ اندر سے گندم تر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی بھیگی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا تر گندم خشک گندم سے الگ کیوں نہ کی۔

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ یعنی جو ہم سے دغا بازی کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ایک شخص نے تین سو درہم سے اونٹ فروخت کیا اس کے پاؤں میں کوئی عیب تھا حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ جو صحابہ کرام میں سے ہیں اتفاق سے وہاں کھڑے تھے اور عیب بتا دینے کی بات سے بے خبر تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ خریدار پر عیب ظاہر نہیں کیا گیا تو خریدار کے پیچھے دوڑے اور اس کو بتایا کہ اس کے پاؤں میں عیب ہے۔ وہ شخص واپس آیا اور تین سو درہم واپس لے لیے فروخت کرنے والے نے کہا آپ نے میرا یہ سودا کیوں خراب و تباہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ آپ فرماتے تھے۔ یہ حلال اور جائز نہیں کہ انسان کوئی چیز فروخت کرے اور اس کا عیب ظاہر نہ کرے۔ اور پاس موجود ہونے والے کے لیے بھی حلال نہیں کہ عیب کا پتہ ہو مگر خریدار کو نہ بتائے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لی کہ مسلمانوں سے خیر خواہی کا رویہ اختیار کرنا اور ان سے شفقت سے پیش آنا اور عیب چھپا رکھنا خیر خواہی کے خلاف ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا معاملہ اور ایسی سچی تجارت بڑی دشوار بات ہے۔ اور بہت بڑا مجاہدہ ہے اس میں دو طرح آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ عیب دار مال خرید ہی نہ کرے۔ اور اگر خریدے تو دل میں اس کا عہد کرے کہ بوقت فروخت عیب ظاہر کر دے گا۔ اگر کسی نے اسے ٹھگ لیا تو یہ خیال کرے کہ یہ نقصان مجھے ہی پہنچا آگے دوسروں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کرے۔ جب کہ خود دغا باز انسان پر لعنت کرتا ہے تو دوسروں کی لعنت اپنے اوپر نہ ڈالے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھے کہ دغا بازی سے رزق کم زیادہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ الٹا مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اور بہتری جاتی رہتی ہے۔ اور عیاری و فریب سے انسان جو کچھ کماتا ہے اچانک ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ سب کچھ تباہ اور ضائع ہو جاتا ہے۔ اور فریب و عیاری کا گناہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس شخص کا سا حال ہو جاتا ہے۔ جو دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا ایک بار اچانک سیلاب آیا اور اس کی گائے کو بہا لے گیا۔ اس کے لڑکے نے کہا ابا جان بات یہ ہے کہ دودھ میں ملایا ہوا سارا پانی جمع ہوا اور سیلاب کی شکل اختیار کر کے گائے کو بہا لے گیا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ جب کسی کاروبار میں خیانت گھس آتی ہے تو اس سے

برکت اٹھ جاتی ہے۔ برکت کا یہ معنی ہے کہ مال تھوڑا ہو مگر اس سے فائدہ اور نفع زیادہ لوگوں کو پہنچے۔ اور زیادہ لوگوں کی راحت و آسائش کا باعث بنے۔ اور خیر و بہتری زیادہ لوگوں کو نصیب ہو۔ اور ایک وہ شخص ہوتا ہے جو مال تو بہت زیادہ رکھتا ہے۔ مگر وہی مال دنیا و آخرت میں اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتا ہے۔ اور کسی کو بھی اس سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ تو بندے کو چاہیئے کہ برکت کا متلاشی ہو زیادہ مال کا طالب نہ ہو۔ اور برکت امانتداری میں ہے۔ بلکہ مال کی زیادتی بھی امانتداری میں مضمر ہے۔ کیونکہ جو شخص امانتداری میں مشہور ہوتا ہے۔ سب لوگ معاملہ اور لین دین کرنے میں اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور اسے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور جب ایک شخص خیانت میں مشہور ہو تو سب لوگ اس سے گریز کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مثلاً اس بات پر یقین کرے کہ میری عمر زیادہ سے زیادہ سو سال ہو گی۔ اور آخرت کے جہاں کی کوئی نہایت نہیں۔ یہ کیسے درست ہے کہ اس مختصر زندگی میں سونے چاندی کے پیچھے پڑ کر اپنی زندگی کو نقصان و خسارے میں ڈال دے ہمیشہ اس خیال کو اپنے دل میں تازہ رکھے۔ تاکہ فریب و خیانت اسے اچھی محسوس نہ ہو۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ خدا تعالیٰ کے غصے سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی پناہ میں ہیں اور جب دنیا کو دین پر فوقیت دیتے ہیں۔ اور یہ کلمہ کہتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور اس کلمہ گوئی میں سچے نہیں ہو۔ اور جس طرح تجارت میں فریب و دغابازی سے بچنا ضروری ہے اسی طرح ہر پیشہ میں اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور کھوٹی چیزوں کا کاروبار نہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر کرے تو کھوٹ اور عیب ظاہر کر دے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے رفو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا نہیں چاہیئے۔ مگر اس شخص کے لیے جو خود پہننے کے لیے رفو کرے۔ فروخت کرنے کے لیے نہ کرے۔ اور جو شخص فریب و دغابازی کی نیت سے کرے وہ گناہگار ہو گا۔ اور اس کی مزدوری حرام ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ وزن کرنے میں دغا فریب نہ کرے۔ بلکہ صحیح اور ٹھیک تولے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ان لوگوں پر افسوس ہے جو جب دیتے ہیں تو کم تول کر دیتے اور جب لیتے ہیں تو زیادہ لیتے ہیں اور سلف صالحین کی عادت تھی کہ جب لیتے تھے تو نیم حبہ کم لیتے تھے۔ اور جب دیتے نیم حبہ زیادہ دیتے اور فرماتے تھے یہ نیم حبہ ہمارے اور دوزخ کے درمیان روک اور پردہ ہے۔ کہ ڈرتے تھے کہ ہم پورا نہیں تول سکتے۔ اور فرماتے تھے کہ وہ شخص بے وقوف ہے جو اس بہشت کو جس کی کشادگی آسمان و زمین کے برابر ہے آدھے دانے کے عوض فروخت کر دے۔ اور وہ بھی بے وقوف ہے جو آدھے دانے کے پیچھے طوبی (جنت) کو ویل (دوزخ) سے بدل دے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی چیز خریدتے تو فرماتے قیمت کے مطابق تول اور جھکتا تول۔

حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ کسی کو دینے کے لیے دینار تول رہا ہے۔ اور اس کے

نقش سے میل کچیل صاف کر رہا ہے فرمایا بیٹے تیرا یہ کام دو حج اور دو عمروں سے افضل ہے۔

سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے تھے جو شخص ایک ترازو سے تولے اور دوسرے ترازو سے لے وہ تمام فاسقوں سے بڑھ کر فاسق ہے۔ اور بزاز کپڑا لیتے وقت ڈھیلا رکھ کر ناپے اور دیتے وقت سخت کر کے اور کھینچ کر دے۔ وہ ان بدترین فاسق لوگوں کے گروہ میں داخل ہے۔ اور جو قصاب کے اس ہڈی کو گوشت میں رکھ کر فروخت کرے جس کی فروخت کا رواج نہیں وہ بھی انہیں بدترین فاسقین میں داخل ہے اور جو شخص غلہ فروخت کرے اور عرف و عادت سے زیادہ مقدار میں مٹی اور خاک پڑی رہنے دے وہ بھی ان میں داخل ہے اور یہ سب باتیں حرام و ناجائز ہیں۔ اور ہر قسم کے کاروبار اور معاملات میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا فرض و ضروری ہے۔ اور جو شخص دوسرے سے ایسی بات کرے جس کا خود اپنے لیے سننا گوارا نہ کرے تو وہ لین دین کے فرق میں مبتلا ہے۔ اور اس برائی سے اس وقت نجات پا سکتا ہے۔ جب کہ کسی بات میں اپنے آپ کو اپنے مسلمان بھائی پر فوقیت نہ دے۔ اور یہ بات بہت مشکل و دشوار ہے۔ اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُھَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا	کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذمے لازم اور فیصلہ شدہ ہے۔

لیکن جو تقویٰ کے راستے میں زیادہ نزدیک ہوگا۔ وہ جلدی نجات پائے گا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ مال کے خرچ اور بہاؤ میں دغا نہ کرے۔ اور اصل نرخ چھپا کر نہ رکھے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات سے منع فرمایا کہ باہر سے مال لانے والے قافلے کو راہ میں ہی جا ملیں اور شہر کا نرخ ان سے چھپائیں۔ تاکہ خود سستا خرید لیں۔ جب ایسا دغا کریں تو مال فروخت کرنے والے کے لیے اس سودے کو توڑ دینا جائز ہے۔ اور آپ نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی اجنبی آدمی مال شہر میں لائے اور وہ مال اس وقت ارزان ہو شہر کا آدمی اس سے کہے مال میرے پاس رکھ دے جب گراں ہوگا تو میں اس کو فروخت کر دوں گا۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی شخص گراں بھاؤ پر نرخ لگائے تاکہ دوسرا شخص اسے سچا جان کر زیادہ قیمت دے کر اس سے خریدے اگر کسی نے ایسا لین دین کیا اور بعد میں اصل حقیقت واضح ہوئی تو وہ اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ تاجر لوگوں کی عادت ہے کہ مال بازار میں رکھ دیتے ہیں جو لوگ درحقیقت خریدنا نہیں چاہتے وہ اس کا نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ تو یہ فعل بھی شرعاً حرام ہے اسی طرح جو شخص سادہ لوح ہو اور مال کی صحیح قیمت نہ جانتا ہو اور ارزان فروخت کرتا ہو اس سے خریدنا بھی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا سادہ لوح انسان جو مال کا بھاؤ نہ جانتا ہو اور گراں خریدتا ہو اس کے پاس بھی کسی چیز کا فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ فتویٰ یہی ہے کہ ظاہراً بیع درست ہے۔ لیکن حقیقت حال جب کہ اس سے پوشیدہ رکھی تو گناہ گار ضرور ہوگا۔

حکایت:

بصرہ میں ایک سوداگر رہتا تھا اس کے غلام نے شہر سوس سے اسے خط لکھا کہ اس سال گنے کی فصل تباہ ہو گئی ہے تم دوسروں کو خبر ہونے سے پہلے ہی شکر خرید لو۔ اس تاجر نے کافی مقدار میں شکر خرید لی۔ اور پھر مناسب وقت پر فروخت کی تیس ہزار درہم نفع ہوا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ میں نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا کہ حقیقت حال کو ان سے چھپائے رکھا میرا یہ فعل کس طرح جائز و درست ہو سکتا ہے۔ وہ تیس ہزار درہم اٹھائے اور جس سے شکر خریدی تھی اس کے پاس گیا اور کہا یہ تیس ہزار درہم در حقیقت تیرا مال ہے۔ اس نے دریافت کیا کس طرح۔ اس نے اصل حقیقت کا انکشاف کیا۔ تو اس نے کہا میں نے یہ تیس ہزار درہم تجھے بخش دیئے۔ وہ سوداگر جب واپس اپنے گھر آیا تو رات کو سوچا شاید فروخت کنندہ نے مجھ سے شرم کر کے ایسا کیا ہے اور میں نے فی الواقع اسے دغا کیا ہے۔ دوسرے دن پھر اس کے پاس گیا۔ اور یہی بات جا کر کہی کہ یہ تمہارا مال ہے۔ اور بڑا اصرار کر کے وہ تیس ہزار درہم اسے واپس کر دیئے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ لین دین کرنے والے کو چاہیئے کہ چیز کی قیمت صحیح صحیح بتائے۔ اس میں کوئی دغا فریب نہ کرے۔ اور مال عیب دار ہو تو صاف صاف بتا دے اور اگر مال گراں خریدا ہو۔ اور جس سے خریدا ہے اس کے دوست اور قریبی ہونے کی وجہ سے اس سے چشم پوشی کے طور پر گراں خرید لیا ہو تو یہ بات بھی ظاہر کر دے۔ اور اگر کوئی چیز دس دینار کی خرید کر مال کے عوض فروخت کرے اور وہ چیز اتنے سے نہیں ملتی اور خرید کر دس دینار کی قیمت نہ کہنا چاہیئے۔ اور اگر پہلے مال سستا خرید ا بعد میں مہنگا ہو گیا تو پہلے قیمت ظاہر کرے اور اس کی تفصیل دراز ہے اور تاجر اور بازاروں میں کام کرنے والے لوگ اس بات میں بہت زیادہ خیانت اور دغا فریب کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور نہیں خیال کرتے کہ یہ خیانت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جو بات اپنے لیے درست نہیں جانتا چاہیئے کہ دوسرے کے لیے بھی اسے روا نہ رکھے۔ اور اس اصول کو معیار بنائے۔ کیونکہ جو شخص کسی سے کوئی چیز خریدتا ہے وہ اسی اعتماد پر خریدتا ہے کہ میں نے خوب جانچ پڑتال کر کے اور صحیح قیمت پر خریدا ہے اور جب اس میں دغا ہو گا تو خریدار اس دغا پر راضی نہ ہو گا۔ اور ایسا کرنا صریح دغا بازی ہے۔

چوتھا باب لین دین میں احسان اور بھلائی کے بیان میں:

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے احسان کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جیسا کہ اس نے عدل کا حکم دیا۔ اور فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ　　بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

گذشتہ باب عدل کے بیان میں تھا تاکہ انسان ظلم سے گریز کرے۔ اور یہ باب احسان کے بیان میں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ — بے شک خدا تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

اور جو شخص صرف عدل پر کفایت کرتا ہے۔ وہ اپنے دین کا سرمایہ محفوظ رکھتا ہے۔ مگر فائدہ اور نفع احسان کرنے میں ہے۔ عقلمند وہ ہے جو کسی معاملہ میں بھی آخرت کا فائدہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور احسان یہ ہے کہ جس پر تو احسان کرے اسے تو فائدہ پہنچے مگر تجھ پر وہ احسان ضروری اور واجب نہ ہو۔ اور احسان کا درجہ چھ طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ:

ضرورت مند خریدار اگر اپنی ضرورت کے تحت زیادہ نفع دینے پر بھی تیار ہو مگر تو جذبہ احسان کے باعث زیادہ نفع نہ لے۔ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ دکان کرتے تھے اور پانچ درھم سینکڑہ سے زیادہ نفع نہ لیتے۔ حضرت سری سقطی رح ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے پھر باداموں کا نرخ تیز ہو گیا۔ ایک دلال نے آپ سے مانگے آپ نے فرمایا تریسٹھ دینار سے فروخت کرنا دلال نے کہا اس وقت بادام نوے دُرھم کے ہیں۔ آپ سستے کیوں فروخت کرتے ہیں۔ فرمایا میں نے طے کر لیا ہے کہ پانچ درھم سینکڑہ سے زیادہ نفع نہ لوں گا اور میں اپنا ارادہ تبدیل کرنے کو تیار نہیں۔ دلال نے کہا میں آپ کا مال کم قیمت پر فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ غرض دلال فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوا اور حضرت سری سقطیؒ زیادہ نفع لینے پر راضی نہ ہوئے۔ تو احسان ایسا ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن المنکدر رحمتہ اللہ علیہ جلیل القدر بزرگ تھے۔ دوکانداری کرتے تھے۔ آپ کے پاس کئی قسم کے کپڑے ہوتے تھے۔ کسی کی قیمت دس دینار کسی کی پانچ دینار ان کی عدم موجودگی میں ان کے شاگرد نے۔ پانچ دینار قیمت والا کپڑا دس دینار سے ایک اعرابی کو فروخت کر دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو سارا دن اعرابی کو تلاش کرتے رہے۔ آخر جب وہ ملا تو فرمایا وہ کپڑا پانچ دینار سے زیادہ قیمت کا نہیں۔ اعرابی نے کہا شاید میں نے بخوشی وہ کپڑا دس دینار سے خریدا ہو۔ آپ نے فرمایا جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا دوسرے کسی مسلمان کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ یا تو بیع فسخ کرے یا پانچ دینار واپس لے لے۔ یا میرے ساتھ آ تاکر دس دینار کی قیمت کا کپڑا دے دوں اعرابی نے پانچ دینار واپس لے لیے پھر کسی سے دریافت کیا۔ یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت محمد بن المنکدر ہیں تو کہنے لگا سبحان اللہ یہ وہ بزرگ ہستی ہے۔ کہ جب بارش نہ برسے اور میدان میں جا کر ان کا نام لیں

تو پانی برسنے لگے۔

اور سلف صالحین کی عادت مبارک تھی کہ نفع کم لیتے اور لین دین زیادہ کرتے اور اس بات کو زیادہ نفع حاصل کرنے کی انتظار سے زیادہ مبارک جانتے۔ سیدنا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار میں چکر لگاتے اور فرماتے اے لوگو تھوڑے نفع کو رد نہ کرو کہ زیادہ نفع سے بھی محروم رہو گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ کس طرح دولت مند ہوئے ہیں۔ فرمایا میں نے تھوڑے نفع کو رد نہیں کیا۔ جس نے بھی مجھ سے کوئی جانور خرید کرنا چاہا میں نے اسے اپنے پاس نہ رکھا بلکہ فروخت کر دیا۔ اور صرف ایک دن کے اندر ہزار اونٹ اصل قیمت خرید پر فروخت کر دیا۔ اور ہزار رسیوں کے سوا کچھ نفع حاصل نہ کیا۔ پھر ایک ایک رسی ایک ایک درہم سے فروخت کی اور اونٹوں کے اسی دن کے چارہ کی قیمت میرے ذمہ سے ساقط ہو گئی۔ تو اس طرح دو ہزار درہم مجھے نفع ہوا۔

دوسرے یہ کہ درویش لوگوں کا مال گراں قیمت پر خریدے تاکہ وہ خوش ہوں۔ جیسے بیوہ عورتوں کا سوت اور جو میوہ بچوں اور فقیروں کے ہاتھ سے واپس آیا ہو۔ کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور جو شخص ایسا کرے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پائے گا۔ آپ نے فرمایا ہے:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً سَهَّلَ الْبَيْعَ وَسَهَّلَ الشِّرَاءَ۔ — اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو بیع شراء میں آسانی کرے۔

لیکن دولتمند آدمی سے زیادہ قیمت پر خریدنا نہ باعث ثواب ہے اور نہ شکر میں داخل ہے۔ بلکہ دام ضائع کرنا ان سے تکرار و اصرار کرکے سستا خریدنا بہتر ہے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوشش کرتے کہ جو کچھ خریدتے ارزاں خریدتے۔ اور اس میں تکرار و اصرار کرتے۔ لوگوں نے ان سے عرض کی آپ حضرات روزانہ کئی ہزار درہم خیرات کر دیتے معمولی مقدار پر اس قدر تکرار و اصرار میں کیا نکتہ ہے۔ فرمایا ہم لوگ جو کچھ دیتے ہیں۔ راہِ خدا میں دیتے ہیں۔ اور خرید و فروخت میں دھوکہ کھانا عقل و مال کے نقصان کا باعث ہے۔

تیسرے۔ قیمت لینے میں تین طرح کا احسان کیا جا سکتا ہے۔ ایک کچھ کم کرنے سے دوسرے شکستہ اور کھوٹے درھم لینے سے۔ تیسرے مہلت دینے سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس شخص پر خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ جو دینے اور لینے میں آسانی کرے۔ اور فرمایا جو آسانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام آسان کر دیتا ہے اور درویش محتاج کو مہلت دینے سے زیادہ کوئی احسان نہیں۔ لیکن اگر وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تو اسے مہلت دینا واجب ہے۔ اور یہ بات عدل میں داخل ہو گی۔ احسان میں شمار نہ ہو گی۔ اور اگر وہ محتاج نادار نہ ہو۔ مگر جب تک اپنی کوئی چیز خسارے سے فروخت نہ کرے۔ یا جس کی اسے خود ضرورت نہ آئے فروخت نہ کرے۔ اس وقت تک قیمت

ادا نہ کر سکتا ہو تو ایسے شخص کو مہلت دینا احسان اور اعلیٰ درجے کی خیرات ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن ایک آدمی کو محشر میں لائیں گے۔ اس نے دین (قرض) کے بارے میں اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا اور اس کے عمل نامے میں کوئی نیکی نہ ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا تو نے کوئی نیک کام نہیں کیا۔ وہ عرض کرے گا ٹھیک ہے میں نے کوئی نیکی نہیں کی مگر اتنا ضرور کرتا تھا کہ اپنے شاگردوں کو کہا کرتا تھا کہ جس کے ذمہ میرا قرض ہے اور وہ تنگدست ہے اُسے مہلت دو اور تنگ نہ کرو۔ اس کی یہ بات سُن کر دریائے رحمت جوش میں آئے گا اور خدائے ارحم الراحمین اس سے فرمائے گا۔ آج میرے سامنے تو تنگدست اور بے نوا ہے۔ مجھے بھی تیرے ساتھ آسانی کرنا لائق وزیبا ہے اور اسے بخش دے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص کسی کو ایک مدت معین کے وعدہ پر قرض دیتا ہے تو جو دن گزرتا ہے روزانہ اسے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جب مدت معین گزر جاتی ہے تو پھر ہر روز اسے اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے سارا قرض صدقہ کر دیا۔ زمانہ گذشتہ میں ایسے بزرگ لوگ ہوتے تھے۔ جو یہ نہ چاہتے تھے کہ قرضدار ہمارا قرض ادا کرے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہر روز ہمارے لیے سارے قرض کے صدقے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ہر درہم دس درہم کے برابر ہے اور قرض کا ہر درہم اٹھارہ درہم کے برابر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرض صرف حاجتمند انسان ہی لیتا ہے اور صدقے میں یہ وہم موجود ہے کہ شاید محتاج نہ آئے۔

چوتھے۔ قرض ادا کرنا۔ اس میں احسان یہ ہے کہ تقاضے کی ضرورت نہ پڑے اور روپیہ پیسہ کھرا ادا کرے۔ اور جلدی ادا کرے۔ اور خود اپنے ہاتھ سے جا کر دے۔ اسے اپنے گھر نہ بلائے۔

حدیث شریف میں ہے۔ جو شخص قرض لیتا ہے اور یہ نیت کرتا ہے کہ میں اچھی طرح ادا کر دوں گا۔ تو خدا تعالیٰ اس پر چند فرشتے مقرر فرماتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس کا قرض ادا ہو جائے اور اگر قرضدار قرض ادا کر سکتا ہو تو قرض خواہ کی مرضی کے بغیر ایک گھڑی بھر بھی اگر دیر کرے گا تو گنہگار ہوگا اور ظالم قرار پائے گا چاہے روزے کی حالت میں ہو یا نماز کی حالت میں یا نیند کر رہا ہو۔ اس کے ذمے گناہ لکھا جاتا رہے گا اور بہر صورت خدا کی لعنت اس پر پڑتی رہے گی۔ اور یہ ایسا گناہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے اور ادا کرنے کی طاقت کی یہ شرط نہیں کہ نقد روپیہ ہو۔ بلکہ کوئی چیز اگر فروخت کر سکتا ہے مگر فروخت کر کے ادا نہیں کرتا تو گناہگار ہوگا۔ اور اگر خراب روپیہ پیسہ یا قرض کے بدلے ایسی چیز دے جو قرض خواہ کو ناپسند ہو تو دینے والا گناہگار ہوگا اور جب تک اسے راضی نہ کرے گا اس زیادتی سے نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ اس کا یہ فعل کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ مگر لوگ اسے معمولی خیال کرتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ جس سے لین دین کرے وہ لین دین اور بیع شراء کے بعد پشیمان ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تو چاہیے کہ اس سودے کو فسخ کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کسی بیع کو فسخ کر دے۔ اور یہ تصور کرے کہ میں نے بیع کی ہی نہیں تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسا جانتا ہے گویا اس نے گناہ کیے ہی نہ تھے۔ اگرچہ ایسا کرنا واجب ضروری نہیں تاہم اس کا ثواب بہت ہے اور احسان میں داخل ہے۔

چھٹے۔ یہ کہ حاجت مند لوگوں کے ساتھ ادھار فروخت کرنا اگر۔ تھوڑی سی چیز ہی ہو اس نیت سے کہ جب تک انہیں ادا کرنے کی طاقت نہیں میں ان سے قیمت طلب نہ کروں گا۔ اور جو ان میں سے تنگدستی کے اندر ہی مر جائے گا اُسے بخش دوں گا۔ تو یہ بھی احسان کی ایک صورت۔ گذشتہ زمانے میں کچھ بزرگ ایسے گزرے ہیں۔ جو یادداشت کی دو فہرستیں رکھتے تھے۔ ایک میں مجہول نام درج کرتے کہ وہ سب درویش اور فقراء ہوتے۔ اور بعض نیک بخت ایسے بھی ہوتے تھے۔ جو فقراء کا سرے سے نام ہی نہ لکھتے تھے۔ تا کہ اگر وہ مر جائیں تو ان سے کوئی مطالبہ ہی نہ کر سکے۔ اور سلف صالحین کے نزدیک ان لوگوں کا شمار بھی بہتر بن لوگوں میں نہ ہوتا تھا۔ ہاں ان کی یہ بات بہتر قرار دی جاتی تھی کہ درویشوں کے نام ان سے قرض وصول کرنے کے لیے اپنے پاس درج ہی نہ کرتے۔ پھر اگر وہ فقیر لوگ قرض واپس کر دیتے تو لے لیتے ورنہ ان سے لینے کی تمنا نہ رکھتے تھے۔ معاملات میں اعلیٰ کردار کے مالک ایسے ایسے اہل دین گزرے ہیں۔ اور سچے دینداروں کا درجہ اور مقام ان دنیوی معاملات سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ دین کی حفاظت کے لیے جو شخص شبہ کے درہم پر بھی لات مار دے درحقیقت ایسا ہی شخص دینداروں میں سے ہے۔

پانچواں باب دنیا کے معاملات میں دین پر شفقت کو ملحوظ رکھنے کے بیان میں

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جسے دنیا کی تجارت دین کی تجارت سے غافل کرے وہ بدبخت ہے اور اس کا حال اس شخص کی مانند ہے جو سونے کا کوزہ دے کر مٹی کا کوزہ لے اور دنیا مٹی کے کوزے کی مانند ہے۔ جو بدصورت اور جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ اور آخرت سونے کے کوزے کی طرح ہے جو بہت خوبصورت بھی اور دیرپا بھی ہوتا ہے۔ بلکہ آخرت کے لیے تو کبھی فنا ہی نہیں۔ اور دنیا کی تجارت آخرت کا توشہ بننے کے لائق نہیں۔ بلکہ بہت کوشش کی ضرورت ہے کہ کہیں دنیا کی تجارت دوزخ کے راستے پر ہی نہ ڈال دے۔ اور آدمی کا سرمایہ اس کا دین اور اس کی آخرت ہے۔ ہرگز نہیں چاہیئے کہ انسان اس سے غفلت اختیار کرے اور دین کے بارے میں شفقت کی راہ پر نہ چلے۔ اور ہمیشہ تجارت دنیوی اور زمینداری کے کاموں میں ہی ڈوبا رہے۔ اور دین پر یہ شفقت اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ سات باتوں میں احتیاط کرے۔

اول۔ یہ کہ ہر روز صبح اول اچھی نیتوں کو تازہ کرے۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار اس لیے جاتا ہوں کہ اپنے

اہل وعیال کی روزی فراہم کروں۔ تاکہ لوگوں کی محتاجی سے بے نیازی حاصل ہو۔ اور مخلوق سے کسی قسم کا طمع نہ رہے
تاکہ اس قدر روزی اور فراغت میسر آجائے کہ دل جمعی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرسکوں۔ اور آخرت کے راستے
پر چل سکوں۔ اور یہ نیت بھی کرے کہ پورا ان لوگوں کے ساتھ نصیحت، شفقت اور امانت سے پیش آؤں گا۔ اور یہ
نیت بھی کرے کہ امر معروف اور نہی منکر کروں گا اور جو خیانت کا مرتکب ہوا سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اس پر
راضی اور خوش نہ ہو۔ جب ہر صبح اس طرح کی نیتیں کرلیا کرے تو اس کے دنیا کے کام بھی اعمال آخرت میں ہی مقصود ہوں گے
اور دین کا نقد نفع ہاتھ آئے گا۔ اور اگر دنیا کی کوئی چیز بھی میسر آجائے تو یہ اس پر مزید نفع ہے۔

دوسرا۔ یہ کہ اس بات کا یقین رکھے کہ اس کی ایک دن کی زندگی بھی نہیں گزر سکتی۔ جب تک کہ کم از کم ہزار افراد
اس کے مختلف کام انجام نہ دیں۔ جیسے نانبائی۔ کاشتکار، جولاہا۔ لوہار، روئی بیچنے والا۔ اور دوسرے بہت پیشوں
والے لوگ یہ سب اس کا کام کرتے ہیں۔ اور اسے ان سب کی حاجت وضرورت ہے۔ اور یہ نامناسب ہے کہ دوسروں
سے تو اُسے نفع اور فائدہ پہنچے مگر اس سے کسی کو نفع نہ پہنچے۔ کیونکہ اس دنیا میں سب لوگ مسافر ہیں اور مسافروں کو چاہیئے
کہ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اور ایک دوسرے کا مددگار بنیں۔ نیز یہ نیت بھی کرے کہ میں بازار جاتا ہوں
تاکہ ایسا کام کروں جس سے مسلمانوں کو راحت وآرام پہنچے۔ جس طرح دوسرے مسلمان کام کاج میں مصروف ہیں۔ کیونکہ
تمام پیشے فرض کفایہ ہیں۔ اور یہ نیت کرے کہ میں ان فرائض میں سے کسی ایک فرض کی بجا آوری کروں گا۔ اور اس
نیت کی درستی کی نشانی یہ ہے کہ ایسے کام میں مشغول ہو جس کی لوگوں کو حاجت وضرورت ہو۔ کہ اگر وہ کام نہ کیا جائے
تو لوگوں کے کام میں خلل واقع ہو۔ زرگری، نقاشی، گچکاری وغیرہ کا پیشہ اختیار نہ کرے کہ یہ سب دنیا کی آرائش
زیبائش ہے ان پیشوں کی کچھ حاجت وضرورت نہیں اور ان کا نہ کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ مباح ہیں۔ لیکن مردوں
کے لیے ریشمی کپڑا سینا اور اس پر مردوں کے لیے سونے کا کام کرنا حرام ہے۔ اور جن پیشوں کو سلف صالحین مکروہ
وناپسند جانتے ہیں ان میں ایک غلے کی تجارت دوسرا کفن فروشی کا پیشہ ہے۔ قصاب وصراف جو سود کی باریکیوں سے
اپنے آپ کو مشکل سے ہی بچا سکیں اسی طرح لوگوں کو سینگی لگانے کا کام جس میں یہ گمان ہو کہ فائدہ ہوگا۔ یا نہ ہوگا نیز
جاروب کشی اور چمڑہ رنگنے کا کام جس میں کپڑے پاک رکھنا مشکل ہو بھی کمینہ ہمت ہونے کی دلیل ہے اور مویشی چرانے کا
پیشہ بھی اسی حکم میں ہے اور دلالی کا پیشہ جس میں ان بسیار گوئی کا مرتکب اور بعض اوقات کسی پر زیادتی کرنے میں
مبتلا ہوتا ہے اس سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ بہترین تجارت کپڑے کی تجارت
ہے اور بہترین پیشہ خرازی کا پیشہ ہے یعنی چھاگل اور مشک وغیرہ سینا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر جنت میں
تجارت ہوتی تو بزازی کی تجارت ہوتی اور اگر دوزخ میں تجارت ہوتی تو صرافی کی ہوتی۔

چار پیشے ایسے ہیں جنہیں لوگ حقیر اور کمینے تصور کرتے ہیں۔ جولاہا ہونا۔ روئی بیچنے کا پیشہ۔ سوت کاتنا

اور معلمی کا پیشہ۔ انہیں حقیر جاننے کا باعث یہ ہے کہ ان پیشہ والوں کو لڑکوں اور عورتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور جو شخص کم عقل لوگوں سے ملا جلا رہے وہ بھی کم عقل ہو جاتا ہے۔

تیسری احتیاط یہ ہے کہ بندہ کو دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مسجدیں ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

انہیں اللہ کے ذکر سے غفلت میں مبتلا نہیں کرتی سوداگری اور نہ خرید و فروخت۔

آیہ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو چوکنے رہو۔ مشغلہ تجارت کہیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے کیونکہ اس صورت میں خسارے اور نقصان میں جا پڑو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اے لوگو دن کا پہلا حصہ آخرت کے کاموں کے لیے مختص کرو اور دن کا آخری حصہ دنیا کے کاموں کے لیے۔ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ صبح و شام آخرت کے کاموں میں مصروف رہتے یا مسجد میں ذکر الٰہی اور درود وظائف میں مشغول رہتے یا مجلس علم میں موجود رہتے اور ہریسہ اور بھنے ہوئے سری پائے بچے اور ذمی لوگ فروخت کرتے۔ کیوں کہ ان کاموں کے وقت مرد مسجدوں میں ہوتے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرشتے جب بندے کا اعمال نامہ آسمان پر لے جاتے ہیں اگر اس بندے نے دن کے اول و آخر حصہ میں نیک کام کیا ہوتا ہے تو دن کے درمیانی حصہ کے کام کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے صبح اور شام جمع ہو کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں جب ہم نے انہیں چھوڑا وہ نماز میں تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے تم کو گواہ بنایا کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ اور چاہیئے کہ دن کے وقت جب آذان کی آواز سنے تو جس کام میں بھی مصروف ہو اس کو وہیں چھوڑے اور مسجد میں آجائے۔

اور آیۃ تلہیم تجارۃ الخ کی تفسیر میں آیا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ ان میں سے لوہے کا کام کرنے والے نے اگر ہتھوڑا لوہے پر مارنے کے لیے اٹھایا ہوتا اور ادھر سے کان میں اذان کی آواز پہنچتی تو اسے نیچے نہ لاتا یعنی لوہے پہ نہ مارتا اور چمڑے کا کام کرنے والا اگر ستانی چمڑے میں چبھوتا ادھر سے آذان کی آواز سنائی دیتی تو اُسے باہر نہ نکالتا۔ اسی طرح چھوڑ کر نماز ادا کرنے چل پڑتا۔

چوتھی احتیاط یہ کہ بازار میں ذکر و تسبیح اور یاد الٰہی سے غافل نہ رہے۔ اور حتی الامکان دل و زبان کو بے کار نہ رہنے دے۔ اور یہ یقین کرے کہ جو فائدہ ذکر و تسبیح نہ کرنے سے فوت ہوتا ہے سارے جہان کا فائدہ اس کا بدلہ

نہیں بن سکتا۔ اور جو ذکر غافل لوگوں کے درمیان یادالٰہی کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے خشک درختوں پہ ہرا درخت اور مردوں میں زندہ اور بھگوڑوں میں غازی۔ اور آپ نے فرمایا جو شخص بازار جائے۔ اور یہ پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔	کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے اور وہی حمد وثناء کے لائق ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے، موت اس پر طاری نہیں ہوگی، اسی کے ہاتھ میں خیر و برکت ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔

یہ تسبیح پڑھنے والے کے لیے دو دو ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بازار میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صوفی لوگوں کے کان پکڑیں اور ان کی جگہ پر خود بیٹھ جائیں تو اس کے لائق ہیں۔ اور فرمایا کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ جو ہر روز بازار میں تین سو رکعات نماز اور تیس ہزار تسبیح اس کا ورد و وظیفہ ہے۔ اور علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنی ذات مراد لی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص بازار میں حصول معاش کے لیے جائے تاکہ دین کے کاموں میں فراغت حاصل کرے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ اور اس مقصود کو نظر انداز نہ کرے گا۔ اور جو زیادہ دنیا طلب کرنے جائے گا اسے یہ بات نصیب نہ ہوگی۔ وہ اگر مسجد میں جا کر نماز بھی ادا کرے گا تو بھی اس کا دل پراگندہ اور دکان کے حساب میں ہی مصروف رہے گا۔

پانچویں احتیاط۔ یہ ہے کہ بازار میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی حرص و خواہش نہ کرے۔ مثلاً یہ کہ سب سے پہلے بازار جائے اور سب کے بعد آئے۔ یا دور دراز پرخطر سفر اختیار کرے یا دریا کا سفر کرے۔ یہ امور کمالِ حرص کی دلیل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ابلیس کا ایک بیٹا ہے اس کا نام زلنبور ہے وہ اپنے باپ کا خلیفہ اور نائب بن کر بازاروں میں موجود رہتا ہے۔ ابلیس اسے سکھاتا رہتا ہے۔ کہ تو بازار میں جا کر جھوٹ، مکر و فریب، دغابازی اور قسم کھانے کی رغبت دلایا کر۔ اور ایسے شخص سے چمٹا رہ جو سب سے پہلے بازار جاتا ہے اور سب کے بعد آتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ سب جگہوں سے بری جگہ بازار ہے اور بازار کے لوگوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو سب سے پہلے کاروبار کے لیے بازار پہنچ جائے۔ اور سب کے بعد واپس آئے۔ تو دکاندار کو چاہیئے کہ یہ بات اپنے اوپر لازم و ضروری قرار دے کہ جب تک مجلس علم، صبح کے اوراد و ظائف اور نماز صبح سے فارغ نہ ہو۔ بازار کا رخ

نہ کرے۔ اور جب اس دن کی روزی کمائے تو واپس آجائے۔ اور مسجد میں جاکر عمر آخرت کی روزی کمانے میں مصروف ہو جائے۔ کیونکہ آخرت کی مدت بڑی دراز۔ اور اس کی روزی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اور انسان آخرت کے توشے سے بالکل مفلس اور تنگدست ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد محترم حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو پیسے بیچتے تھے۔ جب دو حبہ (معمولی) نفع کما لیتے تو گٹھڑی اٹھا کر گھر آجاتے۔

حضرت ابراہیم بن لشبار رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ میں آج مٹی کے کام کے لیے جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابن لشبار تم روزی ڈھونڈتے ہو اور موت تمہیں ڈھونڈتی ہے۔ جو تمہیں ڈھونڈ رہی ہے اس سے تم نہیں چھوٹ سکتے۔ اور جسے تم ڈھونڈ رہے ہو وہ تمہیں ضرور مل کر رہے گی۔ لیکن شاید تم نے حریص کو محروم اور کاہل کو رزق کھانے والا نہیں دیکھا۔ ابن لشبار نے کہا میری ملک میں صرف دانگ (ایک قسم کا سکہ) ہے جو ایک سبزی فروش کے ذمہ ہے۔ فرمایا تمہاری ایمانداری پر افسوس ہے کہ ایک دانگ اپنی ملک میں رکھنے کے باوجود مٹی کا کام کرنے جا رہے ہو۔ سلف صالحین میں ایسے حضرات تھے کہ پورے ہفتہ میں صرف دو دن بازار جاتے اور بعض روزانہ جاتے مگر ظہر کے وقت آجاتے بعض نماز عصر کے بعد بازار میں کام کاج کرتے۔ اور ہر شخص جب اس دن کی روزی کما لیتا تو پھر مسجد کو چلا جاتا۔

چھٹی احتیاط۔ یہ ہے کہ شبہہ کے مال کے قریب نہ جائے۔ اور اگر حرام مال لینے کا ارادہ کرے گا تو فاسق اور گناہگار ہوگا۔ اور جس چیز میں شبہ ہو تو اگر خود صاحب دل ہے تو اپنے دل سے فتویٰ دریافت کرے۔ مفتیوں سے دریافت نہ کرے۔ اور یہ بات نادر ہے۔ اور جس چیز سے دل نفرت اور کراہت کرے اسے نہ خریدے۔ ظالموں اور اُن کے متعلقین سے لین دین نہ کرے۔ کسی ظالم کے ہاتھ مال ادھار فروخت نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ ظالم آدمی مر جائے گا تو قرض خواہ کو رنج و صدمہ ہوگا۔ اور ظالم کے مرنے پر پریشان ہونا اور اس کے دولتمند ہونے پر خوش نہ ہونا چاہیئے۔ وہ چیز ظالم کے ہاتھ فروخت نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ یہ چیز اس کے ظلم میں معاون ہوگی اور اس کے ظلم میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ فروخت کرنے والا بھی اس ظلم میں شریک ہوگا۔ مثلاً ظلم و زیادتی کرنے والوں کے ہاتھ کاغذ فروخت کرے گا تو گناہگار ہوگا۔ غرضیکہ ہر آدمی سے لین دین نہ کرے۔ بلکہ جو شخص لین دین کے لائق ہو اسے تلاش کرے۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جو شخص بازار جاتا کہتا کہ میں کس سے لین دین کروں لوگ کہتے جس سے تیرا دل کرے لین دین کرے کہ سب ہی احتیاط کرنے والے لوگ ہیں پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگ کہتے سب سے لین دین کرو مگر فلاں آدمی سے نہ کرنا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگ جواب دیتے کہ کسی کے ساتھ لین دین نہ کرنا مگر صرف فلاں آدمی سے۔ اب اس بات کا ڈر ہے کہ آئندہ ایسا زمانہ آئے کہ کوئی کسی سے لین دین نہ کر سکے۔ اور یہ ہمارے (امام غزالی) کے زمانہ سے پہلے لوگوں کا

تول تھا ہمارے (امام غزالی علیہ الرحمتہ) کے زمانے میں حالت ہو گئی ہے کہ لین دین کرنے میں لوگوں نے بالکل فرق ہی اٹھا دیا ہے اور لین دین میں دلیر ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ناقص علم اور ناقص دین لوگوں سے جو عوام الناس نے سن رکھا ہے کہ دنیا کا سب مال ایک جیسا ہو چکا ہے اور سب حرام ہے۔ اب احتیاط ناممکن ہے تو یہ ایک بہت غلط بات ان کے ذہن میں بٹھا دی گئی ہے۔ بات یوں نہیں ہے۔ اس کی شرح اس کتاب کے حلال وحرام کے باب میں جو آگے آرہی ہے بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ساتویں احتیاط یہ ہے کہ جس سے بھی لین دین کرے، گفتگو، دینے لینے اور عمل میں اپنا حساب درست اور ٹھیک رکھے اور یہ یقین رکھے کہ قیامت کے دن ایک ایک کام کے بارے میں باز پرس کریں گے اور عدل وانصاف کا مطالبہ ہو گا۔

حکایت:

کسی بزرگ نے ایک تاجر کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس ہزار صحیفہ میرے سامنے رکھا۔ میں نے عرض کی باری تعالیٰ یہ پچاس ہزار صحیفے کن کن کے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے دنیا میں پچاس ہزار افراد سے لین دین کیا۔ یہ ان میں سے ایک سے متعلق اعمال نامہ ہے چنانچہ میں نے ہر صحیفہ میں اول سے آخر تک ہر ایک کے ساتھ کیے ہوئے لین دین کو دیکھا۔ تو مختصر بات یہ ہے کہ اگر کسی کا ایک ٹکہ بھی اس کے ذمے ہو گا تو جس سے اس نے حیلہ و فریب سے لیا ہو گا اس کے عوض پکڑا جائے گا۔ اور کوئی چیز اسے فائدہ نہ دے گی۔ جب تک اس کی ادائیگی سے بری الذمہ نہ ہو گا۔ یہ ہے سلف صالحین کی سیرت اور شریعت کا رستہ جو انہوں نے لین دین میں اختیار کیا ہے۔ سلف صالحین کا یہ طریقہ اب اٹھ چکا ہے۔ اور معاملات اور ان کا علم بھی لوگوں نے اب فراموش کر دیا ہے۔ جو شخص سلف کے ان طریقوں سے ایک طریقہ پر بھی عمل پیرا ہو گا تو اب عظیم کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو احتیاط تم کرتے ہو اس کا دسواں بھی بجا لائے گا تو کفایت کرے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی ایسا کیوں ہو گا۔ فرمایا اس لیے کہ نیک کاموں میں تمہیں مددگار میسر ہیں۔ اس لیے تم پر نیک کام بجا لانا آسان ہے۔ مگر ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا اور وہ غافل لوگوں کے اندر اپنے آپ کو اجنبی اور غریب الدیار تصور کریں گے۔ یہ بات اس بنا پر کہی گئی ہے کہ کوئی نا امید اور مایوس نہ ہو اور یہ کہے کہ اس زمانہ میں کون احتیاط کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس قدر احتیاط ہو سکے وہی بہت ہے۔ بلکہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ ہر طرح کی احتیاط کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی احتیاط سے فقیری اور تنگدستی میں ہی اضافہ ہو گا۔ اور جو مفلسی اور درویشی ابدی بادشاہی کا سبب و ذریعہ بنے اسے برداشت کر لیا جاتا ہے۔ دنیا میں لوگ بے سر و سامان سفر کی تکالیف اور کئی قسم کی ذلت و خواری برداشت کر لیتے ہیں تاکہ بہت سا

سا مال حاصل کر سکیں۔ باوجودیکہ اگر کسی دوسرے ملک میں ان کی موت واقع ہو جائے تو ان کی وہ کوششیں ضائع اور برباد ہو جائیں۔ اور یہ کوئی مشکل اور بڑی بات نہیں ہے کہ انسان آخرت کی بادشاہی حاصل کرنے کے لیے وہ معاملہ جس کے متعلق وہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس سے نہ کریں خود بھی دوسروں کے لیے روا نہ رکھے۔ واللہ اعلم۔

چوتھی اصل حلال و حرام اور شبہ کی پہچان

یہ بات جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ — رزق حلال کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور تو اس وقت تک حلال کی تلاش نہیں کر سکتا جب تک یہ نہ جانے کہ حلال کیا ہوتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور دونوں کے درمیان مشکل اور پیچیدہ شبہات ہیں جو شخص ان شبہات کے گرد گھومے گا خطرہ ہے کہ حرام میں جا پڑے یہ بڑا وسیع علم ہے۔ ہم نے احیاء العلوم میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جو کسی اور کتاب میں نہیں مل سکتی۔ اس کتاب میں ہم ان مسائل کی اتنی ہی مقدار بیان کریں گے جو عوام کی استعداد کے مطابق ہو۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ چار بابوں میں اس کی شرح بیان کرتے ہیں۔

باب اول طلب حلال کی فضیلت و ثواب میں۔ دوسرا باب حلال و حرام میں درجات ورع کے بیان میں۔ تیسرا باب حلال کی تجسس و تلاش اور اس کے متعلق دریافت کرنا۔ چوتھا باب شاہی وظیفے اور بادشاہ سے میل جول کے بیان میں۔

پہلا باب حلال طلب کرنے کے ثواب اور فضیلت کے بیان میں

اے عزیز جان لے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط — اے گروہ انبیاء رزق حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

یعنی اے گروہ انبیاء جو کچھ کھاؤ حلال اور پاک کھاؤ اور جو کام بھی کرو اچھا اور شائستہ ہی کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر فرمایا ہے۔ کہ حلال کی تلاش تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص مسلسل چالیس روز حلال کھائے کسی حرام چیز کی آمیزش نہ ہونے دے۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں حکمت و دانائی کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے دل سے دنیا کی محبت و دوستی دور کر دیتا ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بزرگ صحابہ کرام میں سے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ

تعالیٰ میری ہر دعا قبول کر لیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ حلال خوراک کھایا کرو تاکہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کھانا اور کپڑا حرام کا ہوتا ہے یہ لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے ہیں مگر ان کی دعا کیسے قبول ہو۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ بیت المقدس میں خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر شب آواز دیتا ہے کہ جو حرام کھاتا ہے خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ سنت۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جو شخص دس درہم سے کپڑا خریدے ان میں ایک درہم حرام کا ہو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جس کا گوشت حرام خوراک سے بنا ہو آتش دوزخ اس کے زیادہ لائق ہے۔ اور آپ کا ایک ارشاد مبارک یہ ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ مال کہاں سے ہاتھ آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے بارے میں بھی پرواہ نہیں کرتا کہ کس جگہ سے اسے دوزخ میں ڈال دے۔ اور آپ نے فرمایا ہے عبادت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے طلب حلال میں ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جو شخص تلاش حلال میں تھک کر رات کو گھر آتا ہے اسے سونے سے پہلے بخش دیا جاتا ہے۔ اور صبح جب اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ حرام سے بچتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ ان سے حساب لوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سود کا ایک درہم مسلمان ہو کر تیس بار زنا کرنے سے زیادہ برا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص حرام مال سے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقے کو قبول نہیں فرماتا۔ اور جو مال جمع کر کے رکھے گا وہ اس کا توشہ دوزخ بنے گا۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کے ہاتھ سے دودھ پی لیا بعد میں آپ کو خیال آیا کہ یہ دودھ حلال طریقہ سے حاصل نہیں کیا گیا۔ انگشت مبارک حلق میں ڈال کر قے کر دیا۔ اور آپ کو اس قدر خوف و ڈر پیدا ہوا کہ روح پرواز کر جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اور آپ نے عرض کی بار خدایا میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں اس سے جو میری رگوں میں باقی رہ گیا ہے قے کے ذریعے باہر نہیں نکلا۔

اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا جب ایک دفعہ غلطی سے صدقے کا دودھ آپ کو لوگوں نے پلا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تو اس قدر کثرت سے نمازیں پڑھے کہ تیری کمر ٹیڑھی ہو جائے۔ اور اس قدر روزے رکھے کہ سوکھ کر بال کی طرح پتلا ہو جائے۔ تو بھی کچھ فائدہ نہ ہو گا اور اس نماز روزے کو قبول نہ کریں گے جب تک تو حرام سے پرہیز نہ کرے۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی پیشاب سے ناپاک کپڑا دھوئے تاکہ اور زیادہ ناپاک ہو جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نیکی خدا تعالیٰ کا خزانہ ہے اس کی چابی دعا اور اس چابی کے دندانے

لقمہ حلال ہے۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی شخص بھی ایمان کی حقیقت ... نہیں پا سکتا مگر چار چیزوں کے ذریعے۔ (۱) سنت کے مطابق سب فرائض ادا کرے۔ ۲۔ پرہیزگاری کی شرط کے مطابق رزق حلال کھائے۔ ۳۔ تمام ناشائستہ حرکات و افعال سے ظاہر و باطن میں دست کش ہو جائے۔ ۴۔ موت تک اسی حالت میں رہے بزرگوں نے فرمایا ہے جو شخص چالیس روز شبہے کا کھانا کھاتا ہے اس کا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شبہے کا ایک درہم جو اس کے مالک کو واپس کر دوں وہ میرے نزدیک ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے ساتوں اعضا نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ نافرمانی میں مبتلا ہونا چاہیے یا نہ چاہے۔ اور جو شخص حلال کھاتا ہے اس کے اعضا نیک کام میں لگے رہتے ہیں اور اس کو خیر کی ترغیب نصیب ہوتی ہے۔ اس بارے میں احادیث و روایات بہت وارد ہوتی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل ورع اس سلسلے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے ان اہل ورع میں سے ایک حضرت وہب بن الورد ہوئے ہیں۔ آپ کا دستور تھا کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے جب تک یہ نہ جان لیتے کہ کہاں سے آئی ہے۔ ایک دن آپ کی ماں نے آپ کو دودھ کا پیالہ دیا آپ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے اس کی قیمت کس نے ادا کی ہے۔ اور کس سے خریدا ہے۔ جب سب کچھ دریافت فرمالیا تو پوچھا یہ بکری کہاں چرتی ہے۔ پتہ چلا کہ جہاں چرتی تھی وہ مسلمانوں کا حق تھا۔ اور دودھ نہ پیا۔ ماں نے فرمایا پی لے اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے آپ نے فرمایا میں نہ پیوں گا اگرچہ اللہ تعالیٰ رحمت ہی کرے۔ کہ اس صورت میں میں اس کی رحمت تک اس کی نافرمانی سے پہنچوں گا۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا آپ کہاں سے کھاتے ہیں اور آپ بہت احتیاط کرتے تھے۔ فرمایا جہاں سے دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔ لیکن فرق ہے اس کے درمیان جو کھاتا ہے اور روتا ہے اور اس کے درمیان جو کھاتا ہے اور ہنستا ہے۔ اور آپ فرماتے تھے اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ انسان ہاتھ سمیٹے اور لقمے کم کھائے۔ یعنی اصل چیز یہ ہے کہ انسان حرام خوراک سے پرہیز کرے۔

دوسرا باب حلال و حرام میں ورع و پرہیزگاری کے درجات

اے عزیز یہ بات جان کہ حلال و حرام میں بہت درجے ہیں۔ سب کا ایک ہی درجہ نہیں۔ ایک چیز حلال ہوتی ہے اور ایک حلال بھی ہوتی ہے اور پاک بھی اور ایک چیز پاک تر اسی طرح حرام میں بعض سخت حرام اور بہت پلید اور ایک چیز کم ناپاک ہوتی ہے۔ جس طرح وہ بیمار جسے گرمی نقصان دہ ہو تو جو چیز بہت زیادہ گرم ہو وہ اُسے زیادہ نقصان دے گی۔ اور گرم اشیاء کے بھی مختلف درجات ہیں۔ کہ شہد کی گرمی شکر کی گرمی کی طرح نہیں۔ یہی حال حرام کا ہے اور مسلمانوں کے طبقات و گروہ حرام و شبہ سے بچنے میں پانچ درجوں میں منقسم ہیں۔

پہلا درجہ - عادل شخص کا پرہیز ہے - اور یہ عام مسلمانوں کا پرہیز و تقویٰ ہے - کہ جن چیزوں کو ظاہر فتویٰ حرام قرار دیتا ہے اس سے بچتے ہیں - یہ پرہیز گاری کا سب سے نیچے کا درجہ ہے - اور جو اس درجے کی پرہیز گاری بھی قائم نہ رکھے اس کی عدالت باطل ہے اور اسے فاسق و نافرمان کہیں گے - پھر اس کے بھی کئی درجے ہیں - کہ جو شخص دوسرے کا مال عقد فاسد کے ذریعے حاصل کرے مگر مالک کی رضامندی سے کھائے اگرچہ یہ بھی حرام ہے مگر اس کے مقابلے میں جو دوسروں کا مال غصب کر کے کھائے حرام تر ہے - اور یتیم یا فقیر محتاج سے چھین کر کھائے تو سخت ترین حرام اور بہت ہی برا ہے - اور عقد فاسد اگر سود کے طور پر ہو تو سب سے زیادہ بڑھ کر حرام و نجس ہے - اگرچہ حرام کا اطلاق سب پر ہوتا ہے - اور جو زیادہ حرام ہوگا اس میں آخرت کا خطرہ بھی زیادہ ہوگا - اور اس سے معافی کی امید بہت کم ہے - جس طرح وہ بیمار جو شہد کھائے اس کی موت کا خطرہ قند و شکر کھانے والے بیمار سے زیادہ ہے - اور اگر زیادہ مقدار میں کھائے تو خطرہ اور زیادہ بڑھ جائے گا - اور اس بات کی تفصیل کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا پورے طور پر اسے معلوم ہوتا ہے جو علم فقہ پڑھے - فقہی تفصیلات کا جاننا سب لوگوں پر واجب و لازم نہیں - کیونکہ جس شخص کا ذریعہ معاش نہ مال غنیمت سے ہو اور نہ جزیہ سے اسے غنائم اور جزیہ کے مسائل جاننے کی کیا ضرورت ہے - ہاں ہر شخص پر اتنی مقدار مسائل جاننا ضروری ہے - جس کی اسے حاجت و ضرورت ہے، جب کسی کا ذریعہ معاش تجارت ہو تو اسے تجارت کے مسائل سیکھنا ضروری ہیں - اور اگر اس کی روزی کا ذریعہ محنت مزدوری ہے تو اجارہ کے مسائل کا سیکھنا اس پر واجب و لازم ہے - اور ہر پیشے کا الگ علم ہے - انسان نے جو پیشہ بھی اختیار کیا ہو اس کا علم سیکھنا واجب ہے -

دوسرا درجہ نیک لوگوں کا ورع ہے - جنہیں صالحین کہا جاتا ہے - اور ورع و تقویٰ یہ ہے کہ جس چیز کو مفتی حرام نہ کہے مگر یہ کہے کہ اس میں شبہ ہے اس سے بھی ہاتھ کھینچ لیتے ہیں - اور شبہ کی تین قسمیں ہیں - ایک وہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے - اور ایک وہ ہے جس سے پرہیز واجب تو نہیں البتہ مستحب ضرور ہے - جس سے بچنا ضروری ہے - اصل سے پرہیز کرنا اول درجہ کا پرہیز ہے - اور دوسری قسم سے بچنا درجہ دوم کا پرہیز ہے - تیسری قسم وہ جس سے پرہیز کرنا محض وسوسہ ہوتا ہے - یہ پرہیز بے کار ہے - جس طرح کوئی شخص شکار کا گوشت نہ کھائے اور کہے شاید یہ شکار کسی کی ملک ہو - اور اس سے بھاگ آیا ہو یا مانگے ہوئے مکان سے باہر نکل جائے اور کہے شاید اس کا مالک مر گیا ہو - اور وارث کی ملک ہو گیا ہو - ایسی باتوں پر جب تک دلیل صریح قائم نہ ہو محض وسوسہ بے کار ہیں -

ورع کا تیسرا درجہ - پرہیزگار لوگوں کا ورع ہے - جن کو دوسرے الفاظ میں متقی کہتے ہیں - اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو چیز نہ حرام ہو نہ شبہ والی بلکہ مطلق حلال ہو اس سے بھی اس خطرے کے تحت پرہیز کیا جائے کہ کہیں شبہے یا حرام میں مبتلا نہ ہو جائے - کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - بندہ متقی لوگوں کے درجہ تک نہیں پہنچتا جب تک اس چیز سے بھی نہ بچے جس میں کوئی خطرہ نہ ہو اس خطرہ کی بنا پر کہ کہیں خطرہ والی چیز کا مرتکب نہ ہو جائے -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دس حلال چیزیں چھوڑ دیں اس ڈر کے مارے کہ کہیں حرام میں نہ جا پڑوں اسی بنا پر نیک لوگوں کا دستور تھا کہ اگر کسی سے سو درہم لینے ہوتے تھے تو اس سے ایک کم سو لیتے تھے۔ کہ کہیں زیادتی نہ ہو جائے۔

علی بن معبد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک روز میں نے خط لکھا اور ارادہ کیا کہ دیوار سے مٹی لے کر اسے خشک کر دوں۔ پھر خیال آیا کہ دیوار میری ملک نہیں۔ اس لیے مجھے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ پھر دل میں کہا اتنی تھوڑی سی مٹی لینے میں کیا گناہ ہے۔ تو تھوڑی سی مٹی لے کر ڈال لی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کچھ کہہ رہا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ خاک دیوار کی کوئی حیثیت نہیں (اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں) انہیں کل قیامت کو اس کا انجام معلوم ہوگا۔ جو لوگ پرہیزگاری کے اس درجہ میں ہوتے ہیں۔ وہ تھوڑی اور معمولی چیز سے اس بنا پر پرہیز کرتے ہیں کہ ممکن ہے اگر ایسا کیا تو زیادہ لینے کی عادت پڑ جائے۔ اور زیادہ کرنے کا راستہ کھل جائے دوسرے اس لیے تاکہ آخرت میں متقی لوگوں کے درجہ سے نہ گر جائیں۔ اور اسی احتیاط کی بنا پر یہ واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ جب کہ آپ بچے تھے صدقے کے مال سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کَخْ کَخْ اَلْقِهَا ‏ نکالو نکالو تھوکو۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دفعہ مال غنیمت میں مشک لائی گئی۔ تو آپ نے ناک بند کر لی اور فرمایا کہ اس کا نفع تو اس کی خوشبو سونگھنا ہی ہے۔ اور یہ سب مسلمانوں کا حق ہے۔ میں اکیلا اس سے نفع اٹھانے کا مجاز نہیں۔ بزرگان دین میں سے کوئی بزرگ کسی بیمار کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا جب حکم الٰہی آ گیا اور وہ بیمار فوت ہو گیا تو اس بزرگ نے چراغ گل کر دیا۔ اور فرمایا اب اس تیل میں وارث کا حق بھی داخل ہو گیا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کی مشک اپنے گھر میں رکھی ہوئی تھی تاکہ آپ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا اسے مسلمانوں کے پاس فروخت کر دیں۔ ایک روز آپ گھر تشریف لائے تو آپ کو بیوی کے دوپٹے سے مشک کی خوشبو آئی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ بیوی صاحبہ نے جواب دیا میں خوشبو تول رہی تھی اس سے میرے ہاتھ کو لگ گئی وہ میں نے دوپٹے سے مل لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپٹہ ان کے سر سے اتار کر دھوتے اور پھر سونگھتے اور مٹی سے ملتے اس وقت تک اسے دھونے سے چھوڑا جب تک خوشبو بالکل ختم ہو گئی۔ پھر وہ دوپٹہ استعمال کے لیے بیوی کو دیا اگرچہ اس قدر خوشبو کا لگ جانا قابل گرفت عمل نہ تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بالکل دروازہ بند ہو جائے تاکہ وہ کسی دوسری برائی تک نہ پہنچا دے۔ اور نیز حرام میں گرفتار ہونے کے ڈر سے حلال کو چھوڑ دیا جائے یہ اور

متقی لوگوں کا ثواب بھی حاصل ہو۔

اور لوگوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کوئی شخص مسجد میں ہو اور اس میں بادشاہ کے مال سے اگربتی وغیرہ خوشبو کے لیے جلائے تو درست ہے آپ نے فرمایا وہاں سے (مسجد سے) باہر آجانا چاہیئے تاکہ خوشبو نہ سونگھے۔ اور یہ بات حرام کے نزدیک ہے۔ کیونکہ اس قدر خوشبو جو ان کے کپڑوں میں لگ گئی ہے۔ یہی تو مقصود ہے۔ اور شاید کہ اس بات کو معمولی اور آسان تصور کریں۔

اور لوگوں نے حضرت سے دریافت کیا کہ اگر کسی شخص کو ایسا کاغذ ملے جس میں احادیث درج ہوں مالک کی اجازت کے بغیر اس سے نقل کرتا ہے آیا اس کی اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی اجازت نہیں۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے آپ پیار کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بنے تو اس عورت کو طلاق دے دی اس ڈر سے کہ شاید کسی بارے میں سفارش کرے اور تعلق و پیار کی وجہ سے آپ اس کی سفارش مسترد نہ کر سکیں۔

جان لے کہ ہر مباح چیز جو انسان کو زینت دنیا کی طرف راغب کرے یہ اس لیے ہوتا ہے کہ جب بندہ اس کام میں مشغول ہوتا ہے۔ تو وہ کام اُسے ایک دوسرے کام میں مصروف کر دیتا ہے۔ بلکہ جو شخص حلال بھی سیر ہو کر کھاتا ہے۔ متقی لوگوں کے درجہ سے محروم ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب حلال سیر ہو کر کھاتا ہے تو شہوت و خواہش میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ اور اس بات کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ ناشائستہ حرکات کے خیالات دل میں آنا شروع ہو جائیں اور اس بات کا خطرہ بھی لاحق ہو جاتا ہے کہ نظر میں کجی پیدا ہو جائے اور اہل دنیا کے مال، ان کے محلات اور باغات کو دیکھنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ بات حرص دنیا کو تیز کرتی ہے اور دنیا کی طلب و تلاش میں ڈال دیتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ حرام تک پہنچا دیتی ہے۔ اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا کی محبت تمام گناہوں کی سردار ہے اور اس محبت سے آپ نے مباح دنیا کی محبت مراد لی ہے یہ محبت انسان کے دل کو دنیا کی طرف کھینچتی ہے یہاں تک کہ یہ زیادہ دنیا طلبی میں مبتلا کرتی ہے اور زیادہ دنیا طلبی نافرمانی اور معصیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور یہ محبت ذکر الٰہی کو دل میں ٹھہرنے نہیں دیتی۔ اور تمام بدبختیوں کا سرچشمہ یہ بات ہے کہ دل پہ خدا تعالیٰ سے غفلت کا غلبہ ہو جائے اور اس وجہ سے ایک دفعہ یہ ہوا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو ایک صاحب علم بزرگ تھے ایک مکان کے دروازے پہ سے گزرے جو آدمی آپ کے ساتھ تھا اس نے اس مکان کو دیکھنا شروع کر دیا آپ نے اسے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم لوگ اگر دنیاداروں کی ان چیزوں کو نہ دیکھو تو یہ لوگ اس طرح کے اسراف میں نہ پڑیں۔ پس تم لوگ بھی ان کے اس اسراف کے گناہ میں شریک ہو۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیوار اور گھر کے گچ قلعی کرنے کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا

زمین یعنی فرش کا گچ کرنا تو درست ہے تا کہ مٹی نہ اڑے لیکن دیوار کا گچ کرنا مکروہ جانتا ہوں کہ زینت و آرائش میں داخل ہے۔ بزرگان سلف نے یوں فرمایا ہے کہ جس کا لباس تنگ و باریک ہوتا ہے اس کا دین بھی تنگ ہوتا ہے۔ یعنی ضعیف و کمزور ہوتا ہے۔ خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ حلال و پاک سے بھی ہاتھ کھینچ کر رکھے تا کہ حرام میں نہ جا پڑے۔

چوتھا۔ صدیق لوگوں کا ورع ہے۔ یہ لوگ اس حلال سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو حرام تک پہنچانے کا ذریعہ نہ ہو۔ مگر اس کے ذرائع حصول میں سے کوئی ذریعہ حرام و معصیت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے قریب بھی نہیں آتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ بادشاہ کی کھدوائی ہوئی نہر سے پانی نہیں پیتے تھے اور حاجیوں کا ایک گروہ ایسا ہوتا تھا کہ سفر حج میں بادشاہوں کے بنوائے ہوئے حوضوں سے پانی نہیں پیتا تھا۔ اور ایسے پاک لوگ بھی ہوتے تھے جو اس باغ کے پھل نہ کھاتے تھے جسے بادشاہ کی کھدوائی ہوئی نہر کا پانی دیا جاتا تھا۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھ کر کپڑے سینے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور مسجد میں بیٹھ کر کسی قسم کے کام کرنے کو اچھا نہ جانتے تھے۔ اور قبر کے گنبد میں بیٹھ کر رسیاں بٹنے کو بھی مکروہ جانتے تھے۔ اور فرماتے تھے قبرستان آخرت کے لیے ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ کسی کے غلام نے بادشاہ کے گھر سے چراغ جلایا غلام کے مالک نے وہ چراغ بجھا دیا۔ ایک رات ایک بزرگ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس وقت نزدیک سے شاہی مشعلیں گزر رہی تھیں آپ نے ان کی روشنی میں تسمہ درست کرنا اچھا نہ جانا۔ ایک پارسا عورت سوت کات رہی تھی۔ اتفاق سے سلطانی روشن مشعلیں اسکے پاس سے گزریں تو اس نے سوت کاتنا ترک کر دیا تا کہ اس کی روشنی میں کوئی تاگہ نہ کتنے پائے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ گرفتار کیے گئے۔ چند روز بھوکے رہے ایک پارسا عورت نے جو آپ کی مریدتھی۔ اپنے حلال سوت کے پیسوں سے کھانا پکا کر بھیجا۔ آپ نے نہ کھایا۔ اس عورت نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کچھ میں نے آپ کے پاس بھیجا حلال تھا اور آپ بھوکے تھے۔ آپ نے وہ کھانا کیوں نہ کھایا۔ آپ نے فرمایا وہ کھانا ظالم کے طباق میں ڈال کر میرے پاس آیا۔ کیونکہ وہ طباق جیلخانہ کے محافظ کے ہاتھ کا تھا۔ میں نے اس وجہ سے پرہیز کیا۔ میں نے خیال کیا کہ ظالم کی قوت سے مجھ تک پہنچا ہے۔ شاید وہ قوت حرام سے حاصل ہوئی ہو۔ اور یہ اس باب میں پرہیزگاری کا عظیم ترین درجہ ہے۔ اور جو شخص اس کی تحقیق سے ناواقف ہو ممکن ہے اس کے دل میں وسوسہ آئے اور وہ کسی فاسق کے ہاتھ سے کوئی چیز نہ کھائے۔ لیکن اصل یہ بات ہے کہ کسی ظالم سے کوئی چیز نہ کھائے۔ کیونکہ وہ حرام کھاتا ہے اور اس کی قوت بھی حرام سے ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص زنا کرتا ہے اس کی قوت زنا سے نہیں ہوتی۔ پس طعام کے پہنچنے کا سبب وہ قوت نہیں ہوتی جو حرام سے ہو۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک چشمہ پر پہنچا وہاں

اگی ہوئی گھاس دیکھی۔ میں نے دل میں کہا میں یہ گھاس بھی کھاؤں گا اگر مجھے حلال کھانے کی خواہش ہے۔ عین اس وقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ وہ قوت جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا کہاں سے آئی تھی۔ میں پشیمان ہوا تو بردا استغفار کی صدیق لوگوں کا درجہ یہ ہوتا ہے۔ وہ ایسی احتیاطوں میں اس قدر باریک بینی سے کام لیتے تھے۔ لیکن اب اس کی جگہ لوگ کپڑے دھونے اور پاک پانی تلاش کرنے میں احتیاط کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے نزدیک یہ باتیں آسان تھیں وہ ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے اور جو پانی میسر آجاتا ہے اس سے وضو و طہارت کر لیتے تھے۔ لیکن یہ ظاہری طہارت جسم کی آرائش اور لوگوں کی نظارہ گاہ ہے۔ اس میں نفس کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ وہ مکر و فریب سے بندہ مومن کو اس میں مصروف کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ طہارت جسے صدیق لوگ اختیار کرتے ہیں باطن کی طہارت اور خدا تعالیٰ کے نظارے کی جگہ ہے۔ اسی وجہ سے دشوار اور مشکل ہے۔

پانچواں درجہ مقرب و موحد لوگوں کا ورع و تقویٰ ہے۔ کہ جو چیز بھی خدا تعالیٰ کے لیے نہ ہو۔ چاہے وہ کھانے سے تعلق رکھتی ہو یا سونے اور گفتگو کرنے سے سب کچھ حرام تصور کرتے ہیں۔ اور یہ وہ قوم ہے جو ایک ہی ہمت اور صفت کے مالک ہوتے ہیں۔ اور حقیقت میں پکے توحید پرست یہی لوگ ہیں۔

حکایت :

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے۔ کہ آپ نے دوا کھائی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے عرض کی آپ گھر میں ہی چند قدم ٹہل لیں (تاکہ آپ کی صحت بہتر ہو جائے) آپ نے جواب دیا میرے پاس اس طرح چلنے پھرنے کی کوئی وجہ (جواز) نہیں۔ اور تیس سال سے میں اپنا محاسبہ کر رہا ہوں کہ جو کچھ کروں صرف دین کی خاطر کروں کسی اور نیت سے کچھ نہ کروں۔ پس اس مقرب قوم کا دستور ہے کہ جب تک دینی نیت ملحوظ نہ ہو کچھ حرکت نہیں کرتے۔ اگر کھانا کھاتے ہیں تو صرف اتنی مقدار میں جس سے عقل اور زندگی برقرار رہے اور تاکہ عبادت الٰہی بجا لا سکیں۔ اگر زبان پر کوئی بات لاتے ہیں تو وہ بھی دین کی بات ہی ہوتی ہے اس کے سوا جو کچھ ہوتا ہے۔ اسے اپنے اوپر حرام جانتے ہیں۔ یہ ہیں ورع و پرہیزگاری کے درجے۔ اور کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیئے کہ تو ان باتوں کو سنے اور جانے تاکہ تجھے اپنی کوتاہی کا احساس ہو۔ اور اگر تو چاہے کہ ورع کا پہلا درجہ ہی حاصل کرے جو کہ عادل مسلمانوں کا درجہ ہے تاکہ تجھ پر فسق کا اطلاق نہ ہو۔ تو تو اس کے حاصل کرنے سے بھی عاجز رہتا ہے۔ اور جب اس سے متعلق باتیں کرنے لگتا ہے تو بہت لمبی چوڑی باتیں کرتا ہے۔ اور سب عالم ملکوت کی باتیں کرتا ہے۔ اور ظاہری شرع کی باتوں سے تجھے شرم آتی ہے۔ بلکہ تو چاہتا ہے کہ سب پراگندہ اور بڑی بڑی اونچی باتیں کرتا رہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا بدترین ہیں وہ لوگ جن کے جسم آرام و نعمت میں ہیں۔ اور مرغن پر تکلف کھانے کھاتے اور عمدہ و نفیس لباس زیب تن کرتے ہیں اور پھر جب منہ کھولتے ہیں تو بڑی بڑی اونچی باتیں کرتے۔ (یعنی صرف گفتار کے غازی ہیں کردار کے غازی نہیں ہیں) اللہ تعالیٰ

ہم سب کو ان لوگوں کی آفات سے محفوظ رکھے۔

تیسرا باب حلال و حرام میں فرق و امتیاز کرنے اور اس کی جستجو میں:

جان لے کہ ایک گروہ نے یہ گمان کر لیا ہے۔ کہ دنیا کا سب مال یا بیشتر مال حرام ہے۔ اور یہ لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ۱۔ وہ لوگ جن پر احتیاط ورع کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ان کا قول ہے کہ ہم گھاس پات جو جنگل وغیرہ میں اگتی ہے اور مچھلی اور شکار کے گوشت کے سوا اور کچھ نہ کھائیں گے۔ ۲۔ وہ لوگ ہیں جن پر شہوت ولغویت سوار ہو چکی ہے وہ کہتے ہیں کسی چیز میں کچھ فرق کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب چیزیں کھانی درست ہیں۔ ۳۔ وہ لوگ ہیں جو اعتدال کے بہت قریب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کھانو سب کچھ لینا چاہیئے مگر بوقت ضرورت۔ لیکن ان تینوں قسم کے لوگ قطعاً خطا پر ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ قیامت تک ہمیشہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر۔ اور شبہات ان دونوں کے درمیان ہیں۔ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور یہ جو لوگ سمجھ رہے ہیں کہ دنیا کا اکثر مال حرام ہے غلطی پر ہیں۔ کیونکہ مال حرام کا وجود تو ضرور ہے مگر اکثر اور بیشتر حرام نہیں۔ یہ امر واضح ہے کہ "بہت اور بہت زیادہ" میں فرق ہے جیسے بیمار، مسافر اور فوجی لوگ بہت ہیں۔ مگر بہت زیادہ نہیں اسی طرح ظالم بہت ہیں مگر مظلوم لوگ بہت زیادہ ہیں۔ اور اس غلطی کی وجہ ہیں نے کتاب احیاء العلوم میں پوری شرح سے بیان کر دی ہے۔ اس بات کی اصل حقیقت یہ ہے کہ تجھے پتہ ہونا چاہیئے۔ کہ لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ صرف وہ چیز کھائیں جو علم الٰہی میں حلال ہے۔ کیونکہ یہ جاننے کی کسی میں طاقت نہیں۔ بلکہ یہ حکم ہے کہ وہ چیز کھائیں جس کے متعلق ان کو گمان ہو کہ حلال ہے۔ یا اس کا حرام ہونا ظاہر نہ ہو۔ اور یہ بات ہمیشہ آسانی سے میسر آسکتی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے وضو کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی کے مٹکے سے وضو کیا۔ اور اگر وہ پیاسے ہوتے تو اس پانی پی بھی لیتے اور پلید اور ناپاک چیز کا کھانا پینا تو حلال نہیں ہوتا۔ اور غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ ناپاک ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خمر نوشی کرتے اور مردار کھاتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کو اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ تھا اس لیے اسے پاک جانتے ہوئے استعمال کر لیا اور صحابہ کرام جس شہر میں بھی تشریف لے جاتے وہاں سے کھانا خریدتے اور ان سے لین دین کرتے، حالانکہ ان شہر والوں میں چوری چکاری کرنے والے، سود خوار اور شراب فروشی ہر قسم کے لوگ ہوتے۔ لیکن صحابہ کرام ان سے دنیا کا مال لینے میں ہاتھ نہ کھینچ لیتے۔ اور سب کو برابر بھی خیال نہ کرتے۔ اور بقدر ضرورت چیزوں پر کفایت کرتے۔ پس چاہیئے کہ تو یہ بات جانے کہ لوگ تیرے حق میں چھ قسم ہیں۔

قسم اول۔ وہ لوگ ہیں جن کے بارے تجھے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ نیک ہیں یا برے۔ جس طرح کہ تو کسی شہر میں مسافر بن کر جائے۔ تو تیرے لیے جائز ہے کہ جس سے بھی چاہے کھانا کھالے اور معاملہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ اس کے

پاس ہے ظاہر یہی ہے کہ وہ اس کی اپنی چیز ہے۔ اور اس کی حلت کے لیے صرف اتنی دلیل کافی ہے اور سوائے ایسی علامت کے جو اس کا حرام ہونا ظاہر کرے اس سے معاملہ باطل نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بارے میں توقف کرے۔ اور ایسے شخص کو تلاش کرے جو اس کا نیک ہونا بتائے تو اس کی اس طرح کی احتیاط بھی ورع میں داخل ہے اور مستحسن ہے واجب وضروری نہیں۔

دوسری قسم۔ وہ لوگ ہیں جن کا اچھا ہونا تجھے معلوم ہو۔ اس کے مال سے کھانا درست وروا ہے۔ اور اس میں بھی توقف کرنا ورع میں داخل نہیں۔ بلکہ یہ وسوسہ ہے۔ چنانچہ اگر وہ شخص تیرے توقف کی وجہ سے رنجیدہ ہوگا تو تیرے ذمے گناہ اور معصیت لکھی جائے گی۔ کیونکہ اچھے لوگوں کے بارے میں تیرا بدگمانی کرنا گناہ اور معصیت ہے۔

تیسری قسم۔ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تجھے پورا پتہ ہو کہ ظالم ہیں جیسے ترک لوگ اور بادشاہوں کے مقرر کردہ حاکم۔ یا تجھے اس بات کا علم ہو کہ اس کا سارا یا بیشتر مال حرام کا ہے تو اس کے مال سے بچنا ضروری اور واجب ہے۔ مگر یہ کہ تجھے علم ہو کہ یہ مال اس کے پاس حلال جگہ سے آیا ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کے حلال ہونے کی علامت موجود ہے۔ کہ اس چیز پر اس شخص قبضہ جائز ہے غاصبانہ قبضہ نہیں۔

چوتھی قسم۔ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تجھے علم ہو ان کا بیشتر مال حلال ہے۔ لیکن کس قدر حرام کی ملاوٹ سے خالی بھی نہیں جیسے ایک شخص کاشتکار ہو مگر بادشاہ وقت کے پاس بھی کام کرتا ہو۔ یا ایسے تاجر جو لوگوں سے بھی لین دین کرتے ہوں اور بادشاہ سے بھی تو ان کا مال بھی حلال ہے۔ اور جائز ودرست ہے کہ اس سے بیشتر مقدار میں مال لے لے۔ کیونکہ وہ حلال ہے تاہم اس سے پرہیز کرنا ورع وتقوی میں داخل وضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وکیل نے بصرہ سے آپ کو لکھا کہ ایسے لوگوں سے لین دین کرنا پڑتا ہے۔ جو بادشاہوں سے لین دین کرتے ہیں۔ (کیا ان سے لین دین اور معاملہ درست ہے) آپ نے اس کے جواب میں اپنے وکیل کو لکھا کہ اگر یہ لوگ صرف بادشاہوں سے ہی لین دین کرتے ہیں تو تم ان سے لین دین نہ کرو۔ اور اگر اور لوگوں سے بھی معاملہ رکھتے ہو تو پھر تم بھی ایسے لوگوں سے لین دین کر لیا کرو۔

پانچویں قسم۔ وہ لوگ ہیں جن کا ظالم ہونا تجھے معلوم نہ ہو۔ اور اس کے مال کے متعلق بھی تجھے خبر نہ ہو لیکن اتنا ہو کہ اس میں کوئی ظلم کی علامت تجھے نظر آتی ہو جیسے قبا اور کلاہ اور فوجی لوگوں کی شکل وصورت۔ تو یہ ظاہر علامت ہے اس لیے ان کے ساتھ معاملہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال جو تجھے دے رہا ہے وہ کہاں سے لایا ہے۔

چھٹی قسم۔ وہ لوگ ہیں جن میں ظلم کی علامت تو تجھے کچھ نظر نہ آئے البتہ ان میں فسق کی علامت پائی جاتی ہو۔ جیسے وہ ریشمی لباس پہنتا ہو۔ یا سونے کا زیور اور تجھے یہ بھی پتہ ہو کہ یہ شخص شراب پیتا ہے۔ اور نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں صحیح حکم یہ ہے کہ اس کے مال سے بھی پرہیز کرنا واجب وضروری نہیں کہ ان افعال سے مال حرام نہیں

ہو جاتا۔ اور اس سے زیادہ وہم کی گنجائش نہیں کہ یہ شخص ان افعال کو حلال جانتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ حرام مال سے بھی پرہیز نہ کرتا ہو۔ لیکن اس وہم سے اس کے مال کو حرام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ کوئی شخص بھی مکمل طور پر گناہ اور معصیت سے پرہیز نہیں کرتے حلال و حرام کے فرق کرنے میں اس قاعدہ کو نگاہ رکھنا چاہیئے۔ اس نگہداشت کے باوجود اگر حرام چیز کھانے میں آجائے اور پتہ نہ ہو تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ نجاست کی حالت میں نماز جائز نہیں۔ اگر نجاست کہیں لگی ہوئی ہو اور علم نہ ہو تو مواخذہ نہ ہوگا۔ اور بعد میں پتہ چل جائے تو ایک قول کے مطابق اس نماز کی قضا واجب نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عین حالت نماز میں نعلین شریف اتار دیئے اور وہ نماز نہ لوٹائی اور اتارنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ نعلین شریف نجاست سے آلودہ ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ جہاں ہم نے کہا ہے کہ اہل ورع کے لیے پرہیز کرنا ضروری ہے اگرچہ واجب نہیں کہ اس مال والے سے یہ دریافت کیا جائے کہ یہ تو کہاں سے لایا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس تفتیش سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ اور اگر آزمودہ ہو تو اس طرح کی تفتیش حرام ہے۔ کیونکہ تقویٰ احتیاط ہے۔ اور کسی کو آزردہ کرنا حرام ہے۔ بلکہ اس سے نرمی کرے اور کوئی بہانہ کرے اور نہ کھائے۔ اور اگر کوئی چارہ نہ پائے تو کھالے۔ تاکہ وہ شخص رنجیدہ خاطر نہ ہو اور اگر کسی اور سے اس طرح دریافت کرے کہ وہ سن لے تو ایسا کرنا بھی حرام و ناجائز ہے۔ کیونکہ اس فعل تجسس، غیبت اور بدگمانی پائی جاتی ہے۔ اور یہ تینوں فعل حرام ہیں۔ اور احتیاط کی خاطر یہ فعل حلال نہیں ہو سکتا۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں مہمان ہوتے تو کچھ دریافت نہ فرماتے۔ اور کہیں سے کچھ ہدیہ تحفہ آتا تو اس کے متعلق بھی کچھ دریافت نہ کرتے۔ مگر ایسی جگہ دریافت فرما لیتے جہاں کوئی شبہ ظاہر ہوتا۔ اور ابتداء میں جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو جو کچھ لوگ آپ کی خدمت اقدس میں لاتے آپ دریافت فرماتے کہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ ایسا اس لیے کرتے کہ یہ شک کا مقام تھا۔ اور اس سے کوئی رنجیدہ خاطر نہ ہوتا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو اگر بازار میں بادشاہ کا مال لایا جائے یا لوٹ مار کی بکریاں لا کر فروخت کی جاتی ہوں تو اگر یہ پتہ ہو کہ بازار میں بیشتر مال حرام کا ہے تو چاہیئے کہ نہ خریدے جب تک کہ اس کے متعلق دریافت نہ کرے۔ کہ یہ مال کہاں سے اور کس طرح آیا ہے۔ اگر بازار میں زیادہ مال حرام کا نہیں ہے۔ تو بلا تفتیش و دریافت اس کا خریدنا جائز و درست ہے۔ لیکن ورع و تقویٰ کے تحت دریافت کرنا ضروری ہے۔

چوتھا باب بادشاہوں سے وظیفہ لینے اور انہیں سلام کرنے اور ان سے حلال مال لینے کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ جو کچھ شاہانِ زمانہ کے پاس ہوتا ہے۔ اس میں سے جو مال مسلمانوں سے خراج کے طور پر یا جرمانہ یا رشوت کی صورت میں ان سے لیا ہے وہ حرام ہے۔ ہاں ان کے پاس تین قسم کا مال حلال ہے۔ ایک وہ جو مال انہیں کفار سے بطور غنیمت ملا ہو۔ دوسرا وہ مال جو زمینوں سے شرع شریف کے شرائط کے مطابق لیا ہو۔ تیسرا لاوارث مال جس کا

کوئی وارث نہ ہو۔ یہ تینوں قسم کا مال مسلمانوں کے لیے ہے۔ مگر چونکہ ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ ان تین قسم کا مال نادر و کمیاب ہے اور بادشاہوں کے پاس اکثر خراج، جرمانہ وغیرہ کا مال ہی ہوتا ہے۔ اور اس کا لینا جائز نہیں ہوتا۔ جب تک یہ پتہ نہ ہو کہ یہ حلال طریقہ سے آیا ہے۔ یا غنیمت اور جزیہ یا لاوارث لوگوں کے ترکہ میں سے ہے، اس وقت تک شاہانِ زمانہ سے کچھ لینا جائز نہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بادشاہ نے کوئی غیر آباد زمین آباد کی ہو اور اس کی آمدن اسے حلال ہو لیکن اگر اس نے بیگار لی ہوگی تو اس میں شبہے کا دخل ہے اگرچہ حرام نہیں اور وہ اس کی ملک ہوگی۔ اور اگر زمین خریدے تو اس کی ملک ہو جائے گی۔ لیکن جب اس کی قیمت حرام مال سے ادا کرے تو اس میں آجائے گا۔ پس جو شخص بادشاہ سے وظیفہ لیتا ہو۔ اگر ایسی چیز سے لیتا ہے جو خاص بادشاہ کی ملک ہے تو روا اور درست ہے۔ اور اگر ترکوں اور مسلمانوں کے رفاہِ عامہ کے مال میں سے ہے تو وہ وظیفہ حلال نہیں۔ جب تک کہ وظیفہ لینے والے میں مسلمانوں کے مصالح میں سے کوئی مصلحت نہ پائی جاتی ہو۔ جیسے مفتی، قاضی، متولی، اور طبیب۔ مختصر یہ کہ جو لوگ ایسے کام میں مشغول ہوں جس میں عامۃ الناس کی بہتری ہو۔ ان کے لیے جائز ہے۔ اور دین کے طالب علم ایسے ہی لوگوں میں داخل ہیں۔ اور جو شخص کمانے سے عاجز ہے۔ نیز وہ جو محتاج درویش ہے اس کا بھی اس مال میں حق ہے۔ لیکن اہل علم اور دوسرے مذکورہ لوگوں کے لیے اس مال کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ بادشاہ کے مقرر کردہ حکام اور خود سلطان وقت سے دین کے بارے میں مداہنت سے کام نہ لیں۔ اور غلط اور باطل کاموں میں ان سے موافقت نہ کریں۔ اور ان کی ظالمانہ حرکات کے باوجود انہیں پاک وصاف ظاہر نہ کریں بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہ جائیں اور اگر جانے کی ضرورت پیش آئے تو دستور و شرائط شرع شریف کے مطابق جائیں۔ جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

فصل:

معلوم ہونا چاہیئے کہ علماء اور غیر علماء کی سلاطین کے ساتھ تعلقات کے اعتبار سے تین حالتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ لوگ نہ سلاطین، عمال اور حکام کے پاس جائیں اور نہ وہ ان کے پاس آئیں۔ دین کی حفاظت اور سلامتی اسی میں ہے دوسری حالت یہ ہے کہ سلاطین و حکام کے پاس جائیں اور انہیں سلام کریں یہ شریعت میں بہت مذموم ہے۔ ہاں کسی خاص ضرورت کے تحت ہو تو حرج نہیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظالم امراء کے حالات بیان فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص ان سے دور رہے نجات پائے گا۔ اور جو ان سے مل کر دنیا کی حرص میں مبتلا ہوگا۔ وہ ان میں شمار ہوگا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ظالم سلاطین ہوں گے جو شخص ان کے ظلم و جھوٹ کو عدل تصور کرے گا اور ان سے راضی اور خوش ہوگا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔ اور روزِ قیامت اسے میرے حوض کوثر کا راستہ نہ ملے گا۔ اور آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ دشمن وہ علماء ہیں جو امراء کے پاس جائیں اور سب سے بہتر امراء وہ ہیں جو علماء کے پاس جائیں۔ اور آپ نے

یہ بھی فرمایا ہے کہ علماء پیغمبروں کے امین ہیں۔ جب تک کہ وہ امراء سے میل جول اور تعلقات نہ رکھیں۔ اور جب ان سے میل جول اور تعلقات قائم کریں گے تو وہ انبیاء کی امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ ایسی حالت میں ان سے دور رہنا۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سلاطین کی درگاہ سے دور رہ کہ ان کی دنیا سے تجھے جو کچھ ملتا ہے اس سے زیادہ تیرا دین برباد ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ دوزخ میں ایک جگہ ہے کہ اس میں سوائے علماء کے نہ ڈالا جائے گا جو امراء کی زیارت جو جاتے ہیں۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امراء کا علماء اور پارسا لوگوں سے دوستی رکھنا ان کے نفاق کی دلیل ہے۔ اور علماء و پارسا لوگوں کا دولتمند سے دوستی رکھنا ان کے ریاکار ہونے کی دلیل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک انسان ایسا ہوتا ہے کہ دین کے ساتھ بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور بے دین ہو کر اس کے پاس سے واپس آتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح ہوتا ہے فرمایا جاکر بادشاہوں کی خوشنودی اس کام میں تلاش کرتا ہے جس میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ عالم شخص جس قدر بادشاہ کے قریب ہوتا ہے۔ اسی قدر خدا تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ اور حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ علماء جو بادشاہوں کی خوشامد کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں جوئے بازوں کی نسبت لوگوں کو ان علماء سے زیادہ نقصان اور ضرر پہنچتا ہے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نجاست اور گندگی پہ بیٹھی ہوئی مکھی اس عالم سے بہتر ہے جو بادشاہوں کے دربار میں جائے۔

فصل:

جاننا چاہیئے کہ اس بارے میں اس قدر شدت و سختی کا سبب یہ ہے کہ جو شخص بھی بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ کردار گفتار اخاموش رہنے یا اعتقاد میں کسی نہ کسی نافرمانی کے خطرے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کردار میں نافرمانی تو یہ ہوتی ہے کہ بادشاہ کا گھر غالب یہی ہے خدا کا غضب نازل ہونے کی جگہ ہے اور ایسی جگہ جانا ٹھیک نہیں۔ اور گھر کے بجائے صحرا میں بادشاہ قیام پذیر ہو اور وہاں خیمہ اور فرش کا اہتمام کر رکھا ہو تو ان کی یہ چیزیں حرام کی ہوتی ہیں۔ تو نہیں چاہیئے کہ انسان وہاں جائے اور اس فرش پر قدم رکھے۔ اور اگر بادشاہ باغ زمین پر فروکش ہو اور خیمہ و فرش کا اہتمام نہ کیا ہو تو ایسی جگہ بھی اس کی بارگاہ میں سر نیچے کیے ہوئے حاضر ہونا، اس کی خدمت کرنا اور ظالم کی تواضع کا مرتکب ہونا بھی غیر مناسب اور منع ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص دولتمند کی تواضع اس کے دولتمند ہونے کی وجہ سے کرے اگرچہ وہ دولتمند ظالم نہ ہو تو انسان کے دین کا ایک حصہ برباد ہو جاتا ہے۔ اسے صرف سلام کرنا مباح اور جائز ہے۔ اس کے ہاتھ کو بوسہ دینا۔ اس کے آگے جھکنا، سر نیچے کرنا سب ممنوع اور نامناسب ہے۔ ہاں اگر سلطان عادل ہو یا عالم دین

ہو یا دین کی بنا پر تواضع کرے تو درست امر ہے۔ اور بعض سلف صالحین نے اس بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور ظالموں کو سلام کا جواب دینا بھی روا نہیں رکھا۔ تاکہ ان کے ظلم کی وجہ سے ان کی عزت کے بجائے ان کی اہانت ہو۔

لیکن بادشاہ سے گفتگو کرنے میں معصیت اور گناہ یہ ہے۔ کہ اس کے لیے دعا کرے۔ مثلاً یوں کہے "اللہ تجھے زندگی دراز عطا کرے اور تجھے راحت و سکون میں رکھے" اور اسی طرح اور دعائیں۔ اس کے لیے ایسی دعائیں بھی ٹھیک نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ظالم کے لیے دعا کرے کہ اللہ اس ظالم کی زندگی دراز کرے۔ تو ایسا انسان دراصل یہ چاہتا ہے کہ زمین پر ایسا شخص تادیر موجود رہے۔ جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے۔ اس لیے ظالم کے لیے کوئی دعا کرنا روا نہیں۔ سوائے اس دعا کے "اللہ تیری اصلاح کرے، تجھے اچھے کاموں کی توفیق عطا کرے اور تجھے اپنی فرمانبرداری میں زندگی دراز عطا کرے"۔ جب ایسا شخص دعا سے فارغ ہوتا ہے تو غالب امر یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اشتیاق کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ جناب کی خدمت میں پہنچوں۔ اگر اس طرح کا اشتیاق فی الواقع اس کے دل میں نہ ہو۔ تو اس کا اس طرح کا اظہار جھوٹ اور غلط بیانی ہوگا۔ اور بلاضرورت نفاق کا مظاہرہ ہوگا۔ اور اگر واقع میں یہ اشتیاق اس کے دل میں موجود ہوگا تو جو دل ظالموں کے دیدار کا مشتاق ہو وہ نور اسلام سے خالی ہوتا ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کرتا ہو تو اس سے بالکل اس طرح نفرت کرے جیسے تو اپنے مخالف سے نفرت کرتا ہے۔ اور جب یہ شخص دعا سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے عدل و انصاف اور اس کے کرم و احسانات کی قصیدہ خوانی شروع کرتا ہے۔ اور اس کی یہ قصیدہ خوانی بھی دروغ و نفاق سے خالی نہیں ہوتی۔ اور کم از کم یہ برائی تو ضرور ہوتی ہے کہ ظالم کا دل خوش ہوتا ہے۔ اور ایسا کرنا بھی اچھا نہیں۔ اور جب اس کی قصیدہ خوانی اور صفت و ثنا سے فارغ ہوتا ہے۔ کہ وہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ظالم کوئی بری بات کرتا ہے تو اس کو سر ہلانا پڑتا اور تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ سب کچھ بھی گناہ اور معصیت ہے۔

لیکن خاموش رہنے کے گناہ کی تفصیل یہ ہے کہ ظالم کے گھر میں ریشمی فرش، دیواروں پر تصویریں اسے ریشمی لباس یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھے یا اس کے پاس چاندی کا لوٹا دیکھے۔ یا یہ کہ ظالم کی زبان سے فحش اور جھوٹی باتیں سنے اور خاموش رہے۔ حالانکہ ایسے حالات میں احتساب و سرزنش کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ خاموشی اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے۔ اور اگر وہ احتساب و سرزنش کرنے سے ڈرتا ہے تو معذور ہے۔ تاہم اس کے پاس بلاضرورت جانے میں تو معذور نہیں۔ کیونکہ بلاضرورت ایسی جگہ جانا منع ہے۔ جہاں معصیت و گناہ کا ارتکاب ہوتا دیکھے اور سرزنش نہ کر سکے۔

اور دل اور اعتقاد کی معصیت و نافرمانی یہ ہے کہ دل اس کی طرف راغب کرے اسے دوست رکھے، اور اس کی تواضع کا اعتقاد کرے۔ اور دولت و نعمت کو دیکھے۔ اور اس طرح اس کے دل میں دنیا کی رغبت و محبت جنبش میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے گروہ مہاجرین دنیاداروں کے پاس نہ جاؤ۔ کیونکہ

اس طرح خدا تعالیٰ اس روزی پر جو اس نے تمہیں دی ہے تم سے ناراض ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اے لوگو دنیا داروں کے مال کی طرف نہ دیکھو کیونکہ ان کی دنیا کی چمک دمک تمہارے ایمان کی مٹھاس کو تمہارے دل سے لے جائے گی۔ پس اس ساری گفتگو سے یہ بات معلوم ہوئی کسی ظالم کے پاس جائے کی رخصت واجازت نہیں۔ مگر دو عذر پیش آنے کی صورت میں ایک یہ کہ بادشاہ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم جاری کرے کہ اگر تو اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو وہ ستائے اور رنج پہنچائے گا یا اس کا رعب و دبدبہ جاتا رہے گا اور رعیت میں جرأت و دلیری پیدا ہو جائے گی۔ دوسرا عذر یہ ہے کہ اپنے لیے انصاف چاہیے یا کسی مسلمان کا حق دلانے میں اس کی سفارش کے لیے جائے۔ تو اس مقصد کے لیے جانے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ دروغ گوئی اور قصیدہ خوانی نہ کرے اور اسے سختی کے ساتھ نصیحت کرنے سے پہلو تہی نہ کرے۔ اور اگر سختی کے ساتھ نصیحت کرنے سے ڈرتا ہو تو نرمی سے نصیحت کرنا ترک نہ کرے اگرچہ جانتا ہو کہ نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ لیکن جھوٹ بولنے اور صفت و ثنا کرنے سے بہر حال بچے اور اگر جانتا ہو کہ نصیحت قبول نہیں کرے گا تو بہر صورت خود جھوٹ اور اس کی قصیدہ خوانی سے دور رہے۔ اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی سفارش کے لیے جا رہے ہیں۔ اور اگر وہ کام کسی دوسرے کی سفارش سے ہو جائے یا بادشاہ کے ہاں اس دوسرے کی قبولیت ہو جائے تو یہ آزردہ خاطر ہوتے ہیں۔ اور یہ اس امر کی علامت ہوتی ہے۔ کہ یہ شخص ضرورت کے تحت شاہی دربار میں نہیں جاتا بلکہ طلب جاہ کی خاطر جاتا ہے۔

تیسری حالت۔ یہ ہے کہ وہ سلاطین کے پاس نہ جائے بلکہ سلاطین اس کے پاس آئیں اور اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ سلام کا جواب دے۔ اور اگر احتراماً کھڑا ہو جائے تو روا ہے۔ کہ اس کا اس کے پاس آنا احترام علم کے باعث ہوتا ہے تو وہ بھی اس نیکی کی وجہ سے احترام و اکرام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظلم کی صورت میں اہانت کا مستحق تھا۔ لیکن اگر کھڑا نہ ہو اور دنیا کی حقارت ظاہر کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ ہاں جب کہ یہ ڈر ہو کہ کھڑا نہ ہونے کی صورت میں وہ آزردہ ہوگا یا رعیت میں بادشاہ کا رعب و دبدبہ باطل ہو جائے گا تو پھر تعظیماً و احترام کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ اور جب بادشاہ اس کے پاس بیٹھ جائے تو تین طرح اسے نصیحت کرنا واجب ہے۔

ایک یہ کہ اگر بادشاہ کوئی ایسا فعل کرے جو حرام ہو لیکن اسے اس کی حرمت کا علم نہ ہو تو اس کا فرض ہے۔ کہ اس کی حرمت سے اسے آگاہ کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر ایسا کام کرے جسے وہ خود حرام جانتا ہو۔ جیسے ظلم و فسق وغیرہ تو اسے ڈرائے۔ اور نصیحت کرے۔ اور اسے بتائے کہ دنیا کی لذت اس لائق نہیں کہ اس کی خاطر اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے۔ اسی کے مانند اور باتوں سے نصیحت کرے۔ تیسرے یہ کہ اگر جانتا ہو کہ فلاں کام میں لوگوں کی مصلحت اور بہتری ہے اور بادشاہ اس کام سے غافل ہو تو اگر جانتا ہو کہ میری بات قبول کرے گا تو ضرور اس کی توجہ اس طرف

مبذول کرائے۔ اور جس شخص کا بھی بادشاہ کے ہاں آنا جانا ہو اور سلطان وقت اس کی بات قبول کر لیتا ہے اسے لازم ہے کہ ان تینوں طریقوں سے اسے نصیحت کرے۔ اور جب عالم باعمل ہو گا تو اس کی بات کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہو گا۔ لیکن اگر وہ ان سے دنیا کی حرص رکھتا ہو تو اُسے خاموش رہنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس کی نصیحت سے صرف یہ فائدہ ہو گا کہ لوگ اس پر ہنسیں گے۔

حضرت مقاتل بن صالح رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت حماد بن سلمہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تھا ان کے گھر کے سامان کی ساری کائنات ایک چٹائی ایک چمڑہ ایک قرآن مجید اور وضو کے لیے ایک لوٹا تھا۔ کسی نے ان کے دروازے پر دستک دی آپ نے فرمایا کون ہے۔ بتانے والوں نے کہا محمد بن سلمان خلیفہ وقت ہے۔ وہ اندر آیا اور بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں میرا دل ہیبت وخوف سے بھر جاتا ہے۔ حضرت حماد نے فرمایا اس کی وجہ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ جس عالم کا اپنے علم سے مقصود صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے سب اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے برعکس اگر اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہو تو وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے خلیفہ وقت نے چالیس ہزار درہم ان کے سامنے رکھے اور کہا انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ آپ نے فرمایا اٹھا کر چلا جا۔ اس نے دس دفعہ خدا کی قسم کھائی کہ یہ رقم مجھے حلال وراثت سے ملی ہے۔ اس میں حرام کی آمیزش نہیں ہے آپ نے فرمایا مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس نے کہا تو اسے آپ مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ آپ نے جواب دیا عدل وانصاف سے تقسیم کرنے کے باوجود ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ تقسیم کرنے میں انصاف نہیں کیا۔ اور گناہگار ہوا اور میں ایسا نہیں کرنا چاہتا اور وہ چالیس ہزار درہم نہ لیے۔ سلاطین کے ساتھ علماء کی باتیں اور حال یہ ہوتا تھا۔ اور جب وہ سلاطین کے پاس تشریف لے جاتے تو اس طرح لے جاتے جس طرح حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے۔ ہشام جب مدینہ منورہ پہنچا تو کہا صحابہ کرام میں سے کسی کو میرے پاس لایا جائے لوگوں نے بتایا سب صحابہ وصال فرما چکے ہیں۔ اس وقت کوئی صحابی دنیا میں موجود نہیں۔ اس نے کہا تابعین میں سے کسی کو لاؤ۔ حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ کو اس کے پاس لایا گیا۔ حضرت طاؤس جب اندر داخل ہوئے۔ تو جوتا مبارک اتار اور کہا السلام علیک یا ہشام۔ اے ہشام بتاؤ کیا حال ہے۔ ہشام اس طرح کے طرز عمل سے سخت غصے ہوا اور آپ کو مار دینے کا ارادہ کیا۔ پھر خیال کیا یہ جگہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حرم پاک ہے۔ اور یہ شخص بزرگ علماء میں سے ہے لہٰذا اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس نے کہا اے طاؤس تو نے یہ کیا دلیری اور جرأت کی ہے آپ نے فرمایا میں نے کیا دلیری اور جرأت کی ہے۔ تو اسے اور غصہ آیا۔ اور کہنے لگا تو نے چار بے ادبیاں کی ہیں۔ ایک یہ کہ تو نے میری نشست گاہ کے بالکل قریب آکر جوتے اتارے ہیں۔ اور خلفاء کے سامنے ایسا کرنا بڑی سخت بات ہے۔ اور موزوں اور جوتوں سمیت بیٹھنا چاہیئے تھا۔ اس وقت بھی خلفاء کے درباروں اور گھروں میں جوتے اتار کر بیٹھنے کی رسم نہیں۔ دوسری بے ادبی تو نے

یہ کی ہے کہ مجھے امیرالمومنین نہیں کہا۔تیسری یہ کہ تو نے مجھے کنیت سے نہیں نام لے کر بلایا ہے۔اور عربوں کے طور طریقے کے مطابق یہ بہت بُری بات ہے۔چوتھی یہ کہ میرے سامنے بلا اجازت بیٹھ گیا ہے اور پھر میرے ہاتھ کو بوسہ بھی نہیں دیا۔حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیرے سامنے میں نے جو جوتے اتارے ہیں تو اس میں کوئی بے ادبی نہیں۔میں روزانہ پانچ دفعہ اپنے رب العزۃ کے سامنے جوتے اتارتا ہوں اور غصے اور ناراض نہیں ہوتا۔اور تجھے امیرالمومنین نہیں کہا تو اس کی وجہ یہ ہے سب لوگ تیرے امیرالمومنین ہونے پر راضی اور خوش نہیں ہیں ڈرا کہ جھوٹ کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔اور جو تجھے نام لے کر بلایا کنیت سے نہیں بلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام لے کر بلایا اور پکارا ہے چنانچہ فرمایا ہے یاداؤد، یایحییٰ یا عیسیٰ۔اور اپنے دشمن کو کنیت سے پکارا ہے چنانچہ فرمایا تبت یدا ابی لھب اور تیرے ہاتھ کو جو بوسہ نہیں دیا تو میں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز نہیں۔مگر یہ کہ انسان شہوت سے اپنی عورت کا ہاتھ چوم لے یا شفقت و رحمت کے طور پر اپنے بچے کا ہاتھ۔اور میں تیرے سامنے بیٹھ اس لیے گیا کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے کہ جو دوزخی انسان کو دیکھنا چاہے تو وہ ایسے انسان کو دیکھے جو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آگے کھڑے ہوں۔ہشام کو یہ نصیحت کی باتیں اچھی لگیں۔اور کہا آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔تو آپ نے کہا میں نے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ دوزخ میں پہاڑ جتنے بڑے بڑے سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں۔یہ ایسے حاکم کی انتظار میں ہیں جو اپنی رعیت سے عدل و انصاف نہیں کرتا۔پھر آپ اٹھے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

سلیمان بن عبدالملک جب مدینہ منورہ گیا تو حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو جو اکابر اولیاء میں سے تھے اپنے پاس بلایا اور ان سے دریافت کیا۔ہم لوگ موت کو کیوں بُرا جانتے ہیں اور ناخوش ہوتے ہیں۔فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں نے دنیا کو آباد اور آخرت کو ویران کر رکھا ہے۔ظاہر ہے جو آبادی سے ویران جگہ جائے گا ضرور اس سے نفرت کرے گا اور بُرا منائے گا۔خلیفہ نے پھر دریافت کیا لوگ جب خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔فرمایا نیک لوگ تو ایسے ہوں گے جیسے کوئی سفر ختم کر کے اپنے عزیزوں سے آملے اور خوش ہو اور بدکار بھگوڑے غلام کی طرح جس کو زبردستی پکڑ کر اپنے مالک کو روبرو پیش کرتے ہیں۔خلیفہ نے پھر کہا کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہاں میرا کیا حال ہوگا۔فرمایا قرآن مجید میں دیکھ لے تجھے اپنا حال معلوم ہو جائے گا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ — بے شک نیک لوگ نعمت میں ہوں گے اور بُرے لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

خلیفہ نے پھر دریافت کیا خدا تعالیٰ کہاں ہے تو فرمایا قریب من المحسنین۔یعنی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے قریب ہے۔تو سلاطین کے ساتھ علمائے دین کی باتیں اس طرح کی ہوتی تھیں۔اس کے برعکس دنیادار علماء کی باتیں ان کے حق میں دعائیں کرنا

ان کی صفت و ثنا کرنا اور ایسی باتوں کی تلاش ہوتی ہے جس سے وہ خاموش ہوں دنیادار علماء ایسے حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں جن سے ان کی مطلب برآری ہو۔ اور اگر نصیحت کرتے بھی ہیں تو ایسے طریقہ سے جس سے ان کا مطلب پورا ہو۔ یعنی جس سے بادشاہ کے دربار میں ان کی عزت و وقار قائم ہو۔ اور یہ بات معلوم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص نصیحت کرے تو یہ اس سے جلتے اور حسد کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے ان ظالم حکام و سلاطین کی شکل دیکھنے سے بھی دور ہی رہے۔ اور ان سے میل جول نہ کرنا بہتر ہے۔ اور جو لوگ بادشاہوں اور حکام سے میل جول رکھتے ہیں ان سے بھی تعلق نہ رکھنا چاہیئے۔ اور کوئی شخص ان سے میل جول کو ترک کرنے پہ قادر نہیں۔ تاوقتیکہ گوشہ نشینی اختیار نہ کرے اور دوسرے عام لوگوں سے بھی تعلق منقطع کرنے پہ قادر نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ گوشہ خلوت اختیار کرے۔ اور ان سے میل جول ترک کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میری امت ہمیشہ خدا تعالیٰ کی نگہبانی اور حمایت میں رہے گی جب تک کہ ان کے علماء امراء و حکام سے موافقت نہ کریں گے۔" خلاصہ یہ ہے کہ رعیت میں فساد و خرابیوں کا پھیلنا بادشاہوں کے خراب ہونے سے ہوتا ہے۔ اور سلاطین میں فساد و خرابی کا پیدا ہونا علماء کے فساد و خرابی کے باعث ہوتا ہے۔ جو ان کی اصلاح نہیں کرتے۔ اور ان کی غلط باتوں پر زبان انکار نہیں کھولتے۔

فصل :

اگر کوئی بادشاہ کسی عالم کے پاس اس غرض سے مال بھیجے کہ وہ اُسے خیرات کے طور پہ تقسیم کر دے تو اگر اس مال کا مالک موجود ہو اور اس عالم کو پتہ ہو کہ دراصل یہ مال فلاں شخص کا ہے تو ہرگز اُسے تقسیم نہ کرے۔ بلکہ چاہیئے کہ اس مالک کو دے دے۔ اور اگر مالک کا علم نہ ہو۔ تو اس صورت میں بھی علماء کے ایک گروہ نے وہ مال لینے اور اسے تقسیم کرنے سے منع کیا ہے اور ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ان سے لے لے اور خیرات کے طور پہ تقسیم کر دے تاکہ ظالم حکام کے ہاتھ سے تو باہر نکل آئے۔ اور ان کے ظلم و فسق کا ذریعہ نہ بنے۔ اور تاکہ محتاج اور درویش لوگوں کی راحت کا باعث بنے۔ کیونکہ ایسے مال کا حکم یہی ہے کہ درویش اور محتاج لوگوں تک پہنچ جائے۔ لیکن تین شرائط کے تحت اول یہ کہ تیرے مال لینے سے بادشاہ کے دل میں یہ اعتقاد پیدا نہ ہو کہ اس کا مال حلال ہے کہ اگر حلال نہ ہوتا تو یہ عالم دین اسے لے کر بطور خیرات تقسیم نہ کرتا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ حرام مال حاصل کرنے میں دلیر ہو جائے گا۔ اور اس بات کی خرابی اس کے تقسیم کرنے کی نیکی سے بڑھ کر ہے۔ دوسری یہ کہ عالم ایسے مقام میں نہ ہو کہ دوسرے لوگ بھی بادشاہ سے مال لینے میں اس کی پیروی شروع کر دیں۔ اور اس کے خیرات کرنے کے عمل سے بے خبر رہیں۔ جیسا کہ ایک گروہ نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ خلفاء سے مال لیتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ آپ وہ سارا مال

تقسیم کر دیتے تھے۔

حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہما دونوں بزرگ حجاج بن یوسف کے بھائی کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت طاؤس اسے نصیحت کرتے ایک روز صبح کو سخت سردی تھی۔ حجاج کے بھائی نے حکم دیا کہ چادر ان کے کندھے پہ ڈال دی جائے۔ حضرت طاؤس اس وقت مصروف گفتگو تھے۔ آپ نے کندھوں کو جنبش دی یہاں تک کہ چادر آپ کے کندھے سے گر پڑی۔ حجاج کا بھائی یہ دیکھ کر غصے ہوا۔ جب آپ اس کے دربار سے باہر تشریف لائے تو حضرت وہب نے حضرت طاؤس سے فرمایا اگر آپ وہ چادر لے لیتے اور کسی درویش محتاج کو دے دیتے تو یہ اس سے بہتر تھا جو آپنے اُسے ناراض کر دیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر میں لے لیتا تو کوئی دوسرا بھی میری پیروی شروع کر دے۔ اور ان سے مال لینا شروع کر دے۔ اور اُسے یہ علم نہ ہو کہ میں نے تو اس سے لے کر درویش کو دے دی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے اس کے دل میں ظالم سے اُنسیت و محبت پیدا نہ ہو۔ اور اس محبت کی دلیل و علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کے مرنے یا معزول ہونے سے وہ غمگین ہوتا ہے اور اس کی شوکت و سلطنت میں ترقی سے خوش ہوتا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے رب ذوالجلال کسی فاجر کو یہ طاقت نہ دے کہ وہ مجھ سے نیکی کرے۔ کیونکہ اس صورت میں میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گی۔ اور آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ جو شخص بھی انسان سے نیکی کرتا ہے تو خواہ مخواہ دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور ظالموں کی طرف نہ جھکو۔

حکایت:

کسی خلیفہ نے ایک دفعہ ہزار درہم حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیجے۔ آپ نے وہ ہزار کے ہزار ہی تقسیم کر دیئے۔ ایک درہم بھی پاس نہ رکھا۔ حضرت محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا تو فرمایا سچ بتائیں آپ کے دل میں اس کی طرف کچھ نہ کچھ میلان اور کسی قدر دوستی پیدا ہوئی فرمایا ہاں۔ حضرت محمد بن واسع علیہ الرحمتہ نے فرمایا میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔ آخر کار اس مال کی نحوست نے تجھ سے اپنا کام نکال لیا۔

حکایت:

بصرہ کے ایک بزرگ سلطان وقت سے مال لیتے اور فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ لوگوں نے اس بزرگ سے کہا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اس کی دوستی آپ کے دل میں جنبش کرنا شروع کر دے آپ نے فرمایا اللہ کے فضل سے میرے ایمان کی مضبوطی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بہشت میں لے جائے۔ اور وہاں جا کر کوئی گناہ اور معصیت کرے تو میں اُسے بھی دشمن جانوں گا۔ در اس ذات کی خاطر دشمن جانوں گا جس نے اُسے

میرا مطیع کردیا کہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بہشت میں لے گیا۔ جب کسی کی پختگی ایمان کا یہ عالم ہو تو اُسے کوئی ڈر نہیں اگر بادشاہ اس سے مال لے اور فقراء و محتاج لوگوں میں تقسیم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچویں اصل

رضائے الٰہی کی خاطر مخلوق کے حقوق ادا کرنے اور اپنے خویش و اقارب، اپنے ہمسائے غلام اور محتاج لوگوں کی نگہداشت کے بیان میں۔

جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ تک جانے والے راستے کی منزلوں میں دنیا بھی ایک منزل ہے اور سب لوگ اس منزل میں مسافر ہیں۔ اور سب مسافروں کا مقصد سفر ایک ہی ہو تو ان سب کو چاہیئے کہ آپس میں الفت، اتحاد اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبہ موجود ہو۔ اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ ہم ان حقوق کی شرح و تفصیل تین ابواب میں بیان کرتے ہیں۔ باب اول ان دوستوں اور بھائیوں کے حقوق جن سے دوستی محض خدا تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور اس کی شرط کا بیان۔ باب دوم عام دوستوں کے حقوق میں۔ باب سوم عام مسلمانوں کے حقوق، خویش و اقارب اور غلاموں، نوکروں وغیرہ سے شفقت و رحمت کے بیان میں۔

پہلا باب

اس دوستی اور بھائی چارے کے بیان میں جو محض خدا تعالیٰ کے لیے ہو

معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف رضائے الٰہی کے لیے کسی سے دوستی اور بھائی چارہ قائم کرنا دین میں افضل عبادتوں اور اونچے مقامات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ جس بندے کو خیر و بھلائی عطا کرنا چاہتا ہے۔ اُسے اچھی دوستی عطا کرتا ہے۔ تاکہ اگر یہ بندہ کسی وقت خدا تعالیٰ کو بھول جائے تو اس کا دوست اُسے یاد کرا دے۔ اور خدا تعالیٰ اسے یاد ہی ہو تو اس کا دوست اور زیادہ یاد کرنے میں اس کا مددگار بنے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کوئی سے دو مومن اکٹھے نہیں ہوتے مگر ایک کو دوسرے سے دین کے اندر کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جو کسی کو محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنا دوست اور بھائی بنائے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں ایسا بلند مقام عطا کرے گا جو کسی دوسرے نیک عمل سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تجھے صرف خدا تعالیٰ کی خاطر دوست رکھتا ہوں۔ تو حضرت معاذ نے جواب میں فرمایا تجھے خوشخبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے اردگرد کرسیاں بچھائی جائیں گی۔ اور بندوں کا ایک گروہ ان پر تشریف فرما ہوگا

جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ سب لوگ خوف وہراس میں ہوں گے مگر وہ امن و عافیت کی حالت میں ہوں گے۔ اور سب لوگوں میں خوف طاری ہوگا مگر یہ سکون و راحت میں ہوں گے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے دوست ہوں گے جنہیں کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہ یہ دوست کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ یعنی اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرنے والے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو شخص اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ ان دونوں میں سے اس کو زیادہ دوست رکھتا ہے جس کے دل میں زیادہ دوستی ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھ پر حق ہے کہ میں ان کو اپنا دوست بناؤں جو محض میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے میری خاطر دوستی رکھتے ہیں۔ اور صرف میری خاطر ایک دوسرے سے مال کے لینے دینے میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ اور صرف میری رضا اور خوشنودی کے لیے ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف میرے لیے ایک دوسرے سے پیار و دوستی کرتے تھے۔ تاکہ آج جب کہ کہیں بھی سایے کا نام ونشان نہیں ہے کہ لوگ پناہ لیں۔ میں ان کو اپنے پاس پناہ عطا کروں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ سات اشخاص اللہ تعالیٰ کے سایے نیچے ہوں گے قیامت کے روز جب کہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عدل وانصاف کرنے والا حاکم۔ دوسرا وہ نوجوان جو ابتدائے جوانی سے ہی عبادت الٰہی میں مصروف ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جو مسجد سے باہر آئے مگر اس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو۔ یہاں تک کہ وہ پھر مسجد میں جا پہنچے۔ چوتھے وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے محض اللہ کے لیے دوستی رکھیں اکٹھے ہوں تو بھی اللہ ہی کے لیے اور جدا ہوں تو بھی خدا کی خاطر۔ پانچواں وہ شخص جو تنہائی اور خلوت میں خدا تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں۔ چھٹا وہ آدمی جسے صاحب حشمت وجمال عورت برائی کی طرف بلائے اور وہ جواب دے کہ میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ ساتواں وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں دائیں ہاتھ سے اس قدر چھپا کر صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کوئی بھائی رضائے الٰہی کے لیے اپنے دوسرے بھائی کی زیارت نہیں کرتا۔ مگر اس کے پیچھے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے۔ تجھے خدا تعالیٰ کی جنت مبارک ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ایک شخص اپنے دوست کی زیارت کو روانہ ہوا خدا تعالیٰ نے راستے میں اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے آکر اس سے دریافت کیا کہاں جاتا ہے۔ فرمایا فلاں بھائی

کی زیارت کرنے۔ فرشتے نے پوچھا تجھے اس سے کوئی کام ہے۔ فرمایا کوئی کام نہیں۔ فرشتے نے کہا کوئی رشتہ داری ہے کہا کوئی رشتہ داری نہیں۔ کہا تو نے اس کی جگہ کوئی نیکی کی ہے۔ کہا ایسی کوئی بات نہیں۔ فرشتے نے کہا پھر کس مقصد کے تحت اس کے پاس جارہا ہے فرمایا صرف رضائے الٰہی کے لیے۔ اور میری دوستی بھی اس سے اللہ ہی کے لیے ہے۔ تو اس پر فرشتے نے کہا مجھے خدا تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تجھے بشارت دوں کہ خدا تعالیٰ تجھے دوست رکھتا ہے۔ اور تیرے اسے دوست رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایمان کی مضبوط ترین دستاویز یہ ہے کہ بندہ خدا کے لیے کسی سے دوستی اور دشمنی کرے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو وحی کی کہ یہ زہد جو تو نے اختیار کر رکھا ہے اس سے درحقیقت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ یعنی یہ اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب اور دنیا کے رنج و کوفت سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ اور جو تو میری عبادت میں مشغول رہا ہے تو اس سے تو نے میری بارگاہ میں عزت و توقیر حاصل کی۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا تو نے کبھی میرے دوستوں سے دوستی اور میرے دشمنوں سے دشمنی کی ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل کی کہ اگر تو تمام اہل زمین و آسمان جتنی بھی عبادت بجالائے اور اس عبادت میں میرے لیے کسی سے دوستی اور میری خاطر کسی سے دشمنی کی نیکی نہ ہوگی۔ تو تیری سب عبادتیں بے فائدہ جائیں گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے نافرمان اور برے لوگوں سے دل میں دشمنی رکھ کر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا پیارا بناؤ۔ اور ان سے دور رہ کر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے نزدیک کرو اور ان سے ناراض رہ کر خدا تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرو۔ لوگوں نے عرض کی اے روح اللہ تو ہم کن لوگوں کے پاس بیٹھا کریں۔ فرمایا ایسے شخص کی ہمنشینی کرو جس کی زیارت سے خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کا کردار اور طور طریقہ تمہیں آخرت کی طرف مائل کرے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی ارسال کی اے داؤد تو نے لوگوں سے بھاگ کر گوشۂ تنہائی کیوں اختیار کر لیا ہے۔ عرض کی اے پروردگار تیری دوستی نے لوگوں کی یاد میرے دل سے مٹا دی ہے۔ اس لیے میں سب سے متنفر ہو گیا ہوں۔ حکم الٰہی ہوا اے داؤد اپنے لیے بھائی پیدا کر البتہ جو دین میں مددگار ثابت نہ ہو۔ اس سے الگ اور دور رہ کیونکہ وہ تیرے دل کو سیاہ اور مجھ سے دور کر دے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے۔ جس کا نصف برف اور نصف آگ سے بنایا گیا ہے۔ اس کا ہر وقت یہی ورد اور خدا تعالیٰ سے ہر وقت یہی دعا ہوتی ہے کہ اے خداوند

تعالیٰ تُو نے جس طرح آگ اور برف کے درمیان الفت پیدا کی ہے اسی طرح اپنے نیک اور اچھے بندوں میں الفت و محبت پیدا فرما۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے جو لوگ اللہ کے لیے آپس میں دوستی اور الفت کرتے ہیں۔ ان کے لیے سرخ یاقوت کا ایک ستون کھڑا کریں گے۔ اس کی چوٹی پر ستر ہزار کھڑکیاں ہوں گی ان پر سے وہ اہل جنت کو جھک کر دیکھیں گے۔ اِن کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جس طرح سُورج کا نور دنیا پر اہل جنت آپس میں کہیں گے چلو ان نورانی لوگوں کی زیارت کریں۔ ان کے جسم بدن پر سندس (ریشم) کا لباس ہوگا۔ اور ان کی پیشانیوں پر اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ (ایک دوسرے سے ساتھ اللہ کیلئے محبت والفت کرنے والے) لکھا ہوگا۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت وفات خدا تعالیٰ سے عرض کی خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت تیرے فرماں بردار بندوں کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا تھا۔ اس لیے تو اس دوستی کو میرے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اللہ کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ تو ان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے درختوں سے پتے۔

اس دوستی کی حقیقت پیدا کرنے کا بیان جو خدائے تعالیٰ کیلیے ہوتی ہے

جاننا چاہیئے کہ جو دوستی اور الفت ایک مدرسہ یا ایک سفر یا ایک محلہ میں رہنے سے پیدا ہوتی ہے وہ الحب فی اللہ کے قبیلہ میں سے نہیں۔ اور جیسے تم اس کی خوبصورتی یا شیریں کلامی یا دل کو پسند آجانے کے باعث دوست بنالو وہ بھی اس قبیلہ میں سے نہیں۔ نیز جیسے تم اس بنا پر دوست بناؤ کہ اس سے تمہیں کسی مرتبے یا مال یا دنیوی غرض کے حصول کی توقع ہو تو یہ دوستی بھی خدا کے لیے نہیں۔ کیونکہ ان امور کا حصول اس شخص کی طرف سے بھی ممکن ہے جو خدا اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ خدا تعالیٰ کے لیے جو دوستی ہوتی ہے وہ ایمان کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔ اس دوستی کے بھی دو درجے ہیں۔

درجہ اول:

جس سے دوستی اور الفت کا رشتہ قائم کرو کسی غرض کے پیش نظر کرو۔ لیکن وہ غرض دینی ہو اور خدا کے لیے ہو۔ جیسے استاد سے محبت و دوستی جو تمہیں علم سکھاتا ہے۔ تو یہ دوستی خدا کے لیے ہے۔ جب کہ علم سے مقصود آخرت ہو۔ جاہ و مال کا حصول مقصود نہ ہو۔ اور اگر علم سے دنیا مقصود ہو تو یہ دوستی خدا کے لیے نہ ہوگی۔ اور اگر تم شاگرد سے محبت کرو تاکہ وہ تم سے علم حاصل کرے اور تیری تعلیم سے اُسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہو تو

تمہارا یہ عمل خدا کے لئے ہوگا اور حصول حشمت کے لئے تم اس کو دوست رکھتے ہو تو پھر وہ اس تعریف میں نہیں آئے گا اور تمہارا وہ عمل محض دنیا کے لئے ہوگا مثلاً اگر کوئی شخص صدقہ دے اور اس شرط کے ساتھ دے کہ وہ اس کو درویشوں تک پہنچا دے یا اس کو درویشوں کی مہمانداری میں خرچ کرے یا وہ کسی شخص کو اس لئے دوست رکھتا ہے کہ وہ شخص اچھے اچھے کھانے غریبوں کو کھانے کے لئے پکواتا ہے تو یہ امر بھی حُبِّ الٰہی اور خدا دوستی میں شامل ہے بلکہ وہ اگر کسی شخص کو محض اس لئے عزیز رکھتا ہے کہ وہ اس کو کھانا اور کپڑا دیتا ہے اور اپنے اس عمل سے اس کو دنیاوی جھگڑوں سے فارغ رکھتا ہے تاکہ سکونِ خاطر کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف رہ سکے تو یہ بھی خدا دوستی ہوگی کیونکہ اس عمل سے اس کا مقصود دوسروں کے لئے عبادت میں فراغت اور آسودگی پیدا کرنا ہے۔

عابدوں اور عالموں کا امیروں کو دوست رکھنا

اس دنیا میں بہت سے عالموں اور عابدوں نے امیروں کو دوست رکھا ہے محض اس مقصد کی بناء پر یہ دونوں گروہ بھی خدا تعالیٰ کے دوستوں میں شمار ہوں گے بلکہ یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو محض اس لئے چاہتا ہے کہ وہ اس کو غلط کاری سے بچاتی ہے اور اس کے قدم غلط راستے پر نہیں پڑنے دیتی نیز اس کے لئے فرزند پیدا کرتی ہے جو بڑے (جوان) ہو کر اس کے حق میں دعائے خیر کریں گے تو یہ بھی خدا دوستی ہوگی اور وہ شخص اس بیوی پر جو کچھ خرچ کرے گا وہ صدقہ میں شمار ہوگا، بلکہ اگر کوئی شخص اپنے شاگردوں کو ان دو باتوں کے سبب سے عزیز رکھتا ہے ایک یہ کہ وہ اس کی خدمت کر کے اس کو عبادت کے لئے فارغ رکھتا ہے تو وہ شاگرد اس عبادت کے لئے وقت دینے پر بھی ثواب پائے گا اور اس شخص کی شاگرد سے یہ چاہت بھی خدا دوستی ہوگی۔

درجہ دوم یہ ایک بہت بڑا اور عظیم المرتبت درجہ ہے یعنی ایک شخص کسی دوسرے کو محض اللہ کے لئے دوست رکھتا ہے بغیر اس امر کے کہ اس کی اس شخص سے کوئی غرض پوری ہوتی ہو یا اس کے ذریعہ مال و متاع کا حصول وابستہ ہو ہو یا کسی منصب کے ملنے کی امید ہو، نہ اس محبت میں کسی قسم کے درس و تدریس یا تعلیم و تعلیم کا دخل ہے اور نہ کسی قسم کی فراغت دینی کا حصول وابستہ ہے علاوہ ازیں وہ اس شخص کو اس کی بزرگی کے سبب سے بھی دوست نہیں رکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان بندہ ہے بلکہ وہ اسکو محض اس لئے دوست رکھتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے تو یہ دوستی محض اللہ کے لئے ہوگی اور اس کی یہ دوستی اسی نوع میں شمار ہوگی۔

اس نوع کی دوستی سب سے عظیم اور اعلیٰ ہے، ایسی دوستی صرف اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ دوست رکھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس قدر مفرط ہو کہ وہ بڑھتے بڑھتے حد عشق تک پہنچ جاتی ہے۔ دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مجازی محبت میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کے گلی کوچوں ہی سے نہیں بلکہ اس کے در و دیوار سے بھی محبت کرتا ہے۔

پس جب کسی پر یہ خدا دوستی غالب آجاتی ہے تو وہ تمام بندگانِ خدا کو دوست رکھتا ہے

خاص کراس کے دوست بندوں سے۔ اور اس کی تمام مخلوقات سے اس لیے دوستی اور محبت کرے گا کہ جو چیز بالفعل موجود ہے۔ وہ سب اثر محبوب کی صنعت و قدرت کا ہے۔ اور عاشق معشوق کے خط سے اور اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز سے پیار کرتا ہے۔

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں جب کوئی نیا میوہ لایا جاتا تو آپ اس کی بڑی تعظیم وتکریم فرماتے اُسے آنکھوں سے لگاتے۔ اور فرماتے اس کا زمانہ پیدائش خدائے تعالیٰ سے بہت قریب ہے۔

اور خدائے تعالیٰ کی دوستی دو قسم کی ہے۔ ایک تو دنیا اور آخرت کی نعمت کے لیے۔ دوسری خاص خدائے تعالیٰ ہی کے لیے کہ اس میں کسی اور شے کا دخل نہیں ہوتا۔ یہ بڑی عظیم دوستی ہے۔ اس مضمون کی شرح وتفصیل ہم اس کتاب کی اصل محبت اور رکن چہارم میں بیان کریں گے۔ غرض خدائے تعالیٰ کی محبت کی قوت ایمان کی قوت کے مطابق ہوتی ہے کہ جس قدر ایمان قوی ہوگا۔ محبت بھی زیادہ ہوگی۔ پھر اس کے دوستوں اور مقبول بندوں میں سرایت کرے گی۔ اگر دوستی کسی غرض اور فائدہ کے لیے ہی ہوا کرتی تو وصال یافتہ انبیاء و علماء کے ساتھ دوستی کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ حالانکہ ان تمام نفوس قدسیہ کی دوستی مسلمانوں کے دلوں میں موجود ہوتی ہے۔ تو جو شخص دانشمندوں، صوفیوں، عابدوں اور خدمتگاروں اور ان کے دوستوں سے دوستی کرتا ہے تو یہ خدائے تعالیٰ کی دوستی ہے۔ لیکن دوستی کی مقدار اور اس کا اندازہ اپنا مال اور مرتبہ قربان کرنے سے ہوتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے جس کے ایمان کی دوستی اس قدر مضبوط اور قوی ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ گھر کا سارے کا سارا مال ومتاع راہ خدا میں صرف کر دیتا ہے۔ جیسا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور کچھ نیک بخت وہ ہوتے ہیں جو نصف مال ومتاع خرچ کر دیتے ہیں۔ جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف تھوڑا سا دے سکتے ہیں۔ کسی مومن کا دل اصل دوستی سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ تھوڑی سی ہی ہو۔

وہ دوستی جو صرف خدا کے لیے ہوتی ہے:

جاننا چاہیئے کہ جن اطاعت گزار لوگوں کی دوستی محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے وہ لازماً کافروں نافرمانوں۔ ظالموں اور فاسقوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ان کی یہ دشمنی اور عداوت خدا کے لیے ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے۔ وہ اس کے دوست سے محبت کرتا اور دوست کے دشمن کو دشمن جانتا ہے۔ تو خدائے تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیئے۔ اور جو مسلمان فاسق ہو اس سے مسلمان ہونے

کے باعث تو دوستی رکھنی چاہیئے۔ اور اس کے فسق کے باعث دشمنی۔ اس سے دوستی اور دشمنی دونوں رکھے
جس طرح ایک شخص اپنے لڑکے کو تو خلعت و انعام دے مگر دوسرے لڑکے کے ساتھ سختی کرے۔ ایک
اعتبار سے تو اس سے دوستی کرے اور دوسرے اعتبار سے دشمنی۔ اور یہ کوئی محال اور ناممکن نہیں۔ کیونکہ
اگر ایک شخص کے تین بیٹے ہوں ایک زیرک اور فرماں بردار ہو دوسرا بے وقوف اور نافرمان اور تیسرا بے وقوف اور
فرمانبردار۔ پہلے کے ساتھ اس کی دوستی ہوگی دوسرے کے ساتھ دشمنی اور عداوت اور تیسرے کے ساتھ ایک
اعتبار سے دوستی اور محبت اور دوسرے اعتبار سے عداوت اور دشمنی۔ ان دو معاملوں کا اثر بھی ظاہر ہوگا۔ کہ ایک
کی عزت کرتا ہے اور دوسرے کی اہانت اور تیسرے کی کچھ عزت اور کچھ اہانت۔ غرض جو شخص خدائے تعالیٰ کا
نافرمان ہو اُسے اس طرح تصور کرنا چاہیئے جس طرح وہ تیری نافرمانی کرے۔ اور تو اس سے مخالفت کے اندازہ
کے مطابق اس سے دشمنی اور عداوت کرے اور دوستی کے اندازہ کے مطابق اس سے دوستی کرے اور اس
معاملے کا اثر باہمی میل ملاپ اور بات چیت میں ظاہر ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ گناہگار کی گرفت کیا کرے
بات چیت میں اس سے تلخ لہجہ اختیار کرے۔ اور جو فسق میں بڑھا ہوا ہو اس کی گرفت بھی زیادہ کرے
اور جب وہ فسق و فجور اس حد تک بڑھ جائے تو اس سے گفتگو بند کر دے اور منہ پھیر لے اور ظالم کے ساتھ
فاسق سے بھی بڑھ کر سخت رویہ اختیار کرے۔ ہاں جو شخص خاص تیرے ساتھ ظلم کرے تو اُسے معاف کر دینا
اور نیک گمان رکھنا بہتر ہے۔ اس بارے میں سلف صالحین کی عادت مختلف تھی۔ چنانچہ ایک گروہ نے دین کی
مضبوطی اور شرع کے تحفظ کی خاطر ایسے لوگوں سے سخت رویہ اختیار کیا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
اسی گروہ میں سے ہیں۔ کہ آپ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے سخت ناراض تھے۔ جب انہوں نے معتزلہ
کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی تو آپ نے وہ کتاب دیکھ کر کہا کہ تم نے اس کتاب میں پہلے معتزلہ کے
اعتراضات بیان کیے ہیں۔ پھر ان کا جواب دیا ہے۔ شاید کوئی آدمی ان اعتراضات کو پڑھے اور کوئی اعتراض
اس کے دل پر اثر کر جائے۔ اسی طرح جب ایک دفعہ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں کسی
سے کچھ نہیں چاہتا ہاں اگر بادشاہ وقت کچھ دے تو لے لوں گا۔ تو آپ ان سے بھی ناراض ہوئے اور بولنا
چالنا بند کر دیا۔ انہوں نے عذر خواہی کی اور عرض کیا کہ میں نے تو محض ہنسی مذاق کے طور پر ایسا کہا
ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا حلال کھانا دین میں سے ہے اور دین میں ہنسی مذاق کی اجازت نہیں ہے۔

اور ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے سب کو نگاہِ رحمت سے دیکھا ہے۔ اور یہ فکر و خیال
بدلتا رہتا ہے کیونکہ جن لوگوں کی نگاہ توحید پر ہوتی ہے وہ سب کو خدائے تعالیٰ کے قبضۂ قہر میں بے بس
و مضطر جانتے ہیں۔ اور ان پر رحم و شفقت کرتے ہیں۔ اور یہ بڑے اونچے درجے کی بات ہے۔ اگرچہ

بسا اوقات لوگ اس سے دھوکا اور فریب بھی کھا جاتے ہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں ظاہرداری اور سستی ہوتی ہے وہ اسے توحید تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ توحید کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو زدوکوب کریں اس کا مال ومتاع چھین لیں اور اس سے سخت زبان درازی سے پیش آئیں تو بھی وہ غصے میں نہ آئے۔ بلکہ نگاہِ شفقت سے ہی دیکھے۔ کیونکہ اس کا دیکھنا توحید اور ضرورت خلق کے تحت ہوگا۔ جس طرح کفار نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے۔ چہرہ انور پر خون بہہ رہا تھا۔ مگر آپ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ — اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے

لیکن جب کوئی شخص خدائے تعالیٰ کے معاملے میں خاموش اور چپ کا رہے مگر اپنے معاملے میں فوراً بگڑ جائے تو یہ مداہنت، نفاق اور حماقت ہے نہ کہ توحید۔ تو جس شخص پر اس درجہ کی توحید غالب نہ ہو اور وہ فاسق کو اس کے فسق کے باعث اپنا دشمن قرار نہ دے۔ تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری اور فاسق سے دوستی کی دلیل وعلامت ہے جس طرح کوئی آدمی تیرے دوست کو بُرا بھلا کہے اور تو سُن کر غصے میں نہ آئے بلکہ چُپ ہو رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیری دوستی بے حقیقت ہے۔

فصل:

معلوم ہونا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کے درجے بھی مختلف ہیں۔ اور ان پر سختی اور تشدد کے بھی مختلف درجات ہیں۔

پہلا درجہ:

کفار کا ہے۔ یہ اگر حربی ہوں تو ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنا فرض ہے۔ اور ان کے ساتھ جدال و قتال کرنا اور انہیں گرفتار کر کے غلام بنانا چاہیئے۔

دوسرا درجہ:

ذمیوں کا ہے ان سے عداوت رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان کے ساتھ معاملات کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی عزت نہ کریں۔ بلکہ ان کو حقیر جانیں۔ آتے جاتے وقت ان کا راستہ تنگ کریں۔ ان سے دوستی اور الفت کرنا مکروہ بلکہ ممکن ہے حرام ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

تمہیں کوئی ایسی قوم نہ ملے گی جو ایک طرف تو اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور دوسری طرف ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتی ہو جو خدا اور اس کے رسول کے مخالف ہوں